urdukutabkhanapk.blogspot

حضرت مجدد الف ثانی کی تفسیری اور فقہی خدمات



اُردو کُتب خانہ
URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم



اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت مجدد الف ثانی کی تفسیری و فقہی خدمات

(تحلیلی و تجزیاتی جائزہ)

تحقیقی مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

ہمایوں عباس

لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ
جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد

نگران مقالہ

ڈاکٹر محمد اکرم رانا

پی۔ ایچ۔ ڈی (برطانیہ) فل برائٹ سکالر (امریکہ)
ایسوسی ایٹ پروفیسر
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

شعبہ علوم اسلامیہ

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

نومبر ۲۰۰۰ء

اس مقالے کی منظوری ایڈوانسڈ سٹڈیز اینڈ ریسرچ بورڈ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے مراسلہ نمبر
Acad/AS&RB-1/97-1481 مورخہ 30-06-1997 کے تحت دی گئی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اظہار تشکر

کسی بھی کام کی تکمیل کے لئے انسان کو کئی افراد سے مدد لینا پڑتی ہے کیونکہ انسان ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے بعد میں یہاں ان تمام احباب کے لئے کلمات تشکر و امتنان کے اظہار میں کوتاہی نہیں کروں گا جنہوں نے اس علمی کام میں میری رہنمائی فرمائی۔ اور تحقیق و تدقیق میں میری معاونت فرمائی۔ میرے شیخ و استاذ حضرت علامہ محمد کریم سلطانی مدظلہ العالی نے نہ صرف مقالہ کے لئے عنوان تجویز کیا بلکہ اس مرحلہ میں پیش آنے والی ہر مشکل میں رہنمائی فرمائی۔ مکتوبات کی ادق اصطلاحات بھی سمجھائیں اور مطلوبہ کتب فراہم کرنے کی ہر ممکن سعی فرمائی۔ بلاشبہ آپ علم و فضل، عجز و انکسار اور شرافت نفس کے اعتبار سے یگانہ روزگار شخصیت ہیں۔ والدین کی دعائیں بھی تحقیق و جستجو کی اس منزل میں چراغِ راہ ثابت ہوئیں۔

رب اغفرلی ولوالدی وارحمهما کما ربیانی صغیراً

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے تفسیر و فقہ سے متعلقہ جواہر پارے اکٹھے کرنے میں مجھے اپنے استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا کی سرپرستی حاصل رہی۔ آپ نے ہر مشکل مرحلہ پر میری مشفقانہ اور محققانہ رہنمائی فرمائی۔ اس رہنمائی نے ہر مشکل کو آسان کر دیا۔ زیر نظر مقالہ کی تکمیل کے مراحل آپ کی زیرِ نگرانی طے ہوئے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید اور مولانا محمد اسحاق کی عالمانہ اور مدبرانہ آراء سے مقالہ کا معیار بہتر ہوا۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر محمد شریف سیالوی، ڈاکٹر نورالدین جامی، پروفیسر قاری محمد اقبال، پروفیسر ساجد علی، پروفیسر حافظ مقبول احمد اور مولانا ارشاد الحق اثری کا بھی شکریہ مجھ پر واجب ہے، کئی مشکل مراحل میں ان کرم فرماؤں نے میری رہنمائی کی۔ اپنے چھوٹے بھائی حافظ محمد ہارون عباس قمر اور شاگردان عزیز محمد زاہد فاروقی اور حافظ محمد عابد کا شکریہ ادا کئے بغیر یہ ''رسم شکریہ'' مکمل نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کمپوزنگ، پروف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ریڈنگ،اور حوالہ جات کی تلاش میں ہر ممکنہ معاونت فرمائی اور میرے ساتھ اس مقصد کے لئے کئی شب بیداریوں میں شریک رہے۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء

مجھے اپنی کاوشوں کے بارے میں کچھ نہیں کہنا۔اہل رائے،اصحاب نظر اور ارباب ذوق اس مقالہ کے مطالعہ کے بعد خود ہی اس کی تقویم وتقدیر کریں گے۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا مصداق یہ بندۂ ناچیز بارگاہ رب العزت میں رب زدنی علما کے لئے دست بدعاء ہے۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علی والدی و ان اعمل صالحا ترضاہ

فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا و الاخرہ توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

یارب صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلھم

ہمایوں عباس

جامعہ ریاض العلوم

پیپلز کالونی ڈی بلاک فیصل آباد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فہرست

باب	عنوان	صفحہ نمبر
	اظہار تشکر	
	مقدمہ	الف
		ج
باب اول	**حیات مجدد**	۱_۳۲
	عہد مجدد علیہ الرحمتہ کے سیاسی حالات	۲
	مذہبی حالات	۴
	اکبر کی زندگی کے مختلف ادوار	۵
	اکبر کو گمراہ کرنے والے عوامل کا تجزیہ	۶
	حضرت شیخ احمد سرھندی رحمتہ اللہ علیہ کے مختصر احوال حیات	۹
	حضرت مجدد کی تحریک احیائے اسلام کے اثرات	۱۸
	سیاسی اثرات	۱۸
	تحریک مجدد کے علماء پر اثرات	۱۹
	سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج واشاعت	
	کشف وکرامات	
	حضرت مجدد کی تحریک احیائے اسلام کے اثرات	
	حواشی	۲۲
باب دوم	**حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات**	۳۳_۹۲
	حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نامور علمی معاصرین	۳۴
	حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ	۳۵
	خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

شیخ یعقوب کشمیری صرفی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۳۸
قاضی نوراللہ شوستری	۳۸
ملا علی قاری رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۳۸
حضرت جمال تکوی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۳۹
ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۳۹
عبدالسلام لاہوری رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۳۹
شیخ منور لاہوری رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۴۰
حضرت اخوند درویزا رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۴۰
ابوالفیض فیضی	۴۰
خواجہ بدرالدین سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۴۲
شیخ ابوالفضل	۴۲
محمود جون پوری رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۴۵
مولانا محمد لاہوری رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۴۵
شیخ نورالحق رَحمۃُ اللہ عَلَیہ	۴۵
شیخ عیسیٰ سندھی	۴۵
ملا عبدالقادر بدایونی	۴۶
عہد مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ میں نظام تعلیم	۴۸
عہد مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے اہم تعلیمی ادارے	۵۰
کتب خانے	۵۱
شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کی علمی خدمات	۵۱
حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ بحیثیت مفسر قرآن	۵۲
حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ بحیثیت محدث	۵۳
حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ بطور فقیہ	۵۵
حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ بحیثیت مبلغ	۵۷
حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ بحیثیت متکلم	۵۸
حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ بحیثیت سیرت نگار	۵۸
حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ بحیثیت مفکرِ تعلیم	۵۹
تصانیف	۶۱
مبدأ و معاد	۶۲

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حواشی ۲۲۴

باب چہارم حضرت مجدد کے مابعد کی تفاسیر پر اثرات ۲۵۲_۲۹۳

تفسیر مظہری (تعارف، منہج واسلوب) ۲۵۵
تفسیر مظہری پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اثرات ۲۵۷
تفسیر مجددی (تعارف، منہج واسلوب) ۲۷۸
تفسیر مجددی پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اثرات ۲۷۹
تفسیر رُوح المعانی (تعارُف، منہج واسلوب) ۲۸۴
تفسیر روح المعانی پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اثرات ۲۸۵
حواشی ۲۸۸

باب پنجم حضرت مجدد کی فقہی خدمات ۲۹۴_۳۷۲

فقہ: موضوعاتِ فقہ کی تقسیم: ۲۹۵
فقہ اسلامی کا تدریجی ارتقا ۲۹۶
فروعی مسائل میں اختلاف کے اسباب ۲۹۸
فروعی مسائل میں راہِ اعتدال ۲۹۹
علمِ فتاویٰ ۳۰۰
کتبِ فقہ، ارتقائی منزل؛ عہد شیخ احمد سرھندی رحمۃ اللہ علیہ تک ۳۰۱
حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی فقہ سے دلچسپی ۳۱۲
امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی روشنی میں ۳۱۳
تقلید کی شرعی حیثیت ۳۱۵
فقہ اسلامی کے ماخذ ۳۱۹
تشریع کے قرآنی اصول ۳۲۳
نسخ ۳۲۵
سنت کی اقسام ۳۲۶
جواز وعدم جواز میں تعارض کا حل ۳۲۸
مسئلہ تکفیر مسلم ۳۲۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بدعت	۳۳۱
فقہی مسائل افکار مجدد کی روشنی میں	۳۳۵
ماء مستعمل	۳۳۵
وضوء	۳۳۶
اذان	۳۳۷
نماز کے لئے زبان سے نیت	۳۳۸
تعدیل ارکان	۳۳۹
فاتحہ خلف الامام	۳۴۰
رفع سبابہ	۳۴۱
سجدہ تعظیمی کی حرمت	۳۴۸
ایصال ثواب	۳۵۲
ربط	۳۵۴
نذر	۳۵۶
سماع	۳۵۸
حواشی	۳۶۰

باب ششم حضرت مجدد کی تفسیری و فقہی خدمات (مطالعہ وجائزہ) ۳۷۳_۳۸۰

حضرت مجدد بطور مفسر	۳۷۴
حضرت مجدد بطور فقیہ	۳۷۷

ضمیمہ نظریہ مجدد اور مجدد الف ثانی ۳۸۱_۳۹۴

حواشی	۳۹۲
کتابیات	۳۹۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

شعبہ اسلامیات میں ''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری وفقہی خدمات'' کے موضوع پر پی۔ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لئے مقالہ کی منظوری دی گئی۔

❁

تاریخ میں بہت کم ایسی شخصیات گذری ہیں جن کے سینے انقلابات کے خزینے ہوتے ہیں، جو اپنے فقر و درویشی کی قوت سے سلطنتوں کے دھارے پلٹ دیتے ہیں اور شہنشاہوں کے رخ بدل دیتے ہیں۔ جن کی تعلیمات وارشادات طالبان راہ خدا کے لئے مرشدِ طریق کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر مرتبہ واستعداد کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور ظرف کے مطابق ان سے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ایسی ہی نادر روزگار شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی حیات مبارکہ میں کفرستان ہند میں اسلامی فکر کو بچایا اور اور اپنی روحانی قوت ونظر کیمیا اثر کے ذریعے بے شمار گم گشتگانِ بادیۂ کفر وضلالت کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو پیکر تو خاکی رکھتے ہیں لیکن اندیشہ ان کا افلاکی ہوتا ہے۔

❁

برصغیر میں اکبر کا دور حکومت اسلام پر ابتلاء وآزمائش کا دور تھا۔ اکبر کو دین اسلام کے علاوہ ہر مذہب سے ہمدردی تھی۔ اکبر کی ذات تن تنہا ہزار سالہ فتنوں کی جامع تھی۔

؎ سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہوگئیں

جہانگیر نے بھی کچھ عرصہ یہی روش اپنائی۔ ایسے دور میں شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

محیر العقول کارناموں اور آہنی عزم سے تاریخ اسلام کا ایک روشن باب رقم کیا۔اور آئندہ ہزار سال کے لئے امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے کر تاریخ اسلام میں ''مجدد الف ثانی'' کے عظیم لقب سے سرفراز ہوئے۔آپ نے اپنی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے خود کو شاہی ایوان سے دور رکھ کر ''انسان سازی'' کے ساتھ ساتھ ''معیاری علمی مواد'' کے ذریعے اقتدار کا نہ صرف تختہ الٹا بلکہ سلطنت کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی۔آپ نے ان بلند پایہ افکار کی بناء پر ہی اقبال نے کہا تھا کہ فریڈرک نٹشے جیسا ملحد فلسفی بھی ان کے زمانے میں ہوتا تو سرور سرمدی یعنی ایمان کی حلاوت حاصل کر لیتا۔

کاش بودے در زماں احمدے

تا رسیدے بر سرور سرمدے

اب ہمارے پاس اس سرور سرمدی کو حاصل کرنے کا ذریعہ آپ کی تصانیف ہیں۔

❁

اگر تاریخ کا اپنے آپ کو دہرانا سچ ہے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ آج ہمارے حالات پھر وہی ہیں جو اکبر کے دور میں تھے۔علماء اور حکمران اپنے اپنے مفادات کے تعاقب میں سرپٹ بھاگے جا رہے ہیں۔اور دین کو اس کی اصلی و حقیقی روح کے ساتھ پیش کرنے والا کوئی نظر نہیں آ رہا۔پھر ایک ایسی تحریک کی ضرورت ہے جو دولت و اقتدار سے بے نیاز ہو کر اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلائے۔ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی کی تعلیمات اور لائحہ عمل آج بھی موجود ہے۔جس کو بنیاد بنا کر کام کیا جا سکتا ہے۔

❁

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری و فقہی خدمات (تحلیلی و تجزیاتی جائزہ) چھ ابواب پر مشتمل ہے۔

❁ پہلے باب میں عہد مجدد کے سیاسی، مذہبی اور دینی حالات، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر احوال حیات، سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت، حضرت مجدد کی تحریک احیائے اسلام کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علماء، صوفیاء، اردو ادب اور سیاست پر اثرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

❁ دوسرے باب میں ان اہل علم کا مختصر تذکرہ ہے جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ اس دور میں نظام تعلیم کے چند نمایاں پہلوؤں پر بھی اس باب میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات کی مختلف جہتوں کو آپ کی تصانیف کی روشنی میں نمایاں کیا گیا ہے علاوہ ازیں آپ کی تصانیف کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

❁ تیسرے باب میں دسویں صدی ہجری تک تفسیری ارتقاء کا طائرانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مزید برآں علم تفسیر کے مبادی کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی روشنی میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات اور رسائل میں اگر قرآنی آیت کے کسی پہلو کو اجاگر کیا تھا، ان کو بھی اکٹھا کیا ہے۔

❁ چوتھے باب میں تفسیر مظہری، مجددی اور روح المعانی پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ان تفاسیر کا مختصر تعارف بھی شامل کیا گیا ہے۔

❁ پانچویں باب میں اسلامی فقہ کی تاریخ کا مختصر جائزہ پیش کرنے کے بعد اصول فقہ کے متعلقہ مباحث پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی آراء کو نقل کیا گیا ہے۔ اس باب کے آخر میں آپ کی تصانیف سے فقہی مسائل کو یکجا کیا ہے۔

❁ چھٹے باب میں ''حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مفسر و فقیہ'' کے حوالہ سے باب ۳، ۴، اور ۵ کی روشنی میں مختصر جائزہ پیش کیا ہے۔

چونکہ مقالہ کا عنوان ''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری و فقہی خدمات'' ہے اس لئے یہ ضروری تھا کہ مسلمان مفکرین نے ''مجدد'' اور ''مجدد الف ثانی'' کے تصور کی جو توضیحات کی ہیں ان کا بھی ذکر کر دیا جائے اس لئے ضمیمہ میں اس پر تحقیقی انداز سے بحث کی گئی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے کئے گئے اس کام سے جہاں تصوف کی حقیقی روح سمجھنے میں مدد ملے گی وہاں صوفیہ کی علمی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر کام کرنے کا جذبہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پیدا ہوگا۔ مزید براں قرآن کریم کی تفسیر اور فقہی مسائل کے بعض نئے گوشے واضح ہوں گے۔ اور صوفیہ کے بارے میں بعض غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوگا۔

❁



URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

باب دوم
حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نامور علمی معاصرین

عہد مجدد کا نظام تعلیم

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات

اور تصانیف کا جائزہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علیہ کے نامور علمی معاصرین

مغلیہ عہد میں بہت سے نامور علماء گزرے ہیں جن کی تصانیف وتالیفات اور خدماتِ دینیہ کی وجہ سے عالم اسلام اب تک مستفید ہو رہا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد کے بقول:

''اس وقت ہفت اقلیم کے اہل کمال جمع تھے اور پایۂ تخت ہندوستان میں ولایتوں کے علماء اور ارباب کمال کا جھمگٹا تھا۔'' ﴿۱﴾

اس سلسلہ میں ابوالکلام لکھتے ہیں:

''بدایونی وطبقات اور روضۃ العلماء واخبار الاخیار وغیرہ دیکھو تو معلوم ہوتا ہے ہندوستان میں بجز عالموں اور پیروں کے کوئی نہیں بستا۔ کوئی شہر وقریہ نہ تھا کہ خانقاہوں اور مدرسوں سے خالی ہو۔'' ﴿۲﴾

یہی وجہ ہے کہ ہر مورخ نے اس دور کے علماء کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے جیسے طبقاتِ اکبری میں عہدِ اکبری کے ۹۹ علماء وفضلاء کی فہرست دی گئی ہے۔ ﴿۳﴾

ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنے عہد کے ۶۹ نامور علماء کا ذکر کیا ﴿۴﴾ مزید برآں ابوالفضل نے علمائے منقول ومعقول کی جو فہرست دی اس میں ۷۵ نام درج ہیں ﴿۵﴾۔ مآثر رحیمی کے مولف نے ایسے ۹۵ علماء کی فہرست دی ہے جن کی سرپرستی خانِ خاناں کرتا رہا ﴿۶﴾ تزک جہانگیری میں اس عہد کے ۱۳ علماء اور ۵ حفاظ کے نام لکھے ہیں ﴿۷﴾ محمد دین کلیم نے عہدِ مجدد میں لاہور ﴿۸﴾ کے چوبیس نامور علماء کا ذکر کیا ہے ﴿۹﴾

مورخین کی یہ خصوصی دلچسپی اس دور میں علم وادب سے لگاؤ اور علوم وفنون کے فروغ کے لئے خصوصی اہتمام کو ظاہر کرتی ہے۔ خود حضرت مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ علَیہ نے اپنے عہد کے کم وبیش اٹھاون علماء کے نام

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دوصد انیس خطوط ارسال کئے۔

علماء کے اس مختصر تذکرہ سے عیاں ہوگا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا عہد عالمِ اسلام میں علم وفکر کے ارتقاء کا دور تھا۔ اس دور کے جامع کمالات، مخزنِ علم وحکمت اور نامور علماء و محققین کا اپنے زمانے میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے افکار ونظریات کو قبول کر لینا اور آپ کے نظریات کا فروغ اس امر کا شاہد ہے کہ آپ مدبر و مفکر، مجسمۂ ورع وتقویٰ، مفسر ومحدث اور بلند پایہ فقیہ ومتکلم تھے۔

ذیل میں تصنیفی و تالیفی اور تدریسی اعتبار سے عہدِ مجدد رَحْمَۃُ اللہ عَلَیہ کے معروف علماء وفضلاء اور اربابِ علم ودانش کا اجمالی تذکرہ کیا جارہا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رَحْمَۃُ اللہ عَلَیہ (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ)

آپ کے نام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوب ہیں ﴿۱۰﴾

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں فروغ حدیث کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے آباؤ اجداد بخارا کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد شیخ سیف الدین رَحْمَۃُ اللہ عَلَیہ کا شمار سلسلۂ قادریہ کے مشائخ میں ہوتا تھا۔ آپ نے بیس سال کی عمر میں مروجہ علوم حاصل کر لئے۔ مطالعہ کے حد درجہ شوقین تھے۔ ہندوستان کے حالات سے دل برداشتہ ہوکر آپ نے ۹۹۵ھ میں سفر حجاز کا عزم کیا۔ محدثین مکہ سے آپ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درس لیا۔ پھر شیخ عبدالوہاب رَحْمَۃُ اللہ عَلَیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشکوٰۃ کا درس لینا شروع کیا۔ ۱۰۰۰ھ میں شیخ عبدالوہاب رَحْمَۃُ اللہ عَلَیہ کے حکم سے ہندوستان واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ ہندوستان میں آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور بیعت کا شرف بھی حاصل کیا۔

آپ نے زمانۂ طالب علمی ہی سے تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، سیرت، اخلاق، منطق، فلسفہ اور نحو جیسے موضوعات پر آپ کی ساٹھ تصانیف ﴿۱۱﴾ ہیں۔ ﴿۱۲﴾

حضرت شیخ محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیہ کی خدمات مختصراً درج ذیل ہیں:

۱۔ آپ نے شمالی ہند میں علم حدیث کو از سرِ نو زندہ کیا۔ اس مقصد کے لیے کتب حدیث کو اپنے نصاب کا لازمی جزو بنایا اور فارسی میں مشکوٰۃ کی شرح لکھی۔

۲۔ فلسفہ اور منطق کو غیر ضروری قرار دیا اور بتایا کہ فلسفہ ورطۂ حیرت میں ڈالتا ہے زندگی کے کسی مسئلہ کو حل نہیں کرتا۔

۳۔ آپ نے عوام وعلماء کو یہ باور کرایا کہ فقہ حنفی کی بنیاد محض قیاس ورائے پر نہیں بلکہ قرآن وحدیث پر ہے۔

۴۔ آپ نے یہ ثابت کیا کہ فقہ وتصوف کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور بتایا کہ شریعت وطریقت میں فرق کرنا گمراہی کی علامت ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے بارے میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ اشکال بھی پیش آئے۔ ان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اشکالات کا سبب آپ کے بعض مکاتیب کے مضامین ﴿۱۳﴾ اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا ایک منحرف مرید حسن خان افغانی ﴿۱۴﴾ تھا جس نے بعض مکاتیب میں ترامیم کے ذریعے لوگوں کو بدگمان کیا۔ چونکہ یہ اختلاف نیک نیتی پر مبنی تھا اس لئے جلد ہی رفع ہو گیا لیکن بعض احباب اس رجوع کے قائل نہیں ﴿۱۵﴾ اس سلسلہ میں ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

''چونکہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ مخلص تھے۔ اور ان کے قلم سے ان اقوال و بیانات پر جو حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کی طرف منسوب کئے گئے تھے، جس تحیر و تاثر کا اظہار کیا گیا۔ اس کی محرک ان کی دینی حمیت اور علمی مقام تھا۔ تاہم جب ان کو اس غلط بیانی کا علم ہوا کہ حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے بارے میں انہیں غلط فہمی ہوئی اور ان کا علوئے مقام ان پر منکشف ہوا تو انہوں نے اس کی تلافی کرنے میں قطعاً تاخیر سے کام نہیں لیا اور بڑے بلند آہنگ میں حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے ساتھ خلوص و محبت کا اظہار کیا جو ان کے جیسے عالمِ ربانی کے شایانِ شان ہے۔'' ﴿۱۶﴾

اس دور میں سلسلۂ چشتیہ کے معروف خانوادہ کے چشم و چراغ سید نصیر الدین گیلانی رفعِ ملال کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''بلاشبہ یہ حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے بارے میں شیخ محقق کی آخری رائے ہے۔'' ﴿۱۷﴾

اسی سلسلہ میں نواب صدیق حسن بھوپالی کی رائے بھی اس کی توثیق کرتی ہے۔ ﴿۱۸﴾

ابوالکلام آزاد نے اس سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:

''شیخ عبدالحق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کو تو حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے بارے میں سخت لغزش بھی ہوئی۔ اگرچہ آخری عمر کے اعتراف و رجوع نے تلافی کر دی۔'' ﴿۱۹﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ اور حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے روابط کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ معاصر تھے۔ پہلے اس معاصرت نے منافرت کی صورت پیدا کی مگر دونوں بزرگوں کی اخلاص پسندی نے ایک کو دوسرے سے آشنا کر دیا اور دلوں میں یہ اتحاد پیدا کر دیا کہ آئندہ اسلام کی علمی و روحانی خدمت کے لئے یہ دونوں خانوادے متحد ہو گئے۔'' ﴿۲۰﴾

خلیق نظامی لکھتے ہیں:

''چنانچہ شکوک و شبہات رفع ہو جانے کے بعد انہوں نے انتہائی وسعتِ قلب کے ساتھ حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے کارناموں کا اعتراف کیا۔''

''شیخ مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے ان سب مکتوبات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں اور شیخ محدث رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ میں بے حد خلوص اور یگانگت کے تعلقات تھے۔'' ﴿۲۱﴾

رفع ملال کے شواہد درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ فتح محمد چشتی لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ عبدالحق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے صاحبزادے مولانا نورالحق سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آپ کے مکتوبات کے رد میں ایک فسالی (مکتوب) لکھا تھا۔ جب ان کو حسن خان کی تحریف کا علم ہوا تو انہوں نے معذرت کا خط لکھا۔" ﴿۲۲﴾

۲۔ ان دونوں مذکورہ بالا بزرگوں کے خاندانوں میں الفت و محبت کا پیدا ہونا بھی اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ وسوسہ جلد ہی دور ہو گیا تھا۔ محمد اقبال مجددی نے ان دونوں خاندانوں کے باہمی تعلقات کی مثالیں بیان کی ہیں۔ ﴿۲۳﴾

۳۔ ملا رحیم داد روہیلہ کی سرکردگی میں سرھند کو سکھوں سے آزاد کرانے کے لئے جو لشکر بھیجا گیا اس میں حضرت شیخ عبدالحق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کی اولاد کے اصحاب جو حضرت مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ سے منسلک تھے، نمایاں تھے۔ ﴿۲۴﴾

یہ حقی خاندان کو سرہند سے عقیدت و محبت ہی تو تھی جس کے لئے وہ میدان عمل میں آئے، اگر شیخ عبد الحق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کا اختلاف باقی ہوتا تو جاں سپاری کا یہ مظاہرہ دیکھنے کو نہ ملتا۔

سلسلہ مجددی کے محققین نے قرائن و شواہد کی روشنی میں دونوں اکابرین کا رجوع اور باہمی حسن سلوک کے بارے میں مثبت رائے دی ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں اعتراضات کے مدلل جواب بھی لکھے ہیں۔ ﴿۲۵﴾

حضرت شیخ عبدالحق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے خود اپنی اولاد کو کہا کہ ان کی تحریروں میں حضرت مجدد کے متعلق جو عبارات ہیں ان کو جمنا کے پانی میں دھو ڈالو حضرت شیخ کی وصیت کے بعد اس مسئلہ میں کوئی التباس نہیں رہتا۔ ﴿۲۶﴾

ڈاکٹر مسعود احمد نے اس مسئلہ کو ایک دوسرے زاویہ نگاہ سے دیکھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے آخر میں رجوع فرما لیا تھا لیکن یہاں رجوعیت کا مسئلہ نہ تھا بلکہ تسلیم و توقف کا مسئلہ تھا، رجوع ایسے اختلافی مسائل میں کیا جاتا ہے جس کی بنیاد عقل و نقل پر ہو لیکن ان مسائل مختلف فیہم کی بنیاد ہی کچھ اور تھی۔" ﴿۲۷﴾

خواجہ محمد ہاشم کشمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ (۹۸۹ھ - ۱۰۵۴ھ)

آپ کے نام حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے تیرہ مکتوب ہیں۔ ﴿۲۸﴾

آپ بدخشاں کے علاقے کشم میں پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی اور وہاں کے علماء سے تحصیل علوم کے بعد ہندوستان کے علاقہ برہان پور میں تشریف لائے اور خواجہ میر محمد نعمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے بیعت ہوئے۔ آپ کا حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے تعلق اور سلسلۂ مراسلت خواجہ میر محمد نعمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے ہاں قیام کی ابتدا ہی سے قائم ہو گیا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے خواجہ نعمان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کو لکھا:

"اگر آپ جائیں تو خواجہ ہاشم کشمی کو بھیج دیں تا کہ چند روز صحبت میں رہے اور علوم و معارف سیکھ لے۔ کیونکہ مجھے وہ نوجوان ایک قابل آدمی معلوم ہوتا ہے۔" ﴿۲۹﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۱۰۳۱ھ میں آپ سرہند حاضر خدمت ہوئے۔ آپ تحریر کرتے ہیں:

''یہ عاجز کیا حالت سفر اور کیا حالتِ حضر، تقریباً دو سال مستقل حضرت کے دامن سے وابستہ رہا۔'' ﴿۳۰﴾

۱۰۳۳ھ میں آپ برہان پور واپس تشریف لے گئے۔

آپ کمال درجہ کے انشاء پرداز اور بلند پایہ مورخ و شاعر تھے۔ مکتوبات کے تینوں دفاتر کی تاریخیں آپ ہی نے کہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے مسودات سے 'مکاشفاتِ غیبیہ' بھی آپ ہی نے مرتب فرمائی۔ مکتوبات کا دفتر سوم بھی آپ ہی کا مرتب کردہ ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد چھ ہے۔ ﴿۳۱﴾

شیخ یعقوب کشمیری صرفی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ (۹۲۸ھ - ۱۰۰۳ھ)

آپ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ سمرقند میں شیخ حسین خوارزمی کی بیعت کی۔ علوم عقلیہ کا درس مولانا جامی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے شاگرد مولانا محمد شاہ آنی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے لیا۔ حدیث کی سند ابن حجر مکی سے حاصل کی۔ عربی صرف و نحو میں غیر معمولی مہارت کی بنا پر لوگ انہیں صرفی کہنے لگے اور آپ نے اس لفظ کو اپنا تخلص بنا لیا۔ شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ ابوالفضل نے ان کے دو اشعار بھی نقل کیے ہیں۔ ﴿۳۲﴾

تفسیرِ قرآن (نامکمل)، شرح صحیح بخاری، اور مغازی النبوۃ آپ کی اہم تصانیف ہیں۔ اس کے علاوہ دس تصانیف اور بھی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے بعض کتب احادیث آپ سے پڑھیں اور سلسلہ کردیہ میں آپ سے بیعت ہوئے۔ ﴿۳۳﴾

قاضی نوراللہ شوستری (۹۵۵ھ - ۱۰۱۹ھ)

نامور شیعہ عالم ہیں۔ شعر و شاعری میں بھی فطری مہارت رکھتے تھے۔ شیخ فیضی کی تفسیر پر ایسی تحریر لکھی جو تعریف و توصیف سے باہر ہے۔ آپ کی متعدد تصانیف بتائی جاتی ہیں جن سے آپ کی قابلیت، وسعتِ مطالعہ اور جودتِ فہم کا پتہ چلتا ہے۔ جہانگیر کے عہدِ حکومت میں ان کو سزائے موت دی گئی ﴿۳۴﴾

شیعوں میں شہید ثالث کے نام سے مشہور ہیں ﴿۳۵﴾ اکبر آباد میں دفن ہیں۔

ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ

آپ کا مکمل نام علی بن سلطان محمد القاری حنفی ہے۔ ہرات میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے لیے مکہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مکرمہ میں قیام پذیر ہوئے اور تمام عمر وہیں گذاری۔آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، سیرت وشمائل، لغت، نحو وغیرہ کے موضوعات پر تقریباً ۱۲۴ کتابیں لکھیں۔اس کے علاوہ دیگر ۲۴ کتابیں بھی آپ سے منسوب ہیں۔ان میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، شرح فقہ اکبر اور شرح شفاء مشہور ہیں۔بعض کے نزدیک آپ گیارھویں صدی کے مجدد ہیں ﴿۳۶﴾

حضرت جمال تلوی رَحمۃُ اللہ علَیہ

حضرت جمال تلوی رَحمۃُ اللہ علَیہ اکبری دور کے بلند پایہ عالمِ دین، ماہرِ تعلیم اور سالک تھے۔لاہور میں میو ہسپتال کی توسیعی عمارت کی جگہ ایک محلہ تلہ تھا جہاں پر آپ کا دینی دارالعلوم تھا۔اس میں علمِ تفسیر، حدیث اور فقر وسلوک کے اساتذہ مصروفِ تدریس تھے۔آپ اپنے وقت کے اعلم علماء میں تھے۔آپ معقولات ومنقولات کے باریک نکات شاگردوں کو سمجھاتے۔فیضی کو اپنی تفسیر میں مشکلات پیش آتیں تو آپ حل فرما دیتے۔حضرت مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ علَیہ سے ملاقات کے قبل فلسفہ وحدت الوجود کے سخت موید تھے لیکن بعد ازاں وحدت الشہود کے قائل ہو گئے۔ ﴿۳۷﴾

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رَحمۃُ اللہ علَیہ (۹۸۸ھ-۱۰۶۷ھ)

آپ نے اپنی تمام عمر تدریس علوم دینیہ اور تصنیف وتالیف میں گذاری۔آپ کے مدرسہ سے عالمِ اسلام کے کئی علمائے کرام علم وفضل کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔لاہور دارالعلوم میں صدر مدرس رہے۔شاہ جہاں نے آپ کے علم وفضل کی قدر افزائی میں کمال کر دیا۔آپ کو کئی بار سونے سے تولا۔آپ نے دربار میں رسائی کے بعد برصغیر میں دینی مدارس قائم کیے۔جن شہروں میں دارالعلوم کھولے گئے ان میں لاہور، اکبر آباد اور سیالکوٹ شامل ہیں۔حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علَیہ نے آپ کو آفتاب پنجاب کا خطاب دیا۔تدریسی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ نے کئی درسی کتب کے حواشی رقم کیے۔دنیا بھر کے علماء نے ان حواشی کو اپنایا۔آج بھی ان حواشی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ﴿۳۸﴾ آپ کی تصانیف کی تعداد تئیس ہے۔

عبدالسلام لاہوری رَحمۃُ اللہ علَیہ (۹۴۷ھ-۱۰۳۷ھ)

آپ معقولات ومنقولات کے امام مانے جاتے تھے۔جہانگیر کے دور میں آپ کا درس لاہور کی ایک عظیم الشان درس گاہ تھا۔انہوں نے اس وقت کے مشہور علمائے کرام سے استفادہ کیا اور اس کی اشاعت کا نہایت عمدہ اہتمام کیا۔فقہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔آخری عمر میں تفسیر بیضاوی پر مدلل حواشی لکھے جو علماء نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ثقاہت کی بنا پر بے حد پسند کئے۔﴿۳۹﴾

لاہور میں حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے مخالفین نے آپ کے مکتوبات میں الحاقات کر کے اعتراضات کئے تو مولانا حامد نے اصل مکتوب مولانا عبدالسلام لاہوری کی خدمت میں پیش کئے۔آپ نے مطالعہ کے بعد اس کی تعریف فرماتے ہوئے کہا کہ اس پر کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔﴿۴۰﴾

شیخ منور لاہوری رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ

آپ بیس سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے۔اور مسند تدریس پر فائز ہوئے۔تفسیر قرآن بیان فرماتے اور متقدمین کی تفاسیر سے حوالے لکھواتے۔لاہور میں اکبری بدعات کے خلاف کام کیا۔شاہی حکام نے آپ کو کالے پانی کی عمر قید کی سزا دی اور گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔وہیں آپ کا انتقال ہوا۔

مشارق الانوار کی شرح کے علاوہ آپ نے شرح بدیع الزماں، شرح ارشادِ قاضی تحریر کی۔﴿۴۱﴾

حضرت اخوند درویزا رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ (۹۴۰ھ-۱۰۴۸ھ)

درویزہ پشاوری جنہیں اخوند بابا درویزا رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کہا جاتا ہے، بچپن سے ہی زہد و ریاضت کی طرف مائل تھے۔شب و روز گریہ وزاری اور صوم وصلوٰۃ میں گذارتے۔آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل ملا مصر احمد ،ملا زنگی اور ملا جمال الدین ہندوستانی سے حاصل کی اور باطنی تعلیم کے لئے سید علی غواص کے دست مبارک پر بیعت کی۔

برصغیر کی دینی و علمی تاریخ میں اخوند درویزا کے تعلیمی اور تبلیغی کارناموں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ان کا سب سے بڑا کارنامہ فرقۂ روشنیہ ﴿۴۲﴾ کے خلاف محاذ آرائی ہے۔انہوں نے طریقۂ روشنیہ کی تقریروں ،مباحثوں اور مناظروں کے ذریعے بھرپور مخالفت کی۔

آپ کی تصانیف کی تعداد چھ ہے جو پشتو ادب کے دینی ادب میں اہم مقام رکھتی ہیں۔

آخر عمر میں آپ پشاور میں مقیم ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔آپ کا مزار موضع ہزار خانی کے قریب ہے۔﴿۴۳﴾

ابوالفیض فیضی

ابوالفیض فیضی کے والد کا نام شیخ مبارک ناگوری ہے۔فیضی تخلص ہے جو موصوف نے چالیس سال تک اپنایا اور بعد میں بقول خویش الہامی بشارت سے فیضی کی بجائے اپنا تخلص فیاضی اختیار کیا۔﴿۴۴﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اپنی ذہانت کی بنا پر فیضی نے تمام علوم میں مہارتِ کلی حاصل کی حکمت اور عربی ادب میں کامل دستگاہ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف فنون شعر، عروض قافیہ، معمہ گوئی، تاریخ، طب، لغت اور انشاء میں وہ بے مثال شخصیت تھی۔ دس سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کئے۔ ۹۷۵ھ میں مرزا عزیز کوکہ کی سفارش پر اکبر کے دربار میں حاضری دی۔ جب اکبر پر دنیادی اقتدار کے ساتھ دینوی سیادت پر بھی قبضہ کرنے کی دھن سوار ہوئی تو جامع مسجد فتح پور میں خود خطبہ پڑھنے کی کوشش کی۔ اس خطبہ کے لئے اشعار فیضی نے تحریر کئے تھے۔ ﴿۴۵﴾

۹۹۹ھ میں فیضی کو خاندیس کے فرمانروا راجہ علی خان کے ہاں سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ ۱۰۰۱ھ میں واپسی پر اکبر نے انعامات سے نوازا۔ ۱۰۰۲ھ میں فیضی نے اپنی غیر منقوط تفسیر سواطع الالہام مکمل کی۔ مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں کہ یہ پچھتر جزو کی کتاب تمام بے نقط ہے۔ دیباچہ ایک ہزار بیت پر مشتمل ہے جس میں فیضی نے اپنے والد، بھائیوں اور تحصیلِ علم کا ذکر کیا ہے۔ بادشاہ کا مدحیہ قصیدہ لکھا جو ۹۹ فقرات کا ختمہ ہے، اس طرح کہ ادائے مطلب بھی ہے اور ہر فقرہ تاریخ اختتام بھی۔ فضلائے عصر نے اس پر کئی تقریظیں لکھی ہیں۔ ﴿۴۶﴾

مناظر احسن گیلانی نے اس تفسیر کو قابل قدر علمی و ادبی کام قرار دیا ہے اور عربی زبان کی حیرت انگیز وسعت کا کارنامہ بتایا ہے۔ ﴿۴۷﴾ لیکن شبلی نے اسے قابل قدر کام قرار نہیں دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

''سخت تعجب کی بات ہے کہ فیضی جیسے حکیم اور فلسفہ پسند شخص نے کیونکر یہ بے ہودہ مغز کاری گوارا کی، بہر حال یہ ایک لغو کام ہے۔ کسی سے بن آئے یا نہ آئے۔'' ﴿۴۸﴾

ماثر الامراء کے مصنف کا بیان ہے کہ فیضی نے ایک سو کتب تالیف کیں۔ مگر مولانا محمد حسین آزاد کے بقول:

''انکی تصنیفات کی تعداد بعض کتابوں میں ایک سو ایک لکھی ہے مگر مجھے اس شمار میں کلام ہے۔'' ﴿۴۹﴾

فیضی کی علم دوستی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مالِ متروکہ میں چار ہزار چھ سو مجلد نفیس تصحیح کردہ کتب تھیں۔ ﴿۵۰﴾

فیضی کے کمالات پر تبصرہ کرتے ہوئے شبلی رقم طراز ہیں:

''فارسی شاعری نے چھ سو برس کی وسیع مدت میں ہندوستان میں صرف دو شخص پیدا کئے جنہیں اہلِ زبان کو بھی ماننا پڑا ـــــ خسرو اور فیضی ـــــ فیضی کی خصوصیات میں سب سے بڑھ کر جوش بیان ہے جس کا وہ موجد بھی ہے اور خاتم بھی، جوش بیان خواجہ حافظ میں بھی ہے لیکن رندانہ مضامین اور دنیا کی بے ثباتی کے ذکر کے ساتھ مخصوص ہے۔ فیضی کے ہاں فخریہ، عشقیہ، فلسفیانہ ہر قسم کے مضامین میں وہی جوش پایا جاتا ہے۔ جوش بیان فیضی کے ذاتی حالات کا اثر ہے جو کسی اور تصنیف میں نہیں ہو سکتا تھا۔'' ﴿۵۱﴾

فیضی نے مراسلت نگاری میں جس جدت کا آغاز کیا، اس کی اہمیت کے بارے میں مولانا ابوالحسنات ندوی لکھتے ہیں:

''انشائے فیضی، فیضی کے خطوط و مراسلات کا مجموعہ ہے۔ اس وقت تک خطوط اور مراسلات سے بیان واقعہ کی بجائے زیادہ تر انشاء پردازی کا اظہار مقصود ہوتا تھا۔ فیضی نے اس کی اصلاح کی اور سادہ نگاری

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور واقعہ نویسی کو فروغ دیا۔ چنانچہ اس کے خطوط سے اس زمانہ کے تمدن، تہذیب، معاشرت اور آداب و رسوم غرضیکہ ہر قسم کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔" ﴿۵۲﴾

فیضی نے اکبر کے دینِ الٰہی کی نہ صرف مکمل حمایت کی بلکہ اس کی علمبرداری بھی کی۔ یہی وجہ ہے کہ اکبر کو فیضی سے حد درجہ محبت تھی اور ملا عبدالقادر بدایونی کو اس سے سخت نفرت تھی۔ فیضی کے عالمِ نزع کے وقت اکبر شاہی حکیم کے ساتھ آدھی رات کو فیضی کے گھر پہنچا لیکن فیضی کی زبان بند ہو چکی تھی۔ اکبر نے صدمہ سے سر سے دستار اتار کر زمین پر پھینک دی۔ ﴿۵۳﴾

خواجہ بدرالدین سرہندی رَحمۃُ اللہ علَیہ

آپ کے نام حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علَیہ کے چار مکاتیب ہیں۔ ﴿۵۴﴾

آپ حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علَیہ کے تربیت یافتہ شاگرد اور خانوادۂ مجددیہ کے تذکرہ نویس کی حیثیت سے شہرتِ دوام کے مالک ہیں۔ آپ سترہ سال (۱۰۱۷ھ-۱۰۳۴ھ) حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علَیہ کی خدمت میں رہے۔ آپ نے شرح مواقف، تفسیر بیضاوی، حاشیہ شرح عضدی، مطول مع حاشیہ سید شریف، شرح عقائد مع حاشیہ خیالی، تحریر اقلیدس، شرح مطالع مع حاشیہ میر، حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علَیہ سے پڑھیں ﴿۵۵﴾ تاریخ میں آپ کو کامل دسترس حاصل تھی ﴿۵۶﴾ آپ نے کئی کتب تصانیف فرمائیں اور تراجم کیے۔ "سیر احمدی" کی اصلاح حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علَیہ نے فرمائی تھی۔ ﴿۵۷﴾

شیخ ابوالفضل (۹۵۸ھ-۱۰۱۱ھ)

جس شخصیت نے اکبر کو "اکبرِ اعظم" بنایا وہ ابوالفضل ہی کی شخصیت تھی۔ اپنی خودنوشت سوانح میں ابوالفضل نے زندگی کے ابتدائی احوال کے متعلق لکھا:

"مجھے ایک سال کی عمر میں قوتِ گویائی حاصل ہو گئی اور پانچ سال کی عمر میں مجھے غیر متعارف اشیاء کی شناخت کی طاقت پیدا ہو گئی۔ سات سال کی عمر میں خزینۂ علوم پدرِ بزرگوار اور جواہرِ معانی کا نگہبان و امین بن گیا۔ دس سال تک درس و تدریس کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ اس وقت تک کتب متداولہ زبانی یاد ہو چکی تھیں۔" ﴿۵۸﴾

اکبر کے دربار سے وابستہ ہونے کے بعد سفر و حضر میں برابر اس کا ساتھ رہا اور اکبر کی سرپرستی میں شیخ نے علم و ادب کے لئے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ یہی بے پایاں محبت تھی کہ جب جہانگیر ﴿۵۹﴾ نے ابوالفضل کو قتل کروایا تو اکبر نے کئی روز تک دربار نہ لگایا اور نہ کسی امیر سے بات کی۔ روتا جاتا اور کہتا جاتا تھا: "شیخو جی! بادشاہت لینی تھی تو شیخ کو کیوں مارنا تھا، مجھے مارا ہوتا" ﴿۶۰﴾ کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر اکبر نے ایک شعر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پڑھا جس کا مطلب تھا کہ 'ہمارا شیخ ذوق وشوق سے ہماری طرف آیا مگر ہماری قدم چومنے کی خواہش نے اسے سر اور پاؤں سے ختم کر دیا۔'' ﴿۶۱﴾

ابوالفضل نے دربار اکبری میں حاضری کے بعد مزاج شناسی، اطاعت وفرمانبرداری اور علم ولیاقت سے اس طرح اکبر کا دل موہ لیا کہ اس کا روئے سخن ہر وقت ان دونوں بھائیوں کی طرف رہتا تھا۔

ابوالفضل کا قلم تلوار سے زیادہ تیز تھا۔ اس لئے دارالانشاء کی خدمت شیخ کے سپرد کر دی گئی۔ مولانا محمد حسین لکھتے ہیں:

''شیخ کی انشاء پردازی اور مطلب نگاری کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ یہ نعمت خداداد ہے کہ خدا کے ہاں سے ساتھ لایا۔ بڑے بڑے انشاء پردازوں کو دیکھو، جہاں عبارت میں لطف اور کلام میں زور پیدا کرنا چاہتے ہیں تو بہار سے رنگ لیتے ہیں اور حسن و جمال سے خوبی مانگ کر کلام کو رنگین بناتے ہیں۔ یہ قادرالکلام اپنے پاک خیالات اور سادہ الفاظ میں اصلی مطلب کو اس طرح ادا کرتا ہے ہزار رنگینیاں ان پر قربان ہوتی ہیں۔ اس کے سادگی کے باغ میں رنگ آمیزی کا مصور آ کر قلم لگائے تو ہاتھ قلم ہو جائیں۔ وہ انشاء پردازی کا خدا ہے، لطف یہ ہے کہ جس رنگ میں لکھتا ہے نیا ڈھنگ ہے۔ اور جتنا لکھتا ہے عبارت میں زور بڑھتا چلا جاتا ہے۔'' ﴿۶۲﴾

ابوالفضل اور ملا عبدالقادر بدایونی کے طرز تحریر اور اندازِ فکر پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے سید صباح الدین عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:

''عجیب بات ہے کہ ابوالفضل نے اپنی انشاء پردازی کے زور سے اکبر کی مذہبی رواداری اور فراخ دلی کی جو گنگا بہائی تھی اس کے پانی کو ملا صاحب نے اپنی تحریر کی قوت سے تلخ بلکہ زہرناک بنا دیا۔ اس لحاظ سے ابو الفضل کا قلم ملا صاحب سے مات کھا گیا ہے۔ اکبر کا دینِ الٰہی زیادہ تر ملا صاحب کی تحریروں سے ہی سمجھا گیا۔ کیونکہ انہوں نے جو کچھ لکھا وہ پورے وثوق کے ساتھ لکھا۔ ابوالفضل کے گومگو طرزِ بیان کے مقابلہ میں ان کے بیانات میں شک کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ دونوں کی تحریروں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ابوالفضل کا ضمیر اکبر کے دینِ الٰہی پر خوبصورت پردہ ڈالنا چاہتا ہے اور بدایونی اسی پردے کو چاک کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔'' ﴿۶۳﴾

فیضی اور ابوالفضل کے برعکس حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے انشاء پردازی کے وہ جوہر دکھائے کہ دونوں بھائیوں کو مات کر گئے۔ آپ نے ابوالفضل اور فیضی کے فیض یافتہ درباریوں کو خطوط روانہ کئے۔ ان خطوط نے ان کی فکر ونظر کو بدل کر رکھ دیا۔ ملک حسن علی جامعی ان انشاء پردازوں اور حضرت مجدد کے انداز میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان خطوط میں ایک طرف دینی حقائق کا زور اور دوسری طرف انشاء پردازی کا جادو تھا۔ ابوالفضل اور فیضی کی سحر نگاری اور فلسفیانہ تعبیروں نے الحاد پیدا کیا۔ اس کے برعکس حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ نگارش ادبی شہپاروں سے براہِ راست قرآنی تعلیمات اور پیغمبرانہ سنن کی عظمت قلوب میں اتر جاتی ہے۔ ان تمام دعوت ناموں کا مقصد اور قدرِ مشترک صرف یہی تھا کہ جس طرح ہو سکے، اس نقصان کی تلافی ہونی چاہئے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جو اسلام کو اکبری عہد میں پہنچ چکا ہے۔'' ﴿۶۴﴾

ابوالفضل اور شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کی انشاء پردازی کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے مناظر احسن گیلانی رقم طراز ہیں:

حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے اپنی تحریر میں وہ رنگ اختیار نہیں کیا جو اس عہد کے بڑے بڑے انشاء پردازوں کا تھا۔ ایک طرف آپ ابوالفضل کی سحر نگاریوں کو رکھئے اور دوسری طرف حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے زورِ قلم کو۔ پھر اندازہ کیجئے کہ انشاء کا زور کس میں ہے۔'' ﴿۶۵﴾

آئینِ اکبری اور اکبرنامہ شیخ ابوالفضل کی مشہور تصانیف ہیں۔ آئینِ اکبری عہدِ اکبری کی ایک اہم دستاویز ہے جو اس دور کی تہذیب و ثقافت جاننے کا اہم ذریعہ ہے۔ اس کی استنادی حیثیت کے متعلق سید ہاشمی فرید آبادی لکھتے ہیں:

''یہ مشہور کتاب معلومات کا خزینہ اور مصنف علام کے فضل و ذہانت کا آئینہ ہے۔ تالیف کے لئے بہترین وسائل و ماخذ حاصل تھے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہو سکتے۔''

(فرید آبادی، سید ہاشمی، مآثر لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۷۶ء، ص: ۱۸۳)

ڈاکٹر محمد اشرف آئینِ اکبری کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بلاک مین نے صحیح طور پر فارسی وقائع نگاری میں آئینِ اکبری کی اہمیت کو واضح کیا۔ اس کی وجہ یہ کہ اس میں عوام کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاریخ میں عوام پہلی بار ہمارے سامنے چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وقت کے عظیم مسائل، کلیات، جن پر اس دور میں یقین کیا جاتا تھا؛ اصول جن کی تقلید کی جاتی تھی؛ اور توہمات جن کی پیروی کی جاتی تھی۔ ہمارے سامنے سچے اور واضح الفاظ میں پیش کئے ہیں۔''

دوسری طرف وہ اس کتاب کو مرتب کرتے وقت ابوالفضل کی کوتاہیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''البتہ اس عظیم الشان تصنیف کا ایک پہلو ایسا بھی ہے جس کی وجہ سے وہ دورِ حاضر کی علمی تصانیف کا مقابلہ نہیں کرتی۔ وہ یہ کہ اس ابوالفضل نے اس میں تفصیل سے اپنے ذرائع معلومات کا ذکر نہیں کیا۔ نہ ان افراد کے نام دیئے جنہوں نے اس کیلئے معلومات فراہم کیں۔'' ﴿۶۶﴾

اکبر سے غایت درجہ عقیدت اور اس کی خامیوں کو خوبیوں کے روپ میں پیش کرنے کے بارہ میں ڈاکٹر محمد اشرف مزید لکھتے ہیں:

''بحیثیت شہنشاہ اکبر کی عظمت اور اس کی دنیاوی زندگی کی وضاحت کے سلسلہ میں ابوالفضل کا تبصرہ غیر متوازن ہے۔ کیونکہ اس نے جدت پسندی اور حکمت و دانائی کو تمام تر اکبر کی طرف منسوب کیا ہے اور اس طرح اس نے نہ صرف ترکوں اور افغانوں کی دینی بلکہ اکبر کے پیش رو بادشاہوں کی اہمیت اور قدر و قیمت کو قطعی طور اور ارادتاً نظر انداز کیا ہے۔'' ﴿۶۷﴾

شاید اسی بے جا ارادت مندی نے غیر مسلموں کو موقع دیا کہ وہ اکبر کو ''Akbar, The Great'' کے روپ میں عوام کے سامنے پیش کریں۔ سابقہ مغل شہنشاہوں اور اکبر کے درباری امراء کے کارناموں کو بھی اس سے منسوب کر دینا ایک تاریخی غلطی ہے۔ جس سے اس دور کے سماجی ارتقاء اور معاشرہ کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مختلف طبقات کے باہمی کردار کو سمجھنا دشوار بن گیا۔
آئینِ اکبری کے علاوہ ابوالفضل نے آیت الکرسی اور سورۃ الفتح کی تفسیر بھی لکھی۔

محمود جون پوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیہ (۹۹۳ھ-۱۰۶۲ھ)

آپ جون پور میں پیدا ہوئے۔ نسباً فاروقی تھے۔ سترہ سال کی عمر میں مروجہ علوم سے فارغ ہوئے اور علماء کبار میں شمار ہونے لگے۔ سید غلام بلگرامی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیہ نے ان کو علوم حکمیہ و ادبیہ کا مجدد کہا ہے۔ آپ سے کوئی ایسا قول سرزد نہیں ہوا جس سے رجوع کرنا پڑا ہو۔ آپ نے شاہجہاں کو رصد گاہ تعمیر کرنے کا مشورہ دیا تھا جو قبول کر لیا گیا۔ مگر اس پر عمل نہ ہو سکا۔ آپ نے جون پور میں اپنی زندگی درس و تدریس میں گذاری۔ الفرائد شرح الفوائد، حرز الایمان، الحکمۃ البالغہ اور شمس بازغہ آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ ﴿۶۸﴾

مولانا محمد لاہوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیہ

حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیہ نے آپ کے نام پانچ خطوط تحریر کئے۔ ﴿۶۹﴾ آپ لاہور کے بڑے عالم اور صاحب کمال اساتذہ میں سے تھے۔ آپ کا گھرانہ علم و فضل کا مرکز تھا۔ مفتی کے عہدے پر مامور تھے۔ صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کا درس ختم کرتے تو پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا جاتا۔ ﴿۷۰﴾

شیخ نور الحق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیہ (۹۸۳ھ-۱۰۷۳ھ)

آپ کے نام حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیہ کا ایک مکتوب ہے۔ ﴿۷۱﴾ آپ نے تعلیم اپنے جلیل القدر والد شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیہ سے حاصل کی۔ آپ بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ شاہ جہان نے آگرہ کی قضا آپ کے سپرد کی۔ آپ کی تصانیف میں صحیح بخاری کی فارسی شرح تیسیر القاری (چھ جلد) صحیح مسلم کی شرح منبع العلم (نامکمل) اہم ہیں۔ علاوہ ازیں موطا امام مالک اور شمائلِ ترمذی کی شرح بھی لکھی۔ ﴿۷۲﴾ آپ کی تصانیف کی تعداد تیرہ ہے۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد ان کی مسند ارشاد سنبھالی۔

شیخ عیسیٰ سندھی (۹۶۲ھ-۱۰۳۱ھ)

آپ سندھ کے قصبہ پاتری کے رہنے والے تھے اور خالصتاً مذہبی ماحول میں آنکھ کھولی۔ نو سال کی عمر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

میں قرآن مجید حفظ کیا۔ شیخ طاہر محدث سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ شیخ مبارک سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے اصول فقہ اور علمِ کلام کی تحصیل کی۔ تصوف سے بھی لگاؤ تھا۔ عمر بھر ریاضت ومجاہدہ، درس وتدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعے لوگوں کو فیض پہنچایا۔ بے شمار تشنگانِ علم نے ان کے چشمۂ فیض سے علمی تشنگی بجھائی۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر تیرہ کتب تصنیف کیں۔ علم نحو میں فوائد ضیائیہ پر حاشیہ اور انوار الاسرار فی حقائق القرآن ومعارفہا (جو صوفیہ کی طرز پر تفسیر ہے) اہم ہیں۔ ﴿۷۳﴾

ملا عبدالقادر بدایونی (۹۴۹ھ-۱۰۳۱ھ)

آپ امام شاہ اکبر کہلاتے تھے اور علمائے عصر میں فضیلت کا درجہ رکھتے تھے۔ میاں حاتم سنبھلی، شیخ مبارک ناگوری، شیخ سعد اللہ نحوی، ابوالمعالی اور سید محمد مکی جیسے فضلائے عصر سے مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ اپنی فطری ذہانت اور صلاحیت سے عربی، فارسی، سنسکرت، تفسیر، تاریخ، شعر، ادب، موسیقی اور تاریخ گوئی میں بڑی مہارت پیدا کی۔ بہترین خطاط، قاری اور موسیقار تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں کے لئے اکبر کے ایک امیر محمد حسین خان کے ہاں ملازمت کی۔ ۹۸۱ھ میں اکبر کے دربار سے وابستہ ہوئے۔ آپ بدھ کے دن امامت کرواتے تھے۔ دربارِ اکبری میں آنے سے پہلے بھی تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ دربار میں آنے کے بعد اکبر کے حکم سے ترجمہ وتالیف میں نام پیدا کیا لیکن شہرت منتخب التواریخ کی وجہ سے ملی جو اس دور کی تاریخ کا مستند ذریعہ ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی اور غیروں کی ہر بات کو بیان کر دیا ہے۔ اس کے ماخذ خواجہ نظام الدین احمد بخشی کی طبقاتِ اکبری اور احمد بن عبداللہ سرہندی کی تاریخ مبارک شاہی کے علاوہ ذاتی مشاہدات و معلومات ہیں۔ جلد سوم میں مشائخ، علماء، اطباء اور شعراء کا تذکرہ ہے۔ حالات تحریر کرتے وقت ان سے اپنی محبت ونفرت کا اظہار بے باکانہ کرتے ہیں عربی دان ہونے کی وجہ سے بے شمار عربی الفاظ بھی ان کی تحریروں کا حصہ ہیں لیکن نظم میں ان کی انشائی صلاحیتیں ماند پڑ جاتی ہیں۔ ﴿۷۴﴾ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام جن کو ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان کردہ واقعات وحقائق سے اتفاق نہیں، وہ بھی آپ کی ادبی صلاحیتوں کے معترف ہیں، لکھتے ہیں:

''وہ ایک بلند پایہ ادیب، بے مثال نثر نگار اور نہایت ذہین انسان تھا۔'' ﴿۷۵﴾

ڈاکٹر اکرام نے بدایونی کے مندرجات پر شکوک وشبہات کا اظہار کیا لیکن منتخب التواریخ پر اس ضمن میں جو اعتراضات کئے ان کو ٹھوس دلائل سے ثابت نہیں کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ بدایونی نے جو کچھ لکھا اس کی تائید حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے بلکہ شیخ ابوالفضل کی آئینِ اکبری سے ایسی شہادتیں ملتی ہیں جو بدایونی کے نقطۂ نظر کی حمایت کرتی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد ایسی غلط فہمیوں کے تدارک کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

''بعض خوش اعتقاد بزرگوں کا خیال ہے کہ ملا عبدالنبی اور مخدوم الملک کی نسبت ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں جو کچھ لکھا، اس کو ملا عبدالقادر بدایونی کی نکتہ چین طبیعت کی بے اعتدالیوں اور معاصرت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے تعصب پر محمول کرنا چاہئے لیکن ان بزرگوں کو یہ نہیں معلوم کہ بدایونی کے علاوہ اس عہد کے دیگر وقائع نگار بھی اس بارہ میں متفق ہیں اور گو ملا بدایونی کی طرح بے پردہ و بے باکانہ لکھنے کو شیوۂ حزم و احتیاط و تہذیب نگارش کے خلاف سمجھتے ہیں مگر اصلیت کا صاف انکار کرتے ہیں۔''

اس کے بعد مولانا ابوالکلام نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کی اخبار الاخیار کے حوالے سے اپنے موقف کو ثابت کیا ہے۔ ﴿۷۶﴾

جن دیگر مورخین کی آراء سے بدایونی کے موقف کی تائید ہوتی ہے ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر ازکیا ہاشمی لکھتے ہیں:

''عہد اکبری کے نامور مورخ نظام الدین احمد بخشی کی طبقاتِ اکبری، عہدِ جہانگیر کے صوفی بزرگ شیخ آدم بنوری کی کتاب ''خلاصۃ المعارف فی اسرار العقائد، معتمد خاں کی جہانگیر نامہ، عہدِ شاہجہانی کی تصنیف ''دبستانِ مذاہب'' اس دور کے ایک اطالوی سیاح نکولس مینوکی ''قصہ سلطنت مغلیہ'' اور عہدِ عالمگیری کے مورخ محمد ہاشم خافی خان کی ''تاریخ منتخب اللباب'' سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ان بیانات کی تصدیق ہوتی ہے جو منتخب التواریخ میں مندرج ہیں۔'' ﴿۷۷﴾

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ دیگر مولفین نے ان واقعات کو بیان نہیں کیا تو اس کی وجہ مولانا محمد حسین آزاد نے یہ بتائی ہے:

''اکبر کے عہد میں اس کتاب نے رواج نہ پایا، اسے ملا عبدالقادر بدایونی نے بڑی احتیاط سے مخفی رکھا۔ جہانگیر کے زمانے میں اس کا چرچا ہوا۔ بادشاہ نے یہ کتاب دیکھی تو حکم دیا کہ اس نے میرے باپ کو بدنام کیا۔ لہٰذا اس کے بیٹے کو قید کرلو اور گھر کو لوٹ لو۔ چنانچہ شیخ کے ورثاء کو گرفتار کرلیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اس وقت خورد سال تھے۔ ہمیں خبر نہیں۔ بادشاہ نے ان سے مچلکے لیے کہ ہمارے پاس موجود ہو تو ہم سزا کے لیے تیار ہیں۔ کتب فروشوں سے بھی مچلکے لئے گئے کہ یہ کتاب خریدی اور بیچی نہ جائے۔ خافی خان نے شاہ جہان سے محمد شاہ کا زمانہ دیکھا، وہ حال مذکور کے بارے میں لکھتا ہے۔ کہ تعجب ہے اس تشدد کے باوجود خاص کتب فروشوں کی دکان پر سب سے زیادہ منتخب التواریخ ہی نظر آتی۔ بادشاہ کی خفگی کی شہرت عام ہوگئی تھی اس لئے قاسم فرشتہ، شیخ نورالحق، اور مولف تاریخ زید، یہ تین مورخ جہانگیری عہد میں تاریخ لکھ رہے تھے کسی نے اس ذکر سے قلم کو آشنا نہیں کیا۔'' ﴿۷۸﴾

عہد مجدد کے علماء و عرفاء، مبلغین و مصلحین کی اس اجمالی فہرست میں اس عہد کی نامور شخصیات شامل ہیں۔ ان میں ایسے مولفین و مصنفین بھی ہیں جن کی تالیفات و تصانیف آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں لیکن حضرت مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے کارناموں اور آپ کی علمی تخلیقات پر نظر ڈالی جائے تو آپ ان سب میں منفرد نظر آتے ہیں۔ آپ کے علمی کارنامے فکری حیثیت سے بہت زیادہ بلند اور انقلاب آفریں ہیں۔ اسی وجہ سے باوجود بالغ نظر علماء کی ایک کثیر تعداد اس دور میں موجود تھی، 'مجدد الف ثانی' کا لقب آپ ہی کو دیا گیا، آپ کی تعلیمات نے نہ صرف اسلامی ہند بلکہ عالمِ اسلام کی مذہبی، ذہنی، فکری، سماجی اور سیاسی تاریخ پر انمٹ نقوش ثبت کئے، یہی آپ کے عظیم الشان کارناموں اور عظمت و شوکت کا اعتراف ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عہد مجدد رحمۃ اللہ علیہ میں نظامِ تعلیم

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کے جائزے کے سلسلے میں ان کے ہم عصر علماء کی سوانح عمریوں، کتب تاریخ اور دیگر صریح شہادتوں سے جو خاکہ مرتب ہوتا ہے۔اس کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

ابتدائی تعلیم:

۱۔ قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ابتدائی جماعتوں میں لکھنا پڑھنا، حساب کتاب اور خوش نویسی کی تعلیم وتدریس

۲۔ حروفِ تہجی کی پہچان کے لئے اکبر نے جو طریقہ رائج کیا، وہ درج ذیل ہے:

''لڑکے ابتداء میں فقط حرف کی شکل اور اس کا نام یاد کریں اور دو روز میں تمام حروفِ تہجی ﴿۷۹﴾ کو ختم کر کے حروف کے جوڑ پیوند کو اکٹھا کرنا اور پڑھنا سیکھیں۔''

حروف کی پہچان کے سلسلہ میں حتی الامکان کوشش کی جاتی کہ اس معاملے میں بچہ استاد سے کم مدد لے۔استاد ہر روز درج ذیل پانچ امور پر توجہ رکھتا اور ان کی نگہداشت کرتا:

حروف کی شناخت، الفاظ کے معانی، مصرع، شعر، آموختہ ﴿۸۰﴾

اس طریقہ کے تعلیم یافتہ ہر قسم کے دنیاوی کاروبار کے اہل ہوتے تھے۔

۳۔ تعلیم وتدریس کے ضمن میں ابوالفضل نے نصاب کے جن لازمی علوم وفنون کا ذکر کیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

اخلاق، حساب، زراعت، اقلیدس، ہندسہ، نجوم، رمل، تدبیر منزل، سیاست مدن، طب، منطق، طبیعیات، ریاضی اور تاریخ عالم

ہندوؤں کے لئے درج ذیل علیحدہ نصاب تجویز کیا گیا:

بیاکرن بنائے، بیدانت، پاتجل ﴿۸۱﴾

۴۔ مروجہ علوم سے فراغت کی بھی کوئی عمر مقرر نہ تھی۔عموماً لڑکے پندرہ بیس سال کی عمر میں ان جملہ علوم سے فارغ ہو جاتے تھے مثلاً حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ سال اور فیضی ۱۴ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے۔

۵۔ اعلیٰ دینی تعلیم کے سلسلہ میں اس وقت درج ذیل نصاب تعلیم مروج تھا: ﴿۸۲﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۱۔	فارسی	بوستان، گلستان، دیوان خواجہ حافظ
۲۔	صرف	میزان، منشعب
۳۔	نحو	کافیہ، لب الالباب، مصباح، ارشاد
۴۔	منطق	شرح شمسیہ، شرح مطالع
۵۔	ریاضی	تحریر اقلیدس
۶۔	بلاغت	مختصر المعانی، مطول
۷۔	فقہ	شرح وقایہ، ہدایہ
۸۔	اصولِ فقہ	حسامی، توضیح وتلویح، بزودی
۹۔	تفسیر	بیضاوی، عرائس البیان، مدارک، کشاف
۱۰۔	حدیث	بُخاری، ترمذی، مشکوٰۃ
۱۱۔	تصوف	عوارف المعارف، فصوص الحکم، احیاء العلوم
۱۲۔	سیرت	شرح شفاء
۱۳۔	طب	شفاء، موجز القانون
۱۴۔	عربی ادب	قصیدہ بردہ

ان کے علاوہ چند دیگر کتب کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔ درج بالا کتب ہی عام طور پر پڑھائی جاتی تھیں۔ یہ مربوط و منضبط نصاب نہ تھا بلکہ ان کتب میں سے منتخب کردہ کتب پڑھائی جاتیں جس کا انحصار استاد اور شاگرد کے ذوق پر ہوتا لیکن فقہ و اصول فقہ کو معیارِ فضیلت سمجھا جاتا۔

۶۔ شاہی محلات میں تعلیم:

شہزادوں کے لئے محلات میں شاہی آداب اور شہزادوں کی ضروریات کے مطابق خصوصی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جاتا۔ ملکی مہمات سے نبرد آزما ہونے کے لئے عسکری تربیت کو خاص اہمیت دی جاتی تھی۔ شہزادوں کے اساتذہ 'اتالیق' کہلاتے۔ مغلوں میں یہ قدیم دستور تھا کہ جیسے ہی شہزادے کی عمر چار سال، چار ماہ اور چار دن ہو جائے اس کی رسمِ بسم اللہ ادا کر دی جائے۔

اکبر کی تدریس کے لئے مختلف اوقات میں ملا عصام الدین ابراہیم، ملا بایزید، ملا پیر محمد، مولانا عبدالقادر آزاد اور شیخ مبارک وغیرہ فریضہ تدریس انجام دیتے رہے۔ ﴿۸۳﴾ فنِ سپہ گری کے لئے منعم خان کو مقرر کیا گیا لیکن اس نے پڑھائی کی طرف خاص توجہ نہ دی۔ ﴿۸۴﴾ اسی طرح ۲۲ رجب ۹۸۱ھ کو بروز بدھ جہانگیر کی رسمِ بسم اللہ ہوئی اور مولانا میر کلاں ہروی، شیخ احمد، قطب الدین محمد خان اور عبدالرحیم خاں' جہانگیر کے اتالیق رہے۔ حیدر آباد دکن کے مرتضیٰ خان سے نیزہ بازی بھی سیکھی۔ ﴿۸۵﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۷۔ فنی تعلیم:

فنی تعلیم کے اداروں کے بارے میں شواہد میسر نہیں لیکن اس کے باوجود فنی علم ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتا رہتا تھا۔ اس کے لئے شاہی حوصلہ افزائی ہر جگہ نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر عہد اکبری میں ایسے جہاز تیار کئے جاتے تھے۔ جو پندرہ ہزار من بوجھ اٹھا سکتے تھے۔ ﴿۸۶﴾ فتح اللہ شیرازی نے ہوا سے چلنے والی چکی، آئینہ حیرت، گیارہ فائر کرنے والی بندوق بھی بنائی تھی۔ ﴿۸۷﴾

عہدِ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اہم تعلیمی ادارے

انتظامات کے لحاظ سے مدارس کو درج ذیل طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ شاہی سرپرستی میں قائم مدارس

۲۔ علماء کے ذاتی مدارس

۱۔ شاہی سرپرستی میں قائم مدارس:

خیر المنازل (دہلی)، مدرسہ ابوالفضل (شاہ پور سیکری)، عیدگاہ جہانگیری لاہور (اس جگہ آج کل جامعہ نعیمیہ کی عمارت ہے جسے مفتی محمد حسین نعیمیؒ نے قائم کیا)، مدرسہ سید سر (لاہور)

نیز جہانگیر کے عہدِ حکومت میں کوئی مالدار رئیس بغیر کسی جانشین کے مرجاتا تو اس کی تمام جائیداد مدرسوں اور خانقاہوں پر صرف ہوتی۔ اس طرح جو مدرسے مدتوں سے بند تھے دوبارہ کھل گئے۔ ﴿۸۸﴾

۲۔ علماء کے ذاتی مدارس:

اس عہد میں مدارس کے لئے الگ عمارتیں بنانے کا رواج نہ تھا، یہ کام مساجد سے لیا جاتا۔ اس عہد کے مشائخ عظام صرف مشائخ طریقت ہی نہ تھے بلکہ وہ مدرسِ شریعت بھی تھے۔ بڑے بڑے متبحر علماء کے مکان بھی دارالعلوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ بزرگانِ دین کی خانقاہیں بھی مدارس کا کام دیتی تھیں دورِ حاضر کی طرح مدارس کے خاص نام رکھنے کا اہتمام بھی نہ تھا۔ گویا مساجد، خانقاہوں اور علماء کے ذاتی مکانات ہی میں مدارس تھے لیکن تعلیم کا معیار عصری درسگاہوں سے بلند تر تھا۔ ایسے چند مدارس درج ذیل ہیں:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس، مسجد قصاب، مولانا علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کا درس (لاہور)، شیخ منور لاہوری کا درس (لاہور)، ملا جمال تلوی کا درس (لاہور) مولانا کمال الدین کشمیری کا درس (سیالکوٹ) اور مدرسہ خس (آگرہ) ﴿۸۹﴾ بعض مدارس میں قیام وطعام کا بھی انتظام تھا لیکن شخصی اور بعض دیگر درسگاہوں میں اس کا بندوبست نہیں تھا۔ دینی تعلیم کے سلسلے میں لاہور، آگرہ، جون پور اور سیالکوٹ اہم تعلیمی مراکز تھے۔ ﴿۹۰﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کتب خانے

کتب خانے ہر دور میں علم وفن کے ترقی پر دلالت کرتے ہیں۔اس دور میں بادشاہوں اور امراء کے علاوہ اہلِ علم وفضل کے ذاتی کتب خانے موجود تھے۔

۱۔ بادشاہوں اور امراء کے کتب خانے: ﴿۹۱﴾

اکبر اپنے کتب خانے کے مجموعۂ کتب سے بہت دلچسپی رکھتا تھا۔اکبر کی نادر لائبریری کے بارے میں Smith نے لکھا ہے کہ ایسی لائبریری اکبر سے پہلے وجود میں نہیں آئی تھی۔﴿۹۲﴾ شاہی کتب خانے کی بعض کتابیں حرم میں رکھی جاتی تھیں ان کتب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ایک حصہ علومِ طبعی اور دوسرا رتواریخ کی کتابوں پر مشتمل تھا۔ایک وقت میں ملا پیر محمد لائبریری کے مہتمم رہے۔

جہانگیر بھی کتب کا بڑا شائق تھا۔جب وہ گجرات گیا تو ایک کتب خانہ بھی ساتھ لے گیا۔مکتوب خان اس دور میں کتب خانے کا ناظم تھا۔ان کتب کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہتا تھا۔﴿۹۳﴾

۲۔ ذاتی کتب خانے:

اس دور کے علماء نے اپنے ذاتی کتب خانوں میں بھی نادر کتابیں جمع کی ہوئی تھیں۔ایسے ہی کتب خانے جو معروف تھے، درج ذیل ہیں:

کتب خانہ مجددیہ ﴿۹۴﴾، کتب خانہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، کتب خانہ بدایونی، کتب خانہ سید شیخ بن عبداللہ، کتب خانہ پیر سید ابراہیم، کتب خانہ میر سید عبدالاول، کتب خانہ فیضی

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات

''پچھلی صدیوں کے علماء کے تذکرے اور کتب سوانح کا مطالعہ کیجئے۔سیکڑوں ناموں میں ایک شخص کا ملنا مشکل ہوگا جس پر عبقری (Genius) کے لقب کا اطلاق درست ہو یا جس نے کسی موضوع پر کوئی نئی چیز پیش کی ہو، یا کسی خاص علم میں اس نے کوئی نمایاں اور گرانقدر اضافہ کیا ہو۔پچھلی صدیوں میں ہم صرف چند افراد کا استثناء کر سکتے ہیں جو اپنے زمانے کی عام علمی وذہنی سطح سے بلند تھے، اور جنہوں نے دینی یا علمی دائرے میں کوئی بڑا انقلابی کارنامہ یا علمی شاہکار پیش کیا ہے۔خوش قسمتی سے ان تمام افراد کا تعلق ہندوستان کی سرزمین سے ہے۔ان میں ایک حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔جن کے مکتوبات اسلام کے علمی ودینی سرمایہ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ایک بیش بہا اضافہ ہیں۔اور جنہوں نے پورے عالمِ اسلام پر گہرا اثر ڈالا ہے۔'' ﴿۹۵﴾

مزید برآں ان خدمات کے پیشِ نظر عبید اللہ قدسی کو یہ لکھنا پڑا:

''فلسفہ، تاریخ، تصوف، ثقافت، اور تحریکِ حریت پر لکھنے والوں کا مقصد حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علیہ کے تذکرے کے بغیر تشنہ رہتا ہے۔'' ﴿۹۶﴾

یہی وجہ ہے کہ جب حرمین شریفین کے سفر میں شاہ ولی اللہ نے حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علیہ کی ایک کتاب کا حوالہ دیا تو پھر حجاز کے علماء کو یہ معلوم ہوا کہ اس کتاب کا معارف و تحقیق کی دنیا میں کتنا بلند مقام ہے۔ان کے ایما پر حضرت شاہ ولی اللہ رَحمۃُ اللہ علیہ نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ﴿۹۷﴾

عالمِ اسلام کی اس عظیم المرتبت شخصیت کے مختلف علمی پہلوؤں کو اس باب میں زیرِ بحث لا کر بطورِ مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، ماہرِ تعلیم، مبلغ اور مصنف مختصر جائزہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ جملہ علوم وفنون پر نہ صرف کامل دسترس رکھتے تھے بلکہ نئے پیش آمدہ مسائل کے استنباط و استخراج کی صلاحیت بھی آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھی۔

حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علیہ بحیثیت مفسر قرآن

حضرت شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ علیہ قرآنِ کریم کے عظیم مفسروں میں سے ہیں لیکن تا حال آپ کی علمی شخصیت کے اس پہلو پر کسی نے توجہ نہیں دی۔کتاب اللہ کی نصوص کے بارے میں نیز آیات سے پیدا ہونے والے اثر کے متعلق ان کا ذوق بڑا لطیف ہے۔خواجہ ہاشم کشمی رَحمۃُ اللہ علیہ مکتوبات کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''یہ مکاتیب اسرارِ دین اور انوارِ یقیں کے جامع ہیں۔کتابِ مبین قرآن کریم کے چھپے بھیدوں کو ظاہر کرتے ہیں۔'' ﴿۹۸﴾

حضرت شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک آیت مبارکہ کی تشریح کے ضمن میں ملک حسن علی جامعی لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علیہ نے نہایت محققانہ تفسیر بیان کی ہے اور کئی حقائق اور نکتے بیان کئے ہیں۔اس میں علوم و معارف کے گوہر لٹائے اور حق تو یہ ہے اس آیت کی تفسیر کا حق ادا اُنہوں نے ہی کیا ہے۔'' ﴿۹۹﴾

نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ سے جو تفسیر منقول ہے وہ قرآنِ کریم کی تمام آیات کی تفسیر نہیں فراہ وہ پہلا مفسر ہے جس نے مکمل تفسیر لکھی ہے۔ ﴿۱۰۰﴾

حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی مکمل تفسیر نہیں لکھی لیکن مکاتیب اور دیگر رسائل میں قرآن کریم کی بہت سی آیات کی تفسیر بیان کی ہے۔مفسر بالاثر اور مفسر بالرائے کی حیثیت سے آپ نے کسی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خاص مسلک و منہج کی پیروی نہیں کی بلکہ اپنا علیحدہ مکتبہ فکر تشکیل دیا جس نے مابعد کے مفسرین کو بہت متاثر کیا۔ علامہ محمود آلوسی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ اور شاہ رؤف مجددی نے حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کی نمائندگی کا حق ادا کیا ہے۔ آپ کی تفسیر معیار کے اعتبار سے قولِ فیصل قسم کی ہے اور فنِ تفسیر کی ایک ایسی معیاری خدمت ہے جس پر علمی دنیا ہمیشہ فخر کرے گی۔ نئے پرانے عقلی و نقلی شبہات اور تصوف و معرفت کے نفیس نکات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ تفسیر مفسر کی مکمل شخصیت و کردار اور فکری و دینی رجحان کی عکاس ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ نے اپنے زمانہ میں تفسیر کے حوالے سے پیدا ہونے والے فلسفیانہ رجحان پر سخت تنقید کی۔

شیخ عبداللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کو آپ نے جو مکتوب تحریر کیا وہ آپ کے تفسیری منہج اور قرآن فہمی کے بارے میں آپ کے نقطہ نظر کی وضاحت کرتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''کتاب تبصیر الرحمان ﴿۱۰۱﴾ جو آپ نے بھیجی تھی، اس کے بعض مقامات دیکھ کر واپس کر رہا ہوں۔ میرے محترم! اس کتاب کا مصنف فلاسفہ کے مذہب سے بہت لگاؤ رکھتا ہے۔ قریب ہے کہ حکماء کو انبیا علیہم السلام کے برابر کر دے۔ سورۃ ہود کی ایک آیت نظر سے گذری کہ اس کی تفسیر میں انبیاء علیہم السلام کے طریقے کے خلاف بیان کیا ہے اور انبیاء و حکماء کے قول کو برابر کر دیا اور اس آیتِ کریمہ کے بیان میں کہا:

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ------باتفاق بالانبیاء وَالحُکَمَاء (الاّ النّارِ) ﴿۱۰۲﴾ الحِسی و العقلی (یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں بہ اتفاق انبیاء و حکماء آگ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ وہ آگ حسی یا عقلی) انبیاء علیہم السلام کے اجماع کے باوجود حکماء کا اتفاق کیا گنجائش رکھتا ہے اور عذاب اخروی میں ان کے قول کا کیا اعتبار ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ قولِ انبیاء علیہم السلام کے قول کے مخالف ہو۔ فلاسفہ جو عذاب عقلی کا اثبات کرتے ہیں، ان کا مقصود حسی عذاب سے انکار ہے۔ جس کے اثبات پر تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع واقع ہوا ہے۔ ایک اور مقام پر قرآنِ مجید کی آیات کو حکماء کے موافق بیان کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اہلِ مذہب کے خلاف ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ مخفی نقصان بلکہ جلی ضرر سے خالی نہیں ہے۔'' ﴿۱۰۳﴾

اس مکتوب سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جس حقیقتِ مفسدہ تک حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کی فہم و فراست پہنچ گئی، عوام تو درکنار، خواص تک اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ آپ کے تفسیری نکات کو جمع کرنے، ان کے اثرات اور نقد و جرح پر مشتمل ہے۔ اس لئے تفصیلی مباحث باب ۳ اور ۴ میں بیان کئے جائیں گے۔

حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ بحیثیت محدّث

شیخ یعقوب کشمیری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ اور حضرت عبدالرحمان سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے آپ نے کتب احادیث پڑھیں اور قاضی بہلول بدخشی نے مشکوٰۃ المصابیح کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حصول اجازت کے بعد حدیث میں آپ کی مہارتِ تامہ کا اندازہ آپ کے رسائل اور مکتوبات سے لگایا جا سکتا ہے ﴿۱۰۴﴾ مکتوبات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

میں کم وبیش تین صد ﴿۱۰۵﴾ احادیث کے حوالے بعض مقامات پر نہایت عمدہ تشریح کے ساتھ ملتے ہیں۔ ڈاکٹر بابر بیگ مطالی نے لکھا ہے:

Mujaddid Alif Thani notes 267 different Hadiths in Arabic, of which roughly 40% are Maruf' SaHiH, 25% hasan, 105 daif, and 25% without formal classification. In addition there are 95 different hadiths in Persian translation of which roughly 50% are Maruf Sahih, 25% hasan , 20% daif, and 5%maqtu. He notes 36 sayings of the companions and 150 sayings of Ahmad Sirhindi that have similar meanings to hadiths.

علم حدیث میں آپ کے مقام ومرتبہ کے بارہ میں مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''متنِ حدیث میں ایک اربعین یعنی چالیس منتخب احادیث کا مجموعہ آپ کی تالیف ہے جو عام طور پر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ جس نے آپ کے مکتوبات کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات کی شہادت دے گا کہ آپ کا مقام حدیث میں کتنا بلند تھا ﴿۱۰۶﴾ آپ کی محدثانہ حیثیت کے پیشِ نظر سید احمد رضا بجنوری نے مقدمہ انوار الباری میں محدثین احناف میں آپ کا ذکر کیا ہے ﴿۱۰۷﴾ اور انور شاہ کشمیری ﴿۱۰۸﴾، شاہ عبدالغنی مجددی ﴿۱۰۹﴾، علامہ شبیر احمد عثمانی ﴿۱۱۰﴾، سید احمد رضا بجنوری ﴿۱۱۱﴾، مولانا ادریس کاندھلوی ﴿۱۱۲﴾ سراج احمد سرہندی ﴿۱۱۳﴾ نے اپنی شروح میں، محمد زکریا سہارنپوری نے صحاح ستہ کے متعلق اپنے مکاتیب میں ﴿۱۱۴﴾ اور مولانا سلیم اللہ خاں ﴿۱۱۴۔ا﴾ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے دئے۔ شیخ عبدالغنی نے تبریز المکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات، محمد سعید نے تشیید المبانی فی تخریج احادیث المکتوبات الامام الربانی اور مولانا سعید نقشبندی نے مکتوبات کے اردو ترجمہ میں احادیث کی تخریج کی۔ ﴿۱۱۵﴾ ڈاکٹر بابر بیگ مطالی نے مکتوبات کی تخریج کے حوالے سے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے تحقیقی مقالہ لکھا۔

مکتوبات ودیگر رسائل میں آپ نے بعض مقامات پر اصول حدیث کے فنی مباحث جیسے صحیح، حسن، خبر واحد، خبر متواتر اور راویوں پر جرح وغیرہ کے حوالے سے بھی گفتگو کی ﴿۱۱۶﴾ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث واصول حدیث پر آپ کی کس قدر گہری نظر تھی۔ عصرِ حاضر کے نامور محدث غلام رسول سعیدی نے ایک حدیث کے مفہوم کو اس لئے صحیح قرار دیا کہ مکتوبات میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں:

''شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جو علمی اور تحقیقی مقام ہے وہ خویش وبیگانہ سب کے نزدیک مسلم ہے اور مکتوبات میں شیخ کا اس حدیث کو متعدد بار ذکر کرنا اور اس سے استدلال کرنا اس امر پر آفتاب سے زیادہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

روشن دلیل ہے کہ ان کے نزدیک حدیث لولاک لما خلقت الفلاک معنی صحیح اور ثابت ہے۔﴿۱۱۷﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بطور فقیہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فقیہ کی درج ذیل خصوصیات بیان کی ہیں:

''انما الفقیه الزاهد فی الدنیا الراغب فی الاخرة البصیر بدینه المداوم علی عبادة ربه ورع الکاف عن اعراض المسلمین العفیف عن اموالهم الناصح بجماعتهم''﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: ''فقیہ دنیا سے بے رغبت، آخرت کا طالب، دین کا دیدہ ور، ہمیشہ عبادت گذار، متقی، مسلمانوں کی عزت سے نہ کھیلنے والا، لوگوں کے مال سے پرہیز کرنے والا اور عامۃ المسلمین کا خیر خواہ ہوتا ہے۔''

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ تمام اوصاف بدرجۂ کمال پائے جاتے تھے۔ آپ دلیل تفصیلی کی معرفت کے بعد فتویٰ دیتے۔ آپ کا فقہی سرمایہ اگرچہ بہت قلیل ہے لیکن اس میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں۔ کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کتاب اللہ سے استنباط ممکن ہو تو اسے نظر انداز نہ ہونے دیتے۔ کتاب اللہ سے دلائل بیان کرتے ہوئے بعض اوقات اصولی اور تفصیلی بحثیں بھی بیان کرتے۔ پھر کتب احادیث سے شہادتیں پیش کرتے۔ ان دونوں مآخذ کی آپ کے نزدیک کتنی اہمیت تھی، اس کا اندازہ آپ کے ان اقوال سے لگایا جا سکتا ہے:

''ہمیں نص (مراد قرآنی آیات) سے کام ہے فص (ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کی طرف اشارہ) سے نہیں، فتوحاتِ مدنیہ (مراد احادیث) نے ہمیں فتوحاتِ مکیہ (ابن عربی کی کتاب) سے بے نیاز کر دیا ہے۔''﴿۱۱۹﴾

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں فصوص الحکم کی باتوں کو اختیار نہیں کرتے۔''﴿۱۲۰﴾

آپ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد کی حیثیت سے فتویٰ دیتے۔ اور حنفی مسلک کی تائید وحمایت میں دلائل فراہم کرتے۔

''آپ فرماتے ہیں کہ ہم مجتہدوں کے تابع ہیں جو کچھ وہ فرمائیں وہی کرو۔ اور ہم بھی وہی کرتے ہیں اور جس بات سے منع کرتے ہیں وہ ہم نہیں کرتے۔''﴿۱۲۱﴾

آپ کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ قواعد و اصول و فروع احکام میں حنفی المسلک تھے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو حد درجہ عقیدت تھی۔ آپ فقہی مسائل میں اقوال سلف کو بھی بیان کرتے اور اقوال متبائنہ میں تطبیق دیتے یا کسی قول کو ترجیح دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب فقہ مثلاً جامع الرموز، تاتارخانیہ، ہدایہ، فتاویٰ غیاثیہ، حاشیہ شرح وقایہ، فتاویٰ شافیہ، فتاویٰ غرائب، فتح القدیر، فتاویٰ سراجیہ جیسی عظیم الشان کتابوں کے حوالے بھی آپ کی تصانیف میں ملتے ہیں۔ مقلد ہونے کے باوجود بعض صورتوں میں اجتہاد کے بھی قائل تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''یہاں متقدمین ومتاخرین کا فتویٰ جاری نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت کے احکام علیحدہ ہوتے ہیں۔''

حنفی ہونے کے باوجود تمام آئمہ کی جلالت شان کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ حتی الامکان اقوال مجتہدین کو جمع کرنے کی پوری کوشش کرتے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہوجائے۔'' ﴿۱۲۲﴾ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خواجہ بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ ایک عرصے تک پشمینے کے ایک مصلے پر نماز ادا فرماتے رہے۔ اور امام مالک رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے مسلک میں پشمینے پر سجدہ مکروہ ہے اور حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کا طریقہ جمع مذہب کا تھا تو آپ نے سجدے کی جگہ ٹاٹ کا ایک ٹکڑا سی لیا۔'' ﴿۱۲۳﴾

نماز کی امامت حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ خود کرواتے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے خواجہ ہاشم کشمی لکھتے ہیں:

''آپ نے فرمایا:

'شافعیہ اور مالکیہ اس مذہب پر ہیں کہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز درست نہیں، لہٰذا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ امام اعظم رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے نزدیک امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ اور جمہور فقہائے احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔

مزید رقم طراز ہیں:

''چوں ما مہما امکن بر جمع مذہب می کوشم دریں صورت جمع را دران دیدہ ایم کہ خود امامت کنم'' ﴿۱۲۴﴾

حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ ایک مکاشفہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''اس وقت ایسا دیکھا کہ ان دونوں مذہبوں (یعنی حنفیہ اور شافعیہ) سے حق دور نہیں یعنی اگر حنفیہ سے کسی جگہ حق کا موقع رہ گیا تو شافعیہ نے اسے پالیا ہے اور ان سے حق متجاوز نہیں ہونے پایا۔ یہ بات آپ نے تفصیل سے بیان فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے ساتھ دو یا تین حصہ حق ہے اور تہائی یا چوتھائی حق امام شافعی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے ساتھ ہے اور امام شافعی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ سے حق آگے نہیں گیا۔'' ﴿۱۲۵﴾

یہ مکاشفہ تفصیل سے بیان کرنے کے بعد خواجہ بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں:

''گویا اس طرح آپ کو حنفی الشافعی کہا جاسکتا ہے۔'' ﴿۱۲۶﴾

آپ کی اسی فقہی بصیرت کی بناء پر ہاشم کشمی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے مکتوبات کو حلال مشکلات کلامیہ وفقہیہ کہا ہے۔ ﴿۱۲۷﴾

دوسری جگہ آپ کی فقہی حیثیت کے بارے میں لکھا:

''باوجود اس کے کہ حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کو مسائل فقہ مستحضر تھے۔ اور اصول فقہ پر اعلیٰ دسترس حاصل تھی لیکن اس کے باوجود اکثر ثقہ اور معتبر کتابوں سے تحقیق انتہائی احتیاط سے کرتے اور آپ پوری عزیمت سے فقہاء کبار کے مختار اور مفتیٰ بہ قول پر عمل کرتے تھے اور ایسا عمل جس میں جواز اور کراہت کا پہلو فقہاء بیان کرتے تو آپ کراہت کے پہلو کو ترجیح دے کر اس پر عمل نہ کرتے اور فرماتے 'اگر عدم جواز اور جواز، اور حل وحرمت کا اختلاف ہوجائے تو جانب عدم جواز اور جانب حرمت کو ترجیح دینی چاہئے۔ ﴿۱۲۸﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

زیرِ نظر مقالہ کے پانچویں باب میں آپ کی فقہی خدمات کا جائزہ پیش کیا جائے گا (ان شاء اللہ)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مبلغ

تبلیغ دین کے بارے میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا موقف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تبلیغ دین اہم فریضہ ہے۔ اس کو انجام نہ دینے والوں کا قیامت کے دن کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ ﴿۱۲۹﴾ آپ کی نظر میں تبلیغ دین کے دو بنیادی مقاصد ہیں:

۱۔ تقویت ملت وعزت اسلام

۲۔ ذلت وخواری کفر ﴿۱۳۰﴾

ان دونوں کو ملا کر آپ نے ایک ناقابلِ تردید اصول مقرر فرمادیا:

''عزت اسلام واہل آں در خواری کفر واہل کفر است'' ﴿۱۳۱﴾

یعنی ''اسلام اور مسلمانوں کی عزت کفر اور کافروں کی ذلت وخواری پر منحصر ہے۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے از سرِ نو ایک مربوط، موثر اور متحرک تبلیغی نظام قائم فرمایا۔ جس کے تحت آپ نے

۱۔ اپنے خلفاء کو برصغیر کے اہم سیاسی، عسکری اور دینی مرکزوں پر اسلامی اقدار کی تبلیغ وتعلیم کے لئے مامور فرمایا۔

۲۔ علماء ومشائخ کو اپنے حلقۂ اثر میں اسلامی عقائد واحکام کی تبلیغ وتدریس کا اہتمام کرنے کی ہدایت فرمائی۔

۳۔ مسلمان خواتین کی تعلیم وتربیت اور تبلیغ وتلقین کے لیئے عقیدت مند صالحہ خواتین کو مامور کیا۔

۴۔ آپ خود بھی نمونۂ عمل بن کر تبلیغی جہاد میں سرگرم عمل رہتے۔ یہ جہاد بالنفس بھی تھا اور جہاد بالقلم بھی۔ لسانی بھی تھا اور قلبی بھی۔ قید خانہ ہو یا لشکری جلوس، دربار شاہی ہو کیا خانقاہِ درویشی، ہر جگہ تعلیم وتبلیغ میں منہمک نظر آتے۔

۵۔ آپ نے تبلیغ دین، نفاذِ شریعت، احیائے سنت، عقائد صحیحہ، اعمالِ صالحہ، احکامِ فقہ، سلوک ومعارف اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی دینی افادیت پر جامع اور مدلل مکتوبات اپنے عقیدت مند امراء، علماء، مشائخ خواتین حتیٰ کہ ہنود کو بھی ارسال فرمائے۔ ﴿۱۳۲﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ تبلیغ کے یہی وہ نمایاں پہلو تھے۔ جن کی وجہ سے اپنے وقت کے بہت سے علماء، صوفیہ اور مبلغین سے ممتاز رہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت متکلم

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''احوالِ سلوک کے درمیانی حالات میں ایک مرتبہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فقیر سے فرمایا۔ 'تم علمِ کلام کے ایک مجتہد ہو۔' اس وقت سے لے کر مسائلِ کلامیہ میں میری خاص رائے اور مخصوص علم ہے۔'' ﴿۱۳۳﴾

مکتوبات کے دفتر اول کا مکتوب ۲۶۶ ﴿۱۳۴﴾ اور دفتر دوم کا مکتوب ۶۷ عقائد کی تمام کتابوں کا جامع ہے۔ جس میں آپ نے ایمان کی کمی بیشی، گناہِ کبیرہ کے مرتکب کی بخشش، قرآن کا کلام الٰہی ہونا، پل صراط، میزان، عذاب قبر، خلفائے راشدین کی افضلیت، معجزات، کرامات اور شفاعت جیسے اہم مسائل پر معتزلی ﴿۱۳۵﴾ اشعری اور ماتریدی ﴿۱۳۶﴾ نظریات بیان کر کے ماتریدی افکار کی ترجیح کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اسی طرح دفتر اول کا مکتوب ۲۸۹ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ہے جس میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے مذاہبِ باطلہ قدریہ ﴿۱۳۷﴾ اور جبریہ ﴿۱۳۸﴾ کی تردید دلائل عقلی سے ثابت کر کے مذہب اہلِ سنت اس طرح بیان کیا ہے کہ اہلِ ذوق حضرات کی تشنہ کامی دور ہو جاتی اور سلیم الفطرت ذہنوں کو حقیقت کی جھلک نظر آتی ہے۔

خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ تھا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہادات کلامیہ کو آپ کے مکتوبات اور رسائل سے نکال کر ایک رسالے میں جمع کریں۔ ﴿۱۳۹﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت سیرت نگار

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے صرف چند پہلو ہی سیرت کے زمرہ میں نہیں آتے بلکہ آپ کی ولادت سے پہلے کی پیش گوئیاں اور ارہاصات کے ساتھ خصائل و شمائل نبوی، آپ کے فرامین اور انداز زیست کے سب پہلو سیرتِ مقدسہ میں شامل ہیں علاوہ ازیں آپ کے زیر تربیت افراد کے افکار و نظریات بھی زیر بحث آتے ہیں۔ گویا نبی کریم ﷺ کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے مختلف پہلو سیرت نگاری کے مختلف عنوان ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ آج بھی امت کی بذریعہ خواب یا کسی اور طریقے سے رہنمائی فرمائیں وہ بھی سیرت کا ایک باب ہے۔ درحقیقت سیرت النبی بعد از وصال النبی ﷺ ختمِ نبوت کا لازمی نتیجہ ہے۔ آپ کی سیرت کا تعلق ماضی و حال کی طرح مستقبل اور مستقبل بعید سے بھی ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ تاریخ انسانی کی آئینہ دار ہے اور آپ ماضی، حال، مستقبل کے شاہد ہیں۔ اس لئے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکاتیب و رسائل میں سیرت النبی کے موضوع پر جامع شذرات تحریر کئے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دینِ اکبری کی پالیسی نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر کے دین اسلام میں امت کے تعلق بالرسالت کو کمزور کرنا تھا۔ یہاں تک کہ محمد اور احمد نام بھی اکبر کو ناگوار تھے۔ گیارھویں صدی ہجری میں حضرت شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے امت مسلمہ کو کفر والحاد کی یورشوں کے باوجود درِ مصطفوی پر پہنچانے کے لئے بے مثال کام کیا اور اس کام کی ابتداء انہوں اپنے رسالہ 'اثبات النبوۃ' سے کی۔ یہی سیرت کے حوالے سے حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کا پہلا کام ہے۔ پھر آپ کی ہر تحریر، ہر گفتگو اور عبارت کا محور ومرکز نبوتِ محمدی پر ایمان، ذاتِ نبی پر اعتماد اور محبتِ رسول ﷺ کا فروغ ٹھہری۔ ﴿۱۴۰﴾ پھر نبی کریم ﷺ کے فضائل، آپ کی نبوت کے دلائل اور 'معجزۂ قرآن نبوت کی دلیل ہے' جیسے سیرت کے اہم موضوعات رسالہ تہلیلیہ میں علمی وتحقیقی انداز سے بیان فرمائے۔ سیرت کے چند اہم پہلو جن پر حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے قلم اٹھایا، درج ذیل ہیں:

ضرورتِ رسالت ﴿۱۴۱﴾
رسالتِ محمدی ﷺ کی عالم گیریت ﴿۱۴۲﴾
رسالتِ محمدی ﷺ کی جامعیت وکاملیت ﴿۱۴۳﴾
عصمتِ انبیاء ﴿۱۴۴﴾
محبتِ رسول اور اس کے تقاضے ﴿۱۴۵﴾
حیاتِ انبیاء ﴿۱۴۶﴾
سیرت النبی ﷺ بعد از وصال النبی ﷺ ﴿۱۴۷﴾
ولادت باسعادت ﴿۱۴۸﴾
حقیقتِ محمدی ﷺ ﴿۱۴۹﴾
نورانیت وبشریت ﴿۱۵۰﴾
اسمِ محمد واحمد ﴿۱۵۱﴾
فلسفۂ ہجرت ﴿۱۵۲﴾
ختمِ نبوت ﴿۱۵۳﴾
معراج النبی ﷺ ﴿۱۵۴﴾
شفاعتِ مصطفوی ﷺ ﴿۱۵۵﴾

حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ بحیثیت مفکرِ تعلیم

حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے تعلیمی افکار کا اجمالی جائزہ درج ذیل ہے: ﴿۱۵۶﴾

۱۔ علم کا مقصود رضائے الٰہی ہو۔ جاہ وسرداری اور حصولِ مال وزر نہ ہو۔

۲۔ مجددی نظامِ تعلیم میں طالب علم کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ یہ ترویج دین اور قیامِ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

شریعت کا سبب ہیں۔﴿۱۵۷﴾

۳۔ عقل اہم ہے مگر حجتِ کاملہ نہیں۔ یہ غیبی اور مابعد الطبعی حقائق کے ادراک میں عاجز ہے۔

۴۔ آپ کے نزدیک غیر افادی علوم فلسفہ اور منطق کی اہمیت نہ تھی۔

''اکبری دور میں ابوالفضل اور فیضی فلسفہ یونان کے بل بوتے پر لوگوں کو مرعوب کر کے راستہ صاف کر رہے تھے۔ اس دور میں آپ کے علمی کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے ان کی سحر کاریوں کا پول کھولا۔ فلاسفہ کے علمی رعب کو خاک میں ملا دیا۔ ایک طویل مکتوب کے آخر میں آپ شعر لکھتے ہیں:

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کل آں

ہم سفہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است﴿۱۵۸﴾

۵۔ ذرائع علم تین ہیں:

۱۔ حواس

۲۔ عقل

۳۔ وحی

''جو کچھ عقل کے طریقے سے معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ وہ نبوت کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔''﴿۱۵۹﴾

۶۔ مطالعہ کی اہمیت پر آپ نے بہت زور دیا۔

۷۔ آپ کے نزدیک درس و تدریس ذکر و فکر سے بہتر ہے۔﴿۱۶۰﴾

۸۔ جوانی کا آغاز حصولِ علم کا بہترین وقت ہے۔﴿۱۶۱﴾

۹۔ ضرر رساں کتب کے مطالعہ سے گریز کیا جائے۔ تفسیر کے متعلق ایک کتاب تبصیر الرحمٰن کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس کتاب کا مطالعہ مخفی نقصان بلکہ جلی ضرر سے خالی نہیں۔''﴿۱۶۲﴾

لیکن دوسری طرف کتب فقہ کے مطالعہ کی بار بار تلقین کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات مطالعہ کے لئے فقہ کی کتابوں کے نام بھی تجویز کرتے ہیں۔﴿۱۶۳﴾

۱۰۔ جس مسئلہ میں علماء اور صوفیاء کا اختلاف ہو تو ترجیح علمائے حق کے قول کو دی جائے گی۔﴿۱۶۴﴾

تصانیف

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی گوناگوں علمی و ادبی صلاحیتوں کا اندازہ آپ کی تصانیف سے ہوتا ہے۔ جو مختلف مواقع اور خاص ضرورت کے تحت تصنیف کی گئیں۔ یہ کتابیں آپ کی علمی و فکری کاوشوں کی بے نظیر یادگار ہیں اور پورے عالم اسلام میں مقبول ہیں۔ یہ تصانیف علوم معارف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ نیز

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اسلام کے ان تمام نظریاتی، سیاسی اور معاشرتی رجحانات کی تاریخ بھی ہیں، جو دس صدیوں میں پیدا ہوئے۔ ان تصانیف کی اثر پذیری اور اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے عزیز احمد لکھتے ہیں:

''اجماع امت نے ان کے مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ علیہ کے ملقب ہونے کو قبولیت کی سند دے دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی تصانیف اور اثر نے ہندی اسلام کو پارہ پارہ ہو کر آمیزش مذہب جیسی بدعات میں بدل جانے سے روک دیا۔'' ﴿۱۶۵﴾

حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علیہ کا شمار کثیر التصانیف بزرگوں میں ہوتا ہے۔ افسوس کہ آپ کی بہت سی کتابیں امتدادِ زمانہ اور لوگوں کی غفلت سے ضائع ہو گئیں بلکہ خود آپ ہی کی زندگی میں گم ہو گئیں۔ اس کا اندازہ آپ کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے۔

''اس حقیر نے اس وقت معارفِ توحید میں کئی رسالے تحریر کئے اور جب ان تحریرات کو بعض دوستوں نے ادھر اُدھر منتشر کر دیا تو انہیں جمع کرنا مشکل جانتے ہوئے ان رسائل کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔'' ﴿۱۶۶﴾

اسی وجہ سے بہت سی کتابوں کے نام سیر و سوانح میں محفوظ نہیں۔ شاہ غلام علی دہلوی رَحمۃُ اللہ علیہ کے نزدیک تصانیف کی تعداد آٹھ ہے۔ ﴿۱۶۷﴾ سات رسائل اور مکتوبات کے علاوہ آپ کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے سید خورشید حسین بخاری لکھتے ہیں:

''اگر کسی تذکرہ نویس نے آٹھ کے علاوہ تصانیف کا ذکر کیا ہے تو اسے بوجہ اشتراک نفس مضمون کتابوں کے ناموں میں تسامح ہوا اور اس نے نئے نام سے نئی کتاب کا اضافہ کر دیا۔'' ﴿۱۶۸﴾

یہ بھی ممکن ہے کہ دیگر رسائل ضائع ہو گئے ہوں یا آپ کے بعض طویل مکتوبات کو علیحدہ رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا گیا ہو جسے بعد کے محققین نے علیحدہ تصنیف سمجھ لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ علیہ کی تصانیف کی تعداد کا تعین آسان نہیں۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی تصانیف کے بارے میں نئی نئی معلومات سامنے آ رہی ہیں۔ آپ کی درج ذیل کتابوں کے نام تا حال دستیاب ہوئے ہیں:

مطبوعہ :

۱۔ مکتوبات (تین جلدیں)
۲۔ اثبات النبوۃ
۳۔ رسالہ تہلیلیہ
۴۔ رد روافض
۵۔ شرح رباعیات
۶۔ مبدأ و معاد
۷۔ معارف لدنیہ
۸۔ مکاشفات الغیبیہ ﴿۱۶۹﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

منسوب:

۹۔ اثبات الواجب ﴿۱۷۰﴾

۱۰۔ رسالۂ جذب وسلوک

۱۱۔ تعلیقات عوارف ﴿۱۷۱﴾

۱۲۔ رسالہ حالات خواجگانِ نقشبند

۱۳۔ رسالہ آداب المریدین

۱۴۔ رسالہ علم حدیث ﴿۱۷۲﴾

۱۵۔ فتنۂ اکبری

۱۶۔ سجدۂ تعظیمی کے خلاف جہاد ﴿۱۷۳﴾

۱۷۔ شرح مثنوی ﴿۱۷۴﴾

۱۸۔ رسالہ تعین ولاتعین

۱۹۔ رسالۂ مقصود الصالحین

۲۰۔ مجموعہ تصوف

۲۱۔ رسالہ معرفۃ النفس ومعرفۃ الرب ﴿۱۷۵﴾

۲۲۔ اشارات اللطائف ﴿۱۷۶﴾

۲۳۔ حل الجواہر ﴿۱۷۶۔ا﴾

۲۴۔ مراۃ المحققین ﴿۱۷۶۔ب﴾

۲۵۔ اربع انہار فی الاذکار والمراقبات ﴿۱۷۶۔ج﴾

مبدأ ومعاد

یہ رسالہ حضرت مجدد کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن میں حضرت ممدوح نے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں ۱۰۰۸ھ میں حاضر ہو کر طریقۂ نقشبندیہ کے حصول اور تقریباً دس سال بعد تک کے بعض کشوف وحقائق کو بیان کیا ہے۔ آپ کے خلیفہ محمد صدیق کشمی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے ۱۰۱۹ھ میں ان کی ترتیب کی تکمیل کی ﴿۱۷۷﴾ اور ان کو ''مِنْهَا'' کا عنوان دے کر ایک دوسرے سے ممتاز کیا جن کی مجموعی تعداد اکثر مطبوعہ نسخوں میں اکسٹھ ہے۔ ﴿۱۷۸﴾ درحقیقت یہ تعداد ساٹھ ہے مگر ان کے جامع محمد صدیق کشمی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے آخر میں اپنی طرف سے حضرت مجدد کی تحریروں میں بظاہر نظر آنے والے تضاد کے متعلق جو لکھا ہے اسے ''منها ۶۱'' لکھ دیا۔

مبدأ ومعاد کا سب سے پہلے عربی ترجمہ شیخ مراد مکی نے کیا۔ جو مکتوبات کے عربی ترجمہ ''الدر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

المکنونات النفیسہ'' کے حاشیے پر چھپا۔ برصغیر میں فارسی زبان میں مبدأ و معاد ۱۳۰۷ھ میں مطبع انصاری دہلی میں چھپی۔ ۱۳۲۰ھ میں نور احمد امرتسری نے اپنی نگرانی میں مکتبہ مجددی امرتسر سے چھپوائی۔ اسی ایڈیشن کو حکیم عبدالمجید سیفی نے ۱۳۷۶ھ میں طبع کروایا۔ ''اللہ والے کی قومی دکان'' نے مولانا احمد علی کا کیا ہوا صرف اردو ترجمہ شائع کیا۔ ﴿۱۷۹﴾ علامہ سید زوار حسین نے پانچ مختلف نسخوں کی مدد سے فارسی اردو ترجمہ یکجا شائع کیا۔ مختلف مقامات پر حواشی سے مزین کیا۔ ایک اردو ترجمہ علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے کیا جو مکتبہ نبویہ نے شائع کیا۔ اس میں بھی بعض مقامات پر مفید حواشی ہیں۔

مبدأ و معاد میں مندرج علمی نکات اور بلند پایہ معارف کا جائزہ لیتے ہوئے محمد بہاء الحق لکھتے ہیں:

''مجدد صاحب کی کتاب کو اگر ''دریا بند کوزہ'' کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کیونکہ تفصیلاً یہی مسائل دیگر کتب مثلاً مکتوبات اور معارف لدنیہ وغیرہ میں درج ہیں لیکن اعجاز یہ ہے کہ وہی مسائل بالاختصار اس کتاب میں نہایت کمال سے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس میں ایسے دقیق مسائل پر بحث کی گئی ہے کہ وہ سہل تر نظر آنے لگتے ہیں۔ اس رسالہ کو پڑھ کر مبتدی کو منزل مل جاتی ہے۔ جہلاء کو علم نصیب ہوتا ہے۔ اور بھٹکے ہوؤں کو راہ نظر آ جاتی ہے۔'' ﴿۱۸۰﴾

یہ کتاب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی زندگی کے روحانی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔

لسانی جائزہ

''فارسی زبان پر پوری قدرت ہونے کے باعث فارسی اشعار کو موزوں جگہ پر لکھ کر عنوانات کو مزید واضح کیا گیا ہے۔ ایک ایک شعر پورے مضمون کا حامل ہے مثلاً یہ شعر کئی ایک مقامات پر درج ہے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

''عنقا کسی کا شکار نہیں ہوتا۔ جال اٹھا لے یہاں ہمیشہ جال کے ہاتھ ہوا ہی آئی ہے۔''

یا یہ حقیقت

راز دروں پردہ ز رنداں مست پرس
کیں حال نیست صوفیٔ عالی مقام را

''اندرونی راز مست رندوں سے پوچھ کیونکہ بلند مرتبہ صوفی کا یہ حال نہیں ہے۔''

یا یہ شعر بھی اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے۔

اگر بادشاہ بر در پیر زن
بیاید تو اے خوجہ سبلت مکن

''اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر آئے تو حضور آپ اپنی مونچھ (ناراض ہو کر) نہ اکھاڑیں۔''

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ان عنوانات میں آیات وحدیث کا برموقع استعمال قادرالکلامی کو ظاہر کرتا ہے۔ لِیْ مَعَ اللّٰہ وَقت اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ بار بار آتے ہیں۔ مَاآتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا تقین شریعت کی غمازی کرتا ہے۔ اور ہر عنوان کے آخر میں والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر البریۃ درج ہے۔" ﴿۱۸۱﴾

قاضی محمد حمید فضلی لسانی جائزہ پیش کرتے ہوئے منہا نمبر ۴۹ کے تحت لکھتے ہیں:

"اگر کلمہ طیبہ لا الہ اللہ نمی بود، راہے بجناب قدس خداوندی جل سلطانہ کہ می نمود و نقاب از چہرۂ توحید کہ می کشود، و فتح ابواب جنات کہ می فرمود، کوہ کوہ صفات بشریہ با استعمالِ کلمۂ ایں لاکلندہ می شود و عالم عالم تعلقات ببرکتِ تکرارِ ایں نفی منتفی می گردد۔ ونفی آں الٰہ باطلہ را منتفی می سازد، واثبات آں معبود برحق را جل شانہ مثبت۔ سالک مدارج امکانی را بمدِ داد قطع می نماید، و عارف بمعارجِ وجوبی ببرکتِ اوارتقا می فرماید۔ اوست کہ از تجلیاتِ صفات می برد، واز تجلیات صفات بتجلیات ذات می رساند

تا بجاروبِ لانروبی راہ

نرسی در سرائے الا اللہ

اس عبارت کے خط کشیدہ جملوں پر غور کرنے سے ایک ادیب وہ حظ وذوق محسوس کرتا ہے جو ادبی تشنگی کی سیرابی کا حامل ہوتا ہے۔"

اسی طرح منہا نمبر ۶۰ کا اقتباس درج کرنے کے بعد اس کی ادبی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ ﴿۱۸۲﴾

اس رسالہ کی بعض عبارات سے آپ نے رجوع کیا اور بعض کی وضاحت بھی کی۔ ایک عبارت کے متعلق مکتوبات میں آپ لکھتے ہیں:

"اور نیز رسالہ مبدأ و معاد میں چند فقرے انبیائے اولوالعزم کے ایک دوسرے سے افضل ہونے کے بارہ میں لکھے گئے ہیں۔ ان کے ایک دوسرے سے افضل ہونے کے معنی چونکہ کشف والہام پر مبنی ہیں۔ اس لئے اس کے لکھنے اور فضیلت میں تفرقہ کرنے سے ندامت اور توبہ کرتا ہوں۔" ﴿۱۸۳﴾

معارف لدنیہ

یہ رسالہ ۱۰۱۵ھ/۱۰۱۶ھ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا۔ فارسی زبان کا یہ رسالہ آپ کے معارف خاصہ اور سلوک وطریقت کے اہم مباحث سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں زیادہ تر معرفتِ الٰہی کے مختلف پہلوؤں کا بیان ہے۔ اس میں شریعت وطریقت کی ہم آہنگی پر زور دیا گیا ہے۔ اور ان نام نہاد صوفیہ کی مذمت کی ہے جو شریعت کی مخالفت میں باتیں کہتے ہیں۔ کلامی مباحث کو قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کیا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

گیا ہے۔اسی قسم کے نہایت علمی معارف پر مبنی الہامی علوم کا یہ مجموعہ ۴۱ متفرق مضامین پر مشتمل ہے جن کو معرفت کا عنوان دے کر ایک دوسرے سے ممتاز کیا ہے۔اس رسالہ کا مقصود یہ تھا کہ اس کے مطالعہ کے بعد طالبانِ سلوک میں علم لدنی کے فہم کی صلاحیت نشوونما پا سکے۔

ادارۂ مجددیہ کراچی نے اردو ترجمہ مع فارسی متن شائع کیا ہے۔سید زوار حسین شاہ نے چار مختلف نسخوں کی مدد سے فارسی متن کو نہایت تحقیق سے مرتب کیا اور ترجمہ کیا۔اس رسالہ کا لسانی جائزہ قاضی حمید اللہ فضلی نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

''ان الہامی علوم ولدنی معارف کا جائزہ ادبی نکتہ نگاہ سے لیا جائے تو ہر لفظ اپنے پہلو میں ادبی تسکین کا پورا پورا لحظ وافر رکھتا ہے۔''فلا یصل الی جناب قدسه علم عالم ولا یفید فی تعریفه تعریف معرف فهو تعالی اجل من ان یدرک و اعظم من ان یعرف و اکبر من ان یعلم''﴿۱۸۴﴾

اس عربی عبارت میں اجل ، اعظم ، اکبر کے ساتھ مرکبات ان یدرک ، ان یعرف ، ان یعلم اتحاد مفہوم وتغائر الفاظ میں عجیب کیفیت کے حامل ہیں۔حاصل معرفت کے ذیل میں یہ الفاظ بھی ''دراین اسم مقدس علم مسمی مفقود است وامتیاز از جمیع ماعدا موجود'' ادبی شہپارہ ہیں۔﴿۱۸۵﴾

قاضی حمید فضلی معارف لدنیہ کی ادبی اہمیت پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ بیاں ، روحی تشخص کا مرقع معارف لدنیہ میں پوری طرح اجاگر ہے۔''﴿۱۸۶﴾

سید خورشید حسین بخاری اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:

''مسائل کے پیشِ نظر بیان اگرچہ خشک ہے لیکن اندازِ تحریر نے اسے دلچسپ بنا دیا ہے۔عبارت میں جابجا عربی عبارت کے ٹکڑے آجاتے ہیں۔بلکہ بعض معارف تو عربی میں ہی ہیں۔مثلاً معرفت ۳۲،۳۳،۳۴، ۳۹،۴۱﴿۱۸۷﴾

رَدِّ رَوافض

ماوراء النہر کے علماء نے روافض کے رد میں ایک رسالہ لکھا۔شیعہ علماء نے اس رسالہ کا جواب لکھا۔حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ حضرات کے اس جوب کا رد لکھا۔﴿۱۸۸﴾ یہ رسالہ عبداللہ خان نے ایران میں شاہ عباس کے پاس بھیجا تو علمائے شیعہ نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد لکھا کہ اب اس رسالہ پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔﴿۱۸۹﴾اس کا نام رد مذہب شیعہ بھی بتایا جاتا ہے۔

یہ رسالہ فارسی میں لکھا گیا لیکن اپنے نکتہ نظر کی تائید میں کثرت سے روایات واحادیث ہیں، جو عربی میں ہیں۔ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نے ''تائید اہل سنت'' کے نام سے فارسی متن اور اردو ترجمہ چھپوایا ہے۔ان کے بقول یہ رسالہ ۱۰۰۱ھ میں لکھا گیا۔﴿۱۹۰﴾

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۴۴ھ میں شیخ ابو طاہر کردی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے اس کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عربی ترجمہ کیا اور اس میں اضافہ جات بھی کئے۔ فاضل مترجم نے صرف ترجمہ کرنے پر اکتفاء نہیں کی بلکہ نہایت مفید تشریحی اور تنقیدی نوٹ بھی جگہ جگہ شامل کر دیئے ہیں۔ بعض جگہ مترجم نے مصنف سے اختلاف بھی کیا ہے۔ بعد ازاں شاہ عبدالعزیز نے ترجمہ کی مزید تشریح کی ہے اور بعض جگہ اپنے والد کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے اتفاق کیا ہے جس کا اظہار اصل کتاب میں ہے۔ ﴿۱۹۱﴾

شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی نے ''المقدمة السنية في الانتصار للفرقه السنية'' کے نام سے ۱۹۸۳ء میں اسے شائع کیا۔ ﴿۱۹۲﴾

اگرچہ اس رسالے کے بعض مضامین مکتوبات کے دفتر اول کے مکتوب ۱۸۰ اور ۲۰۲ میں بھی ملتے ہیں۔ ﴿۱۹۳﴾

لیکن اس رسالے سے شیعہ حضرات کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات ونظریات سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ اس میں آپ نے بڑی وضاحت کے ساتھ اپنے نکتہ نظر کو بیان کیا ہے۔ اور اس کی تائید میں رسالے کو جا بجا آیاتِ قرآنی اور احادیث سے مزین کیا ہے۔ جو عربی میں ہیں اسی طرح اکابر صوفیہ اور علمائے کرام کے اقوال بھی رسالے میں مناسب مواقع پر درج کئے ہیں۔ ﴿۱۹۴﴾

ابوالحسن زید فاروقی اس رسالہ کے ایک قلمی نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس میں کچھ اضافہ ہے۔ جو مطبوعہ نسخوں میں نہیں جن میں حضرت خواجہ خسرو کے تیرہ اشعار بھی ہیں۔ ﴿۱۹۵﴾ یہ رسالہ اپنے موضوع پر نہایت مدلل ومتوازن تصنیف ہے۔

حواشی شرحِ رباعیات

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے شریعت وطریقت اور معرفت وحقیقت کے سلسلہ میں نہ صرف نثر میں بہت کچھ تحریر فرمایا بلکہ نظم واشعار میں بھی بہت سے اسرار ورموز بیان فرمائے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۰۷ھ میں اپنی دو رباعیات کی شرح خود تحریر فرمائی تھی۔ اس پر حواشی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھے۔ محققین نے اس کا نام شرح رباعیات ہی لکھا مگر خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے رباعیات کی شرح کے حواشی کہا ﴿۱۹۶﴾ درحقیقت حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصل رسالہ کا نام سلسلۃ الاحرار ہے جو شرح رباعیات کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ﴿۱۹۷﴾ حضرت مجدد نے بھی اس کا یہی نام لکھا ہے۔ ﴿۱۹۸﴾

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ان حواشی کی تحریر کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک روز رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر سے گزرا اور اس کے مطالعہ سے میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کروں کہ آپ خود اس رسالہ کے علوم کے بارہ میں کچھ تحریر فرمائیں یا اس فقیر کو حکم فرمائیں تاکہ بندہ اس سلسلہ میں کچھ لکھ سکے۔ یہ خیال کافی قوت پکڑ گیا، تو اس کے ساتھ ہی اس مسودہ سے متعلق مزید علوم کا فیضان ورود ہوا۔ بہر حال اس رسالہ کے بعض علوم کی وضاحت ہوئی۔ اگر اس مسودہ کو تکملہ تصور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کرلیں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔اور اگر بعض اقتباسات کو منتخب کر کے اس رسالہ سے ملحق کر دیں۔تو یہ صورت بھی ٹھیک ہے۔'' ﴿۱۹۹﴾ گویا یہ حواشی حضرت باقی باللہ نے بھی ملاحظہ فرمائے۔

اس رسالہ کے علوم و معارف کے متعلق آپ میر محمد نعمان رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کو لکھتے ہیں:

''دوسرا یہ ہے کہ اس سال میں بہت علوم بلند اور معارف ارجمند ظہور میں آئے ہیں۔ان میں دو مسودوں کو اخوند مولانا محمد امین ہمراہ لائے ہیں ان میں ایک مسودہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کی ان بعض رباعیوں کی شرح کے حل میں ہے۔جو فیروز آبادی دوستوں کی قراءت کے وقت لکھا گیا ہے۔اس رسالہ میں توحید آمیز علوم ان رباعیات میں مناسب مقامات پر درج ہیں۔علماء اور وحدت وجود کے قائل صوفیہ کے درمیان تطبیق دی ہے۔'' ﴿۲۰۰﴾

حضرت خواجہ باقی باللہ رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کی دو رباعیاں درج ذیل ہیں:

۱۔گویند وجود کون،کون ست وحصول
نورے بجز از کون نکردہ است قبول
واللہ کہ دریں پردہ لسان الغیب ست
بر طبق قواعد ست و بر فق اصول

۲۔شناس کہ کائنات رو در عدم اند
بل در عدم ایستادہ ثا بت قدم اند
وین کون معلق از خیال و وہم است
باقی ہمگی ظہورِ نورِ قدم اند ﴿۲۰۱﴾

ترجمہ:

۱۔ ''کہتے ہیں وجود کون،کون وحصول ہے۔وہ نور کون کے علاوہ کچھ قبول نہیں کرتا۔ اللہ ﷻ کی قسم لسان غیب پردے میں نہاں ہے۔یہ جملہ قواعد واصول کے مطابق ہے۔''

۲۔ ''تو جان لے کہ یہ خلق عدم کی طرف مائل ہے یعنی عدم میں ہی قدم جمائے ہے۔یہ کون کیا چیز ہے؟ محض وہم وخیال ہے۔باقی سب نورِ قدم کے مظہر ہیں۔''

''یہ پہلی تصنیف ہے جو حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رَحمۃُ اللہ عَلَیہ سے بیعت کرنے کے بعد لکھی ہے۔چنانچہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کی طرف سے یہ بہترین نذرانہ عقیدت ہے جو حضرت خواجہ باقی باللہ رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔اس سے آپ کے صوفیانہ عقائد و خیالات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اور آپ کے ذہنی و عرفانی ارتقا کا پتا بھی چلتا ہے۔'' ﴿۲۰۲﴾

شرح رباعیات کے مترجم ثناء الحق صدیقی اردو ترجمہ کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''کہنے کو یہ تحریریں صرف تین [دو؟] رباعیات کی تشریح وتوضیح پر مشتمل ہیں لیکن حقیقتاً ان میں زندگی کے بعض حقائق اور تصوف کے بعض بنیادی مسائل کو واضح کیا گیا ہے۔ذات وصفات خداوندی اور کائنات کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تعلق کو مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا ہے۔ اور کون، حصول، وجود، ثبوت، تنزلات، تعینات، ماہیات، اعیان ثابتہ، تجدد امثال، ہمہ اوست، اور ہمہ از اوست جیسی دقیق اصطلاحوں کو عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔" ﴿۲۰۳﴾

رسالۂ تہلیلیہ

اس کا نام رسالہ تحقیق در کلمہ طیبہ بھی ہے۔ اور اسے اسرارِ توحید بھی کہا جاتا ہے ﴿۲۰۴﴾ نیشنل میوزیم کے قلمی نسخہ میں اس کا نام شرح رسالہ لا الٰہ الا اللہ دیا گیا ہے ﴿۲۰۵﴾ یہ کلمہ طیبہ کی عربی زبان میں مکمل تفسیر ہے۔ یہ رسالہ ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء میں تصنیف کیا گیا۔ اس دور میں اکبری بدعات اپنے عروج پر تھیں۔ چونکہ یہ رسالہ علماء کے ساتھ ساتھ عوام الناس کے لیے لکھا گیا تھا۔ اس لئے اس کا انداز بیاں نہایت آسان اور سہل ہے۔ انداز بیاں اور طریق استدلال سے آپ کے علمی مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"اس کو تصوف اور طریقت کا مختصر رسالہ کہا جا سکتا ہے۔ کلمہ طیبہ کے جزو اول یعنی لا اِلٰہَ اِلاّ اللّٰہ کے سلسلہ میں وجودِ باری اور ذاتِ باری کے مباحث یعنی فلسفۂ الٰہیات کو کمال بالغ نظری سے پیش کیا گیا ہے اور جزو دوم رسالتِ محمدی ﷺ کے فضائل و کمالات کو بڑے عالمانہ انداز میں لکھا گیا ہے۔" ﴿۲۰۶﴾

یہ رسالہ بعض موضوعات و بیانات کی وجہ سے اثبات النبوۃ سے مشابہت رکھتا ہے لیکن مضمون اور نوعیتِ مباحث کی جہت سے دونوں کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔

اثبات النبوۃ

یہ رسالہ قریباً ۹۹۰ھ میں آگرہ میں بزبانِ عربی تحریر کیا گیا۔ اس وقت آپ تکمیل علوم کے بعد علومِ ظاہرہ کی درس و تدریس میں مشغول تھے۔ اور آپ کی عمر ۱۸-۱۹ سال تھی۔ اس رسالہ میں آپ نے عالمانہ شان اور ادیبانہ انداز میں اس سوال کا جواب دیا ہے۔ کہ انسان کی رہنمائی کے لئے عقل کافی ہے یا نبی کی ضرورت بھی ہے۔ علاوہ اس کے معجزہ کے بارہ میں بحث کی گئی ہے ﴿۲۰۷﴾ آپ کے مخاطب ابوالفضل اور فیضی جیسے عقلیت پسند لوگ تھے۔ اس لئے اس رسالہ میں امام رازی، جالینوس، جاحظ جیسے فلاسفہ کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں یہ رسالہ اکبری عہد کی خرافات، جن کا ذکر بدایونی نے کیا ہے، کی بہترین تصدیق ہے۔ لیکن بدایونی کی تصنیف کی بہ نسبت حضرت مجدد کا رسالہ متانت، اختصار، علمیت اور جامعیت کا مرقع ہے۔" آپ نے اس رسالے میں اپنے عہد کی سیاست کے کھوکھلے پن کو طشت از بام کیا۔ اور مثبت اور دل نشین انداز میں نبوت کی اہمیت و ضرورت اور افادیت کو پیش کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صاحبانِ فہم و فراست نہ صرف قائل ہو گئے بلکہ یہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فکر اتنا قوی اور موثر ہو گیا کہ شاہ جہان نے تخت نشیں ہوتے ہی ۱۴ فروری ۱۶۲۸ء/ ۱۰۳۷ھ کو لوگوں کو یہ یقین دلایا کہ اس کی حکومت کی اساس و حاکمیت اللہ تعالیٰ کی اور آنحضرت ﷺ کی شریعت پر مبنی ہوگی۔ سکے پر پہلے دو کلمے اور خلفائے راشدین کا نام تحریر کرنا بھی ایک خاص ذہنیت اور طرزِ فکر کے غلبہ کے رجحان کا مظہر ہے۔" ﴿۲۰۸﴾

اس رسالہ کے علمی مقام و مرتبہ کے بارے میں سید خورشید حسین لکھتے ہیں:

"سترہ سال [اٹھارہ؟] کی عمر میں میدانِ تصنیف و تالیف میں نووارد اور عرصہ تدریس میں کم تجربہ ایسے عوامل ہیں کہ ایک مصنف سے ایسے علمی معیار کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ جیسا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالے میں نظر آتا ہے۔ یہ خداداد ذہانت اور فطری ذکاوت کا نتیجہ ہے کہ ایک اہم علمی اور دینی مسئلے کو سلجھانے اور اسے عوام الناس کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تمام نکات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ موضوع کے اعتبار سے تحریر میں بحث و مناظرہ کی رنگ آمیزی یقینی تھی لیکن اس کے باوجود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پایہ ثقاہت اور فصاحت و بلاغت سے گرنے نہیں پائی۔ آپ نے جذباتیت کی بجائے فکر بلند کا معیار برقرار رکھا ہے۔ اور اپنی باقی تصانیف کی طرح فصیح و بلیغ اندازِ بیان میں اپنے موقف کو وضاحت اور قوی دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔

مکاشفاتِ غیبیہ

یہ رسالہ آپ کی ایسی تحریروں پر مشتمل ہے جو آپ نے مختلف اوقات میں لکھیں۔ ان تحریروں کو آپ کے بعض خلفاء نے محفوظ کر لیا تھا۔ انہیں خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۵۱ھ میں جمع کرنا شروع کیا ﴿۲۰۹﴾ ان تحریروں کو مکاشفہ کے عنوان سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ مکاشفات کی کل تعداد انتیس ہے۔ رسالہ کے آخر میں چالیس متفق علیہ احادیث ہیں۔ ان کے علاوہ پانچ احادیث فضائلِ شیخین ؓ اور سات فضائلِ حضرت عمر ؓ سے متعلق ہیں۔

مکتوبات

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامِ تحقیق و اجتہاد کا سب سے بڑا مظہر مکتوبات ہیں۔ یہ مکتوبات اس عہد کی دینی، اعتقادی اور فکری تاریخ بھی ہیں اور شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی و اصلاحی افکار کا آئینہ بھی۔ معانی و بیان، پند و موعظت، ارشاد و تلقین اور ترغیب و ترہیب کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کی جامع تفصیل ان مکتوبات میں درج نہ ہو۔ اس سلسلہ میں سید محمد میاں لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''اسی الف ثانی کے مجدد حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ ہیں جن کے علوم و معارف نے ابنائے کفر و ضلال میں تہلکہ مچادیا اور جن کی نور پاش ہدایتوں نے تاریک سینوں کو منور کر دیا۔ حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کی تعلیمات کو دیکھو اور سب گوشے سامنے نہ آ سکیں تو ایک مکتوبات ہی پر نظر ڈالو کہ علوم ظاہر و باطن کا ایک سمندر ہیں جس کی تہ کا کہیں نشان نہیں ملتا اگر ایک طرف قلب و روح کے مخفی مقامات کا پردہ فاش ہو رہا ہے تو دوسری طرف حقائق شرعیہ اور اسرار فقہیہ منصۂ شہود پر آتے جا رہے ہیں اگر ایک طرف کتاب روح کے غیر محسوس اوراق الٹ رہے ہیں تو دوسری طرف ہدایۃ و توضیح کے علمی مقامات کھل رہے ہیں اگر ایک طرف رجالِ غیب سے رابطہ کا ذکر ہے تو علماء و طلباء کی محبت کے جذبات بھی انہیں مکتوبات سے ہویدا ہو رہے ہیں۔ جہاں علم کی موجیں اٹھ رہی ہیں وہیں خوارق و کرامات کا سمندر بھی امنڈ رہا ہے۔'' ﴿۲۱۰﴾

ان خطوط کے مخاطبین میں امراء، علماء، صوفیہ اور آپ کے تلامیذ و اعزہ شامل ہیں۔ مکاتیب کے مخاطبین مخلوط ہیں۔ ایسا نہیں کہ ایک مخاطب کے نام تمام خطوط یکجا مل جائیں۔ حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے خطوط تین جلدوں یا دفاتر پر مشتمل ہیں:

دفتر اول:

یہ ۳۱۳ مکتوبات پر مشتمل ہے۔ اور درالمعرفت کے نام سے موسوم ہے۔ یہ ۱۶۱۶ء/۱۰۲۵ھ میں قلعہ گوالیار میں محبوس ہونے سے تین برس قبل جمع ہوا۔ اور انہیں خواجہ یار محمد بدخشی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے جمع کیا۔ دفتر اول کے مکتوبات میں آپ نے تصوف کے تمام مقامات و احوال مثلاً عروج و نزول، فنا و بقا، مراقبہ و مشاہدہ، جذب و سلوک، جلال و جمال، ذات و صفات حق تعالیٰ، مقام عبدیت اور سیر الی اللہ وغیرہ کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے ﴿۲۱۱﴾

دفتر دوم:

دوسرے دفتر میں اسمائے حسنیٰ کے مطابق ۹۹ مکتوبات درج ہیں اور یہ نور الخلائق کے نام مشہور ہیں۔ ۱۶۱۹ء میں انہیں خواجہ عبدالحیٔ نے جمع کیا۔ اس دفتر میں اگرچہ خطوط کی تعداد کم ہے لیکن اکثر بڑے مفصل ہیں۔ ان میں اسلامی نظریات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

دفتر سوم:

یہ دفتر قرآن کی سورتوں کے مطابق ۱۱۴ مکتوبات پر مشتمل ہے۔ اس دفتر کی ترتیب و تدوین کا کام میر محمد نعمان رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے شروع کیا۔ اور تکمیل خواجہ محمد ہاشم رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے ۱۶۲۲ء میں کی۔ ان میں وہ مکاتیب بھی شامل ہیں جو اس وقت لکھے گئے جب حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ قلعہ گوالیار میں قید تھے یا لشکر شاہی کے ہمراہ تھے۔ یہ دفتر معرفت الحقائق کے نام سے موسوم ہے۔ بعد میں دس مکاتیب کا اضافہ ہوا۔ اس طرح کل تعداد ۱۲۴ ہو گئی۔ اس دفتر میں تصوف کے مباحث شریعت کے مباحث سے کم ہیں ﴿۲۱۲﴾

اس طرح یہ کل ۵۳۶ مکتوبات ہیں۔ اور مکتوب الیہم کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ یہ خطوط مختلف افراد کو مختلف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

موضوعات اور مسائل پر لکھے گئے ہیں لیکن نفس مضمون کے اعتبار سے دوسرے افراد کے لیے بھی دلچسپی کا باعث ہیں۔تقریباً دو تہائی مکتوبات آپ سے پوچھے گئے سوالوں کے جوابات کی صورت میں ہیں۔تقریباً نصف خطوط بیس سے کم سطروں کے ہیں تاہم کچھ بیس صفحات پر بھی مشتمل ہیں۔﴿۲۱۳﴾ آپ کی زندگی میں ہی ان مکتوبات کو بڑی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ نہ صرف برصغیر بلکہ عالم اسلام کے علمی، اور روحانی مراکز ایران، توران اور بدخشاں وغیرہ میں ان کے نسخے بڑی تیزی سے پھیل گئے ﴿۲۱۴﴾ آپ نے خود اپنے مریدوں کو ان کے مطالعہ کی تلقین کی ﴿۲۱۵﴾ بعض مکتوبات میں ضمناً نجی معاملات بھی زیر بحث آ گئے ہیں ﴿۲۱۶﴾ بعض حضرات کی سفارش بھی کی گئی ہے ﴿۲۱۷﴾ لیکن ایسا شاذ ہے۔ یہ مکتوبات تاریخی واقعات، تحقیقی نکات، علمی بیانات، رموز طریقت، بیعت وارادت پر گفتگو، علم وعمل کے متعلق مسائل، حدیث وتفسیر کے مختلف پہلو، فقہی احکام اور بہت سے نوادر کا دلچسپ انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ایک ہی مکتوب میں کئی عنوانات کے تحت تحقیقات پیش کی گئی ہیں۔ایک عنوان کے تحت مکتوبات کم ہیں۔ مکاتیب کے اس مجموعہ میں بعض اوقات نادر تحقیقات، سالہا سال کے مطالعہ کا نچوڑ اور طویل تدریسی تجربہ کا ماحصل مل جاتا ہے جو بڑی بڑی ضخیم کتابوں اور مشہور ومتداول شروح وحواشی میں نہیں ملتا۔

مکاتیب کے اس خاص انداز کو دیکھ کر سید عبدالحکیم نے لکھا ہے:

''کتاب اللہ اور احادیث نبویہ کے بعد کتب اسلامیہ میں سب سے افضل کتاب امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات ہیں۔'' ﴿۲۱۸﴾

جامع ازہر کے ایک عالم نے ان مکاتیب کے مطالعہ کے بعد کہا:

''سبحان اللہ! کیا گنجینۂ اسرار ومعارف ہے۔'' ﴿۲۱۹﴾

یہی وجہ ہے کہ مابعد کے مفسرین، محدثین، فقہائے کرام نے کلام مجدد سے خوشہ چینی کی اور اسے حرف آخر کے طور پر پیش کیا۔مکتوبات شیخ یحییٰ منیری ﴿۲۲۰﴾ اور مکتوبات امام ربانی کا علمی وفکری اعتبار سے موازنہ کرتے ہوئے شمس بریلوی رقم طراز ہیں:

''شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات اور امام ربانی قدس سرہٗ کے مکتوبات تصوف کی بلند پایہ اور گراں مایہ تصانیف کے مقابل رکھے جا سکتے ہیں۔اپنی کثرت وتنوع موضوعات اور تشریح وتصریح کے لحاظ سے یہ مکتوبات (امام ربانی) زیادہ وقیع اور جامع ہیں۔امام ربانی کی حیات سے لے کر اس لمحہ تک ان کی قبولیت میں سرمو فرق نہیں آیا۔ بلکہ روز افزوں ہے۔ جو نتیجہ ہے اس کا کہ ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد'' ﴿۲۲۱﴾

مکتوبات سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے علم وعرفان کے ارتقا کی منزل کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔ مکاتیب میں ایک جگہ آپ نے مبدأ ومعاد کی ایک عبارت سے رجوع کا اعلان کیا ﴿۲۲۲﴾ اسی طرح بعض کشفی تحقیقات سے رجوع کا اعلان فرمایا۔اور بعض کشفی مشاہدات پایان عمر میں ابتدائی مشاہدات سے قدرے مختلف یا واضح ہو گئے ﴿۲۲۳﴾ مکتوبات میں مکتوبات ہی کے بعض تحقیقی مقامات کی دوبارہ کسی کے استفسار پر وضاحت بھی کی گئی ہے ﴿۲۲۴﴾ اسی طرح مبدأ ومعاد کی بعض عبارات کے مفاہیم کی تشریح بیان کی گئی ہے ﴿۲۲۵﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مکتوبات کے اکثر مضامین تک عوام تو کجا خواص کی بھی رسائی نہیں۔شارح مکتوبات مولوی نصراللہ لکھتے ہیں:

''اکثر دانش مندانِ جہاں در حل آں عاجز شد'' ﴿۲۲۶﴾

اسی لئے بعض صاحبان توفیق نے ان کی شروح لکھنے کا اہتمام بھی کیا مثلاً مولوی ضیاءاللہ، خواجہ عبداللہ وحدت، شاہ عبدالرحیم گرہوڑی، مولانا محمد منظور احمد مکان شریفی، اور مولوی نصراللہ کابلی، وغیرہ ﴿۲۲۷﴾ ان دنوں گوجرانوالہ کے علامہ سعید احمد مجددی اردو میں مکتوبات کی عام فہم شرح لکھ رہے ہیں جو ان کے رسالہ تنظیم الاسلام میں شائع ہو رہی ہے۔

حضرت مجدد کے بعد جن مجددی بزرگوں نے مکتوبات لکھنے کا التزام کیا انہوں نے بھی آپ کے بعض مکتوبات کے مطالب کو واضح کیا ہے جیسے مکتوباتِ سعیدیہ ﴿۲۲۸﴾، مکتوباتِ معصومیہ ﴿۲۲۹﴾، مکتوباتِ مظہر جانِ جاناں ﴿۲۳۰﴾، مکتوباتِ شاہ غلام علی دہلوی ﴿۲۳۱﴾ وغیرہ۔ بعض نے کسی ایک مکتوب کو موضوعِ سخن بنا کر اس کی تشریح کی جیسے محمد ادریس کاندھلوی کی کتاب ''عقائد الاسلام'' دفتر اول کے مکتوب ۲۶۶ کی تفصیل و تشریح ہے۔

مکتوبات امام ربانی اسلامی فکر و نظر کے عکاس ہیں۔ان کی اس معنویت کے پیشِ نظر ہر دور میں ہر علاقے کے لوگ ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔اسی بنا پر مختلف زبانوں میں ان کے تراجم بھی ہوئے۔محمد مراد المنز لوی نے مکتوبات کا عربی ترجمہ ''الدرر المکنونات النفیسہ'' کے نام سے کیا اور اس کا انتخاب حسین حلمی ایشیق نے استنبول سے شائع کیا ﴿۲۳۲﴾ انہیں اقتباس سے محمود عبدالروف القاسم نے اپنی کتاب ''الکشف حقیقۃ الصوفیۃ'' میں دیئے ﴿۲۳۳﴾۔ مستقیم زادہ سلیمان اور حسین حلمی ایشیق نے ترکی میں ترجمہ کیا ﴿۲۳۴﴾ ڈاکٹر فضل الرحمن نے مکتوبات کے منتخبات کا انگلش ترجمہ ۱۹۶۸ء میں شائع کیا ﴿۲۳۵﴾ علاوہ ازیں حسین حلمی ایشیق کی شائع کردہ کتاب The Religion Reformers in Islam میں بہت سے مکتوبات کا انگلش زبان میں ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔ ﴿۲۳۶﴾ Dr Sergio Ujcich M.D. نے ''شریعت اور تصوف'' کے حوالے سے مکتوبات امام ربانی سے استفادہ کر کے اطالوی زبان میں ۳۷ صفحات پر محیط رسالہ شائع کیا ہے۔ ﴿۲۳۷﴾

اردو زبان میں متعدد مکمل و نامکمل تراجم شائع ہوئے۔ پہلا ترجمہ مولانا قاضی عالم الدین نے کیا جس کو مکتبہ مدینہ نے شائع کیا ﴿۲۳۸﴾ اسی طرح مولانا عبدالرحیم کلاچوی ﴿۲۳۹﴾، محمد سعید احمد نقشبندی ﴿۲۴۰﴾ نے بھی اردو ترجمہ کے ساتھ بعض مقامات پر عمدہ حواشی لکھے ہیں۔قاضی حمید احمد فضلی کا ترجمہ ماہ نامہ فیض شیر گڑھ میں شائع ہو رہا ہے۔ان کے علاوہ دیگر احباب نے بھی اردو تراجم اور خلاصہ جات تحریر کئے ہیں۔ ﴿۲۴۱﴾

ان معرکۃ الآرا مکتوبات کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی کام بھی کیا گیا ہے۔اس سلسلہ میں درج ذیل نام زیادہ معروف ہیں:

محمد اقبال مجددی ﴿۲۴۲﴾، ڈاکٹر سراج احمد، بابر بیگ مطالی، انصاراللہ، پروفیسر عبدالباری صدیقی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۲۴۳﴾، محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری ﴿۲۴۴﴾، علامہ محمد سعید نقشبندی ﴿۲۴۵﴾، آبادشاہ پوری ﴿۲۴۶﴾، ملک حسن علی جامعی ﴿۲۴۷﴾، اقبال احمد فاروقی ﴿۲۴۸﴾، غلام مصطفیٰ مجددی ﴿۲۴۹﴾، میاں جمیل احمد شرق پوری ﴿۲۵۰﴾، ڈاکٹر مسعود احمد ﴿۲۵۱﴾، سالم عبداللہ (امریکہ) ﴿۲۵۲﴾، عبداللہ جان مجددی ﴿۲۵۳﴾، مرتضیٰ حسین ﴿۲۵۴﴾، محمد ظفر علی رضوی ﴿۲۵۴-۱﴾،

مکتوبات کے دقیق معارف عام فہم انداز میں عوام الناس تک پہنچانے کے لیے اور خانقاہوں میں صوفیہ نے راہِ سلوک کے شناوروں کے لئے ان مکتوبات کے درس کا اہتمام بھی کیا۔ خواجہ محمد معصوم رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے بارہ میں سید محمد میاں لکھتے ہیں:

''تفسیر وحدیث کے علاوہ حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے مکتوبات کا درس بھی آپ دیتے تھے۔ اور اس کے دقیق مضامین کو شرح وبسط سے بیان کرتے اور شبہات کا حل فرماتے۔'' ﴿۲۵۵﴾ شاہ غلام علی دہلوی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے مسلسل ۴۵ سال مکتوبات کا درس دیا ﴿۲۵۶﴾ خواجہ زبیر سرہندی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نمازِ عصر کے بعد درس دیتے تھے ﴿۲۵۷﴾۔ مولانا برکات احمد بہاری رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے بارے میں مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ وہ عصر کے بعد مکتوبات کا درس بھی دیتے۔ ﴿۲۵۸﴾

مولانا محمد نور الدین نقشبندی (م ۱۹۵۵ء) شکر گڑھ کی مختلف مساجد میں مکتوبات کا درس دیا کرتے تھے۔ ﴿۲۵۹﴾ مولانا سعید مجددی گوجرانوالہ میں مکتوبات کا درس دیتے ہیں۔

مکتوبات کا ادبی ولسانی جائزہ

سید زوار حسین نے مکتوبات کا ادبی جائزہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

''حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے مکتوبات نہ صرف تصوف بلکہ پورے علوم ومعارف اور نکات واسرار کے عالم گیر ذخیرے میں خاص امتیاز رکھتے ہیں اور نئی تاثیر، ادب وانشاء کی قوت، برجستگی، اور روانی کے لحاظ سے پورے فارسی ادب میں نہایت بلند پایہ مقام رکھتے ہیں۔'' ﴿۲۶۰﴾

آپ نے ان مکتوبات میں مکتوب نگاری کے تمام اصولوں کو نہایت احسن انداز میں اپنایا ہے۔ اور مکتوب الیہم کی علمی قابلیت اور فہم وادراک کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مکاتیب جو حضرت خواجہ باقی باللہ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ یا صاحبزادگان کے نام ہیں ان میں بالخصوص صوفیانہ اصطلاحات کی کثرت ہے۔ ڈاکٹر شیخ اکرام انہی امور کے پیش نظر لکھتے ہیں:

''شیخ مجدد رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ بڑے بلند پایہ اہل قلم تھے اور خط لکھتے وقت مکتوبات کی انشائی خوبیوں پر بھی نظر رکھتے تھے۔ ان خطوط میں بیشتر علمی اور دینی مسائل ہیں اور ان کے لئے وہی عالمانہ طرزِ تحریر اختیار کیا گیا ہے۔ جس میں زیادہ سے زیادہ معانی کم سے کم مفہوم میں ادا ہو جائیں۔ وہ اربابِ تصوف کی مروجہ اصطلاحیں کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ اور جو لوگ ان سے ناواقف ہیں انہیں بعض مطالب سمجھنے میں دقت ہوتی ہے۔ لیکن عام طور پر ثقیل الفاظ کم ہیں اور بالخصوص ان مکتوبات میں جو عقائد کی توضیح میں یا مبتدیوں اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نوجوانوں کو لکھے گئے ہیں ان میں زبان بڑی سلیس اور عام فہم ہے ﴿۲۶۱﴾ جب امرائے وقت کو لکھتے ہیں تو انداز عالمانہ کی بجائے ناصحانہ ہو جاتا ہے۔ ان میں استغناء اور بے نیازی کی وہی شان ہے جو ایک شیخ اور مرشد کے مکتوب میں ہونی چاہئے۔ ان مکاتیب میں انہی امراء کے اعمال پر محاسبہ بھی ہے تنبیہات بھی ہیں۔ اور عقائد باطلہ یا فاسد خیالات کی تردید بھی قوت اور زور کے ساتھ کی گئی ہے۔ ﴿۲۶۲﴾ صاحبزادگان کو جو خطوط قید شاہی کے دوران لکھے وہ پدرانہ شفقت کا آئینہ دار ہیں۔

بعض اوقات اپنا موقف مثالوں سے بھی سمجھاتے ہیں۔ حسب موقع حافظ، رومی سعدی اور مولف خود اپنے فارسی اشعار کے علاوہ قرآنی آیات، بزرگان دین کے اقوال اور عربی اشعار و محاورات بھی نقل کرتے ہیں اسی بناء پر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

"مکتوبات کا انداز علمی بھی ہے اور واعظانہ و خطیبانہ بھی، زبان شیریں اور مؤثر ہے۔ اور اسلوب نہایت سلجھا ہوا ہے۔" ﴿۲۶۳﴾

مکتوبات کی اہمیت و اثرات

۱۔ ان مکاتیب کی بدولت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ لشکر شاہی، دربار اور شاہی خاندان میں ایسا مؤثر عنصر تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جس نے آگے چل کر مملکت کے نظام کو پوری طرح اسلامی شریعت کے سانچے میں ڈھالا۔ اسی وجہ سے مکاتیب کا پانچواں حصہ امراء اور عمائدین سلطنت کے نام ہے۔ اسی لئے یوحنا فرائیڈ مین نے کہا ہے کہ آپ کے خطوط سے ہندوستان میں مسلم طرز فکر کو ارتقاء نصیب ہوا۔ ﴿۲۶۴﴾

۲۔ ملائشیا کے حامد الگر نے اپنے آرٹیکل میں مکتوبات کے اثر کو یوں بیان کیا ہے:

"The Maktubat of Sirhindi came to replace the focus of Ibn-e-Arabi as a text for study and mediation."

۳۔ ان مکتوبات نے اس وقت فاصلاتی تعلیم کا تصور پیش کیا جب دنیا میں کہیں بھی فاصلاتی نظام کا تصور موجود نہ تھا۔ آج دنیا میں یہ نظام رواج پا رہا ہے۔ پاکستان میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی فاصلاتی نظام کے ذریعے علم کے فروغ کے لیے کام کر رہی ہے۔ ﴿۲۶۵﴾ اسی طرح میڈیا سے استفادہ کا تصور بھی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔ انہی وجوہات کی بناء پر علامہ منظور نعمانی نے مکتوبات کو غیر اخباری زمانے میں "مجددی گزٹ" کہا ہے۔ ﴿۲۶۶﴾

۴۔ آپ کے مکتوبات کی حیثیت فی الحقیقت نجی نہ تھی بلکہ درحقیقت وہ تبلیغ و اشاعت کا ایک نہایت منظم اور موثر سلسلہ تھا۔ اس سلسلہ کے ذریعے آپ نے فتنہ رفض کی بڑی روک تھام کی۔ اور اس وقت کے حالات کو پیش نظر رکھ کر وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف متوجہ نہ ہوتے تو اکبری الحاد سے جو مسلمان بچے تھے ان میں اسے اکثر شیعیت کے جال میں پھنس چکے ہوتے۔ ﴿۲۶۷﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کتب مجدد کا مجموعی ادبی ولسانی جائزہ

عہدِ مجدد میں فارسی نظم ونثر اپنی بے مثال تاب ناکیوں کے ساتھ ادبی افق پر جلوہ گر تھی۔ مرصع اور مسجع عبارت آرائی فارسی نثر میں رواج پا چکی تھی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس اسلوب کو اختیار کیا لیکن تکلف آرائی سے پرہیز کیا۔ آپ کی تصانیف کی زبان تعقید سے مبراء، واضح اور سہل ہے۔ انداز بیان نہایت شستہ اور عین اسلامی ہے۔ مکتوبات کا آغاز حمد وصلوٰۃ سے ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف میں جس شخص کا ذکر آئے اس کے مقام ومرتبے کے مطابق القاب بھی درج کرتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ادبی ذوق کا سبب واضح کرتے ہوئے قاضی حمید فضلی لکھتے ہیں:

''چونکہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بقیہ طیبتِ نبوی کا مرقع تھے۔ اس لئے حضور ﷺ کی ادبی خصوصیات کا حامل ہونا حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خمیر میں تھا۔ جس طرح بدعات سے آپ کو نفرت تھی اسی طرح اظہار مدعا میں بھی آپ کا جوامع الکلام کا مظہر ہونا طینت نبوی کے بقیہ کا تقاضہ سمجھنا ضروری ہوگا۔'' ﴿۲۶۸﴾

تصانیف مجدد کا ادبی جائزہ پیش کرتے ہوئے پروفیسر خورشید حسین بخاری لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف ادبی لحاظ سے بہت بلند مرتبہ ہیں۔ حضرت مصنف کو معلوم ہے کہ وہ ایسے مسائل پر گفتگو کر رہے ہیں جن کا تعلق الٰہیات اور مذہب سے ہے لیکن ان کے مخاطب اکثر تصانیف میں عوام الناس ہیں چنانچہ ایسے مسائل بیان کرتے ہوئے اس بات کو ملحوظ رکھتے ہیں کہ زبان زیادہ مشکل نہ ہو۔ اور تراکیب ایسی استعمال کی جائیں جو ادق یا عسیر الفہم ہوں۔ چنانچہ آپ کی تصانیف میں اس سے لطافت پیدا ہوگئی ہے اور جملوں کی دروبست کی برجستگی اور تشبیہات کے برمحل استعمال سے آپ کی تحریر میں ایک شان اور دل آویزی آ گئی ہے۔ اس کے ساتھ عربی جملوں، احادیثِ نبوی اور قرآنی آیات کی آمیزش نے عبارت میں دل کشی پیدا کر دی ہے۔ ناقدین ادب نے اٹھارہویں، انیسویں صدی کی ایک ادبی اور رومانوی تحریک کی جو خصوصیات بیان کی ہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اپنی جاذبیتِ بیان، شیرینیٔ زبان، طرزِ تحریر، نفس مضمون اور شوکت الفاظ کے لحاظ سے ان پر پورا اترتی ہیں۔'' ﴿۲۶۹﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حواشی

﴿۱﴾ آزاد، مولانا محمد حسین، دربار اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۸ء ص ۴۹۴

﴿۲﴾ آزاد، مولانا ابوالکلام، تذکرہ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور، ص: ۲۶۵

﴿۳﴾ نظام الدین، خواجہ، طبقات اکبری، مترجم محمد ایوب قادری، اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۹۰ء، ص: ۴۸۳ تا ۵۵۰

﴿۴﴾ عبدالرحمان، سید صباح الدین، ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد ۱۹۹۰ء، ص: ۱۰

﴿۵﴾ ابوالفضل، شیخ، آئینِ اکبری، ج ا ص ۴۸۸ تا ۴۹۱۔ ان میں ۷ غیر مسلم ہیں۔

﴿۶﴾ نہاوندی، عبدالباقی، مآثر رحیمی، قلمی، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، ورق: ۴۸۰

﴿۷﴾ جہانگیر، محمد نورالدین، تزکِ جہانگیری، ص: ۳۳۵، ۳۶

﴿۸﴾ لاہور میں علم و حکمت کے فروغ کا یہ سنہری دور ہے۔ اس عہد میں جتنے علماء لاہور میں تھے شاید مامون کے بغداد میں بھی نہ تھے۔ برصغیر میں وارد ہونے والے علماء و فضلاء کی پہلی منزل لاہور ہی ہوتی تھی۔ لاہور میں علومِ دینیہ کا جو اہتمام ہوا اس کی شہرت ہندوستان سے نکل کر ایران، توران اور روم تک جا پہنچی۔ شیخ سعد اللہ بنی اسرائیل، شیخ اسحٰق کاکو، شیخ منصور لاہوری، ملا جمال تلوی، مولانا علاؤالدین لاہوری، شیخ منور لاہوری اور شیخ معین لاہوری جیسے حضرات نے لاہور کو درس و تدریس سے بغدادِ ثانی بنا دیا تھا۔

﴿۹﴾ کلیم، محمد دین، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا لاہور سے رابطہ، ماہنامہ نورِ اسلام، لاہور ۱۹۸۸ء، ج ۳۳، حصہ اول، ص ۱۷، ۲۷، ۱۹۸۸ء

﴿۱۰﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۱۱۵، دفتر دوم، مکتوب ۲۹

﴿۱۱﴾ خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں: ''بلغت مصنفاته مائة مجلد بالعربية والفارسية''
زرکلی، خیرالدین، الاعلام، دارالملایین، بیروت، ج ۳، ص: ۲۸۱

﴿۱۲﴾ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار کے لئے ملاحظہ فرمائیں:
محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، اخبارالاخیار، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ص ۲۹۸ تا ۳۱۷/ محمد اکرام، شیخ، رودِ کوثر، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۳۴۳ تا ۳۸۹/ بھٹی، محمد اسحٰق، فقہائے ہند، ج ۴، حصہ اول، ص ۲۰۶ تا ۲۷۶/ نظامی، پروفیسر خلیق احمد، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۵۳ء/ قادری، سید احمد، تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ بک ڈپو، پٹنہ
آپ کی تحریرات کا ایک نایاب مجموعہ کتب خانہ عبداللہ جان نقشبندی پشاور میں محفوظ ہے۔ جس کا نام ''فتوحات المکیہ والفیوضات المدنیہ'' ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ص:۳۱ تا ۵۶/ زید فاروقی، حضرت ابوالحسن، حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، پروگریسو بکس، لاہور، ص ۱۳۱ تا ۱۵۸/ مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، ص:۲۹۴ تا ۳۰۹

﴿۲۶﴾ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، ص:۱۵۶

﴿۲۷﴾ مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، ص:۳۰۲

یہ بھی واضح رہے کہ اسلاف کے اختلاف میں اگر رفع نزاع کے قرائن موجود ہوں تو کوشش کرنا چاہئے کہ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی تعبیر پیش کی جائے۔ صاحبانِ علم وتصوف میں اختلاف شروع سے ہیں لیکن انہیں رنجش ومنافرت کا رنگ دینا ٹھیک نہیں۔ سید محمد میاں نے اس مسئلہ کے ضمن میں یہ خواب بھی نقل کیا ہے:

''حضرت شیخ عبدالحق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں 'جس کو ہم سے اخلاص ہوگا ان سے بھی ہوگا۔ جب شیخ عبدالحق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے یہ شفقت دیکھی تو اپنے خیالات سے تائب ہوئے۔''

محمد میاں، سید، علمائے ہند کا شاندار ماضی، مکتبہ رشیدیہ کراچی، ۱۹۹۱ء، ج ۱، ص:۱۸۴

﴿۲۸﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۹۰، ۳۱۰، ۳۱۳/ دفتر دوم، مکتوب ۴۲، ۵۲، ۶۸، ۷۵، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۹۷/ دفتر سوم، مکتوب ۴۷، ۹۲، ۹۶

﴿۲۹﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب ۱

﴿۳۰﴾ کشمی، خواجہ محمد ہاشم، نسمات القدس، مترجم: سید محبوب حسن واسطی، مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ ۱۴۱۰ھ، ص:۲۵

﴿۳۱﴾ کشمی، خواجہ محمد ہاشم، نسمات القدس، مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ ۱۴۱۰ھ، ص:۲۱، ۲۲

آپ کے آٹھ قلمی رسائل کا مجموعہ کتب خانہ عبداللہ جان پشاور میں محفوظ ہے۔

حالاتِ زندگی کے لئے ملاحظہ فرمائیں: محمد احسان، روضۃ القیومیۃ، ص ۵۱۶-۵۱۹/ سرہندی، بدرالدین، حضرات القدس، ج ۲، ص:۴۰۰ تا ۴۱۵

﴿۳۲﴾ ابوالفضل، آئینِ اکبری، ج ۱، ص:۵۱۷

﴿۳۳﴾ سرہندی، بدرالدین، حضرات القدس، ج ۲، ص:۲۶، ۲۷/ ندوی، سید سلیمان، برصغیر میں علم حدیث در مقالات سلیمان، ترتیب شاہ معین الدین احمد ندوی، ص ۱۳، ۱۴

﴿۳۴﴾ جہانگیر کے زمانہ میں ان کی ایک کتاب ''مجالس المومنین'' کی بازیافت پر، جو تبرا سے بھری ہوئی تھی، جہانگیر نے خاردار درّے سے حد لگانے کا حکم دیا۔ کہتے ہیں کہ نور جہاں جو جہانگیر کی پشت پر ہاتھ رکھے پیچھے بیٹھی تھی، لاکھ کہتی رہی کہ ایسا نہ کرو لیکن اس وقت اس کا حال اور تھا۔ ''جاناں بہ تو جان دادہ ام ایمان نہ دادہ ام'' کہتا جاتا تھا۔

گیلانی، سید مناظر احسن، پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ج ۱، ص:۲۰۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۳۵﴾ بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، نولکشور، لکھنؤ ۱۲۸۴ھ، ج ۳، ص ۱۳۷/ محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، ص: ۳۹۹ تا ۴۰۵/ الحسینی، جلال الدین، فیض الالہ فی ترجمۃ القاضی نور اللہ، ۱۳۶۷ھ
ابو عبداللہ محمد بن مکی کو شہید اول اور زین الدین العاملی کو شہید ثانی کہتے ہیں۔

﴿۳۶﴾ امام علی قاری کے احوال و آثار کے لئے ملاحظہ فرمائیں:
قوتلای، خلیل ابراہیم، الامام علی قاری واثرہ فی علم الحدیث، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت ۱۹۸۷ء

﴿۳۷﴾ سرہندی، محمد احسان، روضۃ القیومیۃ، ج ۱، ص: ۲۰۶ (حاشیہ)

﴿۳۸﴾ فاروقی، اقبال احمد، پیرزادہ، حاشیہ روضہ القیومیہ، ج ۱، ص: ۵۷۸، ۵۷۹/ محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، ص: ۳۹۰، ۳۹۱

﴿۳۹﴾ فاروقی، اقبال احمد پیرزادہ، لاہور کے قدیم تدریسی اداروں پر ایک نظر، جہانِ رضا، ج ۶، ش ۶۴، جون جولائی ۱۹۹۷ء، ص: ۶۱

﴿۴۰﴾ سرہندی، بدرالدین خواجہ، حضرات القدس، ج ۲، ص: ۳۴۷

﴿۴۱﴾ فاروقی، اقبال احمد پیرزادہ، لاہور کے قدیم تدریسی اداروں پر ایک نظر، جہانِ رضا، ج ۶، ش ۶۴، جون جولائی ۱۹۹۷ء، ص: ۵۷

﴿۴۲﴾ اس طریقہ کی بنیاد بایزید انصاری (۹۳۱ھ-۹۸۰ھ) المعروف بہ پیر روشان (ان کے خوابوں کی وجہ سے لوگ انہیں پیر روشان کہتے) نے رکھی۔ اسی وجہ سے اس طریقہ کو روشنیہ یا روشنائی تحریک کہتے ہیں بایزید انصاری کا خیال تھا کہ معرفت الٰہی پیر کامل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہر انسان پر پیر کاملہ کی تلاش فرض ہے۔ پیر کی اطاعت رسول خدا ﷺ کی اطاعت ہے۔ پیر روشن نے اپنے سوانح حیات اور اپنی تبلیغی تحریک پر ایک کتاب اور متعدد رسالے لکھے۔ خیر البیان، مقصود المومنین اور صراط التوحید ان کی اہم کتابیں ہیں۔

﴿۴۳﴾ محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، ص: ۴۱۲ تا ۴۲۱

﴿۴۴﴾ ابوالفضل، شیخ، آئین اکبری، ج ۱، ص: ۴۶۳

﴿۴۵﴾ بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، ج ۲ ص: ۲۶۸

﴿۴۶﴾ آزاد، مولانا محمد حسین، دربار اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۸، ص: ۳۷۵

﴿۴۷﴾ گیلانی، سید مناظر احسن، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ج ۱، ص ۲۸۵ تا ۲۹۴

﴿۴۸﴾ عبدالرحمان، سید صباح الدین، بزم تیموریہ، نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۱۳۶

﴿۴۹﴾ آزاد، مولانا محمد حسین، دربار اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۸، ص: ۳۷۷

﴿۵۰﴾ بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، ص: ۱۵۱

﴿۵۱﴾ عبدالرحمان، سید صباح الدین، بزم تیموریہ، نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۱۵۱

﴿۵۲﴾ ابوالحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۱۹۸۹ء، ص:۹۹

﴿۵۳﴾ بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، ج ۲ ص:۴۰۶
فیضی کے حالات، کلام کے نمونہ جات اور ملا عبدالقادر بدایونی کے اعتراضات کے جوابات کے لئے ملاحظہ فرمایئے:
عبدالرحمان، سید صباح الدین، بزمِ تیموریہ، نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۷ تا ۱۵۳/ آزاد، مولانا محمد حسین، دربارِ اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۳۵۹ تا ۴۱۸

﴿۵۴﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، دفتر اول، مکتوب: ۲۸۹، ۲۹۷/ دفتر دوم، مکتوب: ۴۰/ دفتر سوم، مکتوب: ۳۱

﴿۵۵﴾ سرہندی، بدرالدین خواجہ، حضرات القدس، ج ۲، ص: ۲۴۲

﴿۵۶﴾ محمد احسان، روضۃ القیومیۃ، ج: ۱، ص: ۵۳۴

﴿۵۷﴾ سرہندی، بدرالدین خواجہ، حضرات القدس، ج ۲، ص: ۱۷۴ تا ۱۷۶

﴿۵۸﴾ ابوالفضل، شیخ، آئینِ اکبری، ص: ۴۲۱

﴿۵۹﴾ جہانگیر، محمد نورالدین، تزکِ جہانگیری، ترجمہ: مولوی محمد علی، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱ء، ص: ۲۵، ۲۶، ۵۰

﴿۶۰﴾ آزاد، مولانا محمد حسین، دربارِ اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۴۸۷

﴿۶۱﴾ بنی پرشاد، ڈاکٹر، تاریخ جہانگیر، ترجمہ: رحم علی الہاشمی، پروگریسو بکس، لاہور ۱۹۸۷ء، ص: ۶۰

﴿۶۲﴾ آزاد، مولانا محمد حسین، دربارِ اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۸ء، ص: ۴۹۳

﴿۶۳﴾ عبدالرحمان، سید صباح الدین، بزمِ تیموریہ، نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۲۰۰

﴿۶۴﴾ ملک حسن علی، تعلیماتِ مجددیہ، ادارۃ الاشاعۃ التوحید والسنۃ، شرقپور ۱۹۹۵ء، ص ۱۲۹

﴿۶۵﴾ گیلانی، مناظر احسن، الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ، در تذکرۂ مجدد الف ثانی، ص ۹۱

﴿۶۶﴾ محمد اشرف، ڈاکٹر، ہندوستانی معاشرہ عہدِ وسطی میں، فکشن ہاؤس، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۲۶

﴿۶۷﴾ محمد اشرف، ڈاکٹر، ہندوستانی معاشرہ عہدِ وسطی میں، فکشن ہاؤس، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۲۷

﴿۶۸﴾ گنگوہی، محمد حنیف، ظفر المحصلین باحوال المصنفین، دارالاشاعت، کراچی، ص ۳۷۳ تا ۳۷۵

﴿۶۹﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۲۶، ۳۳، تا ۳۶

﴿۷۰﴾ بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، ج ۳، ص ۶۴۵

﴿۷۱﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب ۱۰۰

﴿۷۲﴾ بھوپالی، نواب صدیق حسن، ابجد العلوم، المکتبۃ القدوسیہ، لاہور ۱۹۸۳ء، ج ۳، ص ۲۲۹/ ندوی، شاہ معین الدین احمد، مقالاتِ سلیمان، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۱۹۸۹ء،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ج ۲، ص: ۲۳/ نظامی، خلیق احمد، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۵۳ء، ص ۲۵۷ تا ۲۶۱

﴿۷۳﴾ لکھنوی، عبدالحیٔ، نزہۃ الخواطر، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۵۵ء، ج ۵، ص ۲۹۵ تا ۲۹۹/ رحمان علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند، مطبع نولکشور، لکھنو ۱۹۱۴ء، ص: ۱۵۳

﴿۷۴﴾ بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، ج ۱، ص ۳۶۳، ج ۲، ص ۱۶۲، ۱۷۲، ۱۷۳، ۳۹۴، ج ۳، ص ۳۰۴/ عبدالرحمان، سید صباح الدین، بزمِ تیموریہ، نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۱۷۹ تا ۲۱۸/ آزاد، مولانا محمد حسین، دربارِ اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۸، ص: ۴۱۹ تا ۲۱۸

﴿۷۵﴾ محمد اکرام، شیخ، رودِ کوثر، ص: ۱۱۳

﴿۷۶﴾ تذکرہ، ص ۳۷ تا ۳۹

گویا اس عہد کی دیگر کتب میں جن باتوں کا ذکر اجمالاً کیا گیا ہے، بدایونی نے انہیں تفصیلاً اور واضح بیان کیا ہے۔

﴿۷۷﴾ از کیا ہاشمی، ڈاکٹر، برصغیر پاک و ہند میں مسلم قومیت کے احیاء میں وحدت الشہود کا کردار، ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک، مئی ۱۹۹۸ء، ص ۲۵

﴿۷۸﴾ آزاد، مولانا محمد حسین، دربارِ اکبری، ص ۴۶۴

﴿۷۹﴾ ملا فتح اللہ شیرازی جیسے عالم ۴، ۵ سال کی عمر کے بچوں کو ہجا نویسی سکھاتے جو ابتدائی تعلیم کا اہم جزو تھا۔

گیلانی، سید مناظر احسن، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت، حصہ اول، ص: ۳۶۱

﴿۸۰﴾ ابوالفضل، شیخ، آئینِ اکبری، ج ۱، ص: ۴۱۷، ۴۱۸

﴿۸۱﴾ ابوالفضل، شیخ، آئینِ اکبری، ج ۱، ص: ۴۱۸

یہ ہندو فلاسفی کی طرف اشارہ ہے۔ یتائے سے مراد منطق، بیدانت وحدت الوجود اور پانجل ریاضت کی طرف اشارہ ہے۔

﴿۸۲﴾ یہ فہرست ان کتب سے لی گئی ہے:

بھٹی، مولانا محمد اسحٰق، تاریخ فقہائے ہند، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور/ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، اخبار الاخیار، مترجمین: سبحان محمود، محمد فاضل، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی/ عبدالرحمان، سید صباح الدین، بزم تیموریہ، نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۹ء/ ندوی، مولانا ابوالحسنات، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۱۹۸۹ء/ صدیقی، پروفیسر بختیار حسین برصغیر پاک و ہند کے قدیم عربی مدارس کا نظامِ تعلیم، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۲ء، ص: ۱۳-۱۴

﴿۸۳﴾ آزاد، مولانا محمد حسین، دربارِ اکبری، ص: ۱۱۳

﴿۸۴﴾ اکبر کو امّی ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ درحقیقت پیغمبر اسلام ﷺ سے (نعوذ باللہ) مماثلت ثابت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کرنے کے لئے ہے۔ ہمایوں جیسا علم دوست بادشاہ اپنے بیٹے کی تعلیم کا اہتمام نہ کرتا، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اکبر نے اپنے عہدِ حکومت میں کتب کے تراجم و تالیفات کے لئے جو اہتمام کیا، وہ اس کے امّی ہونے کے نظریے کے بطلان کے لئے کافی ہے۔ اکبر کی درباری علماء سے بحث مباحثہ میں دلچسپی بھی ظاہر کرتی ہے کہ اس نے رسمی تعلیم ضرور حاصل کی تھی۔ مورخ فرشتہ کی یہ گواہی اس کے لئے کافی ہے۔

''کبھی کبھی وہ شعر و شاعری بھی کیا کرتا تھا۔ علمِ تاریخ سے بڑی اچھی طرح واقفیت تھی۔ امیر حمزہ کا قصہ جس میں تین سو ساٹھ داستانیں ہیں، اسے دربارِ اکبری کے فضلاء نے نظم و نثر دونوں میں بیان کیا ہے۔ یہ نسخہ باتصویر طور پر مرتب کیا گیا۔ پیش کش کا یہ انداز اکبر کی ہی ایجاد ہے۔''

فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ج ا، ص: ۳۰۷

﴿۸۵﴾ بنی پرشاد، ڈاکٹر، تاریخ جہانگیر، ترجمہ: رحم علی الہاشمی، پروگریسو بکس، لاہور ۱۹۸۷ء، ص: ۲۷، ۲۸، ۳۰، ۳۲/ جہانگیر، محمد نورالدین، تزکِ جہانگیری، ص: ۲۰

﴿۸۶﴾ جاوید قاضی، ہندی مسلم تہذیب تخلیقات، لاہور ۱۹۹۵، ص: ۱۰۳

﴿۸۷﴾ جالندھری، رشید احمد ڈاکٹر، برطانوی ہند میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ج ا، ص: ۸۷

﴿۸۸﴾ ندوی، مولانا ابوالحسنات، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۱۹۸۹ء، ص: ۲۹

﴿۸۹﴾ ان مدارس میں پڑھانے والے بعض اساتذہ اپنا کاروبار کرتے یا کسی جگہ ملازم ہوتے اور فارغ اوقات میں درس و تدریس کا فریضہ دینی خدمت سمجھ کر انجام دیتے مثلاً مولانا اللہ داد لنگر خانی کی چند چکیاں تھیں جو کرایہ پر چلتیں۔ مزید برآں فلیج خاں اندجانی لاہور کا گورنر تھا فرائضِ حکمرانی سے فارغ ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہو جاتا۔

﴿۹۰﴾ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جس مدرسہ میں پڑھتے رہے وہاں روزانہ دو میل کا فاصلہ طے کرتے۔ دن میں حتیٰ کہ سخت گرمی اور سردی میں بھی آتے اور جاتے تھے۔ شیخ نظام الدین انصاری کے پوتے شیخ حافظ کے مدرسہ میں طلباء کی سکونت کا اہتمام بھی تھا۔ ایسے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہند اور بیرونِ ہند سے طلباء آتے جن کے قیام اور دیگر مصارف کے آپ ہی کفیل تھے۔

﴿۹۱﴾ این۔ این۔ لا، پروفیسر، عہدِ اسلامی میں تعلیمی ترقی، مترجمین: اخلاص حسین زبیری، سلطان فاطمہ بلخی، اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی ۱۹۶۵ء، ص ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۸۸، ۱۸۹

﴿۹۲﴾ جالندھری، رشید احمد ڈاکٹر، برطانوی ہند میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ج ا، ص: ۸۷

﴿۹۳﴾ گجرات کی فتح کے بعد اعتماد خان گجراتی کا کتب خانہ اکبر نے حاصل کیا۔ فیضی کی چار ہزار چھ سو کتب بھی شاہی کتب خانہ میں آئیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

این۔این۔لا، پروفیسر، عہدِ اسلامی میں تعلیمی ترقی، ص:۱۶۵
عبدالستار نے علم النجوم پر، شیخ عبدالحق نے اخبارالاخیار جہانگیر کو دی تھیں۔
جہانگیر، محمد نورالدین، تزکِ جہانگیری، ص:۳۱۴، ۳۲۷

﴿۹۴﴾ حضرت مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ علیہ کے اس کتب خانے کو خواجہ محمد معصوم رَحمۃُ اللہ علیہ نے اپنے چھ بیٹوں میں تقسیم کیا تھا۔
محمد احسان، خواجہ، روضۃ القیومیہ، ج ۲، ص:۲۶۷

﴿۹۵﴾ ندوی، ابوالحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، مجلسِ نشریاتِ اسلام، کراچی، ص:۲۲۵

﴿۹۶﴾ قدسی، عبیداللہ، آزادی کی تحریکیں، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۸ء، ص:۶۱

﴿۹۷﴾ زبید احمد، ڈاکٹر، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، مترجم: شاہد حسین رزاقی، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۷ء، ص:۱۲۹

﴿۹۸﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نولکشور لکھنؤ ۱۳۰۷ھ، ص:۲۲۴

﴿۹۹﴾ جامعی، حسن علی، تعلیماتِ مجددیہ، ادارہ اشاعۃ التوحید والسنۃ، شرقپور ۱۹۹۵ء، ص:۲۶۴

﴿۱۰۰﴾ وراق، ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب، الفہرست، اصح المطابع، کراچی ۱۹۷۱ء، ص:۷۳

﴿۱۰۱﴾ کتاب کا پورا نام تبصیر الرحمان وتیسیر المنان ہے اور مصنف کا نام علی بن احمد المہائمی ہے۔ اس تفسیر کی سب سے بڑی خوبی ربط آیات ہے۔ اس کے حاشیہ پر ابوبکر بجستانی کی تفسیر "نزھۃ القلوب فی تفسیر غریب القرآن" شائع ہوئی ہے۔ یہ دو جلدوں میں بیروت سے چھپ چکی ہے۔

﴿۱۰۲﴾ الا النار کی تفسیر حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ علیہ نے اختصار سے لکھی، مہائمی نے آیت کے اس حصہ کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے:

(الا النار) المحسوسة أو المعقولة فلا يقر به من اله العقل الكامل الذى يشبه البلوغ الى حد الاعجاز

المہائمی، علی بن احمد، تبصیر الرحمان، عالم الکتب، بیروت، ج ۱، ص:۳۴۱

﴿۱۰۳﴾ سرہندی، شیخ احمد رَحمۃُ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب:۱۰۱

﴿۱۰۴﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نولکشور ۱۳۰۷ھ، ص:۱۳۰

﴿۱۰۵﴾ اگر ایک حدیث مختلف مقامات پر ہے تو اسے ایک ہی شمار کیا گیا ہے۔

﴿۱۰۶﴾ ندوی، شاہ معین الدین احمد، مقالاتِ سلیمان، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۱۹۸۹ء، ج ۲، ص:۳۴

﴿۱۰۷﴾ بجنوری، سید احمد رضا، مقدمہ انوار الباری، مکتبہ حفیظیہ، گوجرانوالہ ۱۹۸۸ء، ج ۲، ص ۱۷۸ تا ۱۸۰

﴿۱۰۸﴾ کشمیری، انور شاہ، فیض الباری، مجلس علمی ڈابھیل، الہند ۱۹۳۸ء، ج ۱، ص:۱۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۰۹﴾ عبدالغنی، مجددی، انہاج الحاجہ، حاشیہ سنن ابن ماجہ، ایچ۔ایم سعید کمپنی، کراچی، ص:۳، ۹، ۳۱۵، ۳۲۳، ۳۳۰

﴿۱۱۰﴾ عثمانی، علامہ شبیر احمد، فضل الباری شرح صحیح بخاری، ادارہ علوم شرعیہ، کراچی، ج۱، ص:۱۲۳

﴿۱۱۱﴾ بجنوری، سید احمد رضا، انوار الباری شرح اردو صحیح بخاری، ج۱، ص:۶۵/ج۲، ص۸۳، ۸۴

﴿۱۱۲﴾ کاندھلوی، محمد ادریس، التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح، مکتبۃ العثمانیہ لاہور، ج۱، ص:۱۳

کاندھلوی، محمد ادریس، الابواب والتراجم اردو شرح بخاری شریف، کتب خانہ جمیلی، لاہور، ص:۸۴، ۹۴

﴿۱۱۳﴾ سراج احمد سرھندی، شروح مجموعہ اربعہ ترمذی، مطبع نظامی، کانپور ۱۳۰۶ھ، ج۱، ص:۳۰۱

﴿۱۱۴﴾ سہارنپوری، محمد زکریا، مکتوباتِ علمیہ، مرتب: محمد شاہد سہارنپوری، سعید کمپنی، ادب منزل، کراچی ۱۳۹۳ھ، ص:۱۴۲

﴿۱۱۴۔ا﴾ سلیم اللہ خاں، مولانا، کشف الباری، مکتبہ فاروقیہ، کراچی ۱۴۱۸ھ، کتاب التفسیر، ص:۱۴

﴿۱۱۵﴾ محمد سعید، تشیید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الامام الربانی، حیدرآباد دکن ۱۳۲۳ھ، ص:۳۰

﴿۱۱۶﴾ ملاحظہ فرمایئے:

''سرہندی، شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۱۶۲، ۳۰۹/دفتر دوم، مکتوب ۷۸/ معارف لدنیہ، ص:۱۷۷/ مبدأ و معاد، ص ۱۲۶ تا ۱۲۸/ تائید اہل سنت، ص:۵۵، ۷۳

دفتر سوم مکتوب ۲۴ میں عبدالرزاق کو اکابر شیعہ میں سے قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام ذہبی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اکابر محدثین میں سے ہیں۔

﴿۱۱۷﴾ سعیدی، غلام رسول، مقالاتِ سعیدی، فرید بک سٹال، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص:۱۳۸

﴿۱۱۸﴾ شامی، ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی در المختار، المکتبۃ الماجدیہ، کوئٹہ ۱۳۹۹ھ، ج۱، ص:۲۹

﴿۱۱۹﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۱۰۰

﴿۱۲۰﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۱۳۱

﴿۱۲۱﴾ کلابی، محمد صالح، ہدایت الطالبین، ملک فضل الدین تاجران کتب قومی، لاہور، ص:۱۹

﴿۱۲۲﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب ۲۳

خواجہ ہاشم کشمی لکھتے ہیں: ''حضرت جمع مذاہب نمی نمودند''

کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نول کشور ۱۳۰۷ھ، ص ۱۹۷

﴿۱۲۳﴾ سرہندی، خواجہ بدرالدین، حضرات القدس (اردو)، مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ، ص:۴۳۲

﴿۱۲۴﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نول کشور ۱۳۰۷ھ، ص ۱۹۷-۱۹۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۲۵﴾ سرہندی، خواجہ بدالدین، حضرات القدس، ج ۲: ص ۱۰۹/ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، ص ۱۸۲، ۱۸۳/ محمد معصوم، خواجہ، مکتوباتِ معصومیہ، ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۶ء، دفتر اول، مکتوب: ۲۳۱

﴿۱۲۶﴾ سرہندی، خواجہ بدرالدین، حضرات القدس، ج ۲، ص: ۱۰۹

﴿۱۲۷﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، ص: ۲۲۴

﴿۱۲۸﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، ص: ۱۹۷

﴿۱۲۹﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۱۹۳

﴿۱۳۰﴾ صدیقی، پروفیسر عبدالباری، مکتوباتِ امام ربانی بحیثیت ماخذ ایمانیات، سرہند پبلی کیشنز کراچی، ۱۹۸۵، ص ۵۸

﴿۱۳۱﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۱۹۳

﴿۱۳۲﴾ صدیقی، پروفیسر عبدالباری، مکتوباتِ امام ربانی بحیثیت ماخذ ایمانیات، ص: ۴۷، ۴۸

﴿۱۳۳﴾ مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مبدا و معاد، ادارۂ مجددیہ کراچی، ۱۹۸۴، ص ۱۶۵

﴿۱۳۴﴾ یہ مکتوب دراصل اہل سنت کا عقائد نامہ ہے جس میں عقائد کو بہترین ترتیب کے ساتھ عام فہم اور دل نشیں انداز میں ذکر کر کے مغلقات کو نہایت آسان کر دیا ہے۔

﴿۱۳۵﴾ معتزلہ: اس فرقے کا بانی امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کا شاگرد واصل بن عطاء تھا۔ یہ لوگ یونانی فلسفہ سے بہت متاثر تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مصدر معرفت صرف عقل ہے۔ ان کے نزدیک خدا کا عرفان بھی عقل ہی سے ممکن ہے۔ توحید، عدل، وعدہ وعید، کفر و اسلام میں درمیانی درجہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ان کے مذہب کے اصولِ خمسہ میں ہے۔ عباسی خلیفہ مامون اور اس کے دو جانشین معتزلی عقائد کے حامی تھے۔

طٰہٰ حسین، ڈاکٹر، اسلام منزل بہ منزل، مترجم: سید رئیس احمد جعفری، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص: ۲۹۵ تا ۳۰۳/ البسیط، احمد اسماعیل، امام حسن بصری اور ان کی تفسیری خدمات، مترجم: عبدالقیوم، ادارہ معارف اسلامی لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۴۶۲ تا ۴۵۵، / مودودی، ابوالاعلیٰ، خلافت وملوکیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۲، ص: ۲۱۷ تا ۲۱۹

﴿۱۳۶﴾ یہ دونوں مذہب اعتقادی مذاہب ہیں۔ ماتریدی محمد بن محمد بن محمود المعروف ابو منصور ماتریدی (م ۳۳۳ھ) سے منسوب ہیں جبکہ اشعری امام ابوالحسن (۲۶۰ھ-۳۳۰ھ) سے منسوب ہیں۔

امام ماتریدی نے درحقیقت امام ابوحنیفہ کے مجمل اقوال کی تفصیل بیان کی ہے۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے نظریات میں کوئی اساسی اختلاف نہیں تاہم دونوں کا طرزِ فکر جداگانہ نوعیت کا ہے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ دونوں قرآن کے ثابت کردہ عقائد کو عقل و برہان کی روشنی میں ثابت کرنا چاہتے تھے۔ ﴿۱۳۷﴾ ان کے مطابق انسان سب کام اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے۔ اور خدا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ کہا کرتے تھے جب امور و حوادث وقوع میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو اسی وقت ان کا علم ہوتا ہے۔ معبد بن خالد الجہنی اس فرقے کا بانی تھا۔

﴿۱۳۸﴾ اس مذہب کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ بندے سے افعال کی نفی کر کے انہیں ذات خداوندی کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ کیونکہ بندے میں یہ استطاعت نہیں پائی جاتی، وہ اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے۔ نہ اس میں قدرت پائی جاتی ہے نہ ارادہ واختیار۔ جہم بن صفوان نے اس مذہب کی بنیاد رکھی۔
ابوزہرہ، اسلامی مذاہب، مترجم غلام احمد حریری، ص ۱۷۶۔۱۸۷، ۱۸۸۔۲۰۳، ۳۹۰، ۹۱/ رامپوری، نجم الغنی خان، مذاہب الاسلام، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۲۴/ ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد، الفصل فی الملل والاہواء والنحل، دار المعرفۃ لبنان ۱۹۷۵ء، ج ۲، ص ۱۱۲۔۱۱۴، ج ۳، ص ۲۲۔۲۴/ مقالات الاسلامیین، ابوالحسن اشعری، ۱۹۸۵ء، ص ۲۱۶۔۲۴۷

﴿۱۳۹﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، ص: ۱۹۷

﴿۱۴۰﴾ توحید ورسالت میں باہمی تعلق کے متعلق یہ پر لطف قول آپ ہی کا ہے:

''محبت آں سرور بر نہجے متولی شدہ است کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ را بواسطہ آں دوست می وارم کہ رب محمد است'' (مبدأ ومعاد: ص ۶۳)

صبغت اللہ مجددی اور قاضی ثناء اللہ نے اسے سکر یہ کلام کہا۔

﴿۱۴۱﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب ۶۷/ دفتر اول، مکتوب ۱۶۷، ۲۶۶/ اثبات النبوۃ، ص: ۶۵، ۷۹ تا ۸۸

﴿۱۴۲﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول مکتوب: ۲۵۹

﴿۱۴۳﴾ رسالہ تہلیلیہ، ص: ۳۱

﴿۱۴۴﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر دوم مکتوب: ۴۴

﴿۱۴۵﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول مکتوب: ۴۴، ۱۶۵، ۲۷۶/ دفتر سوم، مکتوب: ۱۲۲

﴿۱۴۶﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۱۶

﴿۱۴۷﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر دوم مکتوب: ۶۳/ دفتر سوم، مکتوب: ۱۰۷/ دفتر اول، مکتوب: ۱۶

﴿۱۴۸﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر سوم مکتوب: ۱۰۰

﴿۱۴۹﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول مکتوب: ۲۰۹/ دفتر سوم، مکتوب: ۱۲۲

﴿۱۵۰﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۶۴/ دفتر اول، مکتوب: ۶۳، ۱۷۳

﴿۱۵۱﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۹۴

﴿۱۵۲﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول مکتوب: ۴۴، ۶۵، ۸۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۵۳﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۶۷

﴿۱۵۴﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۱۰، ۲۷۲، ۲۸۳، دفتر سوم، مکتوب: ۱۷/ مبدأ و معاد، ص: ۸۹ و

﴿۱۵۵﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر اول مکتوب: ۲۷۳، ۴۴

علاوہ ازیں فارسی شعراء کے نعتیہ اشعار بھی مناسب مواقع پر تحریر کئے ہیں۔ (دفتر اول، مکتوب: ۱۸، ۴۴، ۸۷/ دفتر دوم، مکتوب: ۱۲۱)

﴿۱۵۶﴾ گورایا، ڈاکٹر مشتاق احمد، تناظرات تعلیم، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد ۱۹۹۴ء، کورس کوڈ: ۵۱۲، ص: ۱۹۱-۱۹۶

﴿۱۵۷﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۴۷

﴿۱۵۸﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۲۳

﴿۱۵۹﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۲۳

﴿۱۶۰﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۱۴

﴿۱۶۱﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۳۵

﴿۱۶۲﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۱۰۱

﴿۱۶۳﴾ مثلاً مجموعہ خانی، عمدۃ الاسلام، (مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۱۹۳) ترغیب الصلوٰۃ، تیسیر الاحکام (مکتوبات، دفتر سوم مکتوب: ۱۷)

﴿۱۶۴﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۶۶

﴿۱۶۵﴾ عزیز احمد، پروفیسر، برِصغیر میں اسلامی کلچر، مترجم ڈاکٹر جمیل جالبی، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۰ء، ص: ۲۸۸

﴿۱۶۶﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۲۹۱

﴿۱۶۷﴾ دہلوی، شاہ غلام علی، درالمعارف، مترجم عبدالحکیم خاں اختر، نوری بکڈپو، لاہور ۱۹۸۳ء، ص: ۲۶۷

﴿۱۶۸﴾ بخاری، سید خورشید حسین، نورِ اسلام، شرقپور، مجدد الف ثانی نمبر، ج ۲، ص: ۵

﴿۱۶۹﴾ پاشا، اسماعیل، ہدیۃ العارفین، مکتبہ اسلامیہ والجعفریہ، تہران ۱۳۷۸ھ، ج ۱، ص ۱۵۶-۱۵۷/ پاشا، اسماعیل، ایضاح المکنون، مکتبہ اسلامیہ والجعفریہ، تہران ۱۳۷۸ھ، کالم ۲۳، ۲۴، ۴۲۴/ زرکلی، خیرالدین، الاعلام، دارالملایین، بیروت ۱۹۷۹، ج ۱، ص: ۱۴۳

﴿۱۷۰﴾ اثبات النبوۃ سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے ایک مقالہ ذم فلاسفہ میں تحریر کیا۔ یہ محمد صادق سرہندی کے پاس قلمی موجود ہے۔ عین ممکن ہے اثبات الواجب سے وہی رسالہ مراد ہو جو فلاسفہ کے رد میں لکھا گیا تھا۔ اور جس کی صراحت اثبات النبوۃ کے آخر میں موجود ہے۔

مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۶ء، ص: ۲۶۴، ۲۶۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۷۱﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، ص: ۲۴۰

﴿۱۷۲﴾ احمد حسین، جواہر مجددیہ، اللہ والے کی قومی دکان، لاہور، ص: ۶۲/ پسروری، محمد داؤد، سیرت امام ربانی، ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۹ھ، ص: ۱۹۵

﴿۱۷۳﴾ امین الدین احمد، سید، صوفیائے نقشبند، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۰، ص: ۳۳

﴿۱۷۴﴾ خاں، محمد آصف، آ کھیا بلھے شاہ نے، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور ۱۹۹۰ء، ص: ۳۳
عین ممکن ہے فاضل مصنف کو شرح رباعیات کے نام سے غلطی ہوئی ہو۔

﴿۱۷۵﴾ مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۶ء، ص: ۲۶۷، ۲۲۸

﴿۱۷۶﴾ منزوی، احمد، فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی، موسسہ فرہنگی منطقہ ئی تہران، ج ۲، نشریہ شمارہ ۵، ص: ۱۰۳۱

﴿۱۷۶۔ا﴾ عبدالحق، مولوی، قاموس الکتب، انجمن ترقی اردو پاکستان ۱۹۶۱ء، جلد اول، ص: ۵۸۵
فارسی نثر میں طب کی یہ کتاب مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان میں ۱۳۹۳۷ کے تحت موجود ہے۔ لیکن مصنف کا نام معلوم نہیں۔

﴿۱۷۶۔ب﴾ تسبیحی، محمد حسین ڈاکٹر، نسخہ ہائے خطی، کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۷۸ھ، رقم ۱۱۲۰،
مراۃ المحققین اگر چہ ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی کی مرتب کردہ فہرست کے مطابق مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، لیکن حقیقت میں یہ سید امام علی شاہ کی تصنیف ہے جو اردو ترجمہ کے ساتھ دار المبلغین حضرت میاں صاحب شرق پور شریف سے شائع ہو چکی ہے۔

﴿۱۷۶۔ج﴾ رانجھا، محمد نذیر، برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، میاں اخلاق اکیڈمی لاہور ۱۹۹۸ء، ص: ۳

﴿۱۷۷﴾ اصل اندراجات پہلے کے تھے۔ اگر چہ ان میں اصلاح و ترمیم ہوتی رہی۔

﴿۱۷۸﴾ زوار حسین، سید، افتتاحیہ اردو ترجمہ مبدا و معاد، ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۴ء، ص: ۶

﴿۱۷۹﴾ فاروقی، پیرزادہ اقبال احمد، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۷، ۸

﴿۱۸۰﴾ محمد بہاء الحق، پروفیسر، مبدأ و معاد کا تحقیقی جائزہ، نور اسلام، مجدد الف ثانی نمبر، جنوری فروری ۱۹۸۸ء، حصہ دوم، مکتبہ نور اسلام، شرق پور، ص ۴۳، ۴۴

﴿۱۸۱﴾ محمد بہاء الحق، پروفیسر، مبدأ و معاد کا تحقیقی جائزہ، ص ۴۳، ۴۴

﴿۱۸۲﴾ فضلی، قاضی حمید احمد، کتب مجدد و منور الف ثانی کا لسانی جائزہ، قلمی مخزونہ کتب خانہ جامعہ ریاض العلوم، فیصل آباد، ورق ۷ تا ۹

﴿۱۸۳﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۰۹

﴿۱۸۴﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، معارف لدنیہ، ادارہ مجددیہ کراچی، ص: ۱۰

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۸۵﴾ فضلی، قاضی حمید احمد، کتب مجدد و منور الف ثانی کا لسانی جائزہ، ص:۱۰

﴿۱۸۶﴾ فضلی، قاضی حمید احمد، کتب مجدد و منور الف ثانی کا لسانی جائزہ، ص:۱۰

﴿۱۸۷﴾ بخاری، سید خورشید حسین، نورِ اسلام، شرقپور، مجدد الف ثانی نمبر، ص:۲۲

﴿۱۸۸﴾ حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے سبب تالیف خود تحریر کیا ہے۔

مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، تائید اہل سنت، دار المبلغین حضرت میاں صاحب، شرق پور، ص:۵

﴿۱۸۹﴾ سرہندی، خواجہ محمد احسان، روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص:۲۳۶

﴿۱۹۰﴾ تائید اہل سنت، ص:۳

﴿۱۹۱﴾ زبید احمد، ڈاکٹر، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، مترجم، شاہد حسین رزاقی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۷ء، ص:۱۳۰

﴿۱۹۲﴾ بقا، ڈاکٹر محمد مظہر، اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، بقا پبلی کیشنز، کراچی ۱۹۸۶ء، ص:۱۴۱

﴿۱۹۳﴾ علاوہ ازیں مکتوبات کے دفتر اول مکتوب ۲۵۱ اور دفتر دوم مکتوب ۹۶ کے بعض مضامین بھی اس رسالہ میں ملتے ہیں۔

﴿۱۹۴﴾ بخاری، سید خورشید حسین، نورِ اسلام، شرقپور، مجدد الف ثانی نمبر، ص:۱۶-۱۷

﴿۱۹۵﴾ فاروقی، ابوالحسن زید، مقامات خیر، شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی، ص:۵۴

﴿۱۹۶﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب:۴۵

﴿۱۹۷﴾ باقی باللہ، خواجہ محمد، مکتوبات، مترجم قاضی عالم الدین، اللہ والے کی قومی دکان، لاہور، ص:۸۴

﴿۱۹۸﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۹۰

﴿۱۹۹﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۵

﴿۲۰۰﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۴۶

﴿۲۰۱﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، شرح رباعیات، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۶۷ء، ص:۱۷

﴿۲۰۲﴾ بخاری، سید خورشید حسین، نورِ اسلام، شرقپور، مجدد الف ثانی نمبر، ج ۲، ص:۱۸-۱۹

﴿۲۰۳﴾ صدیقی، ثناء الحق، پیش لفظ شرح رباعیات، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۶۷ء، ص:۱۳

﴿۲۰۴﴾ ہوتکی، مولوی نصر اللہ، شرح مکتوبات، تاج محل کمپنی، پشاور، حصہ اول، ص:۱۰

﴿۲۰۵﴾ ادریس احمد، ڈاکٹر، سرہند میں فارسی ادب، لال کنواں دہلی، ص:۲۴۲

﴿۲۰۶﴾ شمس بریلوی، مقدمہ اردو ترجمہ عوارف المعارف، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۷ء، ص:۲۷

﴿۲۰۷﴾ خالد، ڈاکٹر انور محمود، اردو نثر میں سیرت رسول، اقبال اکیڈمی، لاہور ۱۹۸۹ء، ص:۲۰۱

﴿۲۰۸﴾ ابصار عالم، پروفیسر، مجدد الف ثانی کی تحریک احیاء اسلام اور سلاطین مغلیہ، حرا، پبلی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کیشنز، لاہور، ص:۲۷۵

﴿۲۰۹﴾ پروفیسر محمد اقبال مجددی کی تحقیق کے مطابق ان تحریروں کو خواجہ محمد معصوم رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے جمع کیا۔

﴿۲۱۰﴾ سید محمد میاں، علماءِ ہند کا شاندار ماضی، مکتبہ رُشیدیہ، کراچی ۱۹۹۱ء، ج۱، ص:۲۴۷

﴿۲۱۱﴾ شمس، محمد ہمایوں عباس، مکتوبات امام ربانی، ایک جائزہ، جامعہ ریاض العلوم، بزم اقبال، فیصل آباد ۱۹۹۷ء، ص:۷

﴿۲۱۲﴾ محمد ریاض، ڈاکٹر، حضرت مجدد کے مکتوبات پر ایک نظر، سہ ماہی فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ج۳۱، ش۱، ص:۴۰-۴۱

﴿۲۱۳﴾ ایوان، پی۔ مک گریل، مشرق کے عظیم مفکر، مترجم یاسر جواد، تخلیقات، لاہور ۱۹۹۷ء، ص:۴۲۳

﴿۲۱۴﴾ محمد احسان، خواجہ، روضۃ القیومیۃ، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۹۶ء، ج۱، ص:۲۸۸

﴿۲۱۵﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۰۹/ دفتر سوم، مکتوب ۱۴، ۲۱، ۲۰۵

﴿۲۱۶﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۳۲

﴿۲۱۷﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب:۹۰/ دفتر اول، مکتوب ۵۰، ۵۶، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۴، ۱۱۱، ۱۷۸

﴿۲۱۸﴾ زوار حسین، سید، حضرت مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، ص:۳۸۲

﴿۲۱۹﴾ زید فاروقی، شاہ ابوالحسن، حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ اور ان کے ناقدین، پروگریسو بکس لاہور، ص:۵۱

﴿۲۲۰﴾ مُنیر: یہ بروزن مُعظّم ہے اس مقام کی نسبت سے آپ منیری کہلائے۔

﴿۲۲۱﴾ شمس صدیقی، بریلوی، مقدمہ اردو ترجمہ عوارف المعارف، ص:۱۰۱

﴿۲۲۲﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۰۹

﴿۲۲۳﴾ امرتسری، حکیم محمد موسیٰ، مقدمہ اردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ج۱، ص:۳۸

﴿۲۲۴﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب:۱۲۱

﴿۲۲۵﴾ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۰۹

﴿۲۲۶﴾ ہوتکی، مولوی نصر اللہ، شرح مکتوبات، حصہ اول، ص:۱۹

﴿۲۲۷﴾ مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ، ص:۲۶۳

﴿۲۲۸﴾ محمد سعید، شیخ، مکتوباتِ سعیدیہ، مکتبہ حکیم سیفی، لاہور، مکتوب:۶۸

﴿۲۲۹﴾ محمد معصوم، شیخ، مکتوباتِ معصومیہ، مترجم سید زوار حسین، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۷۹ء، دفتر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اول،مکتوب ۸۵،۱۸۹،۲۲۳/ دفتر دوم،مکتوب ۱،۱۰۲

﴿۲۳۰﴾ دہلوی،شاہ غلام علی،مقاماتِ مظہری،ترجمہ وتحقیق محمد اقبال مجددی،اردو سائنس بورڈ، لاہور ۱۹۸۳ء، ص:۴۸۲

﴿۲۳۱﴾ دہلوی،شاہ غلام علی،مکاتیب شریفہ،مکتبہ ایشیق،استنبول ۱۹۷۶ء،مکتوب:۸۶

﴿۲۳۲﴾ ایشیق،حسین حلمی،المنتخبات من المکتوبات للامام ربانی مجدد الف ثانی احمد السرہندی،مکتبہ ایشیق،استنبول ۱۹۸۱ء

﴿۲۳۳﴾ محمود،عبدالرؤف القاسم،الکشف حقیقۃ الصوفیہ،دارالصحابۃ،بیروت ۱۹۸۷ء،ص:۲۹۴، ۳۲۷،۴۷۷،۵۹۱

﴿۲۳۴﴾ مسعود احمد،ڈاکٹر،سیرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ،ص:۲۶۱

﴿۲۳۵﴾ مسعود احمد،ڈاکٹر،مجدد الف ثانی،حالات،افکار اور خدمات،ادارہ مسعودیہ،کراچی ۱۹۹۵، ص:۲۶۱

﴿۲۳۶﴾ Isiq,Huseyn Hlmi ,The Religion Reformers in Islam, Istanbul,1989,p:13,39,113,259 etc.

﴿۲۳۷﴾ Dr. Sergio کا مکتوب بنام احمد حسن مرزا (امریکہ) محررہ ۱۱/مارچ ۱۹۹۲ء

﴿۲۳۸﴾ عالم الدین،قاضی،مکتوبات امام ربانی،مترجم،مکتبہ مدنیہ،لاہور

﴿۲۳۹﴾ کلاچوی،عبدالرحیم،مکتوبات امام ربانی،مترجم،بیگم ہمایوں ٹرسٹ،لاہور ۱۹۶۷ء

﴿۲۴۰﴾ نقشبندی،محمد سعید احمد،مکتوبات امام ربانی،مترجم،مدینہ پبلشنگ کمپنی،کراچی ۱۹۷۶ء

﴿۲۴۱﴾ مسعود احمد،ڈاکٹر،سیرت مجدد الف ثانی،ص:۲۶۱،۲۶۲

﴿۲۴۲﴾ مسعود احمد،ڈاکٹر،سیرت مجدد الف ثانی،ص:۲۶۳

﴿۲۴۳﴾ مکتوب ڈاکٹر محمد مسعود احمد بنام راقم محررہ ۲۱/اگست ۱۹۹۶ء

﴿۲۴۴﴾ اختر،شاہ جہان پوری،عبدالحکیم خاں،تجلیات امام ربانی،مکتبہ نبویہ،کراچی ۱۹۷۸ء

﴿۲۴۵﴾ نقشبندی،محمد سعید،مسلک امام ربانی مکتوبات کی روشنی میں،مکتبہ حامدیہ،لاہور

﴿۲۴۶﴾ آبادشاہ پوری،حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات،مکتبہ چراغ اسلام،لاہور ۱۹۷۷ء

﴿۲۴۷﴾ حسن علی،جامعی شرق پوری،تعلیمات مجددیہ،ادارہ اشاعۃ التوحید والسنۃ،شرق پور ۱۹۶۵ء

﴿۲۴۸﴾ فاروقی،پیرزادہ اقبال احمد،صحابہ کرام مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آئینے میں،مکتبہ نبویہ،لاہور ۱۹۹۱ء

﴿۲۴۹﴾ مجددی،غلام مصطفیٰ،مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا،مرکزی مجلس رضا،لاہور ۱۹۹۶ء

﴿۲۵۰﴾ شرق پوری،میاں جمیل احمد،مسلک مجدد،مکتبہ شیر ربانی،شرق پور

﴿۲۵۱﴾ مسعود احمد،ڈاکٹر،صراط مستقیم،ادارہ مسعودیہ،کراچی ۱۹۹۶ء

﴿۲۵۲﴾ انہوں نے مکتوبات کا Index ترتیب دیا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۲۵۳﴾ مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، ص:۲۵۹

﴿۲۵۴﴾ Letters of Amed Sirhindi(A new source of Historical Study) with the reference of:Kamir Ahmed Khan,A slective biblography of Sheykh Ahmed Sirhindi,Muslim World Book. Rev:12,No.2.,1992,p:67

﴿۲۵۴-۱﴾ پنجاب یونیورسٹی میں محمد ظفر علی رضوی کا مقالہ بعنوان ''حضرت امام ربانی کے سیاسی مکتوبات'' جس کے نگران ڈاکٹر برہان احمد فاروقی تھے۔

﴿۲۵۵﴾ سید محمد میاں، علماءِ ہند کا شاندار ماضی، ج۱، ص:۲۵۹

﴿۲۵۶﴾ زید فاروقی، ابوالحسن شاہ، حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، پرگریسو بکس، لاہور، ص:۱۵۴

﴿۲۵۷﴾ غلام سرور مفتی، خزینۃ الاصفیاء، مترجم محمد ظہیر الدین، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۹۴ء، ص:۲۴۰

﴿۲۵۸﴾ گیلانی، مولانا مناظر احسن، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، ج۱، ص:۳۲۷

﴿۲۵۹﴾ مولانا کے خاندان سے فاضل نوجوان غلام مصطفیٰ مجددی نے راقم کو بتایا۔

﴿۲۶۰﴾ زوار حسین، سید، حضرت مجدد الف ثانی، ص:۳۸۲

﴿۲۶۱﴾ محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۷ء، ص:۳۲۸

﴿۲۶۲﴾ سید محمد میاں، علماءِ ہند کا شاندار ماضی، ج۱، ص:۱۷۴

﴿۲۶۳﴾ عنایت اللہ شیخ، نیازی، سید نذیر، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور ۱۹۶۶ء، ج۲، ص:۱۲۹

﴿۲۶۴﴾ Yohana,Friedmann,The Encyclopedia of Religion, Coller Macmillan publishers,London,Vol:13,p:337

﴿۲۶۵﴾ شمس، محمد ہمایوں عباس، مکتوبات امام ربانی ایک جائزہ، بزم اقبال، جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد، ص:۱۴-۱۵

﴿۲۶۶﴾ نعمانی، محمد منظور احمد، علامہ، تذکرہ مجدد الف ثانی، دارالاشاعت، کراچی ۱۹۷۷ء، ص:۱۷۷

﴿۲۶۷﴾ ایضاً

﴿۲۶۸﴾ فضلی، قاضی حمید احمد، کتب مجدد و منور الف ثانی کا لسانی جائزہ، قلمی، مخزونہ کتب خانہ جامعہ ریاض العلوم، فیصل آباد، ورق:۱۳

﴿۲۶۹﴾ بخاری، سید خورشید حسین، نورِ اسلام، شرقپور، مجدد الف ثانی نمبر، ج۲، ص:۳۶-۳۷

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

باب اول: حیات مجدد

عہدِ مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی و مذہبی حالات

حضرت مجدد کے مختصر احوال حیات

تحریک مجدد کے اثرات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عہدِ مجدّد علیہ الرحمۃ کے سیاسی حالات

دسویں صدی کے اوائل میں عالم اسلام کے مرکزی حصہ (مشرق وسطیٰ) کو سیاسی استحکام حاصل ہوا اور مغربی ایشیا کے عرب ممالک ایک علَم کے نیچے جمع ہوئے تھے۔ جس کے بلند کرنیوالے خود کو حامیٔ اسلام، خادم الحرمین الشریفین اور مسلمانوں کا پاسبان سمجھتے تھے۔ اور جنہوں نے (اگرچہ اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر) خلافت کو بھی زندہ کر دیا تھا۔ جو آخری عباسی خلیفہ معتصم باللہ کی تاتاریوں کے ہاتھوں شہادت (۶۵۶ھ) کے بعد سے مصر میں عیسوی پاپائیت کی طرح رہ گئی تھی، ختم ہو گئی تھی۔ یاووز سلطان سلیم اوّل بانی خلافت عثمانیہ (متوفی ۹۲۶ھ) نے ۹۲۲ھ میں شام اور ۹۲۳ھ میں مصر فتح کیا۔ جو ڈھائی سو برس سے سلاطین ممالیک کے زیرِ حکومت چلا آ رہا تھا۔ سلیم کے حملہ کے وقت اسکا حکمران قانصورہ غوری تھا۔ ۹۲۳ھ میں ہی سلطان سلیم نے خلافت اور اسکے بعد حرمین شریفین کی تولیت و خدمت کا اعلان کیا۔ جزیرۃ العرب پھر رفتہ رفتہ شمالی افریقہ کے مسلم و عرب ممالک (باستثناء مراکش) سلطان سلیم، پھر اس کے جانشین سلیمان اعظم قانونی (۹۲۶ھ-۹۷۴ھ) جس کو مغربی مصنفین سلیمان ذیشان کے لقب سے یاد کرتے ہیں، کے زیرِ حکومت آ گئے۔ سلیمان اعظم کا عہد حکومت (جسکی وفات سے تین سال قبل حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی) سلطنت عثمانیہ کے اوجِ اقبال کا زمانہ ہے۔ ایک طرف یورپ آسٹریا اور ھنگری میں اس کے فتح و اقبال کا جھنڈا نصب تھا۔ دوسری طرف اسکی فوجیں ایران میں فاتحانہ طریقے سے یلغار کر رہی تھیں۔ مصر و شام کے ساتھ عراق (عرب) بھی اسکی وسیع سلطنت میں شامل ہو گیا تھا۔ اس وقت وہ دنیا کی سب سے بڑی مملکت کا فرمانروا تھا۔ مراد ثالث (۹۸۲ھ-۱۰۰۴ھ) کے زمانہ میں جزیرہ قبرص، صوبہ تونس، سلطنت ایران کے بعض زرخیز صوبے اور یمن دولتِ عثمانیہ میں شامل تھے۔ اسی کے زمانہ میں ۹۸۴ھ میں حرم مکی کی تکمیل ہوئی۔ یہ حضرت مجدّد کے شعور کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

زمانہ تھا۔ ان کو ضرور ان اہم واقعات کا علم ہوگا۔ اس عہد کے مسلمان (خواہ وہ ہندوستان کے باشندے ہوں) عثمانی ترکوں کی، جو سنی حنفی تھے، ان فتوحات و وسعتِ سلطنت سے ضرور مسرور ہوتے ہوں گے۔

اسی صدی کی ابتدا میں ایران و خراسان میں صفوی خاندان کا ظہور ہوا اس سلطنت کا بانی شاہ اسماعیل صفوی (۹۰۵ھ۔۹۳۰ھ) تھا۔ اس خاندان نے رفتہ رفتہ اس پورے علاقے پر اپنا مستحکم اقتدار قائم کر لیا۔ یہ سلطنتِ عثمانیہ کے متوازی سلطنت تھی۔ جس نے عثمانی سلطنت کے مقابل اثنا عشری مذہب کو حکومت کا سرکاری مذہب قرار دیا تھا۔ حکومت کے اقتدار و وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے پورے ایران میں اس مذہب کی اشاعت و ترویج کا بیڑہ اٹھایا۔ اور اس میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ اسطرح یہ حکومت اپنے حدود پر مذہبی اختلافات کی بنا پر ایک انسانی دیوار کھڑی کر کے عثمانیوں (جن کے ہم مذہب سنی حنفی قسطنطنیہ سے لاہور و دہلی تک پھیلے ہوئے تھے) کی وسیع مملکت میں تحلیل ہونے سے محفوظ ہوگئی۔ اس خاندان کی حکومت بغداد سے ہرات تک تھی۔ اس خاندان کا سب سے باعظمت حکمران شاہ عباس (۹۹۵ھ۔۱۰۳۷ھ جو تاریخ میں شاہ عباس اعظم کے نام سے ملقب ہے اور جس کو اپنے تعمیری کاموں کی بنا پر اس خاندان کا شاہجہان کہا جا سکتا ہے) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا معاصر ہے۔ صفوی حکومت شاہ عباس اول کے زمانہ میں انتہائی عروج کو پہنچی۔ اس نے ترکوں کے ساتھ جنگ میں نجف اور کربلا کو حاصل کر لیا۔ شاہ عباس کے بعد اس خاندان کا زوال شروع ہو گیا۔

دنیائے اسلام کا دوسرا اہم خطہ ترکستان تھا۔ جو صدیوں تک اسلامی تہذیب اور اسلامی علوم و فنون کا مرکز رہا۔ اسے قدیم ادبیات میں ماوراء النہر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جس نے فقہ حنفی کی تدوین میں عراق کے بعد سب سے بڑا حصہ لیا۔ متعدد زندۂ جاوید کتابیں جو ہندوستان کے نصاب میں ابھی تک داخل ہیں وہیں تصنیف ہوئیں نیز سلسلۂ نقشبندیہ (اس سے حضرت مجدد اور ان کے مشائخ کا تعلق ہے) وہیں سے شروع ہوا اور دنیا میں پھیلا۔ یہ زرخیز اور مردم خیز خطہ دسویں صدی کی ابتدا (۹۰۵ھ) سے ہی ازبکوں کے شیبانی خاندان کے قبضہ و اقتدار میں آ گیا اور ۹۱۶ھ کے ایک مختصر وقفہ کے علاوہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے وسط تک انہیں کے زیر نگیں رہا۔ دسویں صدی میں شیبانی خاندان کے دو حکمرانوں عبیداللہ بن محمد (۹۱۸ھ۔۹۴۶ھ) اور عبیداللہ بن سکندر (۹۶۴ھ۔۱۰۰۶ھ) کا دارالسلطنت بخارا تھا۔ انکی بدولت بخارا دوبارہ فکری و سیاسی زندگی کا مرکز بن گیا۔

ہندوستان کا سب سے قریبی ہمسایہ ملک جو اس کے مغرب میں واقع ہے۔ افغانستان ہے۔ یہ ملک دسویں صدی کی ابتداء میں ترکستان کے ازبکوں اور ایران کے صفویوں اور درمیانی عرصہ میں مقامی حوصلہ مندوں کی تاخت میں رہا۔ کابل و قندھار پر کبھی مغل اور کبھی ایرانی قابض ہو جاتے تھے۔ اور ہرات، ایران کی سرحد پر ہونے کی وجہ سے اکثر صفوی سلطنت کے زیر اثر رہا۔ ۹۲۸ھ میں بابر نے قندھار فتح کیا۔ پھر جب اس نے ہندوستان میں تیموری سلطنت کی بنیاد ڈالی تو اپنا مستقر ہندوستان کو بنایا۔ جہاں سے وہ کابل بدخشاں اور قندھار تک حکومت کرتا رہا۔ اسوقت افغانستان، ہندوستان و ایران دو بڑی سلطنتوں کے زیر اثر نسبتاً ایک منظم اور پرامن دور میں داخل ہوا۔ وہ ان دونوں سلطنتوں کے درمیان اسطرح بٹ گیا تھا کہ ہرات و سیستان کے صوبے ایران

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے پاس رہے۔ (اگرچہ ان پر وقتاً فوقتاً ازبکوں کے حملے ہوتے رہتے) کابل سلطنت مغلیہ کا حصہ بنا رہا اور قندہار پر کبھی مغل اور کبھی ایرانی قابض ہو جاتے۔ کوہستان کے شمال میں بابر کے چچازاد بھائی سلیمان مرزا نے جسے بابر نے بدخشاں کا والی بنایا تھا' ایک نیم آزاد شاہی خاندان کی بنیاد قائم کی۔ ملک کے باقی ماندہ اقطاع شیبانیوں کے زیر نگیں رہے۔ ۹۶۵ھ میں طہماسپ شاہ ایران نے قندھار پر قبضہ کر لیا اور ۱۰۰۳ھ تک یہ شہر ایرانیوں کے قبضے میں رہا۔ ۱۰۰۳ھ میں شہزادہ مظفر حسین نے اسے اکبر کے حوالے کیا۔ اس وقت سے افغانستان ہندوستان کی مغل سلطنت کا صوبہ رہا اور یہ سلسلہ بارھویں صدی کے وسط تک قائم رہا۔ یہاں تک کہ ۱۱۵۱ھ میں نادر شاہ افشار کے ہاتھوں آلِ بابر کی دوسو چالیس سالہ حکومت افغانستان سے ختم ہو گئی۔

دسویں صدی ہجری کے آغاز میں ہندوستان پر اودھی خاندان کی حکومت تھی۔ جسکا آخری حکمران ابراہیم لودھی ۹۳۲ھ میں بانیِ سلطنتِ مغلیہ ظہیر الدین محمد بابر گورگانی (۸۸۸ھ۔۹۳۹ھ) کے ہاتھوں قتل ہوا اور سلطنت مغلیہ کی بنیاد پڑی جو ہندوستان کی مسلم سلطنتوں میں سب سے وسیع' مستحکم و منظم اور طویل العمر سلطنت تھی۔ لودھی خاندان اپنی افغانی نسل و روایت کی بنا پر اسلام کا حلقہ بگوش مذہب حنفی کا پابند تھا۔ جو تجدد پسندی اور سیکولر سیاست سے نا آشنا تھا۔ اس خاندان کا سب سے دیندار، معارف نواز اور علماء کا قدردان و سرپرست بادشاہ سکندر لودھی (م ۹۲۳ھ) تھا۔ ۹۴۶ھ سے ۹۵۲ھ تک کا عرصہ شیر شاہ سوری کے زیر نگیں گزرا۔ اس کے انتقال کے بعد سے اکبر کی تخت نشینی تک ہندوستان کو سیاسی و انتظامی استحکام' حکومت کو استقرار اور اہل ملک کو فارغ البالی حاصل نہیں ہوئی۔ اسکا جانشین سلیم شاہ اپنے Genius باپ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا۔ بابر کا جانشین نصیر الدین ہمایوں ہندوستان میں اطمینان سے حکومت نہیں کر سکا اور شیر شاہ کے فاتحانہ حملوں اور بھائیوں کی بے وفائی کے باعث پریشان اور سرگرداں رہا اور جب تک ایران کے طہماسپ صفوی سے مدد لیکر نہیں آیا اسکو استقرار نصیب نہیں ہوا۔ ۹۶۳ھ میں اکبر تخت نشین ہوا۔ ان دنوں ہندوستان مختلف صوبوں اور ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ اور یہاں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ شمال مغرب میں کابل اور اسکے ماتحت علاقوں پر اکبر کا چھوٹا بھائی مرزا محمد حکیم قابض تھا۔ وہ ایک خودمختار حاکم بنا ہوا تھا اور ہندوستان کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے خواب بھی دیکھ رہا تھا۔ راجپوت ریاستیں فتح پور سیکری کے مقام پر اپنی شکست کے صدمے سے سنبھل چکی تھیں ان میں میواڑ اور جودھپور کو خاص اہمیت حاصل تھی۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ ہی میں جب آپ کی عمر ۴۳ برس تھی۔ نور الدین جہانگیر تخت نشین ہوا اور اسی کے عہد میں حضرت مجدد کا وصال ہوا۔ اس مرکزی سلطنت کے علاوہ جسکا دار السلطنت دہلی تھا۔ بیجاپور' گولکنڈہ' گجرات اور احمد نگر میں علاقائی حکومتیں قائم تھیں۔ جو خودمختار طریقہ پر حکومت کر رہیں تھیں ان میں احمد نگر' بیجاپور اور گولکنڈہ شیعہ مذہب رکھتی تھیں۔ ﴿۱﴾

مذہبی حالات

دسویں صدی کے اختتام پر ہندوستان میں نقطوی تحریک ﴿۲﴾ اکبر کا دین الٰہی' ہندومت کے فلسفے' بھگتی تحریک اور مسلمانوں کی انحرافی قوتیں سبھی اسلام کے مرکزی تصور یعنی عقیدۂ ختم نبوت کے مقابل صف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آرا نظر آ رہی تھیں۔ مداری سلسلہ ﴿۳﴾ نے مسلم تثلیث کا تصور پیش کیا جس کے مطابق ذات باری تعالیٰ روح، حضرت محمد ﷺ جسم اور شاہ بدیع الدین مدار سانس تھے۔ الفِ ثانی ﴿۴﴾ کی باطل تحریکات اور اکبری الحاد نے برصغیر اور عجم کی ملتِ اسلامیہ کو اپنے آقا ﷺ کے قدموں سے بہت دور کر دیا تھا۔ رسالت پر ایمان کمزور ہو رہا تھا۔ اور نسبت رسول ﷺ کا شعور مفقود ہو رہا تھا۔ فلسفۂ وحدت الوجود بھی پر نکال رہا تھا۔ جس سے الحاد و زندقہ، حریت و اباحیت، تعطل و بے عملی کے لیے راہیں کھل گئیں۔ پیر روشن نے عملی طور پر یہ سب کچھ کیا۔ فرقۂ امامیہ بھی مختلف سیاسی و علمی وجوہات کی بنا پر برصغیر کی معاشرتی زندگی کے علاوہ عقائد و نظریات کو بھی متاثر کر رہا تھا۔ سلسلہ شطاریہ ﴿۵﴾ میں پہلی مرتبہ جوگ کو تصوف کے ساتھ ملایا گیا۔

اکبر کی زندگی کے مختلف ادوار

پہلا دور

اکبر کی زندگی متلون مزاجی کا شکار رہی اس نے ۹۶۳ھ سے ۹۸۳ھ تک کا عرصہ ایک دیندار اور خوش اعتقاد مسلمان کی طرح گذارا۔ مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں "احکام شرع کو ادب سے سنتا تھا اور صدق دل سے بجا لاتا۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا۔ خود اذان کہتا۔ علماء و فضلاء کی نہایت تعظیم کرتا۔ ان کے گھر جاتا۔ انکی جوتیاں سیدھی کرتا۔ مقدمات سلطنت کے شریعت کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ جا بجا قاضی و مفتی مقرر تھے۔ فقراء و مشائخ کے ساتھ کمالِ اعتقاد سے پیش آتا اور ان کے برکتِ انفاس سے فیض حاصل کرتا تھا"۔ ﴿۶﴾

جہانگیر کی ولادت پر وہ آگرہ سے اجمیر پا پیادہ گیا۔ بارہ بارہ کوس کی منزلیں طے کرتے ہوئے سترھویں دن روضہ مبارک پر حاضر ہوا اور کمال عقیدت سے جبینِ نیاز آستانہ مبارک پر جھکا دی۔ ﴿۷﴾

دوسرا دور

اکبر کی زندگی کا دوسرا دور ۹۸۳ھ سے ۹۸۷ھ تک بڑا ہنگامہ خیز دور ہے۔ اصولی و فروعی معاملات میں تحقیق کا شوق ہوا تو سو سے زائد مناظرین، محققین اور علماء و فضلاء اکٹھے ہو گئے ﴿۸﴾۔ فروعی مسائل میں بحث مباحثہ کے دوران علماء نے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے۔ محمد حسین آزاد کے الفاظ میں "زبانوں کی تلواریں کھینچ کر پل پڑتے تھے"۔ ﴿۹﴾ شیخ مبارک نے ۹۸۷ھ میں محضر نامہ کے ذریعے اکبر کو سلطان عادل اور امام عادل کے منصب پر فائز کر دیا ﴿۱۰﴾ قاضی جلال الدین اور غازی خاں بدخشی نے سب سے پہلے دستخط کیے۔ بعد میں دیگر علماء و فضلاء، قاضی و مفتی جن کے فتاویٰ کی لوگوں کے دلوں میں تاثیر تھی بلائے گئے اور علماء کی مہم عظیم فتح ہوئی۔ ﴿۱۱﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تیسرا دور

اکبر کی زندگی کا تیسرا دور ۹۹۰ھ میں شروع ہوا اور ۱۰۱۴ھ میں اسکی موت پر ختم ہوا۔ اس دور میں باقاعدہ ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی گئی۔ جس میں صلح کل کی پالیسی کی آڑ میں اسلام کے علاوہ ہر مذہب۔ ہندو، بدھ، عیسائی، جینی، زرتشتی کے افکار کو جگہ دی گئی ﴿۱۲﴾ اسکا نظریہ تھا کہ کوئی مذہب بھی کلیتہ خدا کا پسندیدہ نہیں اس لیے کہ ہر مذہب میں اسے کوئی نہ کوئی خلاف عقل بات دکھائی دی ﴿۱۳﴾ جواہر لال نہرو بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا "یہاں تک کہ اس نے ایک ایسا مذہب جاری کر دیا جو تمام مذاہب کے عقائد پر مشتمل تھا" اس مذہب کا مقصد یہ تھا کہ تمام طبیعتوں سے میل رکھا جائے ﴿۱۴﴾۔ اکبر کو اسلامی عقائد، ارکان اور شعائر سے حد درجہ نفرت تھی۔ اسلام کے سوا ہر مذہب کیلئے اس کے دل میں نرم گوشہ تھا۔ کلمہ طیبہ تبدیل کر دیا گیا۔ چراغ افروزی ﴿۱۵﴾ اور دیدن گاؤ ﴿۱۶﴾ کیلئے قوانین تشکیل دیئے گئے۔ بدکاری کیلئے شیطان پورہ نامی بستی بسائی گئی۔ سود، جواء اور شراب کو حلال قرار دیا گیا۔ رشوت جائز قرار دی گئی۔ نماز پر پابندی عائد کی گئی۔ مساجد کو مسمار کر دیا گیا۔ رمضان میں کھلے عام کھانے پینے کی اجازت تھی۔ حج پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ اسلامی قانون کے ماخذ۔ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع، قیاس۔ سب قابل اعتراض ٹھہرے۔ جن و ملائک، معجزات اور کرامات کا صاف انکار کیا گیا۔ بدن کے فنا کے بعد روح کے بقاء اور اس پر ثواب و عذاب کو ناممکن کہا گیا۔ اسلامی شعائر پردہ، ریش، غسل، تجہیز و تکفین، سن ہجری عقل اکبری کے معیار پر پورے نہ اترے۔ ہندوانہ رسموں کی تعظیم اور مسلمانوں کے تہواروں پر تنقید اکبر کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ابوالفضل دینِ اسلام کو طنزاً احمدی کیش کہتا۔ علوم عربیہ سے نفرت اور علوم غریبہ و نادرہ سے محبت کا درس دیا جانے لگا۔ جس اکبر نے دینِ حق کا حلیہ بگاڑا تھا اسکے نزدیک صحابہ، تابعین اور سالکین کی کوئی وقعت نہ تھی ﴿۱۷﴾۔

اکبر کو گمراہ کرنے والے عوامل کا تجزیہ

جن بنیادی عوامل کے پیش نظر اکبر نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا اور اسلامی فکر سے یکسر مختلف نظام پیش کیا، درج ذیل ہیں

۱۔ استحکامِ سلطنت کی خواہش

دینِ اکبری کے ذریعے ہندوستان کے پراگندہ حالات کو درست کرنے کی سعی کی گئی۔ نہرو کے بقول "متحدہ ہندوستان کا پرانا خواب اکبر کے عہد میں شرمندۂ تعبیر ہوا۔ ہندوستان محض سیاسی طور پر ایک متحدہ ریاست ہی نہیں بلکہ تہذیب کے لحاظ سے ایک متحدہ قوم بن گیا۔ اپنے پورے دورِ حکومت میں جو ۱۵۲۶ء سے تقریباً پچاس سال کے عرصہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اکبر کے پیش نظر یہی ایک مقصد تھا۔ ﴿۱۸﴾

نہرو نے مزید لکھا ہے "اکبر نے بہت سے لوگوں کو اپنا بنایا اور ان کو قابو میں بھی رکھا۔" ﴿۱۹﴾ "اکبر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہندوؤں میں بھی اتنا مقبول تھا جتنا مسلمانوں میں۔ اسکی وجہ سے مغل خاندان ہندوستان میں اسطرح جڑ پکڑ گیا گویا کہ یہیں کا خاندان تھا۔'' ﴿۲۰﴾

۲۔ اکبر اور انتشار فکر

اکبر زیادہ تعلیم یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے ذہنی انتشار اور فکری پراگندگی کا شکار ہو گیا تھا اور اس میں تغیر احوال کے ساتھ ساتھ تغیر افکار بھی ہوتا رہا۔ ﴿۲۱﴾

۳۔ علمائے سوء

اکبر کے دربار میں مباحثوں میں شریک ہونے والے علماء کے اندازِ گفتگو اور ان کے ذاتی کردار نے بادشاہ کو جملہ حاملینِ اسلام سے متنفر کر دیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ''حق تو یہ ہے کہ اس زمانے میں جتنی ڈھیل اور کمزوری شرعی امور میں نظر آتی ہے اور جو فتور ترویج دین اور ملت کے معاملات میں نظر آتا ہے یہ سب دنیادار علماء کی بدبختی اور نیت کی خرابی کا ثمر ہے۔ ﴿۲۲﴾

۴۔ صوفیائے خام

جن صوفیا سے اکبر کو واسطہ پڑا طلب منفعت انکی منزل مقصود تھی۔ وہ محض اسلامی جوگی تھے۔ انہوں نے طریقت و حقیقت کے نام سے اپنی الگ دنیا بسائی ہوئی تھی۔ جس میں آدمی خدا بھی بن سکتا تھا۔ وحدت الوجود کے تصور نے اکبر کو فکری سامان مہیا کیا۔ اس دور میں مجاذیب کی کثرت ہو گئی ﴿۲۳﴾ اپنے مکتوبات میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیائے خام کے مذہبی و معاشرتی اثرات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ﴿۲۴﴾

۵۔ صحابہ کی تحقیر کرنے والے

درج بالا اسباب کے علاوہ دربار رسالت پناہ ﷺ کے باریافتوں اور شرف صحبت کے سعادت مندوں کی تحقیر کرنیوالی جماعت ﴿۲۵﴾ بھی اکبر کی گمراہی کا سبب بنی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ردروافض کی تالیف کا پس منظر اور بعض مکاتیب اسکا واضح ثبوت ہیں۔ ﴿۲۶﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دین الٰہی کے مقاصد

اکبر کی پالیسیوں اور خود ساختہ دین کے پس پردہ جو مقاصد تھے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ قومی حکومت کا قیام

۲۔ ہندوؤں سے مفاہمت

۳۔ متحدہ ہندوستان ﴿۲۷﴾

دین الٰہی کی ناکامی کے اسباب

شاہی سرپرستی کے باوجود بہت کم لوگوں نے اسے قبول کیا۔ اس کے درج ذیل اسباب ہیں:

۱۔ اسلامی فکر کے احیاء کے لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی جہدِ مسلسل۔

۲۔ مسلمانوں نے اسلام کی سادہ تعلیمات کے مقابلے میں اسے قابلِ اعتنا نہ سمجھا بلکہ مخالف ردعمل کا اظہار کیا۔

۳۔ ابوالفضل کے قتل (۱۰۱۱ھ) اور فیضی کی موت (۱۰۰۴ھ) سے اکبری فکر و فلسفہ مفلوج ہو گیا۔

۴۔ اکبر کے جانشینوں نے اسکے فروغ میں عدم دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔

جہانگیر کی مذہبی پالیسی

ڈاکٹر بینی پرشاد کے بقول: ''وہ اتنا روشن خیال تھا کہ محض مقررہ مذہبی عقائد یا توہمات سے مطمئن نہ ہوتا۔ تاہم اسے خدا پر پختہ یقین تھا۔ اپنی سلطنت میں اس نے عیسائی مشنریوں کو آزادی سے تبلیغ کرنے اور عیسائی بنانے کی اجازت دی تھی۔ اس نے دو تین برسوں کے لیے سکوں پر اسلامی کلمہ پھر سے بحال کر دیا۔ اسکی مذہبی پالیسی عموماً کامل رواداری کی تھی۔ اپنے روزنامچہ میں اس نے اپنے والد کی مقرر کردہ پالیسی کی بہت تعریف کی اور اسکی پابندی بھی کی۔'' ﴿۲۸﴾

ڈاکٹر بینی پرشاد کی یہ رائے انتہا پسندانہ ہے۔ بدلتے حالات کے ساتھ اس میں فکری تبدیلی رونما ہوتی رہی۔ اس نکتہ نظر کی تائید جہانگیر کے نصیحت نامہ سے ہوتی ہے جس کے آخر میں اس نے لکھا ''جہاں تک ہو سکے شریعت اسلام کی پیروی کرو تاکہ روز قیامت بخشے جاؤ۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ ﴿۲۸-ا﴾ اکبر اور جہانگیر کے عہد کے مذہبی حالات میں فرق کا اندازہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے بھی لگایا جا سکتا ہے ''اس سے پہلی بادشاہی تو دینِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عناد اور مخالفتِ صریح محسوس ہوتی تھی۔ اس بادشاہی میں ظاہراً وہ عناد محسوس نہیں ہوتا۔ اگر ہے بھی تو عدم علم کے باعث ہے۔'' ﴿۲۸-ب﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت شیخ احمد سرھندی رحمتہ اللہ علیہ کے مختصر احوالِ حیات

ولادت

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ شب جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ/ ۵ جون ۱۵۶۴ء کو سرھند﴿۲۹﴾ میں پیدا ہوئے۔﴿۳۰﴾

سلسلہ نسب

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تیس واسطوں سے پہنچتا ہے۔ حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقیؒ نے نہایت تحقیق کے بعد اکتیس واسطے نقل کئے ہیں۔﴿۳۱﴾ لیکن اس سلسلۂ نسب میں سہواً حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴿۳۲﴾ کو حضرت عبداللہ بن عمر کا بیٹا لکھ دیا گیا ہے جو کتب انساب کے مطابق درست نہیں﴿۳۳﴾ ڈاکٹر محمد مسعود نے انتیس وسائط نقل کئے ہیں﴿۳۴﴾ محمد داؤد پسروری نے اٹھائیس واسطے تحریر کئے ہیں﴿۳۵﴾ سید زوار حسین شاہ نے ستائیس وسائط تحریر کئے ہیں﴿۳۶﴾ لیکن شاہ ابوالحسن زید فاروقی کی تحقیق ہی معمولی اختلاف کے ساتھ درست ہے۔﴿۳۷﴾

آپ کا شجرہ درج ذیل ہے:

۱۔ مخدوم عبدالاحد﴿۳۸﴾
۲۔ زین العابدین
۳۔ عبدالحی
۴۔ محمد
۵۔ حبیب اللہ
۶۔ امام رفیع الدین
۷۔ نصیرالدین
۸۔ سلیمان
۹۔ یوسف
۱۰۔ اسحاق
۱۱۔ عبداللہ
۱۲۔ شعیب﴿۳۹﴾
۱۳۔ احمد
۱۴۔ یوسف
۱۵۔ شہاب الدین علی فرخ شاہ﴿۴۰﴾
۱۶۔ نورالدین
۱۷۔ نصیرالدین
۱۸۔ محمود
۱۹۔ سلیمان
۲۰۔ مسعود
۲۱۔ عبداللہ الواعظ الاکبر
۲۲۔ عبداللہ الواعظ الاصغر
۲۳۔ ابوالفتح
۲۴۔ اسحاق
۲۵۔ ابراہیم
۲۶۔ ناصر
۲۷۔ عبداللہ﴿۴۱﴾
۲۸۔ عمر
۲۹۔ حفص﴿۴۲﴾
۳۰۔ عاصم﴿۴۳﴾
۳۱۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنھم اجمعین﴿۴۴﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خود حضرت شیخ احمد سرھندی رحمتہ اللہ علیہ نے مکتوبات میں اپنے فاروقی النسب ہونے کی صراحت کی ہے ﴿۴۵﴾ اسی طرح اپنے رسالے ردِ روافض میں لکھتے ہیں: ''علمائے اہلسنت کا خادم احمد بن عبدالاحد العمری الفاروقی بروئے نسب'' ﴿۴۶﴾

تحصیلِ علم

حضرت شیخ احمد سرھندی رحمتہ اللہ علیہ ایک دینی، علمی وروحانی خانوادہ کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے والد شیخ عبدالاحد بھی صاحبِ علم اور متبعِ کتاب وسنت تھے۔ حضرت شیخ اور آپ کے خاندان کے علمی مقام کو جاننے کیلئے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ گواہی کافی ہے۔

''حضرت شیخ احمد نام مردیست زسرہند کثیر العلم وقوی العمل۔ ایں شیخ برادران واقرباء دارد ہمہ مردم صالح واز طبقہ علما'' ﴿۴۷﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اوائل عمر میں ہی قرآن حفظ کرلیا تھا۔ اکثر علوم اپنے والدِ گرامی سے پڑھے۔ حضرت شیخ عبدالاحد کی خصوصی توجہ کی بدولت آپ نہایت دقیق مسائل کو باآسانی حل کرلیا کرتے تھے۔ تفسیر وحدیث اور علوم عقلیہ کی تکمیل کیلئے فحول وکبار علمائے کرام سے رجوع کیا۔ سیالکوٹ میں مولانا کمال الدین کشمیری سے بعض مشکل کتابیں عضدی ﴿۴۸﴾ وغیرہ پڑھیں۔ شیخ یعقوب کشمیری سے بعض کتب احادیث پڑھیں اور سند لی۔ حضرت عبدالرحمان سرہندی بھی آپ کے استاذ الحدیث ہیں۔ قاضی بہلول بدخشی سے آپ نے یہ کتابیں پڑھیں:

۱۔ تفسیر واحدی اور دیگر مؤلفات واحدی جیسے تفسیر وسط، تفسیر بسیط، اسباب النزول۔
۲۔ تفسیر بیضاوی اور دیگر مؤلفات بیضاوی جیسے منہاج الوصول، الغایۃ القصوی
۳۔ صحیح بخاری اور دیگر مؤلفات امام بخاری جیسے ثلاثیات، الادب المفرد، افعال العباد، تاریخ
۴۔ مشکوٰۃ تبریزی
۵۔ شمائل ترمذی
۶۔ جامع صغیر سیوطی
۷۔ قصیدہ بردہ

قاضی بہلول بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ مسلسل ﴿۴۹﴾ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء ﴿۵۰﴾ کے ساتھ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو مشکوٰۃ المصابیح کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حصول علم کا شوق حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو اسقدر تھا کہ سترہ سال کی عمر میں ﴿یا اکیس سال﴾ تمام مروجہ علوم سے فارغ ہوگئے۔ ﴿۵۱﴾

درس وتدریس

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء کے لگ بھگ تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو والدِ ماجد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے پاس ہی درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ مختلف ممالک سے صدھا طلباء جوق در جوق آنا شروع ہوئے۔ رات دن درس وتدریس کا مشغلہ جاری رہتا۔ حلقۂ تفسیر وحدیث گرم رہتا۔ آپ طلباء کو تفسیر بیضاوی' صحیح بخاری' مشکوٰۃ' ھدایہ' بزدوی' شرح المواقف' بیضاوی حاشیہ عضدی اور عوارف المعارف وغیرہ جیسی کتابوں کا درس دیتے۔ نیز علم قرأت کا بھی ذوق تھا۔ آپ طلباء کو محنتِ شاقہ سے پڑھاتے۔

اس زمانہ میں آگرہ (اکبرآباد) سرزمینِ ھندوستان کا دارسلطنت تھا۔ اس لئے مختلف علوم وفنون کے علماء و فضلاء کا وھاں پر اجتماع رہتا۔ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ وھاں بائیس تئیس سال کی عمر میں ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء میں تشریف لے گئے تو اس چشمۂ فیض سے سیراب ہونے کیلئے تشنگانِ علم ھر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ آپکے تبحر' کمالِ علمی کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء حیران وششدر رہ گئے۔ عوام وخواص' مشائخ' علماء و فضلاء گروہ در گروہ آپ کے اس درس میں شریک ہوئے اور حدیث وتفسیر کی کتابوں کی سند آپ سے لینے کو فخر و سعادت سمجھنے لگے۔

یہیں آپ کی ملاقات ابوالفضل اور فیضی سے ہوئی۔ یہ دونوں بھائی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ وہ آپ کی غیر معمولی قابلیت اور ذھانت وذکاوت سے بہت متاثر ہوئے (۵۲) اس ملاقات اور میل جول سے آپ کو ان کے نقطۂ نظر اور ذھن وفکر کو براہِ راست جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ اس طرح آپ نے اس زمانے کے اصل فتنوں کے مبداء ومنشأ کا پتہ چلایا اور ان حربوں سے آگاہی حاصل کی جنکی مدد سے ابوالفضل اور فیضی اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر رہے تھے۔ آگرہ میں قیام کا یہ بھی فائدہ ہوا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کا سکہ عوام وخواص کے علاوہ اراکینِ سلطنت کے دلوں پر بھی بیٹھتا چلا گیا۔ اور آپ نہایت درجہ مقبول اور معزز ومکرم ہو گئے۔ یہ درحقیقت آپ سے لئے جانیوالے کارِ عظیم کے ابتدائی تعارفی مراحل تھے۔

آگرہ سے واپسی اور سلسلۂ ازدواج

آگرہ میں طویل قیام کے دوران آپ کے والدِ ماجد باوجود کبرسنی اور بُعدِ مسافت کے' آگرہ تشریف لے گئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے ساتھ ہی سرھند مراجعت فرمائی۔ دہلی وسرھند کے درمیان واقع شہر تھانیسر سے آپ کا گزر ہوا تو وھاں کے رئیس شیخ حاجی سلطان نے نبی کریم ﷺ کے رؤیا میں اشارے پر اپنی صاحبزادی کی شادی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے کر دی۔

والدِ ماجد کے وصال کے بعد آپ دو تین مرتبہ پھر آگرہ تشریف لے گئے۔ ﴿۵۳﴾

سلوک کی تربیت وتکمیل

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلۂ نقشبندیہ میں نسبتِ ارادت حضرت شیخ عبدالباقی باللہ دھلوی رحمۃ اللہ سے سلسلہ قادریہ میں شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ اور سلسلہ صابریہ چشتیہ میں حضرت مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ ﴿۵۴﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ الرحمۃ خود تحریر فرماتے ہیں:

''مجھے آنحضرت ﷺ سے کئی واسطوں سے ارادت ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں اکیس' قادریہ میں پچیس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور طریقۂ چشتیہ میں ستائیس واسطوں سے۔﴿۵۵﴾

آپ نے پانچ مرشدوں سے فیض پایا۔ اپنے والدِ گرامی سے پندرہ سلسلوں میں خلافت حاصل کی﴿۵۶﴾ آپ کے سلوک کی تکمیل حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء کو حضرت مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد دوسرے سال آپ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا حسن کشمیری کے ایما پر حضرت خواجہ باقی باللہ﴿۵۷﴾ سے ملاقات کی اور پھر ہمیشہ اسی در کے ہو رہے۔ ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ میں بیعت سے سرفراز ہوئے۔ ڈھائی ماہ میں فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر اور سلسلۂ نقشبندیہ کی اجازت حاصل کرنیکے بعد لاہور تشریف لائے۔ دوسری مرتبہ ماہ رمضان ۱۰۰۹ھ کے پہلے عشرے میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ ذیقعدہ کے آخر تک وہاں قیام کیا۔ رخصت ہوتے وقت حضرت خواجہ نے آپ کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں﴿۵۸﴾ تیسری مرتبہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اشتیاق آمیز خط ملنے کے بعد ۱۰۱۲ھ کے اوائل میں دہلی روانہ ہوئے۔ حضرت باقی باللہ نے آپکا استقبال کیا۔ بشارات دیں اور اپنے حلقہ توجہ میں آپ کو سرحلقہ بنایا۔﴿۵۹﴾

لاہور میں قیام

اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس آخری ملاقات کے بعد آپ دہلی سے سرھند واپس تشریف لائے اور وھاں سے پھر لاہور جا کر خواص وعوام اور علماء وفضلاء کو فیوضِ ظاہری اور انوارِ باطنی سے نوازا۔ وھیں حضرت مولانا جمال الدین تلوی اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کے حلقۂ بیعت و ارادت میں داخل ہوئے۔﴿۶۰﴾ لاہور ہی میں مولانا طاہر، مولانا حاجی محمد، خواجہ فرخ حسین اور میر نصیر احمد رومی سے ملاقات ہوئی۔ وہیں آپ کو اپنے پیرومرشد کے وصال کی خبر ملی۔ اس خبر جانکاہ کے ملتے ہی آپ دہلی روانہ ہوئے۔ صاحبزادگان واصحاب خواجہ کی عزاداری کی۔ اس خانقاہ میں کچھ عرصہ رہ کر آپ نے تربیت وتزکیۂ باطنی کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنے مرشد کے دور کی رونق دوبالا کردی۔ مگر آخر کار سرھند تشریف لے آئے۔﴿۶۱﴾ اسے اپنا مرکزِ رشد وہدایت بنایا اور تعلیم وتلقین اور طالبان کی تربیت میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ اور قلعہ گوالیار

جہانگیر نے حضرت مجدّد کے ایک مکتوب﴿۶۲﴾ سیاسی مصالح اور شیعوں کی ریشہ دوانیوں﴿۶۳﴾ اور بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی نہ کرنے﴿۶۴﴾ کی بنا پر اپنے تخت نشینی کے چودھویں سال﴿۶۵﴾ گوالیار کے قلعہ میں انی رائے سنگھ کے حوالے کیا تاکہ وہ آپکو قید میں رکھے۔ حویلی، سرائے، باغ، کتب خانہ اور دیگر اشیاء کو بھی تحویل میں لے لیا گیا﴿۶۶﴾ یہ سلسلۂ قید وبند ۱۰۲۹ھ﴿۶۷﴾ کو اختتام پذیر ہوا لیکن لشکرِ شاہی کے ساتھ رہنے کی پابندی ۱۰۲۹ھ سے ۱۰۳۳ھ تک رہی۔﴿۶۸﴾

قید کا یہ دور حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کے عروج مدارج کا ایسا زمانہ تھا جس میں آپ نے قبض وبسط اور جفا وبلاء کے مراحل سے گزر کر سیر الی اللہ کی منازل طے فرمائیں۔ سنتِ یوسفی ادا کرتے ہوئے قید خانہ میں بھی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھا۔ اس عمل نے مسلم رائے عامہ کو بیدار کیا۔ شعائرِ اسلامی کی عظمت وتحفظ کا احساس درباریوں اور عوام الناس کے دلوں میں پیدا کیا۔ اسی احساس وشعور کی وجہ سے حکمرانوں کو اپنی پالیسی بدلنا پڑی۔

وصال

آپ نے ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء بروز سہ شنبہ صبح کے وقت (دن کے تین گھنٹے گذارنے کے بعد) ﴿۶۹﴾ جانِ عزیز، جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ عمر مبارک قمری حساب سے باسٹھ سال چار ماہ چودہ دن تین گھنٹے تھی۔ خواجہ محمد سعیدؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مزارِ فیض آثار سرھند میں مرجع خاص وعام ہے۔ ﴿۷۰﴾

اولاد

حضرت مجدد کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ جنکی تفصیل ذیل میں درج ہے:

فرزندان

۱۔	خواجہ محمد صادق	م ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء
۲۔	خواجہ محمد سعید	م ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۰ء
۳۔	خواجہ محمد معصوم	م ۱۰۷۹ھ/۱۶۵۹ء
۴۔	خواجہ محمد فرخ	م ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء
۵۔	خواجہ محمد عیسیٰ	م ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء
۶۔	خواجہ محمد اشرف	
۷۔	خواجہ محمد یحییٰ	م ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۴ء

ان میں صرف چار صاحبِ اولاد تھے۔ اور باقی تین خواجہ محمد عیسیٰ، خواجہ محمد فرخ اور خواجہ محمد اشرف زمانہ طفولیت ہی میں رحلت کر گئے۔

دختران:

۱۔ بی بی رقیہ بانو
۲۔ بی بی خدیجہ بانو
۳۔ بی بی ام کلثوم

بی بی ام کلثوم اور خدیجہ بانو صاحبِ اولاد تھیں۔ بی بی رقیہ بانو کا بچپن میں انتقال ہوگیا۔ ﴿۷۱﴾

خلفاء کبار

آپ کے خلفاء کے ناموں کا احصا ممکن نہیں بعض نے انکی تعداد پانچ ہزار بتائی ہے۔ سید زوار حسین شاہ نے انکی اجمالی فہرست دی ہے۔ ﴿۷۲﴾ آپ کے درج ذیل مشہور خلفاء ہیں:

صاحبزادہ خواجہ محمد صادق، حضرت خواجہ محمد سعید، صاحبزادہ خواجہ محمد معصوم، میر محمد نعمان، شیخ حمید بنگالی، شیخ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

محمد طاہر لاہوری، حضرت آدم بنوری، محمد اشرف کابلی، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی۔

عادات و معمولات

جب حضرت خواجہ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ دوسری مرتبہ سرھند آنے لگے تو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''صبح کی نماز سے لیکر اشراق تک جائے نماز پر بیٹھے رھنا لیکن حلقہ نہ کرنا اسکے بعد دینی علوم کے دو درس دینا۔ اکثر اوقات تصحیح کتب اور مطالعہ درپیش رکھنا اور تہجد سے لیکر صبح کی نماز تک بالکل خاموش رھنا۔ ﴿۷۳﴾

آپ کے اوراد و وظائف ادعیۂ ماثورہ پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں درودِ پاک بکثرت پڑھتے۔ آپ کے تمام معمولات سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق تھے۔ آپ کے خلیفہ محمد صالح کلابی رحمتہ اللہ علیہ نے جب اوراد و وظائف اور معمولات تحریر کرنے کی اجازت مانگی اور عرض کیا:

''جناب کا عمل سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موافق ہے۔ پس بہتر اور مناسب یہی ہے کہ جناب کا ہی عمل اختیار کریں'' آپ نے فرمایا: ''بہتر ہے ایسا ہی کرلو۔ لیکن اس بات کا ضرور لحاظ رکھنا کہ جو قول اور فعل سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہو اس پر عمل کرنا اور دوسرے پر عمل نہ کرنا''۔ ﴿۷۴﴾

دوسرے مقام پر خواجہ صالح کلابی لکھتے ہیں:

''جس کام میں سرورِ کائنات ﷺ کی پیروی پائی جاتی ہو اسے کرنے کے بہت مشتاق ہیں اور بہت احتیاط کرتے ہیں کہ سنت پر کسی فعل کی زیادتی نہ ہو جائے۔'' ﴿۷۵﴾

صالح کلابی کے علاوہ خواجہ ہاشم کشمی رحمتہ اللہ علیہ۔ ﴿۷۶﴾ جو آخری تین سال آپکے ساتھ رہے اور خواجہ بدرالدین سرھندی رحمتہ اللہ علیہ نے آپکی عادات و معمولات کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ ﴿۷۷﴾ مختصراً درج ذیل ہیں:

آپ نصف شب کے بعد بیدار ہو کر اسوقت کی مسنون دعائیں پڑھتے پھر استنجاء کے بعد وضو کے لیے جاتے قبلہ رو بیٹھتے اور کسی کی مدد نہ لیتے۔ کلی کے وقت مسواک استعمال کرتے۔ وضو کے بعد اعضاء کو کپڑے سے نہ پونچھتے۔ اس کے بعد نفیس لباس زیب تن فرماتے۔ پورے تحمل اور وقار کے ساتھ نماز کیلئے تیار ہوتے۔ پہلے دو رکعت مختصر پڑھتے۔ پھر تہجد کی نماز کو طویل قرأت کے ساتھ ادا کرتے۔ غالباً دو تین جزء قرآن کے پڑھتے۔ کبھی محویت کے عالم میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت ہوتی تھی۔ جب خادم عرض کرتا کہ صبح ہو رہی ہے تو دوسری رکعت مختصر ادا فرماتے اور سلام پھیر دیتے۔ اکثر اوقات بارہ رکعتیں یا کم و بیش بلحاظِ وقت ادا فرماتے اور ہر دوگانہ کے بعد خشوع و خضوع کے ساتھ مراقبہ اور استغراق میں مشغول ہوتے اور فراغت کے بعد ایک سو مرتبہ استغفار، دوسری دعائیں اور درود شریف پڑھتے اور صبح تک مراقبہ فرماتے یا ذکرِ کلمۂ طیبہ میں مشغول ہوتے۔ صبح سے پہلے سنت مبارکہ کے مطابق تھوڑی دیر کیلئے سوتے۔ صبح سے قبل بیدار ہو کر تازہ وضو کرتے اور گھر میں سنت ادا کرتے اس کے بعد فجر کے فرض کو مسجد میں جماعت کثیرہ کے ساتھ اول روشنی میں اور تاریکی کے آخر میں ادا فرماتے تھے۔ اور امامت خود کرتے تھے اور طویل سورتیں (طوال مفصل) ﴿۷۸﴾ پڑھا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد مسنون دعائیں پڑھتے اور بجانب جماعت داہنی یا بائیں طرف مڑ کر دعا کے لئے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہاتھ اٹھاتے پھر اپنے اصحاب کے ساتھ حلقۂ ذکر بنا کر بیٹھتے اور شغلِ باطن میں مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ سورج ایک نیزہ کے برابر اونچا ہو جاتا۔ حلقے کے ضمن میں کبھی حافظ سے بھی قرآن سنتے تھے۔ نماز اشراق طویل قرآت کے ساتھ دو رکعت اور خفیف کے ساتھ دو رکعت ادا فرماتے تھے۔ جب ضحوۂ کبریٰ ﴿۷۹﴾ ختم ہو جاتا تو چاشت کی آٹھ رکعت ادا فرماتے۔ بعض اوقات چار رکعت بھی پڑھ لیتے پھر عزیزوں اور خادموں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اس دوران بھی طریقِ نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھتے۔ کھانے کے بعد مسنون دعائیں پڑھتے۔

اول وقت میں ظہر کی نماز ادا فرماتے۔ امامت کا فریضہ خود انجام دیتے۔ فرض ادا کرنے کے بعد صرف اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام پڑھ کر کھڑے ہو جاتے۔ افق کی سفیدی دور ہونے کے بعد مسجد میں نماز عشاء ادا فرماتے۔ سوتے وقت تسبیحات اور ماثورہ دعائیں پڑھتے اور اسطرح سوتے کہ چہرہ قبلہ کی طرف اور دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے ہوتا۔

رمضان کے آخری عشرے میں مسجد میں اعتکاف فرماتے اور ذی الحج کے عشرے میں گوشہ نشینی اختیار فرما لیتے۔ اس عشرے میں عبادات و اذکار کا خصوصی اہتمام فرماتے اور کثرت سے درود پڑھتے اور شب جمعہ مریدوں کے ساتھ ایک ہزار مرتبہ درود و سلام پڑھتے۔ ماہ رمضان میں بیس تراویح ادا فرماتے اور کم از کم تین قرآن ختم کرتے۔ تراویح اور سورج گرہن کی نماز کے علاوہ نفلی نماز کو با جماعت ادا نہ فرماتے اور تشہد میں انگلی سے اشارہ نہ فرماتے۔ آپ زیارتِ قبور کیلئے تشریف لے جاتے اور وہاں مسنون دعائیں پڑھتے۔ آپ ہمیشہ طلبہ کو علم کی تحریص اور ترغیب دلایا کرتے تھے اور تحصیل علم کو تحصیلِ سلوکِ صوفیا پر ترجیح دیتے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی آمدنی اور نذر آتی تو آپ سال کے ختم ہونے کا انتظار نہ کرتے بلکہ اس رقم کے آتے ہی فوراً حساب کر کے زکوٰۃ ادا کر دیتے اور زکوٰۃ صالحین، بیواؤں، اقربا اور قابل رحم لوگوں کو دیتے۔ آپ خلق و تواضع، مخلوق پر شفقت اور تسلیم و رضا بدرجہ کمال رکھتے تھے۔ آپ کے عزیزوں کو ظالم حاکموں سے بہت تکالیف پہنچی تھیں مگر آپکی تسلیم و رضا نے کبھی اس شکایت کا اظہار نہ ہونے دیا۔ جب کوئی بزرگ آپ سے ملنے آتے آپ فوراً تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے اور صدرِ مجلس میں انکو جگہ دیتے اور ان کے درجے کے مطابق ان سے گفتگو فرماتے لیکن کافروں کی تعظیم ہرگز نہ فرماتے۔ آپ کا لباس یہ تھا کہ قمیض کے دونوں کاندھوں میں گریبان ہوتا تھا اور اسکے اوپر عبا پہنتے تھے۔ مگر گرمی میں صرف پیرھن پر اکتفا فرماتے اور دستار باندھنے میں سنت کے مطابق سر پر پیچ دیتے تھے۔ شملہ کو دونوں کاندھوں کے درمیان اپنی پشت پر لٹکاتے تھے۔ آپ کمر بند بھی باندھتے تھے۔ جمعہ اور عیدین میں اچھا لباس پہنتے تھے۔ کبھی نیا لباس پہنتے تو پہلے والا لباس کسی غریب، خادم یا مسافر کو دے دیتے۔ آپ کی خدمت میں پچاس ساٹھ بلکہ سو علماء، عرفاء، مشائخ، حفاظ، اشراف سادات میں سے ہوتے تھے۔ جو آپ کے مطبخ سے کھانا کھاتے تھے۔

سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت

حضرت شیخ احمد سرھندی رحمتہ اللہ علیہ نے نقشبندی ﴿۸۰﴾ سلسلے کو فکری اساس فراہم کی۔ آپ کی سعی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جمیلہ سے یہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نام سے چار دانگ عالم میں پھیل گیا اور اب یہ سلسلہ ''نقشبندی مجددی'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔﴿۸۱﴾

حضرت مجدد نے خود احیاء اسلام کی کوشش کی اور اس کے علاوہ ایک ایسا وسیع نظام قائم کر دیا جس سے آپ کے مقاصد کی تکمیل ہوئی آپ کے صدہا خلفاء تھے جو ہندوستان کے کونے کونے میں بلکہ ھندوستان سے باہر بھی آپ کے خیالات کی اشاعت کر رہے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزندانِ ارجمند نے آپ کا کام جاری رکھا۔ آج بھی آپ کے سلسلے کا فیض جاری ہے۔﴿۸۲﴾

سلسلہ نقشبندیہ میں اتباعِ شریعت' ترویج سنت پر خصوصی توجہ عہد مغلیہ کے آخر میں سیاسی و دینی خدمات' تصوف میں ایک نئی فکر کی بنیاد اور اسکے حرکی ﴿۸۳﴾ ہونے کی بناء پر اسے شہرت نصیب ہوئی۔ مکتوباتِ امام ربانی بھی اس سلسلہ کے تعارف وفروغ کا اہم سبب بنے۔ خواجہ محمد احسان کے بقول عہدِ مجدد میں سلسلہ مجددیہ کو خراسان' بدخشاں اور توران میں اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ وہاں کوئی شہر' گاؤں یا قصبہ ایسا نہ تھا جہاں یہ سلسلہ نہ پہنچا ہو۔﴿۸۴﴾

بنگال میں خواجہ حمید بنگالی' سندھ میں مخدوم ابوالقاسم کی کوششوں سے یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا۔﴿۸۵﴾

حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ علیہم نے تو سلسلہ مجددیہ کو تربیتِ روحانی کا عالمی مرکز بنا دیا۔ حضرت خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ﴿۸۶﴾ جو شاہ غلام علی رحمۃ اللہ کے خلفا میں سے ہیں ایک خط میں لکھتے ہیں:

''غریب و مجہور خالد کردی شہرزوری عرض کرتا ہے کہ یک قلم تمام مملکتِ روم و عربستان اور دیارِ حجاز و عراق و عجم کے بعض ملک اور سارا کردستان طریقہ عالیہ مجددیہ کے جذبات و تاثرات سے سرشار ہے۔''

وسطی ایشیا کی ریاستوں میں روسی اثر و رسوخ کو زائل کرنے کیلئے قیادت کا فریضہ انجام دینے والے امام شامل﴿۸۷﴾ بھی حضرت خالد کے سلسلہ ارادت میں شامل تھے۔ جہاد افغانستان میں بھی مجددی سلسلہ کے بزرگوں نے اہم کردار ادا کیا۔ جہاد کا پہلا اعلان پروفیسر صبغت اللہ مجددی کے دستخطوں سے جاری ہوا جو بارہویں پشت میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ اسی طرح مجددی خاندان کے ۱۱۸۰ افراد جہادِ افغانستان میں شہید ہوئے۔﴿۸۸﴾

علامہ اقبال سلسلہ مجددیہ کی اشاعت کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

''ان سے پہلے جتنے بھی سلسلہ ہائے تصوف رائج ہوئے وہ یا تو وسط ایشیاء یا سرزمینِ عرب سے آئے تھے مگر یہ صرف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا طریق ہے جس نے ھندوستان کی حدود سے نکل کر باہر کا رخ کیا اور جو اب بھی پنجاب' افغانستان اور ایشیائی روس میں ایک بہت بڑی زندہ قوت کی شکل میں موجود ہے۔﴿۸۹﴾

نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے فروغ کے بارے میں حضرت شاہ احمد سعید کے حالات کے ضمن میں پروفیسر اقبال مجددی لکھتے ہیں:

''ان کے خلفاء کے ناموں کے ساتھ وطنی نسبتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً پورے عالم اسلام سے انکا رابطہ تھا۔''﴿۹۰﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عصر حاضر کے اس روحانی انحطاط میں قرآن وسنت سے ہم آہنگ اور فطرت انسانی سے قریب تر ہونے کی بنا پر ریاستہائے متحدہ امریکہ جیسے علاقے میں بھی مجددی سلسلہ مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ اس ضمن میں نقشبندیہ فاؤنڈیشن برائے اسلامی تعلیمات کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ ﴿۹۱﴾

اس وقت دنیا میں اس سلسلہ کی ترویج واشاعت کیلئے جو احباب سرگرم ہیں ان میں چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی محمد امین۔ میاں جمیل احمد شرقپوری۔ سعید احمد مجددی۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے۔ ڈاکٹر مسعود احمد۔ پروفیسر اقبال مجددی (پاکستان) ڈاکٹر احمد ایچ مرزا۔ شیخ محمد معصوم۔ کرسٹنا ڈیمیر۔ پروفیسر عبدالستار خان (امریکہ) ڈاکٹر اسد کوسان۔ الیشیق حلمی (ترکی) بہاؤالدین بہا (افغانستان) ڈاکٹر سرجیوک احمد (اٹلی) ڈاکٹر حامد الگر (ملائشیا) ضیاء الدین کردی ﴿مصر﴾، شیخ ہشام الکبانی، شیخ عبداللہ الہری (لبنان)، شیخ محمد ناظم عادل الحقانی (قبرص)،

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی
﴿۹۲﴾

کشف وکرامات

کشف وکرامات معیارِ ولایت ہیں نہ صوفیہ ان کو چنداں اہمیت دیتے ہیں۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سلوک کے سو درجے ہیں ان میں سترھواں کشف وکرامات ہیں۔ اگر سالک راہِ سلوک میں اس درجہ میں تماشہ دیکھنے لگا تو وہ ترا سی درجے طے نہ کر سکے گا۔'' ﴿۹۳﴾

خواجہ ہاشم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''بعضے از ایشاں فرمودہ اند عقوبتہ الانبیاء حبس الوحی وعقوبتہ الاولیاء اظہار کرامات وعقوبتہ المومنین التقصیر فی الطاعات۔'' ﴿۹۴﴾

مکتوبات آپ کی عظیم الشان کرامت ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ سے بکثرت کرامات وقوع پذیر ہوئیں۔ خواجہ بدرالدین سرھندی فرماتے ہیں کہ میں نے سترہ سال آپ کی خدمت کی اگر اس زمانہ کی کرامت ہی فرض شمار کر لی جائیں تو وہ تین ہزار بنتی ہیں اور اگر ہر مرید کے سلسلہ میں ایک ہی کرامت کا شمار کیا جائے تو تعداد لاکھوں تک پہنچ جائے۔ لیکن مشائخ نقشبند کرامات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ تاہم خواجہ ہاشم کشمی ﴿۹۵﴾، بدرالدین سرھندی ﴿۹۶﴾، علامہ یوسف بہانی ﴿۹۷﴾، مولانا عبدالحمید خادم ﴿۹۸﴾، نواب دین گولڑوی ﴿۹۹﴾ اور دیگر سوانح نگاروں نے آپ کے کشف وکرامات کے بیان کا التزام کیا ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت مجدّد کی تحریک احیائے اسلام کے اثرات

آپ کا کام سہ جہتی تھا۔ ایک طرف آپ نے کتاب وسنت کی دعوت دی اور شرک و بدعات کے خلاف جدوجہد کی۔ دوسری طرف علمائے سوء کے فتنوں کے خلاف محاذ کھولا اور تصوف کو عجمی خرافات سے پاک کرنے کی کوشش کی اور تیسری طرف اقتدار کا رخ بے دینی سے موڑنے اور اکبر کے ساختہ و پرداختہ دینِ جدید کو ختم کرنے کی سعی و جہد کی۔ ﴿۱۰۰﴾

تحریکی کارکنوں کی تربیت کا انداز

آپ نے اپنے مکتوبات کے ذریعے اپنے ارادت مند امرائے دربار کی فکری و شعوری تربیت کی' انکے کردار و عمل کی تطہیر کی۔ قابل ذکر علماء کو بھی خطوط روانہ کیے اور رابطے کیلئے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی شروع کیا ﴿۱۰۱﴾ اس مقصد کیلئے آپ نے اندرون ملک خلفاء بھی پھیلائے۔ اسطرح آپ نے احیائے اسلام کی جدوجہد کرنے والے کارکنوں کی سیرت و اخلاق اور عادات کی پاکیزگی کے ساتھ ان میں حرکت' جدوجہد' مقابلہ' مسابقت' مدافعت' بلند حوصلگی' عزم و جرأت اور مشکلات و موانع کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا جذبہ اور خطرات اور رکاوٹوں کو دور کرنے کی تدبیریں اختیار کرنے کی صفات پیدا کیں۔

سیاسی اثرات

آپ کی کاوشوں کے نتیجہ میں خسرو کی بجائے جہانگیر تخت نشین ہوا۔ جہانگیر اسلام کے معیار پر پورا تو نہ اترتا تھا لیکن اسکے برسر اقتدار آنے سے مطلوبہ معیار تک پہنچنے کیلئے ایک راہ نکل آئی۔ جہانگیر کی پالیسی اسلام کی مخالفت میں نہ تھی بلکہ غیر جانبدار رہی اور یہی غیر جانبداری شاہ جہان کے عہد میں اسلام کی حمایت اور ہمدردی میں تبدیل ہوگئی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ادھوری تبدیلی تھی لیکن حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ نے کفر و الحاد کے مقابلہ میں جو شمع روشن کی تھی' وہ برابر ضیاء پاشی کرتی رہی۔ یہی روشنی بڑھکر ایک منارۂ نور کی حیثیت اختیار کرتی ہے اور نتیجتاً عالمگیر کی کامیابی نے تاریخ کے دھارے کو بالکل اسلام کی سمت میں موڑ دیا ﴿۱۰۲﴾

اورنگزیب عالمگیر نے برسر اقتدار آنے کے بعد سرکاری حکمت عملی کی اساس ان اصولوں پر رکھی جنہیں شیخ احمد سرھندی رحمۃ اللہ علیہ نے وضع کیا تھا۔ یہ اصول فلسفہ وحدت الشہود سے اخذ کئے گئے تھے۔ ﴿۱۰۳﴾

عالمگیر کی اسلام پسند پالیسیوں کی بنا پر ھندو اس سے نالاں تھے۔ حکومت کی اسلامی رجحان کو نہرو نے مغلیہ سلطنت کے زوال کا سبب گردانا۔ اسکے بقول ''جب عالمگیر نے ھندوستانی بادشاہ ہونے سے زیادہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھا تو مغلیہ سلطنت کو زوال آنے لگا۔ اکبر اور کسی حد تک اس کے جانشینوں کی کوششوں کو برباد کر دیا گیا'' ﴿۱۰۴﴾

الغرض شیخ احمد سرھندی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی نے برصغیر میں سب سے پہلے دوقومی نظریہ کا شعور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پیدا کیا۔ جس سے آپ کا مقصد دراصل ہمیشہ کیلئے ہندو مسلم اتحاد کا دروازہ بند کرنا تھا تاکہ مستقبل بعید میں بھی کسی موڑ پر مسلمان ایک خطۂ زمین میں رہنے کی وجہ سے ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کر کے متحدہ قومیت کے نظریہ کی تشکیل نہ کریں۔ اور یہی نظریہ قیام پاکستان کا سبب بنا۔﴿۱۰۵﴾ گویا اس نظریہ نے ہندوستان کی اسلامی سلطنت اسلام کو لوٹا دی۔

برصغیر کی سیاسی و مذہبی شخصیات پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے پروفیسر عزیز احمد لکھتے ہیں:

''قریب قریب ہر دور میں مسلمان، ہندوستانی طباع و ذہین راہنما سید احمد خاں، اقبال، اور ابوالکلام آزاد، اگرچہ سیاسی اور مذہبی مسائل کے حل تلاش کرنے میں ایک دوسرے سے مختلف تھے لیکن شیخ احمد سرہندی سے سبھی متاثر تھے۔''(۱۰۵۔۱)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد اپنا تجزیہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

''سیاسی اعتبار سے بھی حالات کو صحیح رخ پر موڑنے کی کوشش کی۔ وہ جاگیرداری کا دور تھا۔ کوئی پنج ہزاری منصب دار تھا' کوئی دس ہزاری اور کوئی بیس ہزاری' آپ نے ان سے رابطے کئے۔ وہ دور عوامی جدوجہد کا دور تو تھا نہیں کہ احتجاجی جلسے اور جلوس منعقد کئے جائیں۔ وہ تو دورِ ملوکیت تھا۔ آپ نے حالات کا بغور مطالعہ کیا اور حُسنِ تدبیر سے تخت اقتدار کے پایوں تک رسائی حاصل کر لی اور دین اکبری کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے' وہ دین اکبری جس کو پوری شہنشاہی قوت اور بڑے بڑے درباری علماء کے ذریعے رائج کرنے کی کوشش کی گئی تھی' اس مردِ درویش نے اس دین اکبری کا وہ جنازہ نکالا کہ آج اسکا کوئی نام لیوا بھی موجود نہیں۔ آپ نے مسلمانوں کا علیحدہ قومی تشخص واضح کیا اور توحید باری تعالیٰ کے ساتھ رسالت پر ایمان لانے اور اسوۂ رسول کو نشان منزل بنا کر جدوجہد کرنے کی اہمیت کو مسلمانوں کے اندر بحال کیا۔''﴿۱۰۶﴾

تحریک مجدّد کے علماء پر اثرات

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے علماء پر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی لکھتے ہیں:

''شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے علمِ دین کے معنی فقہ رہ گئے تھے۔ لیکن شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اثر سے اسکا رخ کتاب و سنت کی طرف پھر گیا۔ اور حدیث کا چرچا شروع ہوا''۔﴿۱۰۷﴾

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان نے برصغیر میں علمِ حدیث کے فروغ کیلئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اثرات تھے۔ اس خاندان کے اکثر بزرگ مجددی سلسلہ میں بیعت تھے۔ اور سلسلۂ مجددیہ کے بزرگوں میں سے کئی نے سند حدیث خاندانِ ولی اللہی سے لی اس طرح آپ کے زیرِ اثر صوفی محدثوں کی ایک جماعت تیار ہوئی۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تصوف پر اثرات

شریعت وطریقت کی قلمی ولسانی جنگ جو پانچویں صدی کے شروع سے عہدِ مجدد تک قائم تھی۔ آپ نے اسے مصالحت میں بدل دیا۔ اور صوفیا اور فقہاء کی چھ سو برس کی باہمی دست وگریبانی کا خاتمہ ہوا۔ اور مدرسہ وخانقاہ کی باہمی آویزش انجام کو پہنچی۔ ﴿۱۰۸﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے منطق اور الٰہیاتی دلائل کی بجائے اپنے روحانی تجربات کی بنا پر نظریہ وحدت الشہود پیش کیا جس نے جنوبی ایشیا میں راسخ الاعتقاد مسلم فکر کو نظریاتی اساس فراہم کی۔ اور تصوف کو مذہب کے تابع کر دیا۔ مابعد کے ھندی مسلم فکر اور تصوف پر اسکے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ نظریۂ وحدت الوجود ھندو مسلم آزاد خیالی کی بنیاد تھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے گویا آزاد خیالی کا منبع تلاش کر کے اس پر بھرپور کاری وار کیا اور اسلامی حکومت کے قیام، ھندوؤں سے عدم مفاھمت اور اسلامی ھند کی تعمیر کیلئے راہ ہموار کی۔ اسکے بعد علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے تصور خودی کی بنیاد بھی یہی نظریہ بنا ﴿۱۰۹﴾ ا۔ غالباً اسی بنا پر ڈاکٹر اسرار احمد نے علامہ اقبال کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا ظل اور بروز کہا ہے۔ ﴿۱۱۰﴾

اقبال حضرت مجدد کے کارنامے سے متاثر تھے ان کی اثر پذیری اور عقیدت مندی کا اظہار ان کی اس نظم سے ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت مجدد کے مزار پر حاضری کے بعد کہی۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جسکی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جسکو خبردار

حضرت علامہ کے ذہن میں وہ مخصوص حالات اور تقاضے بھی تھے جن میں حضرت مجدد نے کام کیا۔ ﴿۱۱۱﴾ اسی عقیدت مندی کی وجہ سے اقبال نے اپنے آٹھ خطوط، دو ملفوظات، دو مضامین، تین واقعات، تقریر کے دو نثری پیراگراف، ایک اشارہ، اردو شاعری کی ایک نظم، ایک غزل اور فارسی شاعری میں ایک جگہ لفظاً اور دوسری جگہ معناً آپ کا ذکر کیا ہے۔ ﴿۱۱۲﴾

اردو ادب پر اثرات

اردو ادب پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے اثرات بیان کرتے ہوئے نجم الاسلام لکھتے ہیں:

''اورنگزیب کے بعد جب علمائے ھند نے فارسی کی بجائے اردو کو دینی علوم کی درس وتدریس اور نشر و

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اشاعت کا ذریعہ بنانے کی کوشش شروع کی تو شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے بزرگوں نے اردو شاعری کو ھندی اثرات سے پاک کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔ اس دور کے نقشبندی بزرگوں میں شاہ گل، مظہر جانِ جاناں، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ عبدالغنی مجددی، شاہ سعد اللہ گلشن، خواجہ محمد ناصر عندلیب اور خواجہ میر درد رغیرہ اس سلسلے کے اہم نام ہیں"۔ ﴿۱۱۳﴾

حضرت مظہر پہلے شاعر ہیں جنہوں نے اردو شاعری سے ابہام کو پاک کرنے کی کوشش کی ﴿۱۱۴﴾ اس جدوجہد کے پس منظر میں شیخ مجدد کے بزرگوں کی سعیٔ جمیلہ واضح طور پر نظر آتی ہے۔ شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی حمیت اور غیر اسلامی عناصر کے خلاف شدت اور پختگی صاف نظر آتی ہے۔ ورنہ کیا وجہ تھی کہ جس زبان کی شاعری بھاشا کے دوہڑوں کی طرز پر پلی تھی اس سے یک قلم بھاشا پن خارج کر دیا گیا۔ ﴿۱۱۵﴾ درد نے اردو شاعری کو جو تصوف دیا وہ نہ فارسی شاعری کا ایرانی تصوف تھا نہ ھندو جوگیوں کے مبتذل مسئلہ کثرت میں وحدت کا عکس تھا، تلمسانی کی شطحیات وخرافات سے اس کو تعلق تھا نہ غالب کی تعقل پسندی اور ذہنی ورزش سے۔ یہ شیخ مجدد کی احیائی تحریک کا اصلاح یافتہ تصوف تھا جسکی بنیاد توحید محمدی اور تزکیۂ نفس یا دوسرے الفاظ میں قرآن کے تصور احسان پر مبنی تھی۔ ﴿۱۱۶﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حواشی

﴿۱﴾ ندوی، سیّد ابوالحسن، تاریخ دعوت وعزیمت مجلس نشریات اسلام کراچی ص ۲۴ تا ۲۹/ بشیر احمد، پروفیسر، تاریخ پاک وہند، علمی کتاب خانہ لاہور ص ۴۱۱، ۴۱۲/ فرید آبادی، سیّد ہاشمی، تاریخ مسلمانانِ پاک وہند، محمد بن قاسم سے اورنگزیب تک ادارہ معارف اسلامی لاہور/ ھندو شاہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، مترجم عبدالحی خواجہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور/ نجیب آبادی، اکبر شاہ، قول حق، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۸۷ء ص ۱۱۵، ۱۱۶/ سعید الحق، پروفیسر، محمد بن قاسم سے اورنگزیب تک، شاہد بک ڈپو، لاہور۔

﴿۲﴾ نقطوی تحریک کا بانی محمود پسیخوانی تھا۔ اس فرقہ نے دسویں صدی ہجری میں ایران اور ہندوستان کے ہزاروں لوگوں کے ذہنوں کو متاثر کیا۔ حکما کی طرح یہ فرقہ بھی عالم کو قدیم تسلیم کرتا ہے اور قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتا۔ یہ لوگ دنیاوی زندگی میں خوشحالی اور عسرت کو اچھے اور برے اعمال کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اسے ہی جنت وجہنم مانتے ہیں۔ انکا عقیدہ ہے کہ جمادات ونباتات ترقی کرتے کرتے انسان کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن کو نبی کریم ﷺ کی تصنیف سمجھتے اور مسائل شریعت کے متعلق کہتے کہ یہ اہل رائے نے بنائے ہیں۔ اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتے۔ اس طرح یہ گروہ نقلیات کا منکر اور عقلیات کا داعی ہے۔ اکبر اور اس کے حواریوں کے نقطویوں سے بڑے گہرے مراسم تھے اور دین الٰہی کی بنیاد میں نقطوی مذہب کو کافی دخل تھا۔ (محمد اسلم، دین الٰہی اور اسکا پس منظر، ندوۃ المصنفین لاہور، ۱۹۷۰ء ص ۱۷۳ تا ۱۸۸)

﴿۳﴾ سلسلہ مداریہ کے بانی شیخ بدیع مدار کمن پوری (م ۸۴۴ھ) تھے۔ اس سلسلہ کا مدار وشعار، وحدۃ الوجود کے افکار ومضامین کا برملا اظہار واعلان، تجرید ظاہری اور توکل محض ہے۔ اسی سلسلہ میں انحطاط ترقی کرتا چلا گیا اور بالآخر یہ مداری (بازیگر) کا مترادف قرار پایا۔

(تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ چہارم، صہ ۳۴/ ابوالفضل، علامہ، آئین اکبری، مترجم محمد فدا علی طالب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۸ جلد دوم، ص: ۳۳۵)

﴿۴﴾ اکبر کو یہ باور کروایا گیا کہ ہجرت کو ایک ہزار سال گذر گیا اور یہی اسلام کی عمر ہے اسی لیے اکبر نے سکہ کا نام "سکہ الفی" رکھا اور نئی تاریخ لکھوائی جسکا نام تاریخ الفی رکھا۔ اس مقصد کے لیے بعض جعلی روایات، برہمنوں کے اقوال، ناصر خسرو کی دو رباعیات وغیرہ سے سہارا لیا گیا۔ مجدد رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں "ہزار سال کے بعد کفر وبدعت کی تاریکیاں مسلط ہوگئی ہیں اور اسلام وسنت کا نور گھٹ رہا ہے" اسی نکتۂ نظر کو الف ثانی کی باطل تحریکات سے موسوم کیا گیا ہے۔

نعمانی، محمد منظور، تذکرۂ مجدد الف ثانی، دارالاشاعت کراچی، ص ۳۹ تا ۴۷، ۱۳۶/ عبدالرحمٰن، سید صباح الدین، بزم تیموریہ، نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۱۱۸، ۱۱۹)

﴿۵﴾ شطاری سلسلہ کے بانی عبداللہ شطار خراسانی نویں صدی کے اوائل میں ہندوستان آئے۔ اس سلسلہ نے پہلی مرتبہ جوگ کو تصوف کے ساتھ ملایا اور انکے سلوک کے بعض طریقے اور اذکار اختیار کیے اور اپنے مریدوں کو انکی تلقین کی۔ ان کے نزدیک سب چیزیں ایک ہی وحدت کے الوان ومظاہر ہیں انکا نظریہ توحید ایک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سمجھنا' ایک کہنا' ایک دیکھنا اور ایک ہونا ہے۔ (ندوی' ابوالحسن علی' تاریخ دعوت وعزیمت' مجلس نشریات اسلام ' کراچی حصہ چہارم' ص ۳۴' ۳۵/ اردو دائرہ معارف اسلامیہ' دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۳' جلد ۱۱' ص ۳۵۷)

﴿۶﴾ آزاد، محمد حسین، دربار اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۳۶

﴿۷﴾ جہانگیر، نورالدین، تزک جہانگیری، سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۱ء ص ۱۸

﴿۸﴾ بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء جلد دوم ص ۱۸۸

﴿۹﴾ آزاد، محمد حسین، دربار اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۴۰

﴿۱۰﴾ بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور جلد دوم ص ۲۷۲

﴿۱۱﴾ آزاد، محمد حسین، دربار اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۴۸

﴿۱۲﴾ تفصیلات کیلئے: محمد اسلم، دین الٰہی اور اسکا پس منظر، ندوۃ المصنفین لاہور ۱۹۷۰ء

﴿۱۳﴾ بنی پرشاد، ڈاکٹر، تاریخ جہانگیر، پروگریسو بکس لاہور ۱۹۸۷ء مترجم رحم علی الہاشمی ص ۴۷

﴿۱۴﴾ نہرو، جواہر لال، تلاش ہند، ادارہ تخلیقات لاہور ۱۹۹۲ء ص ۳۳۶

﴿۱۵﴾ آگ کی عظمت نے اکبر کے دل میں چراغ کیلئے بھی تعظیم پیدا کر دی تھی۔ بادشاہ چراغ کی لو کو سرچشمہ نور الٰہی کہا کرتا تھا۔ اس لیے جب شام کے وقت شاہی محل میں چراغ روشن کئے جاتے تو شاہی خدام سونے چاندی کے بارہ لگنوں میں کافوری شمعیں لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اکبر چراغ جلانے کے وقت کھڑا ہو جاتا۔

﴿۱۶﴾ بادشاہ گائے کا دل وجان سے احترام کرتا۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق ہر بدھ کے روز اور دیوالی کے موقعہ پر گائے کے درشن کو باعثِ سعادت سمجھتا تھا۔ اس لئے ذبیحۂ گاؤ پر بھی پابندی لگا دی تھی۔

﴿۱۷﴾ ان تفاصیل کیلئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل مکتوب ملاحظہ فرمائیں:

دفتر اول: مکتوب ۲۳' ۳۲' ۳۳' ۴۶' ۴۷' ۴۸' ۵۱' ۵۶' ۶۵' ۸۶' ۱۹۳' ۱۹۴' ۱۹۵' ۲۶۲' ۲۶۶

دفتر دوم: مکتوب ۴' ۶۵' ۶۷' ۶۸' ۹۲/ دفتر سوم: مکتوب ۹۶

علاوہ ازیں دیگر مراجع درج ذیل ہیں:

محمد اسلم، دین الٰہی اور اسکا پس منظر، ندوۃ المصنفین لاہور ص ۱۱۶' ۱۶۳' ۲۰۳ تا ۲۲۰/ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، اثبات النبوۃ، ادارہ مجددیہ کراچی ص ۱۰/ بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، جلد دوم ص ۲۲۰' ۲۱۷' ۳۱۵' ۳۱۷' ۳۷۳/ آزاد، مولانا محمد حسین، دربار اکبری،/ خواجہ کلاں، عبیداللہ، مبلغ الرجال، قلمی ' مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ یونیورسٹی، ورق ۳۳۔ الف' ۲۵۔ ب/ ھندو شاہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور مترجم عبدالحی خواجہ، ج ۱ ص ۶۸۰ تا ۳۱۷' جلد دوم ص ۲۰۷ تا ۲۶۸' ۲۷۲' ۳۸۰' ۴۱۷' ۸۳۸' ۹۰۸' ۹۰۹/ ابوالفضل فیضی، آئین اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۸ء ﴿مترجم مولوی محمد فدا علی طالب﴾ جلد اول ص ۴۱۵' ۴۳۳ جلد دوم ص ۵۷۸' ۶۱۳ جلد سوم ص ۳۶۱' ۳۵۷

﴿۱۸﴾ نہرو، جواہر لال، تلاش ہند، تخلیقات لاہور ۱۹۹۲ء ص ۳۳۵ مطبوعہ نسخہ پر مترجم کا نام درج نہیں۔

﴿۱۹﴾ تلاش ہند، ص ۳۳۶

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۲۰﴾ تلاش ہند، ص ۳۳۶

﴿۲۱﴾ بھٹی، محمد اسحٰق، فقہائے ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۷ء حصہ اول ص ۳۳

﴿۲۲﴾ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۳۳/ علاوہ ازیں ملاحظہ ہو مکتوب ۵۳، ۴۷، ۱۹۴/ دفتر دوم مکتوب ۶۷

﴿۲۳﴾ مجذوبوں کے تفصیلی احوال کیلئے ملاحظہ ہو:
محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، اخبار الاخیار مع مکتوبات، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ص ۲۸۷ تا ۲۹۴

﴿۲۴﴾ حضرت مجدد الف ثانیؒ، مکتوبات، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی دفتر اول مکتوب ۶۳، ۲۷۶، ۲۶۱، ۱۰۰، ۱۲۳

﴿۲۵﴾ نعمانی، محمد منظور، تذکرہ مجدد الف ثانی، دارالاشاعت کراچی ص ۱۰۳

﴿۲۶﴾ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول مکتوب ۵۹، ۲۵۱ دفتر دوم مکتوب ۳۶، ۶۷

﴿۲۷﴾ Panikar K.M; A Survey of Indian History, Bombay, P:158

﴿۲۸﴾ بنی پرشاد، ڈاکٹر، تاریخ جہانگیر، پروگریسو بکس لاہور ۱۹۸۷ء مترجم رحم علی الہاشمی ص ۴۲۹، ۴۳۲، ۴۳۳

﴿۲۸-ا﴾ ہروی، خواجہ نعمت علی، تاریخ خاں جہانی ومخزن افغانی ترجمہ ڈاکٹر محمد بشیر حسین، اردو سائنس بورڈ لاہور
۱۹۸۶ء، ص: ۵۱۴۔ اس نصیحت نامہ کے بارے میں خواجہ نعمت علی ہروی نے لکھا ہے کہ ''مذکورہ نصیحت نامہ گویا اسلامی عدل وانصاف کا منشور اور اس میں شریعت نبوی ﷺ کو رائج کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔
(ایضاً ص: ۵۱۳)

﴿۲۸-ب﴾ مکتوبات، دفتر اوّل مکتوب ۶۵

﴿۲۹﴾ سرہند شہر کی اصل عیسوی دور سے منسلک ہے۔ اسی زمانے میں اسے بہت زیادہ سیاسی ومعاشی اہمیت حاصل تھی۔

Sirhind through the ages(Fauja Singh)1972
Panjabi University, Patiala, page:7

﴿۳۰﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نولکشور ۱۳۰۷ھ ص ۱۲۷

﴿۳۱﴾ زید فاروقی، شاہ ابوالحسن، مقامات خیر، درگاہ شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۴، ص ۲۶ تا ۳۳

﴿۳۲﴾ ابن قتیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمر کے ایک بیٹے کا نام عاصم لکھا ہے۔ لیکن اس کے بعد عاصم کا حفص نامی کوئی بیٹا نہیں۔ اس لئے ابن قتیبہ کا موقف درست نہیں۔ ابن قتیبہ، المعارف، دارالمعارف، قاہرہ ص ۱۸۶

﴿۳۳﴾ ابن حزم، ابی محمد بن احمد بن سعید الاندلسی، جمہرۃ انساب العرب، دارالمعارف، مصر ۱۹۶۲ء
ص ۱۵۵/ مصعب زبیری، نسب قریش، دارالمعارف، مصر ۱۹۵۳ء ص ۱۶۳

﴿۳۴﴾ مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۶ ص ۴۳

﴿۳۵﴾ پسروری، محمد داؤد، سیرت امام ربانی، ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۹ھ ص ۲۱

﴿۳۶﴾ زوار حسین، سید، حضرت مجدد الف ثانی، ادارہ مجددیہ کراچی ۱۹۸۹ء ص ۳۰

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۳۷﴾ زید فاروقی، شاہ ابوالحسن، مقامات خیر، درگاہ شاہ ابوالخیر دہلی ص ۳۳
زید فاروقی، شاہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف کتب انساب میں درج نسب ناموں کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد نتیجہ اخذ کیا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر محققین مثلاً شاہ محمد حسین مجددی، محمود احمد عباسی اور احمد حسین خان کی تحقیق بھی یہی ہے۔ ﴿ندوی، ابوالحسن، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام کراچی حصہ چہارم، ص ۱۲۸﴾
فاروقی نسب کے ناموں میں التباس کے رفع کیلئے دیکھئے:
تھانوی، اشرف علی، بوادر النوادر، ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۵ء ص ۳۴۵ تا ۳۴۸/ سید مسلم نظامی، انوار الفرید، صوفیہ دارالاشاعت پاکپتن ص ۲۸ تا ۳۱

﴿۳۸﴾ احوال حیات کیلئے دیکھئے: کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، ص ۸۹ تا ۹۱

﴿۳۹﴾ آپ ۵۷۴ھ میں ملتان آئے: نظامی، سید مسلم نظامی، انوار الفرید، صوفیہ دارالاشاعت پاکپتن ص ۳۴

﴿۴۰﴾ آپ کابل کے بادشاہ تھے یا نہیں اس کے لئے دیکھئے: نظامی، سید مسلم نظامی، انوار الفرید، صوفیہ دارالاشاعت پاکپتن، ص ۳۲، ۳۳

﴿۴۱﴾ خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی، تاریخ بغداد، دارالکتب العلمیہ، لبنان جلد ۱۰ ص ۱۹/ ابن حجر العسقلانی، تہذیب التہذیب، نشر السنۃ لاہور ج ۵ ص ۲۸۵

﴿۴۲﴾ امام بخاری، محمد اسماعیل، التاریخ الکبیر، دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ جلد ۲ ص ۳۵۹/ ابن حجر العسقلانی، تہذیب التہذیب، نشر السنۃ لاہور ج ۲ ص ۲۴۶

﴿۴۳﴾ ابن حجر العسقلانی، احمد، تہذیب التہذیب، نشر السنۃ لاہور ج ۵ ص ۴۶

﴿۴۴﴾ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات پر لکھی گئی کتب اور مقالات کیلئے دیکھئے: نوروز خاں، مشیر فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد جلد ۳۳ شمارہ ۴ اپریل، جون ۱۹۹۶ ص ۸۳ تا ۱۰۵

﴿۴۵﴾ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی دفتر اول مکتوب ۱۵۰ دفتر دوم مکتوب ۱۵

﴿۴۶﴾ شیخ احمد سرہندی، رد روافض، دارالمبلغین حضرت میاں صاحب شرقپوری، شیخوپورہ ص ۵

﴿۴۷﴾ باقی باللہ، خواجہ، مکتوبات، قلمی ﴿عکس﴾ مخزونہ کتب خانہ جامعہ ریاض العلوم پیپلز کالونی فیصل آباد، ورق ۵۹

﴿۴۸﴾ عبدالرحمٰن بن رکن الدین احمد ابن عبدالغفار الکبری القاضی عضد الدین الایجی متوفی ۷۵۶ھ کی علم العقائد پر کتاب ہے۔ جسکا نام الکواشف فی شرح المواقف ہے۔

﴿۴۹﴾ وہ روایت جسکی اسناد کے رجال کا ایک حالت یا صفت میں تتابع ہو، کبھی راویوں کے لحاظ سے اور کبھی روایت کے لحاظ سے۔

﴿۵۰﴾ اس حدیث کیلئے ملاحظہ فرمایئے:
ولی الدین تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، قدیمی کتب خانہ، کراچی ۱۳۶۸ھ ص ۴۲۳/ امام ترمذی، الجامع الصحیح، داراحیاء التراث العربی جلد چہارم ص ۳۲۴، رقم ۱۹۲۴، آپ نے اسے صحیح حسن کہا۔ الحاکم، امام ابی عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دارالمعرفۃ، لبنان جلد چہارم ص ۲۴۸ امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کہا/ علاؤالدین، علامہ، کنزالعمال، موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۸۵ص ۱۶۴ رقم ۵۹۷۵/ مناوی، عبدالرؤف، فیض القدیر، دارالمعرفۃ بیروت جلداول ص ۴۷۳/ بیہقی، ابی بکر بن الحسین، السنن الکبریٰ مع الجواہر النقی، نشر السنۃ ملتان جلد نہم ص ۴۱

﴿۵۱﴾ ان تفاصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے:

کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات فارسی، نولکشور ۱۳۰۷ھ ص ۱۲۸ تا ۱۳۰/ بدرالدین سرھندی، حضرات القدس اردو، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ جلد دوم ص ۲۷/ محمد احسان، خواجہ، روضۃ القیومیہ اردو، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۹۶ جلد اول ص ۱۲۳۔۱۲۴

﴿۵۲﴾ محمد ہاشم کشمی، زبدۃ المقامات، نولکشور ۱۳۰۷ھ ص ۱۳۲

﴿۵۳﴾ محمد احسان مجددی، خواجہ، روضۃ القیومیہ اردو، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۹۶ ص ۱۲۶۔۱۳۴/ محمد ہاشم کشمی، زبدۃ المقامات، نولکشور ۱۳۰۷ھ ص ۱۱۳ تا ۱۳۱/ محمد حسن، حالات مشائخ نقشبندیہ، اللہ والے کی قومی دوکان لاہور ص ۱۸۴

﴿۵۴﴾ غلام سرور، مفتی لاہوری، خزینۃ الاصفیا، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۹۴ء مترجم ﴿محمد ظہیرالدین بھٹی﴾ جلد ۳ ص ۱۵۲

﴿۵۵﴾ حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۶ جلد سوم مکتوب ۸۷

﴿۵۶﴾ محمد داؤد پسروری، سیرت امام ربانی، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۹ھ ص ۱۸۶ تا ۱۹۳

﴿۵۷﴾ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نسبتاً خلجی ترک تھے۔ ۱۹۷۱ یا ۱۹۷۲ میں کابل میں آپ کی ولادت ہوئی۔ مولانا محمد صادق حلوائی سے تلمذ اختیار کیا اور انہیں کے ساتھ ماوراءالنہر کا سفر کیا۔ خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ہندوستان تشریف لائے۔ دہلی میں ۱۰۱۲ھ میں چالیس سال چار ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کے دو صاحبزادے خواجہ عبیداللہ المعروف بہ خواجہ کلاں اور خواجہ عبداللہ المعروف خواجہ خورد تھے۔ خلفاء میں شیخ تاج الدین سنبھلی، خواجہ حسام الدین، شیخ عبدالحق اور حضرت مجدد الف ثانی معروف ہیں۔ مکاتیب امام ربانی میں دفتر اول کے مکتوب ۱ تا ۲۰ خواجہ باقی باللہ کے نام ہیں۔ لکھنوی، عبدالحی، نزہۃ الخواطر، طیب اکادمی ملتان ۱۹۹۲ جلد ۵ ص ۲۱۴ تا ۲۱۸/ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نولکشور ۱۳۰۷ھ ص ۵ تا ۶۰/ سرہندی، بدرالدین، حضرات القدس مترجم محمد اشرف، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۱ھ جلد اول ص ۲۵۶ تا ۳۱۳

﴿۵۸﴾ باقی باللہ، خواجہ، مکتوبات، مخزونہ کتب خانہ جامعہ ریاض العلوم، پیپلز کالونی، فیصل آباد ورق: ۱۰۳

﴿۵۹﴾ حضرت مجدد نے ان تینوں ملاقاتوں کا ذکر اپنے ایک مکتوب میں کیا ہے۔ اور آخری ملاقات کی تفصیل بھی لکھی ہے۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات، مترجم سعید احمد نقشبندی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی جلد اول مکتوب ۲۶۶

سیر و سلوک کی تفصیلات کیلئے:

بدرالدین سرھندی، حضرات القدس، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ جلد دوم ص ۲۸ تا ۳۷/ مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، سیرت امام ربانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۶ء ص ۵۸ تا ۸۲

﴿۶۰﴾ قیام لاہور کی تفصیلات درج ذیل کتب میں موجود ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

محمد احسان سرھندی، روضۂ القیومیہ، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۹۶ء جلد اول ص ۲۰۵ تا ۲۱۰/ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نولکشور ۱۳۰۷ھ ص ۱۵۶ تا ۱۵۸/ جواہر مجددیہ، احمد حسین، خواجہ، ملک چنن الدین تاجر کتب لاہور ص ۳۱۔۳۲

﴿۶۱﴾ مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۶ء ص ۸۱۔۸۲

﴿۶۲﴾ مکتوبات امام ربانی: مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی جلد اول مکتوب: ۱۱

﴿یہ خط آپ نے اس واقعہ سے ۱۸/ ۱۹ سال قبل حضرت خواجہ باقی باللہ کو لکھا تھا﴾

﴿۶۳﴾ آرنلڈ، ڈاکٹر تھامس، دی پریچنگ آف اسلام، مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی ۱۹۶۴ مترجم محمد عنایت اللہ دہلوی ص ۳۱۹

﴿۶۴﴾ محمد امین بدخشی، مناقب الحضرات، قلمی ﴿عکس﴾ کتب خانہ جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد

﴿۶۵﴾ جہانگیر، نورالدین، تزک جہانگیری، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۱ء مترجم احمد علی رامپوری ص ۳۱۸

﴿۶۶﴾ مکتوبات امام ربانی: مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی جلد سوم مکتوب: ۳

﴿۶۷﴾ جہانگیر، نورالدین، تزک جہانگیری، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۱ء مترجم احمد علی رامپوری ص ۳۴۳

﴿۶۸﴾ مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ص ۱۹۵

﴿۶۹﴾ مطالی، ڈاکٹر بابر بیگ، مکتوبات مجدد الف ثانی، تخریج احادیث، مقالہ پی ایچ ڈی ﴿پنجاب یونیورسٹی لاہور﴾ جلد اول ص ۴۶ تا ۴۷

﴿۷۰﴾ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال اور اس سے پہلے کے تفصیلی احوال کیلئے ملاحظہ فرمائیے: بدرالدین سرھندی، وصال احمدی، اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ

﴿۷۱﴾ اولاد کے تفصیلی حالات کیلئے:

کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نولکشور ۱۳۰۷ھ ص ۳۰۰ تا ۳۲۶/ محمد احسان، خواجہ، روضۃ القیومیہ، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۹۶ء جلد اول ص ۴۵۴ تا ۴۷۱/ بدرالدین سرھندی، حضرات القدس، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ جلد ۲ ص ۲۳۹ ت ۳۱۹/ شاہ محمد عمر، انساب الطاہرین، قلمی مخزونہ کتب خانہ شاہ ابوالخیر دہلی/ خواجہ محمد حسن، انساب الانجاب، مشہور عالم پریس لاہور

﴿۷۲﴾ حضرت مجدد الف ثانی، زوار حسین، سید، ادارہ مجددیہ کراچی ۱۹۸۹ء ص ۷۲۴ تا ۸۸۰ خلفاء کی مکمل تفصیل کیلئے دیکھئے:

بدرالدین سرھندی، خواجہ، حضرات القدس، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ جلد ۲ ص ۳۲۰ تا ۴۱۹/ محمد احسان، خواجہ، روضۃ القیومیہ، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۹۶ء جلد اول ص ۵۰۹ تا ۵۴۲/ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نولکشور ۱۳۰۷ھ ص ۳۲۶ تا آخر/ نعمانی، محمد منظور، تذکرۂ مجدد الف ثانی، دارالاشاعت کراچی ص ۳۰۴ تا ۳۴۵

﴿۷۳﴾ باقی باللہ، حضرت خواجہ، مکتوبات ﴿قلمی﴾ مخزونہ کتب خانہ جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد ورق: ۱۰۳

﴿۷۴﴾ کلابی، محمد صالح، ہدایت الطالبین، تاجران کتب قومی لاہور ص ۲

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۷۵﴾ کلابی، محمد صالح، ہدایت الطالبین، تاجران کتب قومی لاہور ص ۲۴

﴿۷۶﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نولکشور ۱۳۰۷ھ ص ۱۹۲ تا ۲۱۵

﴿۷۷﴾ بدرالدین، خواجہ، حضرات القدس، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ ص ۸۷ تا ۹۵ جلد دوم

﴿۷۸﴾ مثانی کے بعد اور سورہ عم سے پہلے کی تمام سورتیں

﴿۷۹﴾ نہارِ شرعی (طلوع فجر سے غروب آفتاب) کا نصف ضحوۂ کبریٰ کا آغاز ہے اور نہار عرفی (طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک) کف نصف اسکا اختتام ہے۔ اصل فارسی نسخہ میں یہ عبارت اس طرح ہے جو کہ درست معلوم نہیں ہوتی۔ ''بر سر اصل سخن رویم چوں ضحوۂ کبریٰ می شد، نماز چاشت را ہشت رکعت ادانی نمودند واحیانا بضرورت، چہار رکعت می گذاردند'' ﴿بدرالدین سرہندی، خواجہ، حضرات القدس، محکمہ اوقاف۔ پنجاب ۱۹۷۱ء ص ۸۳﴾

﴿۸۰﴾ حضرت خواجہ سیّد بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ ﴿متوفی ۷۹۱ھ﴾ سے منسوب نقشبندیہ کہلاتا ہے۔ آپ کو نقشبندیہ کہنے کی متعدد وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ مثلاً

۱۔ آپ کی رسول کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے نقشبند کہا جاتا ہے۔

۲۔ آپ کے ہاں عمدہ کپڑے بُنے جاتے تھے۔ ان پر نقش و نگار نہایت عمدہ ہوتے۔ وہ مٹتے، نہ ماند پڑتے۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب نقشبند پڑ گیا۔

۳۔ آپ جب کسی طالب کو ذکرِ قلبی کی تعلیم فرماتے تو اسکے قلب پر اللہ کا نقش بٹھا دیتے۔

برصغیر میں خواجہ باقی باللہ سے سلسلہ کا آغاز ہوا اور مجدد الف ثانی نے اسے اطراف واکناف میں پھیلایا۔

سلسلہ نقشبندیہ کے محققین کے نزدیک اس سلسلہ میں فضلیت کی چار باتیں ہیں:

(ا) نسبتِ صدیقی (ب) اتباعِ رسول ﷺ

(ج) عزیمت (د) اندراج النہایۃ فی البدایۃ

اس سلسلے میں سلوک ووصول کا دارومدار درج ذیل چیزوں پر ہے:

۱۔ صحبتِ شیخ ۲۔ تصورِ شیخ ۳۔ محبتِ شیخ ۴۔ اوراد واذکار ۵۔ مراقبہ

حضرات نقشبندیہ نے اپنے طریقہ کی بنیاد گیارہ نکات پر رکھی ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

۱۔ ہوش دردم ۲۔ نظر برقدم ۳۔ سفر در وطن ۴۔ خلوت در انجمن

۵۔ یاد کرد ۶۔ بازگشت ۷۔ نگہداشت ۸۔ یادداشت

۹۔ وقوف زمانی ۱۰۔ وقوف عددی ۱۱۔ وقوف قلبی

مآخذ

سیّد امین الدین احمد حکیم، صوفیہ نقشبند، مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۸۴ء ص ۱۳۶ تا ۱۴۳/ غلام سرور لاہوری مفتی، خزینۃ الاصفیاء، مترجم ظہیر الدین بھٹی، مکتبہ نبویہ لاہور جلد سوم ص ۶۰ تا ۶۵ [محمد پارسا، خواجہ، رسالہ قدسیہ/ محمد یعقوب چرخی، رسالہ السیمہ/ خواجہ علی عزیزاں، رسالہ عزیزاں/ خواجہ عبیداللہ احرار، انفاس نفسیہ]

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یہ چاروں رسائل ''مکتبہ نبویہ لاہور'' نے رسائل نقشبندیہ کے نام سے شائع کئے اور اقبال احمد فاروقی نے اردو ترجمہ کیا/ غلام مصطفٰے مجددی، فیض نور، مکتبہ مجددیہ شکر گڑھ ۱۹۹۲ص ۹ تا ۲۴/ زید فاروقی، ابوالحسن، مناہج السیر، مترجم محمد نعیم اللہ، شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی ۱۹۸۳/ دوست محمد قریشی، کشف الحقیقۃ، مکتبہ اہل سنت کوٹ ادو، ۱۳۹۹ھ ص ۵۳ تا ۶۱/ شاہ ولی اللہ، شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل مترجم خرم علی، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص ۸۸ تا ۱۹۹۔

﴿۸۱﴾ نسبت صدیقی کے حامل اس سلسلہ کو مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے پہچانا جاتا رہا مثلاً

۱.صدیقیہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر خواجہ بایزید بسطامی تک سلسلہ صدیقیہ کہلاتا ہے۔

۲.طیفوریہ

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تک یہ سلسلہ طیفوریہ کے نام سے یاد کیا گیا۔

۳.خواجگانیہ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تک یہ سلسلہ مقدسہ ''سلسلہ خواجگانیہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔

۴.نقشبندیہ

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک یہ سلسلہ عالیہ ''سلسلہ نقشبندیہ'' کے نام سے پہچانا جاتا رہا۔

۵.مجددیہ

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے لیکر آج تک تصوف کی یہ نسبت ''سلسلہ مجددیہ'' کے نام سے پہچانی جاتی رہی ہے۔

سلطانی، محمد کریم، قصرِ عارفاں۔ مکتبہ صبح نور، فیصل آباد ص ۴۴

مزید براں شاہ نقشبند کے خلیفہ علاؤالدین کے خلفاء سلسلہ علائیہ کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔ خواجہ عبید اللہ احرار کے خلفاء کو احراریہ کہا جاتا۔ ﴿دفتر اول مکتوب ۲۹۰﴾ مجددی سلسلہ میں بھی بعض عالی استعداد کے حامل اولیاء کے نام سے سلسلے جاری ہوئے لیکن بنیادی پہچان ''مجددی'' رہی جیسے سید آدم بنوری رحمۃ اللہ کے طریقے کو ''احسنیہ'' کہا جاتا ہے خواجہ سلطان عالم میر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء ''سلطانی'' کہلواتے ہیں۔ پیر جماعت علی شاہ لاثانی کے خلفاء کی پہچان لفظ ''لاثانی'' ہے اور پیر جماعت علی محدث علی پوری کے خلفاء ''جماعتی'' کہلواتے ہیں یہ اضافے سلسلۂ مجددیہ کے فروغ کے ساتھ ساتھ مشائخ کے ارادت مندوں نے کئے لیکن دوسرے سلاسل سے امتیاز کا حوالہ ''سلسلہ مجددیہ'' ہی ہے۔

﴿۸۲﴾ شیخ محمد اکرم، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۲۸۸

﴿۸۳﴾ علامہ اقبال نے سلسلہ نقشبندیہ کے حرکی Dynamic ہونے کا نظریہ پیش کیا ملاحظہ کیجئے:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، ص ۳۶۴

﴿۸۴﴾ محمد احسان، خواجہ، روضۃ القیومیہ، مکتبہ نبویہ لاہور جلد اول ص ۲۳۱

﴿۸۵﴾ محمد اکرم، شیخ، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۲۸۹، ۲۹۰

﴿۸۶﴾ حضرت خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کیلئے دیکھئے:

شامی، محمد امین افندی، رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۶ء جلد دوم ص ۲۸۴ تا ۳۲۵/ الصاحب، اسعد بن محمود النقشبندی، الفیوضات الخالدیہ، بحوالہ معجم المؤلفین ﴿عمر رضا کحالہ﴾ جلد دوم ص ۲۴۸/ توکلی، نور بخش، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، نوری بکڈپو لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۰۴، ۳۰۵

﴿۸۷﴾ امام شامل کا بچپن میں نام علی تھا۔ آپ چیچنیا کے رہنے والے تھے۔ نقشبندیہ خالدیہ لوگوں کا اولین مقصد نفاذ شریعت تھا۔ چنانچہ امام شامل نے اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے بہت قوت صرف کی۔ آپ کا مقصد ان بدعتوں کا خاتمہ بھی تھا جو روسیوں کے ساتھ میل ملاپ کی وجہ سے پیدا ہوئیں تھیں۔ آپ نے سزاؤں کا نظام بھی متعارف کروایا۔

تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمایئے:

ماہنامہ میثاق لاہور، ستمبر ۱۹۹۸ء ص ۷۱ تا ۸۰/ ماہنامہ صدائے مجاہد اسلام آباد، اگست ۱۹۹۵ء ص ۲۸ تا ۲۹۔

﴿۸۸﴾ ۲۲ جولائی ۱۹۹۸ میں الحمراء ہال میں منعقدہ مجدد الف ثانی کانفرنس میں پروفیسر صبغت اللہ مجددی ﴿سابق صدر افغانستان﴾ نے راقم کو یہ باتیں بتائیں۔

﴿۸۹﴾ محمد اقبال، ڈاکٹر، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، بزم اقبال لاہور ۱۹۸۶ء مترجم سید نذیر نیازی ص ۲۹۸

﴿۹۰﴾ غلام علی دہلوی، شاہ، مقامات مظہری، اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۸۳ء ترجمہ و تحقیق اقبال مجددی ص ۶۴۱

﴿۹۱﴾ نقشبندیہ فاؤنڈیشن برائے اسلامی تعلیمات امریکہ میں میڈیکل کے شعبہ سے وابستہ ڈاکٹر احمد حسین مرزا نے قائم کی ہے۔ اسکے زیر اہتمام ایک رسالہ ''انوار الصوفیہ'' شائع کیا جا رہا ہے۔ اس رسالہ کیلئے نیویارک، ڈیوک یونیورسٹی، کیمرج یونیورسٹی اور دیگر امریکی و بین الاقوامی اداروں کے محققین کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۹۷ میں انٹرنیشنل میلاد کانفرنس منعقد کی گئی جس کا عنوان Islam in America and the role of Muslim Youth. تھا۔ اس کانفرنس میں مصر، کیمرج، کینیڈا، کیلی فورنیا، ہندوستان، پاکستان اور دیگر ممالک سے نامور سکالرز نے شرکت کی۔

نقشبندیہ فاونڈیشن کے مستقبل کے منصوبہ جات میں اسلامک ایجوکیشن وڈیوز چھوٹے بچوں کیلئے اسلامی سوشل سائنس کے حوالے سے کتابچے اور اسلامک ریسرچ ایجوکیشنل سنٹر شامل ہیں۔

ڈاکٹر احمد حسین مرزا کے خطوط بنام راقم ڈاکٹر احمد حسین مرزا کا انٹرویو نوائے وقت ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۷/ موصوف کا انگریزی مضمون نقشبندیہ فاؤنڈیشن فار اسلامک ایجوکیشن/ رسالہ انوار الصوفیہ اگست ۱۹۹۶

﴿۹۲﴾ علامہ اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۹ء ص ۱۲

﴿۹۳﴾ نظام الدین، حضرت، فوائد الفواد، مترجم شمس بریلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۸ء مرتبہ: امیر علاؤالدین سنجری

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۹۴﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات (فارسی)، نولکشور ۱۳۰۸ھ ص ۲۵۵

﴿۹۵﴾ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات فارسی، نولکشور ۱۳۰۸ھ ص ۲۵۲ تا ۲۵۵

﴿۹۶﴾ بدرالدین، خواجہ سرہندی، حضرات القدس، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ ص ۱۸۰ تا ۲۳۰

﴿۹۷﴾ یوسف نبہانی، علامہ یوسف بن اسماعیل، دارالفکر بیروت ۱۹۹۲، جلد اول ص ۵۵۷

﴿۹۸﴾ خادم، مولانا عبدالمجید، کرامات اہلحدیث، اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ ص ۱۹

﴿۹۹﴾ گولڑوی، نواب دین، کرامات مجدد بعد از وصال مجدد، ماہ نامہ نور اسلام شرق پور جلد ۳۷ شمارہ ۹، ۱۹۹۲ء

﴿۱۰۰﴾ آبادشاہ پوری، حضرت مجدد کے سیاسی مکتوبات، مکتبہ چراغ اسلام لاہور ۱۹۸۵ء ص ۵۷

﴿۱۰۱﴾ ملاقاتوں کا اشارہ دفتر اول کے مکتوب ۵۱ سے ملتا ہے جو شیخ فرید کے نام ہے۔

﴿۱۰۲﴾ ابصار عالم، مجدد الف ثانی کی تحریک احیائے اسلام اور سلاطین مغلیہ، حرا پبلیکیشنز ص ۶۹، ۸۲

﴿۱۰۳﴾ جاوید قاضی، ہندی مسلم تہذیب، تخلیقات لاہور، ۱۹۹۵ء ص ۳۰۴

اقبال لکھتے ہیں:

تخمِ الحادے کہ اکبر پرورید
بازاندر فطرتِ دارا دمید
شمع چل درسینہ ہا روشن بنود
ملت ما ازفساد ایمن بنود
حق گزید از ہند عالمگیر را
آں فقیر صاحب شمشیر را
ازپئے احیائے دیں مامور کرد
بہر تجدید یقین مامور کرد

ترجمہ

اکبر نے الحاد کے جس بیج کو بویا اور اسکی نشوونما کی اس نے داراشکوہ کی فطرت سے سر نکالا۔ سینوں کے اندر دلوں کی شمع بجھ چکی تھیں اور ہماری ملت اسلامیہ کو فساد کا خطرہ پیش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں عالمگیر کو منتخب فرمالیا وہ عالمگیر جو فقیر صاحب شمشیر تھا۔ اور اسے احیاء دین وتجدید ایمان کیلئے مامور فرمایا۔﴿محمد اقبال، ڈاکٹر، اسرار ورموز، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۹۱ء ص ۲۲۲﴾ اورنگزیب کیلئے شہزادۂ دیندار، دین پرور، محی الدین اور محی السنۃ جیسے القابات کا استعمال مجددی تحریک کے اثر انگیز ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

﴿۱۰۴﴾ نہرو، جواہر لال، تلاش ہند، تخلیقات لاہور، ۱۹۹۲ء ص ۳۴۲۔ نہرو کے علاوہ دیگر کئی مؤرخین بھی اس نظریہ کے حامی ہیں درحقیقت مغلیہ سلطنت کے زوال کا سبب عالمگیر کے نااہل جانشینوں کی باہمی جنگ وجدل ہے، جس سے سکھوں، ہندوؤں اور انگریزوں نے فائدہ اٹھایا۔ لیکن اس دور انحطاط میں بھی مجددی سلسلہ کے بزرگوں نے حکومت کی اصلاح کیلئے ہر ممکن کوشش کی۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۰۵﴾ اس سلسلہ کی تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمایئے:
غلام مصطفٰے خاں، ڈاکٹر، ماہنامہ العلماء لاہور جون ۱۹۹۶ء جلد ۲ شمارہ ۹ ص ۳۷ تا ۴۴/ شرف قادری عبدالحکیم، حضرت مجدد الف ثانی اور دو قومی نظریہ، سلطانیہ پبلیکیشنز جہلم/ ماہنامہ نور اسلام، مجدد الف ثانی نمبر، جنوری، فروری ۱۹۸۸ء جلد ۳۳ شمارہ ۱-۲ حصہ سوم

﴿۱۰۵-ا﴾ عزیز احمد، پروفیسر، برصغیر میں اسلامی کلچر، مترجم: ڈاکٹر جمیل جالبی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۰ء ص: ۲۸۸

﴿۱۰۶﴾ ماہنامہ حکمۃ القرآن جولائی ۱۹۹۱ء مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور جولائی ۱۹۹۱ء ص ۳۳-۳۴

﴿۱۰۷﴾ فاروقی، برہان احمد، ڈاکٹر، حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۷۴ء ص ۴۳

﴿۱۰۸﴾ ندوی، معین الدین احمد، شاہ، مقالات سلیمانی، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد ۱۹۸۹ء حصہ دوم ۳۴، ۳۵

﴿۱۰۹﴾ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اس نکتہ نظر کی وضاحت کیلئے ملاحظہ فرمایئے:
فاروقی، محمد طاہر، سیرت اقبال، قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۴۵ تا ۱۶/۴/ فوق، منشی محمد دین، بزم اقبال لاہور ص ۱۸۶ تا ۱۸۹/ ہاشمی، رفیع الدین، مکتبہ خیابان ادب لاہور، ۱۹۷۶ء ص ۱۱۶ تا ۱۱۹/ محمد فرمان پروفیسر، اقبال اور تصوف، بزم اقبال لاہور ۱۹۵۸ء متفرق صفحات ص ۸۵ تا ۸۷، ۱۰۲ تا ۱۲۷/ مسعود احمد، ڈاکٹر، حضرت مجدد اور ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم، اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ ۱۹۸۰ء ص ۴۷ تا ۶۷، ۸۹

﴿۱۱۰﴾ اسرار احمد، ڈاکٹر، برصغیر پاک و ہند میں اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل اور اس سے انحراف کی راہیں، مکتبہ
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۱۹۹۵ء ص ۴۰، ۴۱

﴿۱۱۱﴾ علوی، ڈاکٹر خالد، اقبال اور احیائے دین، المکتبہ العلمیۃ لاہور ۱۹۷۱ء ص ۲۷

﴿۱۱۲﴾ مطالی، ڈاکٹر بابر بیگ، ماہنامہ نور اسلام شرقپور، جون ۱۹۹۸ء ص ۲۴

﴿۱۱۳﴾ نجم السلام، دین و ادب، ادارہ اُردو، حیدر آباد ۱۹۸۹ء ص ۹۹

﴿۱۱۴﴾ عبدالحق، اُردو شاعری میں ابہام گوئی، مجموعہ تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ دکن ۱۹۳۴ء جلد دوم ص ۱۱۸-۱۱۹

﴿۱۱۵﴾ دین و ادب ص ۱۱۸

﴿۱۱۶﴾ دین و ادب ص ۱۱۶

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

باب سوم

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری خدمات

علم تفسیر کی ضرورت واہمیت اور دسویں صدی ہجری تک تفسیری ارتقاء

مبادیٔ تفسیر القرآن، افکار مجدد کی روشنی میں

حضرت شیخ احمد سرہندی کی تفسیر کے ماخذ

حضرت مجدد کے تفسیری نکات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تفسیر

تفسیر ﴿۱﴾ وہ علم ہے جس میں بشری استطاعت کی حد تک نبی کریم ﷺ پر نازل شدہ کتاب کے معانی و مفہوم کو واضح کیا جاتا ہے تاکہ منشائے خداوندی کو پایا جا سکے۔ اس مقصد کیلئے قرآنی آیات کی شانِ نزول، مکی و مدنی، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، مطلق و مقید، حلال و حرام اور عبرت و امثال وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔ تفسیر کا مترادف لفظ تاویل استعمال ہوتا ہے۔ ابتدا میں لفظ تفسیر ہر کتاب کی تفہیم و تشریح کیلئے استعمال ہوتا تھا ﴿۲﴾ لیکن اب یہ قرآنی مفاہیم کی توضیح کیلئے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

تفسیر کے سلسلہ میں زمانہ ماضی میں لائق ستائش کام ہوا لیکن زمانہ کے بدلتے تقاضوں اور نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کیلئے تفسیر ہر دور میں لکھی جاتی رہے گی۔ معاشرہ کبھی بھی نئی تفسیروں کی ضرورت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ علامہ غلام رسول سعیدی نئی تفسیر کی ضرورت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔ ''ہمارے علمائے متقدمین نے تفسیر کے موضوع پر اس قدر زیادہ اور عظیم کام کیا ہوا ہے کہ اس پر کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہو سکتا البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ علماء اسلام کی زیادہ تر کاوشیں عربی زبان میں ہیں جن تک عام اردو دان طبقہ کی رسائی نہیں ہے تو اس بات کی بے شک ضرورت تھی کہ علوم اور معارف کے ان جواہر پاروں کو سہل اور عام فہم انداز میں جدید اسلوب نگارش کے مطابق اردو میں منتقل کر دیا جائے۔ ﴿۳﴾

زمانی تغیرات کے ساتھ نئی تفاسیر کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے عبدالصمد صارم الازہری لکھتے ہیں۔ ''فروعات کی کوئی حد و نہایت نہیں ہمیشہ نئی نئی ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں زمانہ رنگ بدلتا رہتا ہے، نئے نئے علوم و فنون ایجاد ہوتے رہتے ہیں ایسی کوئی کتاب نہیں جو تمام فروعات پر حاوی ہو اس لئے ضرورت ہے کہ متبحر زمانہ شناس علماء حدیث، فقہ و تفسیر کی خدمت میں مشغول رہیں اور تراجم و تفاسیر کا سلسلہ جاری رہے تاکہ خدا اور رسول ﷺ کے احکام اہل زمانہ کی فہم کے قریب ہوتے رہیں اور پیش آمدہ ضروریات کا آسانی سے حل ہوتا رہے۔'' ﴿۴﴾ یہی وجہ ہے کہ اردو اور دیگر زبانوں میں اس سلسلہ میں گرانقدر کام ہوا ہے۔ ایران کے محکمہ اوقاف اور امور خیریہ سے وابستہ مرکز ترجمہ قرآن مجید قم (ایران) میں قرآن کریم کے مطبوعہ نسخوں کی ساتویں نمائش میں دنیا کی تراسی زبانوں میں قرآن تراجم کے بارے میں رپورٹ شائع ہوئی جس میں اردو کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس میں سب سے زیادہ تراجم شائع ہوئے جن کی تعداد ۵۹۳ تھی۔ ترکی کے ۴۴۰، انگریزی کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۴۱۰ اور فارسی کے ۳۱۶ تراجم شائع ہوئے۔ (ماہنامہ اخبار اردو، اسلام آباد، فروری ۲۰۰۰ء، ص:۵)

زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ تفسیرِ قرآن میں پیش رفت کی وضاحت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول اس قول سے بھی ہوتی ہے:

"القرآن یفسرہ الزمان" ﴿۶﴾

زمانہ سے مراد نئے افکار ہیں جو مختلف حالات میں انسانی معاشرہ میں پیدا ہوتے ہیں اور مفسر کو مطالب و معانی کی نئی جہتوں سے آشنا کرتے ہیں جو گذشتہ مفسرین کے فکر و نظر میں ہرگز نہ سمائے تھے۔

چالیس پچاس سال میں نئے الفاظ اور نئی اصطلاحات تخلیق ﴿۵﴾ ہوتی ہیں اس پس منظر میں لسانی ارتقاء کی وجہ سے بھی نئی تفسیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ گویا تفسیر مختلف ادوار کے افراد اور اقوام کے علمی، فکری، معاشرتی، ادبی، معاشی و اقتصادی رجحانات کی آئینہ دار ہوئی ہے۔

تفسیر قرآن اور احادیث نبوی ﷺ

قرآن مقدس کی تشریح و توضیح کی ذمہ داری بھی نبی کریم ﷺ پر تھی۔ "لتبین للناس ما نزل الیھم" میں یہی بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح نبی کریم ﷺ پہلے مفسر قرآن ہیں۔ امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "خداوند کریم نے جو کتاب سرور کائنات ﷺ پر نازل فرمائی اسکی تاویل و تفسیر آپ کی جانب رجوع کیے بغیر معلوم نہیں کی جا سکتی۔ قرآن کریم میں امر و نہی یا مندوب و مستحب سے متعلق جو امور مذکور ہیں وہ آپ ﷺ کے ذریعہ ہی سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔" ﴿۸﴾ تفسیر میں احادیث کی اہمیت کے پیش نظر امام ابوحیان لکھتے ہیں۔ "مبہم کی تعین، مجمل کی تفصیل، سبب نزول اور نسخ یہ جملہ امور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتے ہیں جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔ یہ احادیث ان معتبر کتب میں موجود منقول ہیں جو ہم نے سنی اور روایت کیں مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور دیگر کتب حدیث۔ ﴿۹﴾

کتبِ احادیث میں مندرج ہر تفسیری روایت قابلِ قبول نہیں بلکہ محدثین نے ان کے رد و قبول کے معیار مقرر کئے ہیں اس ضمن میں علامہ غلام رسول سعیدی رقمطراز ہیں۔ "لیکن اس میں ضعیف اور موضوع روایات سے احتراز کرنا واجب ہے اور ایسی روایت بہت زیادہ ہیں اسی وجہ سے امام احمد نے کہا کہ تین قسم کی روایات کی کوئی اصل نہیں ہے۔ مغازی، ملاحم اور تفسیر۔" ﴿۱۰﴾

علماء نے قرآن سمجھنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی احادیث بواسطہ صحابہ اور تابعین قلمبند کیں ان میں مشہور یہ ہیں:

۱۔ یزید بن ہارون السلمی، متوفی ۱۱۷ھ
۲۔ شعبہ بن الحجاج، متوفی ۱۶۰ھ
۳۔ وکیع بن الجراح متوفی ۱۹۷ھ
۴۔ سفیان بن عیینہ متوفی ۱۹۸ھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۵۔ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۲۱ھ ﴿۱۱﴾

خلاصہ یہ کہ حدیث نبوی قرآن کریم کے احکام اوامر اور اسرار و رموز کی شارح و ترجمان ہے۔ جب ہم حدیث پر اس پہلو سے غور و فکر کرتے ہیں کہ وہ ان احکام پر دلالت کرتی ہے جن پر قرآن کریم اجمالاً یا تفصیلاً مشتمل ہے تو اسکی مندرجہ ذیل قسمیں ہو سکتی ہیں:

ا۔ ایسی احادیث جن میں کسی قرآنی حکم کی تائید و تاکید ہوتی ہے۔

ب۔ ایسی احادیث جو قرآن کے مطلب و مفہوم کو واضح کرتی ہیں۔

ج۔ ایسی احادیث جو ان احکام پر مشتمل ہیں جن سے قرآن خاموش ہے۔

عموماً لوگ احادیث کے ذخیرہ میں سے صرف اتنے ہی حصے کو قرآن سے متعلق سمجھتے ہیں جو ابواب تفسیر کے عنوان سے درج ہوتا ہے بقیہ کو قرآن سے غیر متعلق خیال کرتے ہیں حالانکہ حدیث سرتاسر فہم قرآن ہے۔ احادیث پر اگر وقت نظر سے غور کیا جائے تو حدیث و قرآن کا گہرا تعلق واضح طور پر سامنے آجاتا ہے۔

چند کتب احادیث میں مروی روایاتِ تفسیر کا ایک جائزہ درج ذیل ہے۔ (ان میں وہی روایات ہیں جو کتاب التفسیر کے تحت نقل ہوئی ہیں۔)

	نام کتاب	تعداد روایاتِ تفسیر
۱۔	صحیح بخاری ﴿۱۲﴾	۵۰۳
۲۔	صحیح مسلم ﴿۱۳﴾	۳۹
۳۔	الصحیح الجامع للترمذی ﴿۱۴﴾	۴۹۴
۴۔	السنن الکبریٰ للنسائی ﴿۱۵﴾	۸۳۴
۵۔	مسند احمد بن حنبل ﴿۱۶﴾	۵۴۹
۶۔	المستدرک علی الصحیحین ﴿۱۷﴾	۱۰۶۸ تقریباً
۷۔	مجمع الزوائد ﴿۱۸﴾	۶۷۱ "
۸۔	المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ ﴿۱۹﴾	۲۹۱
۹۔	کشف الاستار عن زوائد البزار ﴿۲۰﴾	۱۱۳

دسویں صدی ہجری تک لکھی جانے والی تفاسیر کا ایک اجمالی خاکہ درج ذیل ہے اس میں علوم قرآن کے دیگر پہلوؤں جیسے اسباب نزول، اعجاز قرآن، احکام قرآن، احکام التلاوۃ، اعراب القرآن، معاجم، ناسخ و منسوخ، علوم القرآن، قصص القرآن، متشابہ القرآن، فضائل القرآن وغیرہ پر لکھی گئی کتب درج نہیں کی گئیں۔

دوسری صدی ہجری

تفسیر القرآن	ضحاک بن مزاحم الہلالی۔ م ۱۰۲ھ
تفسیر القرآن	مجاہد بن جبر۔ م ۱۰۴ھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تفسیر القرآن	عکرمہ بن عبداللہ۔ م ۱۰۵ھ
تفسیر القرآن	عطاء بن ابی رباح۔ م ۱۱۵ھ
کتاب فی التفسیر	عطاء بن دینار۔ م ۱۲۶ھ
تفسیر القرآن	جابر بن یزید۔ م ۱۲۷ھ
تفسیر القرآن	ابو اسامۃ المدنی۔ م ۱۳۳ھ
تفسیر القرآن	عطاء الخراسانی۔ م ۱۳۳ھ
تفسیر القرآن	محمد بن سائب الکلبی۔ م ۱۴۶ھ
تفسیر القرآن	ثابت بن دینار الثمالی۔ م ۱۵۰ھ
تفسیر القرآن	ابن جریج المکی۔ م ۱۵۰ھ
تفسیر القرآن الکبیر	مقاتل بن سلیمان۔ م ۱۵۰ھ
تفسیر القرآن	ابو عبداللہ الحسین بن واقد۔ م ۱۶۰ھ
تفسیر القرآن	شعبۃ ابن الحجاج۔ م ۱۶۰ھ
تفسیر القرآن	ابن قدامۃ الکوفی۔ م ۱۶۱ھ
تفسیر القرآن	ابو سعید ابراہیم بن طہمان۔ م ۱۶۳ھ
کتاب فی التفسیر	سعید الازدی۔ م ۱۶۸ھ
تفسیر القرآن	عبدالرحمان بن یزید۔ م ۱۷۰ھ
تفسیر القرآن	عبداللہ بن مبارک۔ م ۱۸۱ھ
التفسیر	اسماعیل بن علیہ۔ م ۱۹۳ھ

تیسری صدی ہجری

تفسیر القرآن	ابو نصر عبدالوہاب۔ م ۲۰۴ھ
تفسیر القرآن	محمد بن عمر الواقدی۔ م ۲۰۷ھ
تفسیر القرآن	ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی۔ م ۲۱۱ھ
تفسیر القرآن	ابو الحسن آدم ابن ابی ایاس۔ م ۲۲۰ھ
تفسیر القرآن	ابو علی حسن بن محبوب۔ م ۲۲۴ھ
تفسیر القرآن	سعید المذری۔ م ۲۲۷ھ
تفسیر القرآن	ابو عثمان سعید بن منصور۔ م ۲۲۹ھ
تفسیر القرآن	ابو الحرث سریج۔ م ۲۳۵ھ
تفسیر القرآن	ابن ابی شیبہ۔ م ۲۳۵ھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تفسیر القرآن	۔م۲۳۹ھ
تفسیر القرآن	ابوحذیفہ موسیٰ بن مسعود۔م۲۴۰ھ
تفسیر القرآن	امام احمد بن حنبل۔م۲۴۱ھ
تفسیر القرآن	علی بن محمد۔م۲۴۵ھ
تفسیر القرآن	بلال بن یحییٰ۔۲۴۵ھ
تفسیر القرآن	عبد بن حمید۔م۲۴۹ھ
تفسیر القرآن	محمد بن اسماعیل بخاری۔م۲۵۶ھ
تفسیر القرآن	عبداللہ بن سعید۔م۲۵۷ھ
تفسیر القرآن	سید المصطفیٰ۔م۲۶۶ھ
تفسیر سورہ یٰسین	سلمہ بن الخطاب۔م۲۷۰ھ
تفسیر القرآن	محمد بن یزید ابن ماجہ۔م۲۷۳ھ
تفسیر القرآن	محمد بن ادریس الرازی۔م۲۷۷ھ
تفسیر القرآن	الحافظ ابومحمد القرطبی۔م۲۷۸ھ
تفسیر القرآن	سہل التستری۔م۲۸۳ھ
تفسیر القرآن ابواسحاق	ابراھیم بن اسماعیل۔م۲۸۳ھ
تفسیر القرآن	علی بن ابراھیم القمی۔م۲۸۵ھ
تفسیر القرآن ابواسحاق	حافظ ابویحییٰ زکریا بن داؤد۔م۲۸۶ھ
تفسیر القرآن	حافظ ابویحییٰ عبدالرحمان۔م۲۹۱ھ
تفسیر القرآن ابواسحاق	ابراھیم بن معقل۔م۲۹۲ھ
تفسیر القرآن	محمد بن ایوب الرازی۔م۲۹۴ھ
تفسیر القرآن	ابن ابی اشرس۔م۲۹۴ھ
تفسیر القرآن	محمد بن عبداللہ المطین۔م۲۹۷ھ
سراج الہدیٰ فی القرآن ومشکلہ ابراہیم بن احمد الریاضی۔م۲۹۸ھ	
تفسیر القرآن	علی بن اسباط الکوفی۔متوفی وسط قرن ثالث

چوتھی صدی ہجری

تفسیر القرآن	ابواسحاق ابراھیم بن اسحاق۔م۳۰۳ھ
معانی القرآن	ابواسحاق ابراہیم بن محمد۔م۳۱۱ھ
تفسیر القرآن	حافظ ابوبکر محمد ابن خزیمہ۔م۳۱۱ھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تفسیر القرآن	ابو بکر عبداللہ بن داؤد۔ م ۳۱۶ھ
تفسیر القرآن	عبداللہ بن احمد ابوالقاسم الکعبی۔ م ۳۱۷ھ
اختصار تفسیر الطبری	ابو بکر احمد بن علی۔ م ۳۲۶ھ
تفسیر القرآن	ابن ابی حاتم۔ م ۳۲۷ھ
تفسیر القرآن	ابوالحسن الاشعری۔ م ۳۲۴ھ
کتاب التفسیر	ابن بابویہ۔ م ۳۲۹ھ
تفسیر القرآن	ابوالقاسم عمرو بن ابی علی الحسن۔ م ۳۳۴ھ
تفسیر القرآن	ابن جمشاذ۔ م ۳۳۸ھ
تفسیر القرآن	احمد النحاس۔ م ۳۳۸ھ
تفسیر القرآن	ابن آمنہ القرطبی۔ م ۳۴۰ھ
تفسیر القرآن	احمد بن دول۔ م ۳۵۰ھ
کتاب التفسیر	عبدالعزیز۔ م ۳۵۰ھ
شفاء الصدور فی تفسیر القرآن	ابو بکر محمد بن الحسین۔ م ۳۵۱ھ
تفسیر القرآن	احمد بن محمد۔ م ۳۵۱ھ
تفسیر القرآن	علی بن احمد الکوفی۔ م ۳۵۱ھ
الانوار فی تفسیر القرآن	ابن المقسم النحوی۔ م ۳۵۲ھ
موجز التاویل عن معجزات التنزیل	احمد بن کامل۔ م ۳۵۰ھ
احکام القرآن	احمد بن محمد بن سعید۔ م ۳۵۳ھ
تفسیر القرآن	محمد بن حبان۔ م ۳۵۴ھ
تفسیر القرآن	ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم۔ م ۳۶۰ھ
تفسیر القرآن	سلیمان بن احمد۔ م ۳۶۰ھ
تفسیر القرآن	محمد بن علی۔ م ۳۶۶ھ
التقریب فی تفسیر القرآن	محمد بن احمد الازہری۔ م ۳۷۰ھ
احکام القرآن	احمد بن علی بن ابی بکر۔ م ۳۷۰ھ
تفسیر المسعودی	محمد بن احمد المروزی۔ م ۳۷۱ھ
تفسیر القرآن	ابن عطیہ۔ م ۳۸۳ھ
الجامع الکبیر فی تفسیر القرآن	علی بن عیسیٰ الرمانی۔ م ۳۸۴ھ
تفسیر القرآن	ابوحفص عمر بن احمد ابن شاھین۔ م ۳۸۵ھ
الاستغنا فی تفسیر القرآن	محمد بن علی الادفوی۔ م ۳۸۸ھ
تفسیر القرآن الکبیر	ابوالحسن علی بن عبدالعزیز۔ م ۳۹۲ھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جامع التاویل فی تفسیر القرآن احمد بن فارس۔م۳۹۵ھ

پانچویں صدی ہجری

حقائق التنزیل	محمد بن ابی احمد الشریف الرضی۔م۴۰۶ھ
تفسیر المسند	احمد بن موسیٰ۔م۴۱۰ھ
تفسیر القرآن	ابوالقاسم ھبۃ اللہ۔م۴۱۰ھ
حقائق الحقائق فی تفسیر القرآن	ابوعبدالرحمان السلمی۔۴۱۲ھ
مختصر تفسیر القرآن لابن سلام	عبدالرحمان بن مروان القنازعی۔م۴۱۳ھ
تفسیر القرآن	عبدالجبار الحمدانی۔م۴۱۵ھ
کتاب التحصیل	احمد بن محمد۔م۴۱۸ھ
عیون التفاسیر	الحسن الخیری۔م۴۲۶ھ
احمد المعافری	احمد المعافری۔م۴۲۹ھ
تفسیر القرآن	ابومنصور البغدادی۔م۴۲۹ھ
الاستغنا فی تفسیر القرآن	نور احمد بن عبدالوہاب۔م۴۳۰ھ
البرھان فی تفسیر القرآن	علی بن ابراہیم الجوفی۔م۴۳۰ھ
تفسیر القرآن علی مذھب الملاحدہ	ناصر الاصبہانی۔م۴۳۱ھ
تفسیر القرآن	ابوذر عبد بن احمد۔م۴۳۱ھ
تفسیر سورۃ البقرۃ، تفسیر الفاتحہ	الشریف المرتضی۔م۴۳۶ھ
الکشف والبیان	ابواسحاق الثعلبی۔م۴۳۷ھ
التفصیل الجامع لعلوم التنزیل	احمد المہدوی۔م۴۴۰ھ
کتاب التفصیل	ابوحفص اندلسی۔م۴۴۵ھ
مجمع البحرین	علی بن محمد ابوالحسن۔م۴۴۵ھ
النکت والعیون فی التفسیر	علی بن محمد اسماوردی۔م۴۵۰ھ
جامع التاویل لحکم التنزیل	محمد بن علی اصبہانی۔م۴۵۷ھ
تفسیر القرآن	ابن ابی طیب۔م۴۵۸ھ
تفسیر القرآن اوسط	ابن ابی طیب۔م۴۵۸ھ
تفسیر القرآن صغیر	ابن ابی طیب۔م۴۵۸ھ
التبیان فی تفسیر القرآن، مجمع البیان	محمد بن حسن الطوسی۔م۴۶۰ھ
اسابق والملاحق	احمد بن علی خطیب البغدادی۔م۴۶۳ھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لطائف الاشارات فی تفسیر القرآن	عبدالکریم بن ہوازن القشیری۔م ۴۶۵ھ
البسیط فی تفسیر القرآن	علی بن احمد الواحدی۔م ۴۶۸ھ
الدر فی تفسیر القرآن	عبدالکریم بن عبدالصمد۔م ۴۷۸ھ
تفسیر القرآن	عبدالملک بن عبداللہ امام الحرمین۔م ۴۷۸ھ
البرہان العمیدی	علی بن فضال القیروانی۔م ۴۷۹ھ
تفسیر القرآن	ابواسماعیل عبداللہ بن محمد۔م ۴۸۱ھ
تفسیر القرآن، کشف الاستار فی التفسیر	علی بن محمد ابزرودی۔م ۴۸۲ھ
تفسیر القرآن	محمد بن علی۔م ۴۸۳ھ
الجواہر فی تفسیر القرآن	ابوالفرج عبدالواحد۔م ۴۸۶ھ
حدائق ذات بہجہ	عبدالسلام بن محمد القزوینی۔م ۴۸۸ھ
مختصر تفسیر القرآن للرمانی	عبدالملک بن علی المودب۔م ۴۸۹ھ
تفسیر القرآن	ابوالمظفر السمعانی۔م ۴۸۹ھ
زادالحاضر والبادی فی التفسیر	علی بن سہل النیشاپوری۔م ۴۹۱ھ
تفسیر القرآن	النہروانی۔م ۴۹۴ھ
تفسیر القرآن	الراغب الاصفہانی۔م ۵۰۰ھ

چھٹی صدی ہجری

مشکاۃ الانوار ومصفاۃ الاسرار فی تفسیر آیۃ النور	محمد بن محمد امام غزالی۔۵۰۵
تفسیر القرآن	عبدالرحیم بن ابی القاسم القشیری۔۵۱۴
بحر الحبۃ فی اسرار المودۃ فی تفسیر سورۃ یوسف	حمد بن محمد ابوالفتوح۔۵۲۰
مختصر تفسیر القرآن للثعالبی	محمد بن الولید۔۵۲۰
تفسیر القرآن	محمد بن عبدالملک الکرجی۔۵۳۲
تفسیر القرآن	علی بن عبداللہ الجزاجی۔۵۳۲
مدارج الافہام والامواج فی تفسیر ثمانیہ ازواج ﴿فارسی﴾	عبدالعزیز بن عثمان السغنی۔۵۳۳
الایضاح فی تفسیر القرآن	ناصرالدین الاصبہانی۔۵۳۵
الجامع الکبیر فی معالم التفسیر	،،
المعتمد فی التفسیر	،،
الجامع فی التفسیر المعتمد فی التفسیر	اسماعیل التیمی۔۵۳۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الارشاد فی تفسیر القرآن	عبدالسلام بن عبدالرحمان۔۵۳۶
تفسیر القرآن	محمد بن ابراہیم۔۵۳۶
الاکمل الاطول فی تفسیر القرآن	نجم الدین ابوحفص سمرقندی۔۵۳۷
انوار الفجر المنیر	محمد بن عبداللہ۔۵۳۷
تفسیر القرآن	مسعود بن علی البیہقی۔۵۴۴
تفسیر القرآن	محمد بن عبدالرحمان۔۵۴۶
تفسیر القرآن	عبدالرحمان بن محمد الحلوانی۔۵۴۶
تفسیر سورۃ یوسف	محمد بن ابی القاسم المشہر ستانی۔۵۴۸
مجمع البیان	امین الدین ابوعلی طبرسی۔۵۴۸
تفسیر القرآن	عمر بن عثمان البتری۔۵۵۰
تفسیر القرآن	محمد بن عبدالحمید سمرقندی۔۵۵۲
تفسیر القرآن	علی بن عمر بن احمد الحرانی۔۵۵۶
ینبوع الحیاۃ	ابن ظفر المکی۔۵۶۵
تفسیر القرآن	محمد بن اسعد ابن الحکیمی۔۵۶۷
تفسیر القرآن	علی بن عبداللہ الاندلسی۔۵۶۷
تفسیر الفاتحہ سورۃ الاخلاص	ابن البرھان۔۵۶۹
تفسیر القرآن	ابن البرھان۔۵۶۹
ضیاء القلوب لابی الفتح الرازی فی التفسیر	ابومحمد عبدالغنی۔۵۷۶
تفسیر القرآن خلاصۃ التفسیر	ابوالحسن سعید بن ہبۃ اللہ۔۵۷۳
مصباح التنزیل	محمد بن محمد البقالی۔۵۷۶
تفسیر القرآن	احمد بن محمد العتابی۔۵۷۶
جلاء الاوہام وجلاء الافہام فی تفسیر آیۃ احل لکم یعذر الصیام	ابن الانباری۔۵۷۷
تفسیر سورۃ القدر	احمد الرفاعی۔۵۷۸
الایضاح والتبیین لما اہم من تفسیر الکتاب المبین	عبدالرحمان بن الخطیب عبداللہ السہیلی۔۵۸۱
تفسیر التفسیر ﴿۱۰ جلد﴾	نصیر الدین عالی۔۵۸۶
لوامع البرہان وقواطع البیان	محمد بن الحسین المعینی۔۵۸۴
تیسیر البیان فی تفسیر القرآن	ابن الجوزی۔۵۹۷
زاد المسیر فی علم التفسیر ﴿مطبوعہ﴾	”
تفسیر القرآن	الحسن بن الخطیر۔۵۹۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

البصائر	محمد بن محمود المروروذی۔۵۹۹
عین المعانی فی تفسیر السبع المثانی	محمد بن محمد السجاوندی۔۶۰۰

ساتویں صدی ہجری

تفسیر سورۃ اخلاص، مفاتیح الغیب	فخر الدین رازی۔۶۰۶
مفاتیح العلوم فی تفسیر الفاتحہ	"
تفسیر القرآن	علی بن عبد الوھرانی۔۶۱۵
تفسیر القرآن	عبد اللہ بن الحسین۔۶۱۶
عین الحیاۃ	احمد بن عمر نجم الدین الکبریٰ۔۶۱۸
تفسیر القرآن	محمد بن ابی القاسم الخضر۔۶۲۱
جامع العلوم فی تفسیر کتاب اللہ الحی القیوم	عبد الرحمان بن عمر۔۶۲۴
تفسیر القرآن	محمد بن عثمان العلیابادی۔۶۲۸
تفسیر القرآن	معافی بن اسماعیل۔۶۳۰
فتح الباب المقفل فی فہم الکتاب المنزل فی تفسیر القرآن	علی بن احمد التجیبی۔۶۳۷
الجمع التفصیل فی اسرار المعانی التنزیل ﴿سورۃ مریم تک﴾	محی الدین ابن عربی۔۶۳۸
تفسیر القرآن، الغایات فیما ورد من الغیب فی تفسیر بعض الآیات	محی الدین ابن عربی۔۶۳۸
تفسیر القرآن الی سورۃ الکہف	علی بن محمد السخاوی۔۶۴۳
تفسیر القرآن	بشیر بن ابی بکر التبریزی۔۶۴۲
نہایۃ التاسیل فی اسرار التنزیل	ابن خطیب زملکان۔۶۵۱
بحر الحقائق والمعانی فی تفسیر سبع مثانی	عبد اللہ بن محمد الاسدی۔۶۵۴
تفسیر القرآن	محمد بن عبد اللہ المرسی۔۶۵۵
امالی فی تفسیر القرآن	ابن عبد السلام۔۶۶۰
رموز الکنوز فی التفسیر	عبد الرزاق بن رزق اللہ۔۶۶۱
مطالع انوار التنزیل ومفاتیح اسرار التاویل	عبد الرزاق بن رزق اللہ۔۶۶۱
الانوار الواضحہ فی معانی الفاتحہ	عبد العزیز بن محمد۔۶۶۲

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

النور المسری فی تفسیر آیۃ الاسراء — ابوشامہ۔۶۶۵

اعجاز البیان فی کشف بعض اسرار القرآن فی تفسیر الفاتحہ — صدرالدین القونوی۔۶۷۲

تفسیر القرآن — محمد بن رزین۔۶۸۰

تبصرۃ المتذکر وتذکرۃ المتبصر — احمد بن یوسف الکواشی۔۶۸۰

مشکلات البیان فی تفسیر القرآن — جلال الدین الحسلی

الانتصاف فی حاشیۃ الکشاف — احمد بن محمد ابن المنیر۔۶۸۳

کروم التہانی لتفسیر سبع المثانی — ابن شداد الحلبی۔۶۸۴

الواضح فی مختصر مفاتیح الغیب فخر الرازی — محمد بن محمد النسفی۔۶۸۶

الجامع بین التفسیر الکبیر والکشاف — ابوحامد بن محمود الاصبہانی۔۶۸۸

تفسیر القرآن — احمد بن ناصر الحسینی۔۶۸۹

تفسیر القرآن — زین الدین التوخی۔۶۹۵

الانوار الواضحہ فی معانی الفاتحہ — عبدالعزیز بن احمد الدیرینی۔۶۹۷

تفسیر القرآن ﴿الی سورۃ مریم﴾ — ابن سید الکل۔۶۹۷

التحریر والتحبیر لاقوال ائمۃ التفسیر فی معانی کلام السمیع البصیر ﴿۵۰ جلد﴾ — ابن النقیب۔۶۹۸

آٹھویں صدی ہجری

تفسیر الفاتحہ — ابواسحاق ابراہیم بن احمد۔۷۰۳

تفسیر القرآن — ابراہیم الرقی۔۷۰۳

الراشف فی زلال الکاشف — محمد بن ایوب التازفی۔۷۰۵

ملاک التاویل فی التفسیر — احمد الاذرعی۔۷۰۸

فتح المنان فی تفسیر القرآن — قطب الدین المشیرازی۔۷۱۰

تفسیر القرآن — محمد بن علی الشامی۔۷۱۵

المیضاح البیان عن معنی ام القرآن — سلیمان بن عبداللہ الطوفی۔۷۱۶

تفسیر القرآن — محمد بن ابراہیم الزنجانی۔۷۲۱

تفسیر الفاتحہ — علی بن یعقوب البکری۔۷۲۴

تفسیر القرآن — رکن الدین المنصوری۔۷۲۵

نہج الایمان فی تفسیر القرآن — ابن مطہر الحلی۔۷۲۶

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فتح القدیر	احمد بن محمد۔ ۷۲۸
الاکسیر الابریز فی تفسیر القرآن	ابن ادریس زیدی۔ ۷۲۹
التیسیر فی التفسیر، النہج القویم فی تفسیر القرآن الکریم	”
السراج الوہاج فی تفسیر القرآن	عبدالرزاق بن جمال الدین۔ ۷۳۰
تفسیر الاستعاذہ والبسملۃ، تفسیر آیۃ الکرسی سورۃ اخلاص، کافرون، لم یکن، مائدہ، قلم، تبت، معوذتین	احمد بن شہاب الدین۔ ۷۲۸
غرر البیان فی تفسیر القرآن	ابن جماعۃ۔ ۷۳۳
تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، رسالہ فی تفسیر الم	علی بن احمد المہائمی
تفسیر القرآن	علاؤ الدولہ السمنانی۔ ۷۳۶
البستان فی تفسیر القرآن	شرف الدین ابوالقاسم۔ ۷۳۷
جنات العیبین فی تفسیر القرآن المبین	
تفسیر القرآن	محمد بن محمد ﷺ ابن القویع ﷺ۔ ۷۳۸
لباب التاویل فی معانی التنزیل	علی محمد خازن۔ ۷۴۱
البحر المحیط	ابوحیان الاندلسی۔ ۷۴۵
نغب الطائر من البحر الزاخر فی التفسیر	
	محمد بن ابراہیم ابن الاکفانی۔ ۷۴۵
حاشیہ علی الکشاف	احمد بن الحسن الجارپردی۔ ۷۴۶
غرۃ التاویل فی التفسیر	ولی الدین تبریزی خطیب الفخریہ۔ ۷۴۹
انوار الحقائق البرہانیہ فی تفسیر الآیات القرآنیہ	شمس الدین الاصبہانی۔ ۷۴۹
تفسیر القرآن	عبدالواحد بن شرف الدین۔ ۷۵۰
تفسیر الفاتحہ	ابن قیم الجوزیہ۔ ۷۵۱
تفسیر القرآن	محمد بن علی المصری۔ ۷۵۱
تحقیق التفسیر فی تکثیر التنویر فی تفسیر القرآن	عبدالرحمان بن رکن الدین۔ ۷۵۶
التسہیل لعلوم التنزیل فی التفسیر	ابن جزی الغرناطی۔ ۷۵۷
الاکسیر فی التفسیر	ابواحمد عبدالصمد بن ابراہیم۔ ۷۶۷
السابق الاحق فی تفسیر القرآن	محمد بن علی ابن النقاش۔ ۷۶۳
شرح انوار التنزیل	عبدالرحمان بن حسن الاسنوی۔ ۷۷۲
تفسیر القرآن	عمر بن اسحاق۔ ۷۷۳
تفسیر القرآن العظیم	ابن کثیر عماد الدین ابوالفداء۔ ۷۷۴
الصراط المستقیم فی تبیین القرآن	احمد بن محمد، قول احمد۔ ۷۸۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تفسیر القرآن	محمد بن محمود البابرتی۔۷۸۶
تفسیر القرآن	ابراہیم بن زین الدین۔۷۹۰
تفسیر القرآن	شیخ علاؤالدین الحموی۔۷۹۳
تفسیر القرآن ﴿الی سورۃ مریم﴾	محمد بن بہادر الزرکشی۔۷۹۴
کشف التنویل فی تحقیق المباحث التاویل	ابوبکر بن علی الحدادی۔۸۰۰

نویں صدی ہجری

حاشیہ علی الکشاف	احمد بن محمد الجندی۔۸۰۳
عیون التفاسیر	احمد بن محمود السیواسی۔۸۰۳
تفسیر القرآن	محمد بن محمد الورغمی۔۸۰۳
تفسیر القرآن	ابن المتوج البحرانی۔۸۱۰
التبیان	ابن القائم۔۸۱۵
تفسیر القرآن العظیم	حافظ الدین البزاری۔۸۱۶
تفسیر فاتحۃ الباب تفسیر فاتحۃ الکتاب	محمد بن یعقوب فیروز آبادی۔۸۱۷
الدر النظیم المرشد الی مقاصد القرآن العظیم	،،
الفیض القدسی فی آیۃ الکرسی	احمد بن محمد۔۸۱۹
مجمع الانوار فی جمع الاسرار فی تفسیر القرآن	حاجی پاشا الایدینی۔۸۲۰
تفسیر القرآن	عبدالکریم بن ابراھیم۔۸۲۰
تفسیر سورۃ الملک والنباء	خواجہ پارسا۔۸۲۲
نور القلوب	بدرالدین السیماوی۔۸۲۳
تفسیر الفاتحہ	محمد بن حمزہ انصاری۔۸۳۴
الابریز فی تفسیر کتاب اللہ العزیز	محمد بن ابراہیم ابن الصارم۔۸۳۹
تفسیر سورۃ اخلاص	محمد بن احمد ابن مرزوق۔۸۵۲
فتح المنان فی تفسیر القرآن	محمد بن یحیٰ ابن زہرہ۔۸۴۸
تفسیر سورۃ الفاتحہ تفسیر القرآن	الشیخ یعقوب بن عثمان۔۸۵۰
تفسیر القرآن	ابن شہبۃ الدمشقی۔۸۵۱
حاشیہ علی تفسیر علاؤالدین الترکمانی الی اول الانعام ابراہیم الکرکی برہان الدین۔۸۵۳	
حاشیہ علی الکشاف	حیدر بن محمد بن ابراہیم الھروی۔۸۵۴

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تفسیر القرآن	ابن الضیاء المکی۔۸۵۴
تفسیر القرآن	ابراہیم بن فائد۔۸۵۷
تقشیر التفسیر فی التیسیر والتسیر	حمزہ بن محمود۔۸۷۱
حاشیہ علی انوار التنزیل	امام الکالمیہ
الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن	عبدالرحمان بن محمد الثعالبی۔۸۷۵
نزہۃ الاخوان فی تفسیر آیۃ	
یلو طا انا رسول ربک ینل المرام	
فی تفسیر قولہ تعالیٰ وما ربک بظلام للعبید۔	محمد بن سلیمان الکافیہ جی۔۸۷۹
ذخیرۃ الفقر فی تفسیر سورۃ العصر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج۔۸۷۹
تفسیر القرآن	محمد بن محمد الثرالدیوی۔۸۸۲
فتح الرحمان فی تفسیر القرآن	محمد بن محمد ابن قورقماز۔۸۸۳
نشر الرحمان فی فتح الرحمان	”
البیان فی تفسیر القرآن	ابن حزام۔۸۸۵
نظم الدر فی تناسب الآی والسور	ابراہیم بن عمر۔۸۸۵
تفسیر آیۃ الکرسی، تفسیر الفاتحہ	الشیخ محمد بن محمد چلپی خلیفہ۔۸۸۶
غایۃ الامانی	احمد بن اسماعیل الکورانی۔۸۹۴
مختصر مدارک التنزیل فی التفسیر للنسفی	عبدالرحمان بن ابی بکر۔۸۹۴
تفسیر القرآن	عبدالرحمان بن نظام الدین الجامی۔۸۹۸
تفسیر آیۃ الکرسی، تفسیر سورۃ الفاتحہ، تفسیر من سورۃ الضحیٰ الی آخر القرآن	
	جمال الخلوتی۔۸۹۹

دسویں صدی ہجری

جامع التنزیل والتاویل	حسام الدین البدلیسی۔۹۰۰
تفسیر سورۃ الدخان، حاشیہ علی شرح انوار التنزیل	محمد بن ابراہیم النکساری۔۹۰۱
الرسالۃ الواضحۃ فی شرح سورۃ الفاتحہ	ابراہیم بن علی۔۹۰۵
تفسیر سورۃ الفاتحہ، جوامع التبیان فی تفسیر القرآن	محمد بن حنفی الدین الایجی۔۹۰۶
حاشیہ انوار التنزیل، تجلی الارواح فی تفسیر الفاتحہ	بایزید خلیفہ۔۹۱۰
تفسیر سورۃ یوسف	حسین بن علی الہروی۔۹۱۰
تفسیر القرآن الی سورۃ یوسف	ابراہیم بن الحسین۔۹۱۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فتح المنان بتفسیر آیۃ الامتنان	قورقود عثمانی۔۹۱۸
قلائد العقیان فی قولہ تعالیٰ یامر بالعدل والاحسان	
تفسیر سورۃ القدر	مصلح الدین۔۹۱۹
الفواتح الالہیہ والمفاتیح الغیبیہ فی تفسیر القرآن	الشیخ نعمۃ اللہ۔۹۲۰
الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز	احمد بن ابی جامع۔۹۲۸
تفسیر القرآن ﴿سورۃ نحل الی الآخر﴾	حکیم شاہ القزوینی۔۹۲۸
تفسیر القرآن	عبدالوہاب بن السید احمد۔۹۳۲
تفسیر القرآن من سورۃ یٰسین الی آخر القرآن	شاہاب الدین احمد۔۹۳۲
تفسیر سورۃ الملک، تفسیر القرآن	ابن کمال۔۹۳۳
معراج العلا فی تفسیر سورۃ الاسراء	الاماسی۔۹۳۰
تنویر الضحیٰ فی تفسیر سورۃ والضحیٰ	احمد بن علی۔۹۴۰
حاشیہ علی انوار التنزیل	سعدی حلبی۔۹۴۵
"	خیر الدین خضر العطوفی۔۹۴۸
تفسیر القرآن	کمال الدین حسین۔۹۵۰
الاخلاصیہ فی تفسیر سورۃ الاخلاص	شیخ زادہ محمد بن مصلح الدین۔۹۵۱
سواطع الالہام	ابوالفضل، فیضی۔۹۵۴
تفسیر القرآن	محی الدین محمد حلبی۔۹۵۴
بحر الدرر فی التفسیر	معین الدین محمد بن عبداللہ۔۹۵۴
الابانۃ فی معرفۃ الامانۃ	محمد بن محمد الفارسکوی۔۹۶۴
الصراط المستقیم الی معانی بسم اللہ الرحمن الرحیم	علی بن محمد ابن عراق۔۹۶۳
جامع الانوار فی نہج الافکار والبحار	ابراہیم بن حمزۃ۔۹۶۵
مطلع النیرین فی تفسیر الفاتحہ وآیۃ الکرسی والمعوذتین	محمد بن محمد الرصفی۔۹۶۶
حاشیہ علی تفسیر الکشاف، رسالہ فی تفسیر آیۃ الوضوء	طاش کبری زادہ۔۹۶۸
بحر العلوم فی تفسیر القرآن	الشیخ عبدالرحمان بن ابراہیم۔۹۷۲
السراج المنیر فی الاعانۃ علی معرفۃ بعض معانی کلام ربنا الحکیم الخبیر فی التفسیر	الخطیب الشربینی۔۹۷۷
حاشیہ علی انوار التنزیل، حاشیہ علی الکشاف	علی حلبی۔۹۷۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اعجاز القرآن

لفظ معجزہ ﴿۲۱﴾ کا اطلاق انبیاء علیہم السلام سے صادر ہونے والے ایسے خوارق پر کیا جاتا ہے جو ان کی نبوت کی دلیل ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے عظیم معجزات میں سے قرآن مجید بھی ایک اعجاز ہے۔ قرآن مجید فقط اپنی مجموعی حیثیت سے معجزہ نہیں بلکہ قرآن کی تمام سورتیں طویل ہوں یا مختصر ان میں سے ہر سورت بجائے خود ایک معجزہ ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ نے معجزہ کی حقیقت' معجزہ کی شرائط' قرآن کی تحدی' تحدی پر ہونے والے اعتراضات کا جواب' اعجاز القرآن کی مختلف وجوہ اور اعجاز القرآن پر وارد ہونے والے شبہات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان موضوعات پر آپ کے افکار و نظریات یہ ہیں:

''معجزہ سے مراد ہمارے نزدیک وہ چیز ہے جس سے اس شخص کی صداقت کا اظہار مقصود ہو جو یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اسکی چند شرائط ہیں:

﴿ا﴾ یہ اللہ کا فعل ہو کیوں کہ تصدیق اسی وقت حاصل ہوگی جبکہ اللہ کی جانب سے ہو۔

﴿ب﴾ یہ خارقِ عادت ہو کیونکہ جو چیز معتاد ہو مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہونا اور ہر بہار میں پھولوں کا ظاہر ہونا' وہ صدق پر دلالت نہیں کرتی۔

﴿ج﴾ اسکا معارضہ ناممکن ہو' یہی اعجاز کی حقیقت ہے۔

﴿د﴾ یہ مدعیٔ نبوت کے ہاتھوں ظاہر ہوتا کہ معلوم ہو کہ یہ اسکی تصدیق ہے۔

﴿ر﴾ دعویٰ کے موافق ہو چنانچہ اگر مدعیٔ نبوت کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں لیکن اس نے کوئی دوسرا خارق عادت کام کیا مثلاً پہاڑ کا لڑھکانا' تو وہ اسکے صدق پر دلالت نہیں کرے گا کیوں کہ اسکی حیثیت تصدیقِ خداوندی کی نہیں ہے۔

﴿ہ﴾ جس معجزہ کا دعویٰ کیا ہو اور جسے معجزہ کے طور پر پیش کیا ہو وہ اس کو جھٹلانے والا نہ ہو چنانچہ اگر کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ یہ سوسمار بولے گا اور وہ سوسمار کہہ دے کہ یہ جھوٹا ہے تو اس سے اسکا سچا ہونا معلوم نہ ہوگا بلکہ اس کے جھوٹے ہونے کا اعتقاد بڑھ جائے گا اس لئے کہ نفسِ خارق ہی اسکی تکذیب کرنے والا ہے۔

﴿ی﴾ دعویٰ پر مقدم نہ ہو۔ کیونکہ دعویٰ سے پہلے تصدیق عقل میں نہیں آتی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گہوارے میں کلام فرمانا' خشک درخت سے تر و تازہ کھجور کا گرنا' حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا سینہ چاک کیا جانا' آپ ﷺ کے قلب انور کا دھویا جانا' بادل کا سایہ فگن ہونا اور پتھروں اور ٹیلوں کا آپ ﷺ کو سلام کہنا یہ اس قسم کے امور ہیں جو دعویٰ نبوت سے پہلے ہوئے ہیں اس لئے یہ معجزات نہیں بلکہ کرامات ہیں۔ اس صورت میں ان چیزوں کو ارہاص یا تاسیس نبوت کہتے ہیں۔'' ﴿۲۲﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قرآن کی تحدی

قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں جو ظاہراً کہے کہ یہ کتاب معجزے کی اصطلاحی تعریف کے مطابق معجزہ ہے یعنی آیت کے الفاظ یہ ہوں کہ یہ کتاب معجزہ ہے بلکہ قرآن کے خود کو معجزہ بتانے کا انداز یہ ہے کہ اس میں اس کی مثل لانے کا چیلنج کیا گیا ہے۔ گویا چیلنج کرنا ہی دراصل معجزے کا رکنِ اعظم ہے اور حقیقتِ معجزہ کا قوام اسی سے ہے۔ قرآن کی تحدی کی حقیقت اور اس پر کئے جانے والے اعتراضات کے دفعیہ کے سلسلہ میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نکتہ نظر درج ذیل ہے:

''میں ﴿شیخ احمد﴾ کہتا ہوں کہ تحدی اور طلب معارضہ کی تصریح اگرچہ جمہور کے نزدیک معجزے کیلئے شرط نہیں ہے لیکن ضمنی طور پر قرائن احوال سے جو سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ تحدی ان امور میں سے ہے جو معجزہ میں سب کے نزدیک لازمی ہیں اور اس کے بغیر ﴿کوئی معجزہ﴾ معجزہ نہیں ہو سکتا۔''

قرآن اس وجہ سے معجزہ ہے کہ آپ نے اس کی مثل لانے کی تحدی کی اور کسی نے معارضہ نہیں کیا جہاں تک تحدی کا تعلق ہے تو یہ متواتر ہے اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ قرآن کریم میں تحدی کی بہت سی آیات ہیں مثلاً

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ ﴿۲۳﴾ اس جیسی بات لے آؤ یا اور

فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ ﴿۲۴﴾ اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ اور

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ ﴿۲۵﴾ اس کی مانند ایک سورت لاؤ

رہا یہ دعویٰ کہ کسی نے معارضہ نہیں کیا تو اسکی دلیل یہ ہے کہ جب قرآن نے تحدی کی اور بڑے بڑے بلغاء وفصحائے عرب سے اس جیسی سورت لانے کو کہا تو باوجودیکہ ان لوگوں کی تعداد بطحاء کے سنگ ریزوں سے زیادہ تھی اور وہ اس چیز کی اشاعت میں سب سے زیادہ حریص تھے جو اس کے دعویٰ کو باطل کر دے۔ وہ غایت عصبیت وحمیت جاہلیہ میں مشہور تھے مباہات اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی خاطر ایک دوسرے کو ہلاک کر دینے میں معروف تھے۔ ﴿۲۶﴾

مگر وہ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت کے برابر بھی کوئی چیز پیش نہ کر سکے یہاں تک کہ انہوں نے حروف کی جنگ ﴿مراد قلمی﴾ کے مقابلہ میں تلوار کی جنگ کو ترجیح دی اگر وہ مقابلہ کر سکتے تو وہ ضرور مقابلہ کرتے اور ہمیں متواتر روایات سے اسکا علم ہوتا۔ ﴿۲۷﴾

تحدی پر چند اعتراضات

۱۔ کہا جا سکتا ہے شاید یہ تحدی ان لوگوں کو نہ پہنچی ہو جو معارضہ پر قادر ہوں یا شاید معارضہ کو مدعی کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہمنوائی کرتے ہوئے اس لئے ترک کر دیا ہو کہ اسکی دولت سے وافر حصہ حاصل کریں۔

۲۔ شاید ان لوگوں نے پہلے اس کو معمولی چیز سمجھا ہو اور گمان کیا ہو کہ آپ کی دعوت مکمل ہونیوالی نہیں اور آخر میں آپ ﷺ کی شدت شوکت اور متبعین کی کثرت کی وجہ سے آپ سے خائف ہو گئے ہوں اور معاشی ضروریات کی تحصیل نے معارضہ سے روک دیا ہو۔

۳۔ یہ ممکن ہے معارضہ کیا گیا ہو لیکن کسی مانع کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ کے اصحاب اور متبعین نے اپنے غلبہ کے وقت اسکو چھپا دیا ہو اور اس کے آثار مٹا دیے ہوں یہاں تک کہ بالکل محو ہو گیا ہو۔

جوابات

۱۔ مدعی نبوت اگر کوئی ایسی چیز لائے جو اس کے دعویٰ کی تصدیق کرے اور وہ اس کے معارضہ کی تحدی بھی کرے اور لوگ اس کے معارضہ سے عاجز ہوں تو علم ضروری عادی حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اس میں قدح کرنا کھلم کھلا سفسطہ ﴿۲۸﴾ ہے۔

اجمالی جواب یہ ہے کہ تجویزات عقلیہ علم عادی کے منافی نہیں ہوتیں جیسے محسوسات میں ہوتا ہے۔

تمام اعتراضات کے تفصیلی جوابات بالترتیب درج ذیل ہیں:

۲۔ ضروریات عادیہ اور وجدانیہ سے یہ معلوم ہے کہ ایسے شخص کے معارضہ کی طرف لوگ سبقت کرتے ہیں جو کسی ایسے اہم امر میں منفرد ہونے کا مدعی ہو جس سے اپنے معاصرین پر اسے برتری حاصل ہو، وہ لوگوں سے پیروی کرنے کو کہے اور لوگوں کی جان و مال کے متعلق حکم جاری کرے اور یہ ضرورت عادیہ و وجدانیہ سے معلوم ہے کہ اس قسم کے امور میں کوئی شخص اعراض نہیں کر سکتا کہ معارضہ پیش کرنے کی طرف بالکل متوجہ ہی نہ ہو اس صورت میں صرفہ کی جہت سے اسکا دلیل ہونا واضح ہے۔ کیونکہ نفوس جبلہ اس پر فطری طور پر پیدا کیے گئے ہیں پھر ان کا اس سے روک دینا ایک ایسا امر ہے جو خارق عادت ہے اور یہ مدعی کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ اگر چہ وہ چیز جو اس نے پیش کی دوسروں کی قدرت میں بھی ہو۔

۳۔ عادت کی بنا پر معلوم ہے کہ قدرت تسلیم کرتے ہوئے معارضہ ضروری ہے اسی طرح عادت کی بنا پر یہ بھی معلوم ہے کہ اسکا اظہار ضروری ہے کیونکہ اسی سے مقصود پورا ہوتا ہے اور بعض اوقات اور اماکن میں مانع کا احتمال تمام اوقات اور اماکن میں اسکے احتمال کو ضروری قرار نہیں دیتا بلکہ ضرورت عادیہ کی بنا پر اسکا انتفاء معلوم ہے پس اگر معارضہ کیا گیا ہوتا تو عادۃً اسکا مخفی رہنا محال ہے کہ نہ مدعی کے اصحاب کی طرف سے ان کے غالب آنے کے وقت اخفا ہو سکتا ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اخفا کر سکتا ہے۔

''پس ایسی باتوں کے متعلق خبر دینا جن کا وقوع دنیا کے خاتمہ اور قیام قیامت کے وقت ہو گا وہ معجزہ نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ اس صورت میں تحدی نہیں ہو گی۔ صریحاً اسکا نہ ہونا تو ظاہر ہے اور ضمناً بھی ظاہر ہے کہ اس وقت کسی کا وجود ہی نہ ہو گا جس سے طلب معارضہ کا تصور کیا جا سکے۔'' ﴿۲۹﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اعجاز قرآن کی وجوہ ﴿۳۰﴾

یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن کسی خاص جہت کے اعتبار سے معجزہ ہے اور یہ کہنا کہ وہ فقط فلاں اعتبار ہی سے معجزہ ہے' دیگر کسی اعتبار سے نہیں۔ ایک دعویٰ بلا دلیل اور قول باطل ہے۔ قرآن مجید کے اعجاز کی کچھ وجوہ تو ایسی ہیں جن کے بارہ میں قرآن مجید میں چیلنج کیا گیا ہے تاہم کچھ وجوہ اعجاز ایسی بھی ہیں کہ قرآن مجید میں انکے بارہ میں چیلنج تو نہیں کیا گیا لیکن ان میں وجوہ اعجاز ہونے کی صلاحیت موجود ہے کیونکہ کوئی بھی انسان اپنے کلام کو ان وجوہ سے متصف کر کے پیش کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

قرآن مجید کے اعجاز کے بعض اہم وجوہ پر حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ نے روشنی ڈالی ہے۔ آپ کے نزدیک اہم ترین وجوہ اعجاز درج ذیل ہیں:

۱۔ نظم قرآن کا اسلوب بدیع

۲۔ بلاغت

۳۔ اخبار غیب

۴۔ عدم اختلاف وتناقض

۵۔ صرفہ

درج بالا امور کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی آراء درج ذیل ہیں:

متکلمین نے اعجاز قرآن کی وجہ میں اختلاف کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ نظم غریب اور اسلوب عجیب پر مشتمل ہے جو عرب کی نظم ونثر سے بالکل نرالا ہے چنانچہ سورتوں اور قصص کی ابتدا اور انتہا اور آیات کے وہ فواصل جو عرب کے کلام میں بمنزلہ سجع کے ہیں، قرآن میں اس طور پر واقع ہوئی ہیں کہ ان کے کلام میں اسکی مثال نہیں ملتی اور وہ اس سے عاجز تھے بعض معتزلہ کا یہی خیال ہے۔ اہل عربیہ اور جاحظ معتزلی کہتے ہیں کہ قرآن کا بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر ہونا ان تراکیب کی بناپر ہے جنکی مثال ان کی ﴿اہل عربیہ﴾ تراکیب میں نہیں ملتی۔ اور انکی بلاغت کے درجات اس سے قاصر ہیں۔ چنانچہ جو شخص عربیت اور فنون بلاغت سے واقف ہوگا وہ اعجاز قرآن کو جان لے گا۔ قاضی باقلانی ﴿۳۱﴾ کہتے ہیں کہ وجہ اعجاز دونوں امور ہیں۔ یعنی نظم غریب اور بلاغت کا اعلیٰ درجہ۔ بعض کے نزدیک غیب کے متعلق خبر دینا وجہ اعجاز ہے جیسے آیت

وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ. ﴿۳۲﴾

یہ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ رومی ایرانیوں پر تین سے نو سال تک کی مدت میں غالب آجائیں گے اور ایسا ہی واقع ہوا۔

بعض کے نزدیک اعجاز کی وجہ اس میں اختلاف اور تناقص کا نہ ہونا ہے۔ باوجودیکہ اس میں طول وامتداد ہے انکا استدلال اس آیت سے ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا. ﴿۳۳﴾

بعض کے نزدیک قرآن کا اعجاز صرفہ کی بناپر ہے یعنی عرب بعثت سے پہلے قرآن کی مثل کلام پیش

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کرنے پر قادر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے معارضہ سے روک دیا۔ اس روکنے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ الاسفرائینی استاذ ابو اسحٰق اور نظام معتزلی کہتے ہیں کہ ان کو قدرت کے باوجود اس طرح روک دیا گیا کہ ان کے دواعی کو معارضہ سے پھیر دیا۔ باوجودیکہ وہ فطری طور پر اس پر پیدا کئے گئے تھے خصوصاً اس حال میں کہ ان کے حق میں اسباب داعیہ بہت زیادہ تھے مثلاً یہ جتلایا جانا کہ تم اس سے عاجز ہو سرداری سے نیچے اتارا جانا اور تابع ہونے کی تکلیف میں مبتلا کیا جانا۔ مرتضیٰ جو شیعہ میں سے ہے نے کہا کہ تابع ہونے سے وہ علوم سلب کر لئے جنکی ضرورت معارضہ میں ہوتی ہے۔"

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے وجوہ اعجاز میں بعض علماء کا جو قول "صرفہ" کے حوالہ سے نقل کیا ہے اسکا رد کرتے ہوئے محمد عبدالعزیز فرہاری لکھتے ہیں:

"اَنہ' الصَّرْفَۃُ وھُوَ مُخْتَارُ الاستاذِاَبِی اِسحٰقَ وَالنَّظَامُ الْمُعْتَزِلِیْ وَالشَّرِیْفِ الْمُرْتَضٰی الشِّیعِیْ زَعَمُوا اَنَّ الْقُرآنَ لَیْسَ فِیْ اَلْبَلاَغَۃِ الْبَشَروَلٰکِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہ' صَرَفَ الْقُوٰی والعُقُوْلَ عَنْ مَعَارِضَۃِ مُسْتَدِلِیْنَ بِاَنَّہ' مُرَکَّب" مِنَ الکلِماتِ الْمُسْتَعْمَلَۃِ فِیْ الْعَرَبِ وَاُجِیْبَ اَنَّہ' لَوْ تَمَّ لَقَدَرَ کُلُّ عَرَبِیٍّ عَلٰی مَعَارِضَۃِ سَحْبَان" وَائِل وَذَاباطِلٌ۔" ﴿۳۴﴾

ترجمہ:

﴿استاذ ابو اسحاق نظام معتزلی اور شریف مرتضیٰ شیعی نے صرفہ کا مذہب اختیار کیا۔ ان کا گمان ہے کہ قرآن بلاغت کے اعتبار سے بشر کی طاقت سے باہر نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی قوتوں اور عقلوں کو معارضہ سے پھیر دیا۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ عرب کے مستعمل کلمات سے مرکب ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر یہ دلیل صحیح ہے تو ہر عرب سحبان وائل کے معارضہ پر قادر ہوتا اور یہ باطل ہے﴾

المسامرۃ اور اسکی شرح المسامرۃ میں بھی اسی نکتہ نظر کی تائید کی گئی ہے کہ صرفہ وجوہِ اعجاز میں سے نہیں۔ ﴿۳۵﴾

اعجاز قرآن کے بارے میں قادحین کے شبہات

﴿۱﴾ وجہ اعجاز کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اس شخص کیلئے ظاہر ہو جو اس سے استدلال کرتا ہے اور اسی میں ﴿یعنی وجوہ اعجاز میں﴾ تمھارا اختلاف اس کے مخفی ہونے کی دلیل ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اختلاف اور خفاء کسی خاص وجہ میں ہو سکتا ہے لیکن اس میں اختلاف اور خفا نہیں کہ قرآن کریم کا مجموعہ جس بلاغت، نظم غریب، غیب کی خبروں اور علم و عمل کے لحاظ سے حکمت بالغہ پر مشتمل ہے، اور اس کے علاوہ جو وجوہِ اعجاز بیان کئے گئے ہیں ان سب کے لحاظ سے معجزہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے اگر کسی وجہ میں اختلاف ہے تو وہ ان اصحاب کے فکر و نظر اور مبلغ علم کے باعث ہے۔ یہ بات نہیں کہ اگر وجوہ مذکورہ میں سے کسی ایک خاص وجہ کے اعتبار سے معجزہ نہ ہو تو یہ لازم آئے کہ ان کے مجموعہ کی وجہ سے بھی معجزہ نہ ہو۔ اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک خاص وجہ کی بنا پر معجزہ نہ ہو۔ بہت سے بلیغ ایسے ہیں جو نظم یا نثر پر قادر ہیں اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دوسرے پر قادر نہیں اور ان میں سے کسی ایک پر قادر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب پر قادر ہوں اور نہ یہ بات ہے کہ ہر وہ چیز جو ہر ایک کیلئے ثابت ہو وہ کل کیلئے بھی اسی حیثیت سے ثابت ہو کہ وہ کل ہے میں ﴿شیخ احمد﴾ کہتا ہوں کہ اس جواب سے یہ بات لازم آتی ہے کہ صرف مجموعہ قرآن معجزہ ہو۔ اسکی کسی چھوٹی سورت کی مقدار معجزہ نہ ہو۔ یہ خلاف واقع ہے۔ کیونکہ قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کی مقدار بھی معجزہ ہے اگر تم کہو کہ جواب دینے والے کی مراد یہ ہے کہ مجموعہ قرآن ان وجوہ اعجاز کے مجموعہ کی وجہ سے معجزہ ہے جو بیان کئے گئے ہیں اور اسکی ہر سورت کسی ایک غیر متعین وجہ کی بنا پر معجزہ ہے۔ تو میں ﴿شیخ احمد﴾ کہوں گا کہ اس صورت میں وہ اعتراض دفع نہیں ہوسکتا جو معترض نے کیا ہے کہ وجہ اعجاز کیلئے ضروری ہے کہ بیّن اور ظاہر ہو اور اس تقدیر پر اعجاز کی وجہ ظاہر نہیں رہتی۔ خدا کی پناہ کہ اس کے بین اور متعین ہونے کو ممنوع قرار دیا جائے اور بہ نظر انصاف غور کرنے والے پر یہ پوشیدہ نہیں کہ اسکا ممنوع قرار دینا صریح مکابرہ ہے۔

﴿ب﴾ جمع قرآن کے وقت جب کوئی ایسا شخص جو عدالت میں ان کے نزدیک مشہور نہ تھا کوئی آیت لیکر آتا تو اسکو بغیر گواہ یا قسم کے مصحف میں داخل نہ کرتے اگر قرآن کی بلاغت حدِ اعجاز تک پہنچی ہوئی ہوتی تو اسکو بلاغت کی وجہ ہی سے جان لیا جاتا اور مصحف میں نقل کرنے کیلئے عدالت' گواہ یا قسم کی ضرورت نہ ہوتی۔

اسکا جواب یہ ہے کہ

انکا اختلاف قرآن میں آیت کے مقام اور اسکی تقدیم و تاخیر کے متعلق ہے نہ کہ اس آیت کے قرآن ہونے میں' کیونکہ نبی کریم ﷺ قراءت میں مداومت کرتے پس جس کو ایک شخص لیکر آتا اس کا قرآن میں سے ہونا یقینی تھا گواہ یا قسم کا مطالبہ محض ترتیب کی خاطر تھا۔ پس کوئی اشکال نہیں۔ ایک یا دو آیتوں کا عدم اعجاز ہمارے لئے مضر نہیں۔ کیونکہ معجزہ کے لئے لازمی ہے کہ سب سے چھوٹی سورت کے برابر ہو اور سورت کم سے کم تین آیات کی ہوتی ہے۔

﴿ج﴾ ہر صناعت کی ایک حد ہوتی ہے اور وہ اس حد پر ختم ہو جاتی ہے اس سے تجاوز نہیں کرتی۔ ہر زمانے میں کسی ایسے شخص کا وجود ضروری ہے جو تمام ابنائے زمانہ پر فائق ہو۔ شاید حضرت محمد ﷺ اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں اس لئے آپ نے ایسا کلام پیش کیا جس سے آپ کے معاصر عاجز رہے۔ اگر یہ معجزہ ہے تو ہر وہ شخص جو کوئی ایسی چیز پیش کرے جس کے ذریعے معاصرین پر صناعت میں فائق ہو جائے تو یہ معجزہ ہوگا اور ظاہر ہے یہ باطل ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ

معجزہ ہر زمانے میں اسی جنس سے ظاہر ہوتا ہے جو اس زمانے کے لوگوں میں اکثر پائی جاتی ہے اور لوگ اس چیز میں انتہائی بلند درجہ پر پہنچ کر اس معتاد حد پر رک جاتے ہیں جہاں تک کسی بشر کیلئے پہنچنا ممکن ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ ایسی چیز دیکھتے ہیں جو اس صناعت کی حد سے خارج ہوتی ہے تو وہ جان لیتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر یہ حال نہ ہوتا تو قوم کے نزدیک نبی کا معجزہ متحقق نہ ہوتا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا رواج تھا اور جادوگروں کو معلوم تھا کہ سحر کی حد تخیل اور اس چیز کا وہم پیدا کرنا ہے جسکا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ عصا سانپ بن گیا اور ان کے سحر کو نگلنے لگا تو انہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

معلوم ہوگیا کہ یہ سحر نہیں اور انسانی طاقت سے خارج ہے۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے لیکن فرعون نے اس ہنر کا ماہر نہ ہونے کے باعث یہ گمان کیا کہ جادوگروں کا بڑا ہے جو ان کو تعلیم دیتا ہے۔ یہی حال طب کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں میں اسکا رواج غالب تھا اور وہ لوگ اس فن کی انتہا کو پہنچ گئے تھے تو جو لوگ اس فن میں کمال کو پہنچے ہوئے تھے ان لوگوں نے جان لیا کہ مردوں کا زندہ کرنا' مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو تندرست کر دینا فن طب کی حد سے خارج ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بلاغت بلند درجہ پر پہنچی ہوئی تھی اور اس کے باعث وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ انہوں نے سات قصیدے کعبہ کے دروازہ پر لٹکا رکھے تھے تاکہ اس کے معارضہ کیلئے تحدی کریں۔ سیر کی کتابیں اسکی شہادت دیتی ہیں۔ پھر جب نبی کریم ﷺ وہ چیز لے کر آئے جس کی مثل پیش کرنے سے تمام بلغاء عاجز رہ گئے۔ باوجودیکہ انہوں نے کثرت سے جھگڑا اور اختلاف کیا اور آپ کی نبوت کا انکار کیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض کفر پر مرے' بعض آپ کی نبوت کے واضح ہونے کے باعث مسلمان ہو گئے' بعض اسلام سے نفرت کے باوجود ذلت اور پستی کو قبول کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہوئے جیسے منافقین' بعض وہ تھے جو ایسے رکیک معارضے میں مشغول ہوئے کہ صاحبان عقل کو اس پر ہنسی آتی ہے۔ مثلاً اس کلام کے ذریعے معارضہ کیا گیا۔

والزّارِعاتِ زَرْعاً. فَالْحاصِداتِ حصداً والطّاحِناتِ طَحْناً فَالْخابِزاتِ اُكْلاً. ﴿۳۶﴾

اور ان میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے جنگ وخونریزی کو اختیار کیا اور جان و مال اور اہل وعیال کو ہلاکت وتباہی کیلئے پیش کیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ یقیناً اللہ سبحانہ کی طرف سے ہے۔

﴿د﴾ قرآن میں لفظ اور معنی کے لحاظ سے اختلاف ہے۔ حالانکہ اس میں اختلاف کی نفی اس طرح کی گئی ہے

لَوْ كانَ مِنْ عِنْدِ غيرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيْهِ اِختلافاً كَثِيْرًا. ﴿۳۷﴾

لفظی اختلاف کی مثال جیسے كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ. ﴿۳۸﴾ کی بجائے كَالصُّوفِ الْمَنْفُوْشِ، فَاسْعَوْا اِلىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ ﴿۳۹﴾ کی بجائے فَامْضُوْا اِلىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ ﴿۴۰﴾ کی بجائے فَكَانَتْ كَالْحِجَارَةِ اور ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ﴿۴۱﴾ کی بجائے ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ وَالذِّلَّةُ ہے۔ معنوی اختلاف کی مثال رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا. ﴿۴۲﴾ ﴿ہمارے رب! ہمارے سفروں میں فاصلہ پیدا کردے۔﴾ صیغہ امر اور رب کی ندا کے ساتھ ہے اور رَبُّنَا بَاعَدَ ﴿ہمارے رب نے ہمارے سفروں میں فاصلہ پیدا کر دیا﴾ صیغہ ماضی اور رب کے رفع کے ساتھ پہلی صورت میں دعاء اور دوسری صورت میں خبر ہے۔

دوسری مثال هل يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ ﴿۴۳﴾ صیغہ غائب اور با کے ضمہ کے ساتھ ہے اور هل تَسْتَطِيْعُ رَبَّكَ خطاب کے ساتھ ہے۔ پہلی صورت میں رب سے متعلق خبر دریافت کرنا ہے اور دوسری

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت دریافت کرنا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان قراءت میں سے جو بذریعہ احاد﴿۴۴﴾منقول میں وہ مردود ہیں اور جو بذریعہ تواتر﴿۴۵﴾منقول ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے ضمن میں داخل ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔﴿۴۶﴾ان میں سے ہر ایک کافی شافی ہے۔پس لفظی ومعنوی اختلاف اس کے اعجاز میں مخل نہیں۔

﴿س﴾ قرآن میں لحن﴿۴۷﴾اور بے فائدہ تکرار ہے۔لحن کی مثال ان هذان لساحران﴿۴۸﴾ ہے اور لفظی تکرار کی مثال سورہ الرحمٰن﴿۴۹﴾ میں ہے،معنوی تکرار کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان هذان لساحران کے متعلق کہا گیا ہے کہ کاتبوں کی غلطی ہے کیونکہ ابوعمرو نے ان هذين پڑھا ہے اور کہا گیا ہے کہ تثنیہ کی حالت میں اسمائے ستہ میں الف کا باقی رکھنا قبائل عرب کی ایک لغت ہے مثلاً

ان اباها وابااباها لقد بلغا فی المجد غایتا ها﴿۵۰﴾

اہل مدینہ اور اہل عراق نے ان مقامات میں اسی لغت پر پڑھا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صرف هذا کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں نون زیادہ کیا گیا اور الف کو اپنی حالت پر باقی رکھتے ہوئے تبدیلی نہیں کی گئی۔ جیسا الذین میں کیا گیا ہے اس میں الذی پر صرف نون کا اضافہ کیا گیا ہے۔یا کو تینوں حالتوں میں اپنی حالت پر باقی رکھا گیا۔اور یہ اس لئے کہ لفظ هذا کے معرب﴿۵۱﴾اور مبنی﴿۵۲﴾ کے تثنیہ کے درمیان اور لفظ الذی کے معرب اور مبنی کی جمع کے درمیان اختلاف کیا گیا ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں ضمیر شان مقدر ہے اور اس صورت میں لام حیرِ مبتدا میں ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ یہ استعمال بہت کم ہے۔

تکرارِ لفظی ومعنوی کا جواب یہ ہے کہ تکرار کے کئی فائدے ہیں۔ایک تو یہ کہ اس سے تحقیق معنی میں مبالغہ اور بات خوب ذہن نشین ہوتی ہے،دوسرے اس سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ ایک معنی کو ایسی عبارتوں کے ذریعہ ادا کرنے پر قدرت حاصل ہے جو ایجاز واطناب میں مختلف ہیں اور یہ بلاغت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔تیسرے یہ کہ ایک قصہ کبھی بہت سے امور پر مشتمل ہوتا ہے،کبھی قصہ کے بیان کرنے کا مقصد صرف بعض امور کا بیان کرنا ہوتا ہے اور بعض امور اس ضمن میں تبعاً آ جاتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔﴿۵۳﴾

متشابہات کے بارے میں حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کا نظریہ

متشابہات وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کا ذکر ہے جن سے جسمیت اور جہت کا اشتباہ پیدا ہوتا ہے۔

متشابہات کا مفہوم متعین کرنے کیلئے اہل علم نے درج ذیل دو موقف اختیار کئے ہیں۔

۱۔ مُفَوِضِینَ:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

امام اعظمؒ فرماتے ہیں ''اس قسم کے مقامات پر مناسب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور اس سے جو کچھ مراد لیا ہے اس پر ایمان لائیں اور اسکی کوئی تاویل نہ کریں' چنانچہ ایسے مواقع پر ہمیں کہنا چاہیے کہ اسکا ہاتھ تو ہے لیکن وہ مخلوق کے ہاتھ کی طرح نہیں ﴿۵۴﴾

۲۔ مؤوّلین:

مؤولین کا موقف یہ ہے کہ متشابہات کی تاویل کرنی چاہیے جیسے ''یَدٌ'' سے طاقت وقدرت مراد لینی چاہیے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار مفوضین میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے موقف کو اس طرح واضح کیا ہے:

قرب' معیت اور احاطۂ حق کے الفاظ جو قرآن میں وارد ہوئے ہیں منجملہ متشابہات قرآنی کے ہیں جیسے لفظ ''یَد'' ''اور ''وجہ'' وغیرہ اور یہی حال لفظ اول و آخر' ظاہر و باطن اور ان جیسے دوسرے الفاظ کا ہے۔ لہٰذا ہم حق سبحانہ وتعالیٰ کو قریب کہتے ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ قرب کیا چیز ہے؟ اسی طرح ہم اسے اول کہتے ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ اول سے کیا مراد ہے؟ قرب اور اولیت کے جو معنی ہمارے علم وفہم کے احاطہ میں آتے ہیں حق سبحانہ اس سے پاک اور برتر ہے اور جو کچھ ہمارے کشف ومشاہدہ میں سما سکتا ہے حق تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ حق تعالیٰ کے قرب اور معیت کی جس کیفیت کو بعض خود ساختہ صوفیوں نے کشف کے طور پر دریافت کیا ہے اور وہ اسی کشفی معنی کے لحاظ سے حق سبحانہ کو قریب اور ساتھ سمجھتے ہیں وہ مستحسن نہیں ہے۔ انہوں نے فرقۂ مجسمہ ﴿۵۵﴾ کے مذہب میں قدم رکھ دیا اور جو بعض علماء نے اسکی تاویل فرمائی اور قرب سے مراد علمی قرب لیا ہے تو وہ اسی طرح ہے جیسے انہوں نے ''یَد'' کی تاویل قدرت سے کی ہے اور ''وجہ'' کی تاویل ذات سے کی ہے۔ یہ ان لوگوں کے نزدیک جائز ہے جو تاویل کو جائز سمجھتے ہیں اور ہم تو تاویل کو جائز قرار نہیں دیتے اور اسکی تاویل کو حق سبحانہ وتعالیٰ کے علم کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ ہی کو اس کی تاویل معلوم ہے۔ ﴿۵۶﴾

یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ متشابہات کا علم علماء راسخین کو دیا گیا ہے یا نہیں۔ فقہاء شافعیہ اس بات کے قائل ہیں کہ علماء راسخین کیلئے متشابہات کا علم ثابت ہے ﴿۵۷﴾ لیکن احناف نفی کرنے کے ساتھ بعض صورتوں میں ثبوت کے قائل بھی ہیں۔ ﴿۵۸﴾ علماء راسخین اور متشابہات کے حوالہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا موقف درج ذیل ہے۔

متشابہات قرآنی بھی ظاہر معنوں پر نہیں بلکہ تاویل پر محمول ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ومایعلم تاویله الا اللّٰه ﴿۵۹﴾

یعنی ان متشابہات کی تاویل اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تو معلوم ہوا کہ متشابہات خدائے جل وعلا کے نزدیک بھی تاویل پر محمول ہیں۔ ظاہری معنی پر محمول نہیں اور علمائے راسخین کو بھی اس تاویل کے علم سے حصہ عطا فرماتے ہیں جس طرح علم غیب پر جو اس ذات سبحانہ کے ساتھ خاص ہے' خاص رسولوں کو مطلع فرماتا ہے۔ ﴿۶۰﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''علماء راسخین کی علامت بیان کر دیتا ہوں تا کہ ہر ظاہر دان، عالم راسخ ہونے کا دعویٰ نہ کر سکے اور اپنے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ نہ سمجھنے لگے۔ عالم راسخ وہ ہے جس کو کتاب وسنت کے متشابہات کی تاویل سے حصہ حاصل ہو اور قرآن مجید کی صورتوں کے اوائل میں جو حروف مقطعات ہیں ان کے اسرار سے بہرہ ور ہو۔ متشابہات کی تاویل بہت ہی دقیق اسرار میں سے ہے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ تاویل ''ید'' کی تاویل قدرت کی طرح ہے اور ''وجہ'' کی تاویل ''ذات'' کی طرح کیونکہ یہ تاویلیں تو ظاہری علوم سے پیدا ہوتی ہیں ان کا اسرار سے کوئی تعلق نہیں۔ ان اسرار کے اصل مالک تو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں۔ اور یہ رموز انہی کے معاملات کی طرف اشارہ ہیں اور یا پھر وہ لوگ جنکو تبعیت اور وراثت کے طور پر اس دولت عظمیٰ سے سرفراز کیا جائے۔'' ﴿۶۱﴾

ایک دوسرے مقام پر متشابہات کی اہمیت اور علمائے راسخین کی مساعی جمیلہ کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

محکمات اگر چہ امہات کتاب ہیں لیکن ان کے نتائج وثمرات متشابہات ہیں جو کتاب کے مقاصد ہیں۔ امہات حصول نتائج کیلئے وسائل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ پس کتاب کا مغز متشابہات ہیں اور محکمات ان کا چھلکا ہیں۔ متشابہات ہی ہیں جو رمز اور اشارہ کے طور پر اصل کو بیان کرتی ہیں اور اس معاملہ کی حقیقت کا نشان بتاتی ہیں۔ علمائے راسخین نے چھلکے کو مغز کے ساتھ جمع کر لیا ہے اور شریعت کی صورت وحقیقت کے مجموعہ کو پالیا ہے اور ان بزرگوں نے شریعت کو اس شخص کی طرح تصور کیا ہے جسکا پوست اور مغز، صورت اور حقیقت ہو۔ شرائع اور احکام کے علم کو انہوں نے صورت شریعت جانا ہے۔ حقائق اور اسرار کے علم کو حقیقت شریعت کہا ہے۔ ایک جماعت نے صورت شریعت میں گرفتار ہو کر اسکی حقیقت سے انکار کیا ہے اور انہوں نے اپنا پیر ومقتدا ہدایہ ﴿۶۲﴾ اور بزدوی ﴿۶۳﴾ کے سوا کسی چیز کو قرار نہیں دیا۔ ایک دوسری جماعت اگر چہ حقیقت شریعت میں گرفتار ہوئی ہے لیکن چونکہ انہوں نے اسکو شریعت کی حقیقت نہیں جانا بلکہ شریعت کو صورت میں منحصر رکھا ہے اور اسے پوست خیال کیا ہے مغز کو اسکے ماسوا میں تصور کیا ہے تو ناچار اس وجہ سے اسکی حقیقت سے آگاہ نہ ہو سکے اور متشابہات سے کچھ حصہ نہ پا سکے۔ تو علماء راسخین ہی درحقیقت وارث ہیں۔ ﴿۶۴﴾ یہ مضمون دفتر اوّل کے مکتوب ۲۷۶ میں بھی بیان ہوا ہے۔

دفتر اوّل کے مکتوب ۲۷۶ میں اس مضمون کو بیان کرنے کے بعد ولایت کے اعتبار سے علماء راسخین کا مقام ومرتبہ یوں بیان کرتے ہیں:

یہ لوگ علمائے راسخین ہیں جنکو حقیقت معاملہ پر اطلاع دی گئی ہے اور آداب شریعت کو مدنظر رکھنے کی برکت سے ان کو شریعت کی حقیقت تک پہنچا دیا گیا ہے برخلاف فرقۂ ثانیہ کے اگر چہ وہ بھی حقیقت کی طرف متوجہ اور اس میں گرفتار ہیں اور حتی المقدور شریعت کے بجالانے میں سرمو تجاوز نہیں کرتے لیکن چونکہ انہوں نے حقیقت کو شریعت کے ماسواء جانا ہے اور شریعت کو اس حقیقت کا پوست تصور کیا ہے اس لیے اس حقیقت کے ظلال میں سے کسی ظل میں رہ گئے۔ اور اس حقیقت کے اصلی معاملہ تک پہنچنے کی راہ نہیں پائی یہی وجہ ہے کہ ان کی ولایت ظلی ہے اور ان کا قرب صفاتی۔ برخلاف علمائے راسخین کی ولایت کے کہ اصلی ہے اور انہوں نے اصل تک پہنچنے کا راستہ پالیا ہے۔ اور ظلال کے تمام حجابات اور پردوں سے گذر گئے ہیں پس ان کی ولایت، انبیاء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علیہما الصلوۃ والسلام کی ولایت ہے اور دوسرے گروہ کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کا ظل ہے۔

مکتوب مذکور میں متشابہات پر تفصیلی بحث کے بعد اپنے بارہ میں لکھتے ہیں۔

آخر کار جب حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے متشابہات کی تاویلات کا تھوڑا سا حال اس فقیر پر ظاہر کیا اور اس مسکین کی استعداد کی زمین میں اس دریائے محیط سے ایک چھوٹی سی نہر چلا دی تو معلوم ہوا کہ علمائے راسخین کو بھی متشابہات کی تاویلات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔''

روز قیامت ایک کثیر تعداد کو متشابہات کا علم حاصل ہو جائیگا اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں

اس دنیا میں ان امتیوں پر متشابہات کی تاویل کے جمال کا صرف نقاب اٹھاتے ہیں لیکن امید ہے کہ آخرت میں ایک بڑا گروہ تبعیت کے طور پر امتیوں میں سے اس دولت سے بہرہ ور ہوگا۔ ﴿۶۵﴾

آیات کا ظاہر و باطن

آیات کے ظاہر و باطن کے ضمن میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اس حدیث پاک کی تعبیر بیان کی

ان القرآن نزل علی سبعة احرف'لکل آیة منها ظهر وبطن'ولکل حد مطلع ﴿۶۶﴾

قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا۔ ہر آیت کا ظاہر اور باطن ہے اور ہر کے لئے ایک مطلع ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں اپنا نکتہ نظر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

میرے دل میں خیال گذرتا ہے کہ مطلع کا مطلب آیت میں گہرے اسرار اور دقیق معانی پر صفائے فہم کی وجہ سے واقف ہونا نہیں ہے۔ مطلع یہ ہے کہ ہر آیت کی تلاوت کے وقت قاری کو اس آیت کے متکلم کا شہود حاصل ہو۔ کیونکہ ہر آیت متکلم کے اوصاف میں سے کسی وصف اور اسکی نعوت میں سے کسی نعت کی امانت گاہ ہے۔ پس اس کے لئے آیات کی تلاوت اور ان کے سماع کے وقت تجلیات نئی سے نئی ہوں گی جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عظیم جلال کی خبر دینے کیلئے آئینہ کا کام دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے دل میں یہ خیال گذرتا ہے کہ ظہر سے مراد قرآن مجید کا نظم ہے جو معجزے کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ بطن سے مراد صفائے فہم کے اختلاف مراتب کے مطابق اس کے دقیق معانی اور گہرے اسرار پر اسکی تاویل وتفسیر ہے اور حد سے مراد کلام کے مراتب کی انتہا ہے اور وہ ہے کلام کرنے والے کا شہود اور وہ تجلی صفاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عظیم جلال کی خبر دیتی ہے اور مطلع وہ ہے جو اس تجلی صفاتی سے اوپر ہے اور وہ تجلی ذاتی ہے جو نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ہے نبی کریم ﷺ نے کلام کی حد اور نہایت کیلئے ایک مطلع ثابت کیا ہے۔ تو مطلع کلام سے اوپر ہوگا اور اسکی نہایت سے بھی اوپر' کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس صفت کے آئینہ میں متکلم کا شہود اس صفت کی تجلی ہے اور مراتب کی انتہاء اسکا کمال ہے اور اسکی تجلی سے اوپر کی اطلاع اس سے ذاتی تجلی کی طرف ترقی کرنے سے ہوگی تو اس جگہ ذات کی طرف وصول، صفت کلام کے ذریعہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور نظم قرآنی کی تلاوت کے وسیلہ سے ہوگا جو اس صفت پر دلالت کرنے والا ہے۔ تو لازمی طور پر یہاں دو قدم ہوں گے۔ ایک قدم نظم سے لیکر جو کہ مدلول پر دلالت کرنے والی ہے اور صفت ہے اور دوسرا صفت سے موصوف تک۔ عارف شعرانی نے کہا ہے یہ وہ قدم ہے جہاں تک تو پہنچا اور شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ نے صرف پہلے قدم کا ذکر کیا ہے اور اسی سے سیر کو پورا کر دیا اور تلاوت کا یہی فائدہ بیان کیا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

شیخ شہاب الدین نے اس کے بعد کہا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن آبائہ الکرام سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اس آیت کی برابر تکرار کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اسکے کلام کرنے والے سے اسکو سنا۔ ﴿۶۷﴾

قرآن کلام الٰہی ہے، مخلوق نہیں۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حروف و آواز سے مرکب ہے اور حادث ہے قدیم نہیں اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ چاہتا ہے کلام کو لوح محفوظ میں پیدا کر دیتا ہے، کبھی جبرئیل میں اور کبھی نبی میں۔ اہلسنت بھی اس قسم کے کلام کے جس کے معتزلہ قائل ہیں، منکر نہیں۔ انکی اصطلاح میں اسکا نام کلام لفظی ہے مگر اس کے سوا ایک اور کلام، اللہ کیلئے ثابت کرتے ہیں اور اسکو کلامِ نفسی کہتے ہیں اس پر وہ کلام دلالت کرتا ہے جو الفاظ واصوات سے مرکب ہوتا ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔ قدیم ہے۔ قرآن کا اطلاق کلام نفسی اور لفظی دونوں پر ہوتا ہے۔

اس اختلافی مسئلہ پر حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی رائے درج ذیل ہے۔

قرآن مجید حق تعالیٰ کا کلام ہے جسکو حروف اور آواز کا لباس دیکر ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا ہے۔ بندوں کو اس کے ساتھ امر و نہی کا حکم کیا ہے۔ جس طرح ہم اپنے نفسی کلام کو حلق و زبان کے ذریعے حروف و آواز کے لباس میں لا کر ظاہر کرتے ہیں اور اپنے پوشیدہ مقاصد و مطالب کا اظہار کرتے ہیں اسی طرح حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نفسی کلام کو حلق و زبان کے واسطہ کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے حروف و آواز کا لباس عطا فرما کر اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے اور اپنے پوشیدہ اوامر و نواہی کو حروف و آواز کے ضمن میں لا کر ظاہر فرما دیا ہے۔ پس کلام کی دونوں قسمیں یعنی نفسی اور لفظی حق تعالیٰ کا کلام ہیں اور ان دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق کرنا حقیقت کے طور پر ہے جیسے ہمارے کلام کی دونوں قسمیں نفسی و لفظی حقیقت کے طور پر ہمارا کلام ہیں نہ یہ کہ قسم اول حقیقت ہے اور قسم دوم مجاز کیونکہ مجاز کی نفی جائز ہے اور کلام لفظی کی نفی کرنا اور اس کو خدا کا کلام نہ کہنا کفر ہے اسی طرح دوسری کتابیں اور صحیفے جو گذشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل کئے گئے سب حق تعالیٰ کا کلام ہیں۔ ﴿۶۸﴾

نظر کشفی میں صرف اس قدر فرق معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید گویا دائرے کا مرکز ہے اور باقی دوسری

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کتابیں بلکہ وہ سارا کلام جو ازل سے ابد تک ہوا ہے اور ہوگا سب گویا اس دائرہ کا محیط ہیں پس قرآن سب کی اصل ہے اور تمام کتابوں سے اشرف ہے کیونکہ مرکز، دائرہ کے اجزاء میں سے سب سے اشرف ہے اور دائرہ کے تمام نقاط کا اصل ہے گویا باقی تمام نقطے اسی کی تفصیل ہیں اور وہ سب کا اجمال ہے۔﴿۶۹﴾

''القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ان حروف وکلمات کی باندئ شان سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام نفسی بھی یہی حروف وکلمات ہیں جیسا کہ قاضی عضدالدین نے اسکی تحقیق کی ہے اور بغیر تقدیم وتاخیر انہی کو کلام نفسی کہا ہے اور ان کی تقدیم وتاخیر کو اپنے آلۂ حادثہ کے قصور کی طرف راجع کیا ہے۔''﴿۷۰﴾

''حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسئلہ خلق قرآن میں چھ مہینہ تک ایک دوسرے کے ساتھ بحث کرتے رہے اور تبادلۂ خیالات فرماتے رہے۔ چھ مہینے کے بعد یہ بات قرار پائی کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اتنی مدت بحث ومباحثہ اسی لئے ہوتا رہا کہ یہ مسئلہ صاف اور واضح نہیں تھا۔''

اس کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندی اپنی حتمی رائے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ اگر نزاع کا موجب حروف وکلمات ہیں جو کلام نفسی پر دلالت کرتے ہیں تو بیشک حادث ومخلوق ہیں اور اگر کلام سے مراد مدلولات ہیں تو وہ قدیم اور غیر مخلوق ہیں۔ یہ تنقیح مختلف فکروں کے ملنے کی برکت سے ہے۔''﴿۷۱﴾

قراءت متواترہ وشاذہ

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن صرف وہ ہے جو بطریق تواتر منقول ہے اور جو بطریق شاذ یا آحاد منقول ہے وہ قرآن نہیں۔﴿۷۲﴾

علامہ جزری نے قراءت کے تواتر کیلئے تین شرائط مقرر کی ہیں۔

۱۔ عربیت سے موافقت

۲۔ خط مصحف عثمانی سے موافقت

۳۔ سند کی صحت

جس قراءت میں ان سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو علامہ جزری اسے ضعیف اور شاذ کہتے ہیں خواہ وہ آئمہ سبعہ سے منقول ہو یا کسی اور سے۔﴿۷۳﴾

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی قرآن کیلئے تواتر کی شرط کو ضروری قرار دیتے ہیں اور جو متواتر نہ ہو اسے قرآن قرار نہیں دیتے۔ لکھتے ہیں:

''جو بذریعہ احاد منقول ہے تو وہ مردود ہے اور جو بذریعہ تواتر منقول ہے وہ رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد میں داخل ہے کہ قرآن سات حرفوں ﴿۷۳۔۱﴾ پر نازل کیا گیا۔''﴿۷۴﴾

آپ سے پوچھا گیا کہ ان شانئک ھو الابتر میں شانئک یا کے ساتھ ہے یا ہمزہ کے ساتھ؟

آپ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ قراءت متواترہ کے سلسلہ میں آپ کے موقف کو واضح کرتا ہے۔

جواب یہ ہے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جاننا چاہیے شانشک ہمزہ کے ساتھ ہے اور جس نے یا سے لکھا ہے وہ غیر مشہور قراءت ہو گی۔" ﴿۷۵﴾

تفسیر اور تاویل میں فرق

تیسری اور چوتھی صدی کے مفسرین نے تاویل کو عام طور پر تفسیر کی جگہ ہی استعمال کیا ہے۔ اسی لئے وہ آیت کی تفسیر کی بجائے تاویل کہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونوں لفظ مترادف تھے۔ لیکن مفسرین کے ایک گروہ کے نزدیک آیت کی تفسیر اور تاویل میں فرق ہے۔

اس میں شک نہیں کہ لفظ تفسیر اور تاویل دونوں ہی آیت کے ابہام کو دور کرنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں لیکن جب آیت کا ابہام لفظ کے معنی اور جملہ کے لغوی مفہوم سے مربوط ہو تو اس قسم کے رفع ابہام کو تفسیر کہا جاتا ہے۔ لیکن اگر آیت کے مفرد الفاظ یا لغوی مفہوم میں کوئی ابہام نہ ہو بلکہ آیت کا اصلی مطلب اور مقصود و مراد زیادہ احتمالات کی وجہ سے مبہم و پوشیدہ ہو تو اس قسم کے ابہام کو دور کرنے کو تاویل کہتے ہیں۔

سید محمد شریف جرجانی لکھتے ہیں۔

تاویل کا لغوی معنی لوٹانا اور اصطلاح میں ایک لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا کر ایک ایسے معنی پر محمول کرنا جسکا وہ احتمال رکھتا ہو اور وہ احتمال کتاب و سنت کے موافق ہو مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یخرج الحی من المیت

وہ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔

اگر اس آیت میں انڈے سے پرندے کو نکالنا مراد ہو تو یہ تفسیر ہے اور اگر کافر سے مومن کو پیدا کرنا یا جاہل سے عالم کو پیدا کرنا مراد ہو تو یہ تاویل ہے۔ ﴿۷۶﴾

امام ماتریدی نے کہا:

تفسیر میں اس بات کا قطعی بیان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے یہ معنی مراد لیا ہے اور تاویل میں قطعیت کے بغیر کسی ایک احتمال کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ﴿۷۷﴾

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بھی تفسیر اور تاویل میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھا۔ لیکن آپ کی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ منقول روایات جو ہم تک پہنچی ہیں وہ تو آیت کی تفسیر ہیں اور اسکی صوفیانہ انداز میں توجیہہ و توضیح ، آیت کی تاویل ہے۔ اپنا نقطہ نظر شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

اور جو ہم نے کہا کہ آیت کریمہ کے یہ تاویلی معنی ہیں اس لئے کہا کہ تفسیری معنی نقل و سماع سے مشروط ہیں۔

من فسر القرآن برأیه فقد کفر ﴿۷۸﴾

جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ کافر ہو گیا۔

تم نے سنا ہو گا۔ اور تاویل میں صرف احتمال کافی ہے بشرطیکہ کتاب و سنت کے مخالف نہ ہو۔ ﴿۷۹﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سورہ النور کی ایک آیت کی صوفیانہ انداز میں تعبیر پیش کرنے سے پہلے حضرت مجدد لکھتے ہیں:

آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی مراد پر محمول ہے اور ہم اپنے مکاشفے کے مطابق اسکی تاویل کرتے ہیں۔﴿۸۰﴾

گویا آپ کے نزدیک مراد الٰہی آیت کی تفسیر اور باقی احتمالات تاویل ہیں لیکن اس ضمن میں عموماً آپ اپنے مکاشفات کے ساتھ ساتھ آیت کی وضاحت صوفیانہ اصطلاحات کے رنگ میں کرتے ہیں۔

تفسیر بالرائے کی مذمت میں جو روایت حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے نقل کی، موضوع ہے اس مضمون کی دیگر روایات میں سے بھی کوئی درجۂ صحت کو نہیں پہنچ سکی۔ ایسی روایات سے مجموعی طور پر جو مفہوم واضح ہوتا ہے اسکی توجیہات بیان کرتے ہوئے امام طبریؒ لکھتے ہیں۔

۱۔ یعنی جس نے مشکلاتِ قرآن کے بارے میں صحابہ و تابعین کے اقوال و مذاہب کو نظر انداز کر کے اپنی رائے سے تاویل کی

۲۔ یا قرآن کے بارے میں ایسی بات کہی جس کے متعلق اسے خود بھی علم ہے کہ یہ صحیح نہیں، صحیح دوسری رائے ہے۔﴿۸۱﴾

بیان تفسیر میں اسلاف کی آراء پر اعتماد

قرآنی الفاظ سے اپنی مرضی کے معانی و مفاہیم اخذ کرنا رواج پا گیا ہے جسکا نتیجہ نت نئے فرقوں کا ظہور ہے۔ شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک قرآنی مفہوم وہی معتبر ہوگا جسے علمائے حق نے بیان کیا اس معاملہ میں کشف و الہام بھی قابل اعتبار نہیں۔ اس حوالہ سے آپ کی رائے درج ذیل ہے۔

کتاب و سنت کو ان معانی پر محمول کرنا جنہیں جمہور علماء اہل حق یعنی اہلسنت نے کتاب و سنت سے سمجھا ہے بھی ضروری ہے۔ اور اگر بالفرض ان معانی و مفہوم کے خلاف کشف و الہام سے کوئی چیز ظاہر ہو تو اسکا اعتبار نہ کرنا چاہیے اور اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔

مثلاً وہ آیات و احادیث جن کے ظاہر سے توحید وجودی مفہوم ہوتی ہے، اسی طرح احاطہ، سریان اور قرب و معیت ذاتی معلوم ہوتی ہے۔ جب علمائے حق نے ان آیات و احادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے تو اگر درمیان راہ، سالک پر یہ معانی منکشف ہوں یا ایک ذات کے سوا کسی کو موجود نہ پائے یا اسے محیط بالذات اور اسکا قرب ذاتی جانے تو اس وقت اگرچہ غلبۂ حال اور سکر وقت کی وجہ سے معذور ہے لیکن چاہیے کہ ہمیشہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے التجا و تضرع کرے کہ اسے اس گرداب سے باہر نکال کر ان امور کا اس پر انکشاف کرے جو آرائے صائبہ، علماء اہل حق کے مطابق ہیں اور ایک بال برابر بھی ان کے معتقداتِ حقہ کے خلاف ظاہر نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ معانی مفہومہ علماء حق کو کشف کی صداقت کا نشان قرار دے اور اپنے الہام کی کسوٹی ان کے سوا کسی شے کو قرار نہ دے۔ کیونکہ وہ معانی جو ان علماء حق کے معانی مفہومہ کے خلاف ہوں درجۂ اعتبار سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ساقط ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے معتقدات کا مقتدا کتاب وسنت ہی کو جانتا ہے اور اپنے ردی فہم کی وجہ سے کتاب وسنت سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے۔

یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا﴿۸۲﴾

اللہ اس کے ساتھ بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

اور یہ جو میں نے کہا کہ علمائے اہل حق کے سمجھے ہوئے معانی ہی لائق اعتبار ہیں اور اس کے خلاف معتبر نہیں اس بنا پر ہے کہ انہوں نے یہ معانی صحابہ اور سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے آثار اور تتبع سے اخذ کیے ہیں۔ اس لئے نجات ابدی انہیں کے لئے مخصوص ہو گئی اور فلاح سرمدی ان کا حصہ قرار پائی۔﴿۸۳﴾

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

ہمارا اور تمہارا قرآن وسنت کے کسی معنی کو سمجھنا کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ اگر ان بزرگوں کی آراء کے مطابق نہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے احکام باطلہ کو قرآن وسنت سے ہی سمجھنے کا دعویدار ہے۔﴿۸۴﴾

اسی مضمون کو دفتر اول کے مکتوب ۱۹۳ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے ماخذ

کتب تفاسیر میں سے درج ذیل کتب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری نکات کی ماخذ ہیں:

۱۔ معالم التنزیل — ابو محمد حسین بن مسعود البغوی﴿م ۵۱۶ھ﴾

۲۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون التاویل فی وجوہ التاویل — ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری﴿م ۵۳۹ھ﴾

۳۔ انوار التنزیل واسرار التاویل — عبداللہ بن عمر بن محمد البیضاوی﴿م ۶۸۵ھ﴾

۴۔ مدارک التنزیل وحقائق التاویل — عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی﴿م ۷۱۰ھ﴾

۵۔ البحر المحیط — ابوعبداللہ محمد بن یوسف اندلسی﴿م ۷۴۵ھ﴾

۶۔ حاشیۂ کشاف — علامہ سید شریف جرجانی﴿م ۸۱۶ھ﴾

۷۔ الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن — ابوزید عبدالرحمن بن محمد الثعالبی﴿م ۸۷۶﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت مجدد کے تفسیری نکات

درج ذیل آیات کے تحت حضرت مجدد کی آراء نقل کی گئی ہیں۔

- اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ.
- وَاِذْقُلْنَا لِلْمَلٰئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ
- فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ.
- یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ.
- وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ.
- لَایُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ.
- شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ.
- مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَکَ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ.
- وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ.
- وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ.
- کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ.
- وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ.
- قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ.
- یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا.
- مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ.
- اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَهْلِهَا.
- اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ.
- اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا.
- قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ.
- وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ.
- وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ.
- لَاتُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ج وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ.
- اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ.
- خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ.
- رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ.

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ.
- وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ.
- كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَاتَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِىْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ.
- يٰاَيُّهَاالنَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ.
- اِنَّمَاالْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ.
- يٰاَيُّهَاالنَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ.
- اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا.
- وَهُوَالَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ
- ان الحسنٰت يذهبن السيئات
- يَمْحُوْ اللّٰهُ مَايَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ.
- وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ.
- وَمَاظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ.
- وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِىِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ.
- اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى.
- اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيْمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَاهُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ.
- وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.
- اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَامِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُمِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّاشَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَايُضِىْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ.
- رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.
- اِنَّكَ لَاتَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ
- مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ.
- اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ.
- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ.
- اِنَّا عَرَضْنَاالْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَاوَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا.

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْراً وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ.
- اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ.
- ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ.
- اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ.
- اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ.
- اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا.
- اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا.
- قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ.
- لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ.
- كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ.
- قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْناً
- وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ.
- اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ.
- هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ.
- وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَاناً حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهاً وَّوَضَعَتْهُ كُرْهاً.
- لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.
- رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ.
- لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ.
- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ.
- اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ.
- نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ.
- وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ.
- وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ.
- وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى.
- فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى.
- وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ.

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- یٰبَنِیَّ لاَ تَدْخُلُوْا مِنْ ۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ.
- اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ لاَّ یَمَسُّهٗ اِلاَّ الْمُطَهَّرُوْنَ.
- لاَیَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ م بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلاًّ وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰی.
- اِنَّمَاالْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلاَدِ.
- مَااٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ.
- یٰاَیُّهَاالنَّبِیُّ اِذَاجَاءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لاَّ یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْئاً وَّلاَیَسْرِقْنَ وَلاَ یَزْنِیْنَ وَلاَ یَقْتُلْنَ اَوْلاَدَهُنَّ وَلاَ یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلاَ یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غفورٌ رحیم.
- مُبَشِّراً ۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ ۢ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَد.
- وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْراً لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ.
- تَعْرُجُ الْمَلٰئِکَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ.
- وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لاَ یَحْتَسِبُ.
- و اذکر اسم ربک وتبتل الیه تبتیلا
- هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئاً مَّذْکُوْراً.
- لاَیَتَکَلَّمُوْنَ اِلاَّ مَنْ اَذِنَ لَهٗ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَاباً.
- یٰاَیَّتُهَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً.
- قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا.
- وَسَیُجَنَّبُهَاالْاَتْقٰی.
- فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً.
- اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ.
- لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ. ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ.

علاوہ ازیں درج ذیل مباحث

لفظ اللہ

معراج النبی ﷺ

لایلف کی فضیلت

معوذتین

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۱۔ "اللّٰہ"

علماء نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر میں لفظ "اللہ" کے اسرار و رموز بیان کئے ہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے امہات کتب تفسیر سے انتخاب کر کے لفظ اللہ پر سیر حاصل بحث کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے بعض نکات بھی بیان کئے۔ اس سلسلہ کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

سید سند (۸۵) نے کشاف کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے جس طرح اہل دانش نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارہ میں اس لئے حیران ہیں کہ وہ عظمتِ خداوندی کے انوار میں پوشیدہ ہے، اسی طرح وہ لفظِ اللہ ﴿کی تحقیق﴾ میں بھی حیران ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ میں بھی انہی انوارِ الٰہی کی شعاعیں منعکس ہو گئی ہیں اور اس وجہ سے اہل بصیرت کی آنکھیں خیرہ ہو گئی ہیں چنانچہ ان لوگوں کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا لفظ اللہ سریانی زبان کا ہے یا عربی کا؟ نیز یہ لفظ اسم ہے یا صفت؟ مشتق ہے یا غیر مشتق؟ اگر مشتق ہے تو کس لفظ سے مشتق ہے؟ اگر مشتق نہیں تو آیا یہ عَلَم ہے یا عَلَم نہیں ہے؟

بعض اہل علم کا قول ہے کہ یہ لفظ اصل میں الٰہ تھا اس میں سے ہمزہ کو حذف کر کے اسکی بجائے الف اور لام کو لایا گیا ہے اور اسی وجہ سے یا اللہ ہمزہ قطعی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ (۸۶) اگر آپ یہ کہیں کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ نداء کی صورت میں ہمزہ قطعی ہوتا ہے اور نداء نہ ہونے کی صورت میں وصلی ہوتا ہے۔ (۸۷) تو ہم یہ کہیں گے کہ نداء کی صورت میں یہ ہمزہ، ہمزہ اصلی کے قائم مقام ہوتا ہے اس لئے وہ قطعی ہوتا ہے۔ نداء نہ ہونے کی صورت میں چونکہ معرفہ ہونے کا مفہوم اس لفظ سے بالکل خارج نہیں ہوتا اس لئے یہ ہمزہ وصلی ہو جاتا ہے۔

لفظ اللہ معبودِ برحق کے لئے مخصوص ہے کیونکہ الٰہ ہر معبود کیلئے مستعمل ہے خواہ وہ معبودِ برحق ہو یا باطل بعد ازاں اسکا ﴿یعنی الٰہ﴾ عام استعمال معبودِ برحق کیلئے مخصوص ہو گیا۔

بعض نے کہا ہے کہ اصل لفظ اَلاِلٰہُ تھا اس میں درمیان کا ہمزہ ثقیل ہونے کی وجہ سے محذوف ہو گیا اور لام کا لام میں ادغام (۸۸) ہو گیا اس طرح یہ لفظ اللہ بن گیا۔

بعض علماء کا قول ہے کہ لفظ اللہ کا اشتقاق اَلِهَ اِلَاهَةً وَالُوْهَةً وَالُوْهِيَّةً سے ہے۔ جس کے معنی تَعَبَّدَ ﴿اس نے عبادت کی﴾ ہیں اسی مادہ سے تَاَلَّهَ اور اِسْتَاْلَهَ کا لفظ ماخوذ ہے جسکا مفہوم بھی تعبد ہے۔

بعض کا قول ہے کہ یہ اَلِهَ سے ماخوذ ہے جس کے معنی تحیر ﴿حیران ہوا﴾ ہے ﴿اس مفہوم کے مطابق اللہ کہنے کا سبب یہ ہے کہ﴾ عقلیں اس کی معرفت میں حیران ہیں۔ ایک محاورہ یہ بھی ہے اَلِهْتُ اِلٰى فُلَانٍ ﴿مجھے فلاں شخص سے سکون حاصل ہوا﴾ اس کے مطابق اللہ کی معرفت سے روحیں سکون اور چین حاصل کرتی ہیں۔ (۸۹)

بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ کا لفظ عَلَم ہے یعنی یہ اسم جامد ہے اور کسی لفظ سے مشتق نہیں ہے بلکہ ذاتِ باری کے لئے مخصوص ہے کیونکہ یہ اسم موصوف بنتا ہے، صفت نہیں بنتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کیلئے ایسا نام مقرر کیا جائے جو اسکی تمام صفات کو شامل ہو۔ اس لفظ کے علاوہ دوسرے الفاظ ایسے نہیں ہیں جن میں یہ صلاحیت ہو۔ اگر لفظ اللہ ﷻ صفت ہوتا تو لا الہ الا اللہ کلمہ توحید نہ بنتا جس طرح لا الہ الا الرحمٰن کلمہ توحید نہیں ہے، لا الہ الا الرحمٰن مانع شرکت نہیں ہے۔ مگر یہ قول محلِ نظر ہے کیونکہ مذکورہ بالا دلائل مدعا کو ثابت نہیں کرتے۔ پہلی دلیل صرف صفت ہونے کی تردید کرتی ہے اس لفظ کے علم ہونے کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ اسمائے اجناس اور لفظ شے بھی اسی طرح کے ہیں۔

اسی طرح دوسری دلیل سے بھی اسکا علم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تیسری دلیل اس لئے محلِ نظر ہے کہ ممکن ہے یہ لفظ اوصافِ غالبہ میں سے ہو یعنی اس کا استعمال دوسرے کیلئے نہ ہو وہ شرکتِ غیر کو قبول نہ کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ علم بھی نہ ہو اس اصول کے مطابق ہم یہ کہتے ہیں کہ لا الہ الا الرحمٰن جیسے کلمات سے بھی توحید کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ الرحمٰن کا اطلاق خدا کے سوا کسی دوسری ذات پر نہیں ہوتا اور اللہ ﷻ کے سوا کوئی دوسرا اسکا موصوف نہیں بن سکتا اور علم کی مانند ہو گیا ہے کہ اس ﴿الرحمٰن﴾ میں شرکت کیلئے مانع ہے جیسا کہ علماء بیان کرتے ہیں۔

قاضی بیضاویؒ (۹۰) نے اللہ تعالیٰ کی مخصوص ذات کیلئے کسی مخصوص لفظ کے علم ہونے کی تردید میں یہ تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی دوسری حقیقی یا غیر حقیقی شے کا لحاظ کئے بغیر انسانی عقل سے ماوراء ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ صرف ایک لفظ کے ذریعے اسکا مفہوم ادا ہو سکے؟ (۹۱) مگر یہ قول محلِ نظر ہے کیونکہ یہ دلیل ایسی صورت میں نہیں چل سکتی جبکہ اسی لفظ کا واضع (مقرر کرنے والا) خود اللہ ﷻ ہو۔

اگر یہ کہا جائے کہ ایک ذریعہ سے کسی چیز کا علم حاصل کیا جائے تو وہ علم اس سے مختلف ہوگا جو دوسرے ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو اور یہ وہ حقیقت ہے جسے اکثر علماء نے تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ باری تعالیٰ کی مخصوص ذات کا علم کسی ایک ذریعے سے حاصل ہو جائے جیسے واجب بالذات یا معبودِ برحق کا لفظ ہے اور اس لفظ سے جس ذاتِ باری تعالیٰ کا علم حاصل ہوا ہو، اس کا نام اللہ وضع کیا گیا ہو چنانچہ اس لفظ سے اسی مفہوم کا اظہار ہوتا ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اس صورت میں علم حاصل ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ذات کی خصوصیات بھی معلوم ہوں تاکہ کوئی دوسرا اس مفہوم میں شریک نہ ہو سکے ورنہ اس مقصد کیلئے اجمالی علم اور کلی مفہوم کافی نہ ہوگا۔ اس نکتہ پر خوب غور و خوض کیا جائے کیونکہ یہ دقیق مسئلہ ہے۔

بعض محققین نے یہ فرمایا ہے کہ لفظ اللہ کے عجیب و غریب لطائف ہیں۔ اگر اللہ کا ہمزہ نہ بولا جائے تو لِلّٰہ کا لفظ باقی رہے گا جیسے وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۹۲) اگر باقی ماندہ لفظ سے لام محذوف ہو تو لہ باقی رہ جائیگا لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (۹۳) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر اس باقی ماندہ لام کو لَهٗ سے حذف کر دیا جائے تو ھو کی ہائے مضمومہ ﴿ہٗ﴾ باقی رہ جاتی ہے۔ جیسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۹۴) ھو میں وٗ زائد ہے اس لئے یہ ھُمَا اور ھُمْ میں ساقط ہو جاتا ہے (لسان العرب، ج ۱۳، ص: ۴۶۷۔۴۶۸) لیکن اس میں قدرے تامل ہے، یہ بات اس پر پوشیدہ نہیں جو عربی داں ہے۔

جہاں تک اس لفظ ﴿اللہ﴾ کے معانی کا تعلق ہے تو اسکی صورت یہ ہے کہ جب آپ اللہ ﷻ کے لفظ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سے اسے پکاریں گے تو گویا آپ نے اسے اسکی تمام صفات کے ساتھ پکارا ہے، دوسرے اسماء کا یہ حال نہیں، اسی وجہ سے اسی لفظ سے کلمۂ شہادت درست ہوتا ہے۔ (۹۵)

لفظ اللہ کی صوفیانہ تعبیر

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے "معارف لدنیہ" میں لفظ اللہ کے اسرار و رموز کو صوفیانہ طرز پر نہایت سہل طریقہ سے معرفت ۱ تا ۴ میں اس طرح بیان کیا ہے:

اللہ کا مبارک لفظ الف، لام اور ہ سے مرکب ہے جو آلاتِ ﴿حروف﴾ تعریف ہیں۔ یہ مجموعہ ﴿الف، لام اور ہ﴾ ذاتِ واجب الوجود و عز سلطانہ کا علم ہے۔ لہٰذا اس اسمِ مبارک میں تین قسم کے معرفہ بنا دینے والے اسباب جمع ہو گئے ہیں۔ باوجودیکہ ان میں سے ہر سبب اسماء کو معرفہ بنانے کیلئے کافی ہوتا ہے، لیکن یہاں تین اسباب جمع ہو جانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس اسمِ اعظم کا مسمّٰی جل شانہ اپنی کمال بزرگی، درجہ کی بلندی اور رفعت منزلت کی وجہ سے کسی طرح بھی معرفہ ﴿جانا، پہچانا﴾ نہیں ہو سکتا۔ اور کسی طرح بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر اسے معرفہ بنایا جا سکتا تو ایک آلۂ تعریف ﴿معرفہ بنانے والا حرف﴾ ہی اس کیلئے کافی ہو جاتا۔ کیونکہ سبب کو موجود کرنے میں کثرتِ اسباب کا کوئی دخل نہیں ہوا کرتا۔ بلاشبہ وہ تو کسی ایک سبب کے پائے جانے ہی سے موجود ہو جاتا ہے پس جب مسبب ان اسباب میں سے کسی ایک سبب کے پائے جانے سے موجود نہیں ہو سکا تو اس سے یہی سمجھا جائیگا کہ ان دونوں ﴿حرفِ تعریف اور اسم اللہ﴾ کے درمیان سببیت کا تعلق ہی نہیں اس لئے جب اللہ ﷻ کے حق میں اسبابِ تعریف کا سبب ہونا ہی باقی نہ رہا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان میں معروف اور معلوم ہونے کا تصور بھی ختم ہو گیا۔ چنانچہ اس بارگاہِ قدس تک کسی عالم کا علم نہیں پہنچ سکتا اور اسے معرفہ بنانے میں کسی معرفہ ساز کی معرفہ سازی مصروف نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا حق تعالیٰ کی ذات اس سے کہیں بزرگ تر ہے کہ اسکا ادراک کیا جائے اور اس سے کہیں عظیم تر ہے کہ اسے پہچانا جا سکے اور اس سے کہیں بلند تر ہے کہ اسے جانا جا سکے۔ اس وضاحت سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ یہ اسمِ مبارک جل شانہ دوسرے اسماء سے الگ ہے اور باقی تمام اسماء کیلئے جو احکام ہوتے ہیں یہ ان احکام میں شریک نہیں پس لامحالہ اسی امتیاز اور یکتائی کی وجہ سے یہ اسم حق تعالیٰ کی بارگاہِ قدس کے لائق ہے۔

یہاں یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب یہ اسمِ مبارک اپنے مسمّٰی پر دلالت ہی نہیں کرتا تو یہ نام رکھنے کا فائدہ ہی کیا ہوا؟ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ نام کیلئے اس لفظ کو مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ جس ذات کا یہ نام رکھا گیا ہے، یہ اسم اسے اپنے ماسوا سے ممتاز اور الگ کر دیتا ہے۔ تاہم ایسا نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس ذات کا علم ہو سکے جسکا وہ نام ہے۔ لہٰذا اس مبارک اسم اور دوسرے اسماء کے درمیان ایک دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ وہ اسماء اپنے مسمیات پر دلالت کرتے ہیں اور وہ مسمیات ان ناموں کے ذریعے معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ علم انہیں اپنے ماسوا سے ممتاز کر دیتا ہے اور اس اسمِ مقدس میں مسمّٰی کا علم تو پایا نہیں جاتا لیکن وہ اپنے مسمّٰی کو تمام

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ماسوا سے ممتاز اور الگ کر دیتا ہے۔

۲۔ الف و لام کے داخل ہونے سے اسم نکرہ اسم معرفہ بن جاتا ہے کیونکہ اس آلۂ تعریف ﴿یعنی حرف تعریف﴾ سے وہ معرفہ ہو جاتا ہے اور اس اسم مقدس میں الف ولام خود معرفہ پر آیا ہے اور وہ معرفہ 'ہُ' یعنی ضمیر غائب ہے۔ جیسا کہ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام صرف 'ہُ' ہے جو غیب ہویت پر دلالت کرتا ہے اور الف ولام تعریف کیلئے آیا ہے۔

گویا اس حرف تعریف کے لانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مشار الیہ کے تعین میں صرف ضمیر کے ذریعہ سے معرفہ ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا آلۂ تعریف بھی درکار ہے جو الف اور لام ہے، لام پر تشدید مبالغہ کیلئے لائی گئی ہے اور جب یہ حرف تعریف باوجود اس مبالغہ کے بھی کافی نہ ہوا اور جس کو معرفہ بنانا تھا اسکا تعین حاصل نہ ہو سکا تو لامحالہ اس پورے مجموعہ کو تعریف علمی میں لے گئے ﴿یعنی اس پورے مجموعہ کو ذات حق کا نام قرار دیا﴾ کہ شاید وہاں جا کر وہ تعین پیدا کر سکے مگر یہاں بھی کوئی ایسا تعین جو ذات حق کے معلوم ہونے کا باعث بن سکے حاصل نہ ہو سکا۔ زیادہ سے زیادہ بس یہ ہو سکا کہ ماسوا سے ایک امتیاز حاصل ہو گیا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کیلئے سوائے اپنی معرفت سے عاجز ہونے کے اپنی طرف کوئی راہ نہیں بنائی۔ (۹۶)

اسم اللہ کی تعظیم کی برکات

ایک دن حضرت مجدد قضائے حاجت کیلئے بیت الخلاء گئے وہاں مٹی کا ایک ناتمام پیالہ پڑا ہوا تھا جس پر لفظ مبارک اللہ لکھا ہوا تھا۔ قہراً اس سے قاذورات اٹھاتا۔ آپ کی نظر پڑی تو اسے اٹھالیا۔ پانی سے دھو کر سفید کپڑے میں لپیٹ کر طاق میں ادب سے رکھ دیا جب پانی پیتے تو اس میں پیتے۔ اس سلسلہ میں آپ کو الہام ہوا تم نے ہمارے نام کا احترام کیا ہم تمہارے نام کو رفعت دیں گے۔ اس کے بعد آپ فرماتے تھے کہ اس عمل نے جسقدر فیوض و برکات پہنچائے وہ صد سالہ ریاضت و مجاہدہ سے بھی ناممکن تھے۔ (۹۷)

۲۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ. (۹۸)

ترجمہ: ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کی بجائے گمراہی کو اختیار کیا ہے انکی یہ تجارت نفع بخش نہیں اور وہ صحیح راہ پر نہیں ہیں۔''

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے علمائے سوء کو اس آیت کا مصداق بتایا ہے۔ اس حوالے سے حضرت مجدد لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''یہ سب فتنہ وفساد جو دین میں پیدا ہوا ہے انہیں لوگوں کی کم بختی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔

کسی شخص نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ آسودہ اور فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بھٹکانے سے ہاتھ کو تاہ کیا ہوا ہے۔ اس نے اسکا سبب پوچھا۔ لعین نے کہا اس وقت کے علما، سو میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہ کرنے اور بھٹکانے کے ذمہ دار بن چکے ہیں۔'' (۹۹)

۳۔ وَاِذْقُلْنَا لِلْمَلٰئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ (۱۰۰)

''اور یاد کرو اس وقت کو جب فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔''

حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا جسکے سبب آپ مسجودِ ملائکہ کہلائے، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس ضمن میں اپنا نقطۂ نظر اس طرح بیان کرتے ہیں:

''میرے مخدوم یہ عبارتوں کی فروگذاشتوں میں سے ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ آدم مسجودِ ملائکہ ہے حالانکہ سجدہ خالق کیلئے ہے نہ کہ اسکی کسی مخلوق و مصنوع کیلئے خواہ کوئی مخلوق ہو۔'' (۱۰۱)

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا نکتہ نظر جمہور علماء کے موافق نہیں۔ سجدہ کی حقیقت کے بارہ میں جمہور کی رائے بیان کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے پیشانی رکھ دیں اب اس سجدہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ پیشانی جھکانے والا یہ اعتقاد کرے کہ جس کے سامنے پیشانی جھکا رہا ہوں وہ خدا ہے تو یہ عبادت ہے اور یہ خاص ہے اسی وحدہ لاشریک لہ کے ساتھ جو خالق و مالک ہے ساری کائنات کا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کبھی بھی کسی نبی کی شریعت میں جائز نہیں بلکہ انبیاء کی بعثت کا مقصد اولین تھا ہی یہی کہ وہ انسانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیں اور دوسروں کی عبادت سے منع کریں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس چیز سے روکنے کیلئے انبیاء تشریف لائے اس فعل کا ارتکاب خود کریں یا کسی کو اجازت دیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جس کے سامنے سجدہ کیا جا رہا ہے اسکی عزت و احترام عبادت کیلئے نہ ہو تو اس کو سجدہ تحیہ کہتے ہیں پہلے انبیاء کرام کی شریعتوں میں جائز تھا لیکن حضور کریم ﷺ نے اس سے بھی منع فرما دیا۔ اب تعظیمی سجدہ بھی ہماری شریعت میں حرام ہے۔ (۱۰۲)

اس عبارت سے اس شبہ کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے جسکی بناء پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا کہ ''سجدہ خالق کیلئے نہ کہ اسکی مخلوق و مصنوع کیلئے..... الخ اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کی نوعیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۴. فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ. (۱۰۳)

''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔''

جس طرح ذات ہمارے ادراک اور تصور میں نہیں آ سکتی اسی طرح صفات بھی نہیں آ سکتیں کیونکہ صفات میں سے جو بھی سالک کے ادراک میں آ سکتا ہے وہ ظلال صفات ہیں۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ اپنا تمام وقت اسکی یاد میں مستغرق رکھیں تا کہ حق تعالیٰ بھی بحکم ''اَذْکُرْکُمْ'' تم کو اپنے کرم سے یاد کرے جیسا کہ اس نے یاد کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کا ذکر حصولِ احوال و مکاشفات کی غرض سے نہ کریں اور دینوی غرض کو ذہن میں جگہ نہ دیں بلکہ بغیر کسی غرض کے بلکہ اپنی جان پر احسان اٹھا کر ذکر اور بندگی میں مشغول رہیں۔ اگر وہ قبول فرمالے تو جس طرح چاہے نوازدے۔ (۱۰۴)

۵. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. (۱۰۵)

اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دیں اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اس آیت میں احتمال ہے کہ یہ شرط ﴿کہ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو﴾ اس امر کیلئے لگائی گئی ہو جو کھانے کیلئے فرمایا گیا ﴿یعنی پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ﴾ یعنی جو کچھ ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے لذیذ چیزیں کھاؤ بشرطیکہ تمہاری طرف سے یہ بات صحیح ہو کہ تم اپنی عبادت کیلئے خدا ہی کی ذات کو مخصوص کرتے ہو اور اگر تمہاری جانب سے یہ بات صحیح نہ ہو بلکہ تم اپنے نفس کی لہو ولعب میں ڈالنے والی خواہشات کی بندگی بھی کر رہے ہو تو ان تمام لذیذ چیزوں کو نہ کھاؤ کیونکہ اس صورت میں تم بیمار ہو اور باطنی مرض میں گرفتار ہو اور جو چیزیں بطور رزق کے دی گئی ہیں ان میں سے لذیذ چیزیں تمہارے لئے زہر قاتل ہیں۔ ہاں جب تمہارا باطنی مرض جاتا رہے تو ان لذیذ چیزوں کا کھانا تمہارے لئے درست ہو جائیگا۔ صاحب کشاف نے شکر کے مطالبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس جگہ طیبات کی تفسیر ''مُسْتَلَذَّات'' (۱۰۶) سے کی ہے۔ (۱۰۷)

۶. وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ. (۱۰۸)

ترجمہ: ''اے عقلمندو تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔''

اس آیت کے تحت تکلیفاتِ شرعیہ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''اگر ہر ایک کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو ان سے سوائے شرارت اور فساد کے کچھ ظاہر نہ ہوتا ہر بوالہوس دوسرے کے جان و مال پر دست درازی کرتا اور خبث و فساد سے پیش آتا۔ خود بھی ضائع ہوتا اور دوسروں کو بھی ضائع کرتا۔

عِیَاذاً باللّٰہِ سبحانہ' اگر شرعی موانع اور زواجر نہ ہوتے تو معلوم نہیں کس قدر شرارت اور فساد ظاہر ہوتا۔

کند زنگی مست در کعبہ قے
اگر چوب حاکم بنا شد زپے

﴿نشہ میں مست حبشی کعبہ میں قے کر دے، اگر حاکم کی لاٹھی سر پر نہ ہو﴾

یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ مالک مختار ہے اور بندے اس کے مملوک اور غلام ہیں پس جو حکم و تصرف وہ ان میں فرماتا ہے عین خیر و صلاح ہے اور ظلم و فساد کی آمیزش سے منزہ اور مبرا ہے۔

۷. لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ. (۱۰۹)

ترجمہ: اللہ سے ان کاموں کے متعلق نہیں پوچھا جا سکتا جو وہ کرتا ہے۔

کرا زہرۂ آنکہ از بیم تو
کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

﴿کسے طاقت ہے کہ تیرے خوف کے باعث تسلیم حکم کے سوا لب کشائی کرے﴾

اگر سب کو دوزخ میں بھیج دے اور ان کو ہمیشہ کا عذاب فرمائے تب بھی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ غیر کی ملک میں یہ تصرف نہیں جو ستم کی صورت پیدا کرے۔ برخلاف ہماری املاک کے جو درحقیقت اسی کی املاک ہیں۔ ان املاک میں ہمارے تمام تصرفات عینِ ستم ہیں کیونکہ صاحب شرع نے بعض مصلحتوں کے باعث ان املاک کو ہماری طرف منسوب کیا ہے ورنہ درحقیقت اسی کی املاک ہیں۔ پس ہمارا تصرف ان املاک میں اسی قدر جائز ہے جس کو مالک نے جائز قرار دیا ہے اور ہمارے لئے مباح کیا ہے۔'' (۱۱۰)

۸. شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ. (۱۱۱)

ترجمہ: ''ماہ رمضان المبارک جس میں قرآن اتارا گیا۔''

رمضان المبارک اور قرآن کریم کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''رمضان المبارک قرآن مجید کے ساتھ، جو تمام کمالاتِ ذاتی اور شئونی کا جامع ہے اور دائرۂ اصل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

میں اس طرح داخل ہے کہ ذرا برابر ظلمیت اسکی طرف راہ نہیں پاسکتی اور حقیقت محمد یہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکا ظل اوّل ہے، مکمل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی مناسبت کی بنا پر اس مقدس کتاب کا نزول اس ماہ مبارک میں واقع ہوا اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ ہر طرح کی خیر و برکت تمام سال میں جس کسی کو پہنچتی ہے، جس راہ سے بھی پہنچتی ہے، اس عظیم القدر ماہِ مبارک کی بے بہا برکات کا ایک قطرہ ہے۔ (۱۱۲)

جو بھی خیر و برکت ہے اسکا فیضان حضرتِ ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف سے ہوتا ہے، اور ذات سبحانہ کے شئونات کا نتیجہ ہے، کیونکہ یہ شر و نقص جو صفحۂ وجود پر آتا ہے اسکا منشاء فانی ذات و صفات ہیں۔

مَآاَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَکَ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ. (۱۱۳)

ترجمہ: ''جو آپ کو بھلائی پہنچے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو آپ کو تکلیف پہنچے وہ آپ کی طرف سے ہے۔''

اس پر نصِ قطعی ہے۔

''پس اس ماہِ مبارک کی تمام خیرات و برکات ان کمالاتِ ذاتیہ کا نتیجہ ہیں جن کا کلامِ الٰہی جامع ہے۔ قرآن مجید اس جامع شان کی حقیقت کا خلاصہ ہے۔ لہٰذا اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ پوری مناسبت ہے، کیونکہ قرآن تمام کمالات کا جامع ہے۔ یہ مبارک مہینہ ان تمام خیرات و برکات کا جامع ہے جو ان کمالاتِ قرآنی کے نتائج ہیں۔ یہی مناسبت قرآن حکیم کے اس ماہِ مبارک میں نزول کا باعث بنی۔ اس ماہ میں آنے والی شب قدر اس ماہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ یہ رات مغز ہے اور یہ ماہِ مبارک اس کیلئے چھلکے کی مانند ہے۔'' (۱۱۴)

اگر اس ماہِ مبارک میں جمعیت نصیب رہی تو سارا سال جمعیت حاصل رہے گی اور اگر اس ماہِ مبارک میں پراگندگی رہی تو سارا سال پراگندگی پیچھا نہیں چھوڑے گی، تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس یہ مہینہ آیا اور اس سے راضی اور خوش گیا۔ خرابی ہے اس شخص کیلئے جس سے یہ مہینہ ناراض گیا اور وہ اسکی برکات و خیرات سے محروم رہا۔

اس ماہِ مبارک میں قرآن مجید کے ختم کی سنت بھی اسی تعلق کی بنا پر معلوم ہوتی ہے تاکہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات میسر ہوں تو جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا، امید ہے کہ وہ اسکی برکات سے محروم نہیں رہے گا اور اسکی خیرات اس سے روکی نہیں جائیں گی۔ وہ برکات جو اس مبارک مہینہ کے ایام سے متعلق ہیں، کچھ اور ہیں، اور وہ خیرات جو اسکی راتوں سے وابستہ ہیں، کچھ اور ہیں اسی راز کے باعث شاید یہ بات ہے کہ جلدی روزہ افطار کرنے کا حکم ہے اور سحری میں تاخیر کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے تاکہ دن رات کے دونوں وقتوں کے اجزاء میں امتیاز و فرق حاصل ہو۔ (۱۱۵) اور سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی اپنے عجز و محتاجی کا اظہار ہے جو مقامِ بندگی کے مناسب ہے۔ (۱۱۶)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۹. وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ. (۱۱۷)

ترجمہ: سمالیا اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمینوں کو۔

''اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ کرسی بھی آسمانوں سے جدا ہے اور ان سب سے زیادہ وسیع ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کرسی عالم امر سے نہیں کیونکہ کرسی کو عرش سے نیچے کہتے ہیں اور عالم امر کا معاملہ عرش سے اوپر ہے۔ چونکہ کرسی عالم خلق سے ہے اور اسکی پیدائش آسمانوں سے جدا ہے۔ اس لیئے اسکی پیدائش ان چھ دنوں کے علاوہ کسی وقت ہوئی اس معنی میں کوئی استحالہ لازم نہیں آتا۔ کیونکہ عالم خلق سب کا سب انہی چھ دنوں میں پیدا نہیں ہوا کیونکہ پانی جو عالم خلق سے ہے ان چھ روز کے علاوہ ہے اور ان چھ دنوں سے پہلے ہے۔'' (۱۱۸)

۱۰. وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ''. (۱۱۹)

ترجمہ:

اور ﴿اے حبیب﴾ جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں ﴿تو آپ فرمادیں﴾ کہ بیشک میں ان کے قریب ہوں۔

''حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا قرب، اگرچہ بے چون و بے چگون ہے لیکن اس مقام تک وہم کی رسائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اقربیت ہے، جو وہم کے احاطہ سے خارج اور خیال کے دائرہ سے باہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرب دان تو بہت ہیں اور اقربیت دان بہت ہی تھوڑے۔

قرب کی انتہا حصول اتحاد تک ہے اگرچہ اتحاد بھی صرف توہم ہے اور اقربیت، قرب کی جانب میں اتحاد سے بہت آگے ہے۔ اگرچہ عقل، اپنے سے بھی نزدیک تر چیز کو بعید تصور کرتی ہے اور یہ عقل کی تنگ نظری ہے کہ اس نے دور بینی کی عادت اختیار کرلی ہے اور اپنے سے نزدیک تر کو نہیں پایا۔'' (۱۲۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَایَکُوْنُ مِنْ نَّجوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَرَابِعُهُمْ وَلاَ خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلاَ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلاَ اَکْثَرَ اِلَّاهُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَاکَانُوْا. (۱۲۱)

ترجمہ:

''کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں نہیں ہوتی۔ مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ اور نہ پانچ میں مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم میں اور نہ اس سے زیادہ میں مگر وہ انکے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں وہ ہوں۔''

''اس بلند ذات کی معیت اور اسکا قرب اس سبحانہ کی ذات کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔ اس لیئے چوں کیلئے بے چون تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہیں لہٰذا قرب و معیت کا جو معنی بھی ہماری عقل و فہم میں آئے یا ہمارے کشف و شہود سے معلوم ہو وہ بلند ذات اس سے منزہ و مبرا ہے۔ کیونکہ یہ فرقہ مجسمہ میں قدم رکھنے والی بات ہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بلند ذات ہمارے قریب اور ہمارے ساتھ ہے لیکن ہم قرب و معیت کا معنی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نہیں جانتے کہ کیا ہے۔" (۱۲۲)

۱۱. كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (۱۲۳)

ترجمہ:

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کیلئے ظاہر کی گئی ہے۔"

نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات اور آپ کی عظمت و شان کے متعلق مختلف روایات نقل کرنے کے بعد امت محمدیہ کے شرف و کمال کی وجہ نسبت رسول ﷺ بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

"پس یہ بات ضروری ہے کہ ایسے پیغمبر سیّد البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والے خیر الامم ہوں۔" (۱۲۴)

دوسری جگہ آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کو معیارِ فضیلت قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"آپ ﷺ کی امت آپ ﷺ کی متابعت کے سبب خیر الامم ہوئی ہے اور اس میں اکثر اہل جنت ہیں۔" (۱۲۵)

مکتوب ۲۴۸ میں لکھتے ہیں:

"سب امتوں میں یہی امت اتباع کے سبب اس تجلی ﴿تجلی ذاتی (۱۲۶)﴾ سے مخصوص ہے اور یہ دولتِ عظمیٰ اسی امت سے مختص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ خیر الامم ہے۔" (۱۲۷)

۱۲. وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ. (۱۲۸)

"اور ضروری کاموں میں ان سے مشورہ لیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی گنجائش تھی۔ اور آپ کی رائے میں ردو بدل کی گنجائش تھی کیونکہ قیاس کا امر اور مشورہ کا امر ردو بدل حاصل ہوئے بغیر کوئی صورت نہیں رکھتا۔ بدر کے قیدیوں کے فدیہ اور قتل کے متعلق جو اختلاف واقع ہوا تھا (۱۲۹) اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا فیصلہ کیا تھا تو وحی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق آئی اور فدیہ لینے پر وعید نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمر رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے کوئی اور نجات نہ پاتا۔" (۱۳۰)

کیونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی ان قیدیوں کے قتل کا اشارہ کیا تھا۔ (۱۳۱)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۱۳۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (۱۳۲)

ترجمہ: ''اے محبوب فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔''

جو کچھ کل کام آئے گا وہ صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت سے، احوال و مواجید، علوم و معارف، اشارات و رموز، اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو فبہا، اور بہت اچھے ہیں، ورنہ استدراج اور خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ تم پر حضور ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اختیار کرنا لازم ہے۔ قولاً، عملاً اور اعتقاداً حضور ﷺ کی شریعت کی مخالفت سے بچنا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی متابعت سراسر برکت ہے اور آپ کی مخالفت نحوست و بربادی ہے۔ (۱۳۳)

یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر وہ چیز جس میں محبوب کے اخلاق و عادات پائے جاتے ہوں، محبوب کے ساتھ وابستگی اور اسکے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب اور پیاری ہوتی ہے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے کو مقامِ محبوبیت تک لے جاتا ہے۔ (۱۳۴)

اتباعِ رسول ﷺ کی برکات و ثمرات کو بیان کرتے ہوئے آپ یوں رقمطراز ہیں:

''چونکہ سرورِ دو عالم ﷺ محبوبِ رب العالمین ہیں تو آپ کی متابعت کرنے والے بھی آپ کی متابعت کی برکت سے مرتبۂ محبوبیت تک پہنچ جاتے ہیں۔'' (۱۳۵)

آپ ﷺ کی اتباع کا ایک ذرہ تمام دینوی لذتوں اور اخروی نعمتوں سے کئی درجہ بہتر ہے۔ فضیلت سنتِ بیضاء کی متابعت سے وابستہ ہے۔ (۱۳۶)

''آنسرور علیہ وآلہ الصلوٰت والتسلیمات کی میراثِ صوری، عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے اور میراثِ معنوی عالمِ امر سے۔ وہاں سب ایمان معرفت اور رشد و ہدایت ہے۔ میراثِ صوری کی نعمتِ عظمیٰ کا شکریہ ہے کہ میراثِ معنوی اور باطنی سے مزین و آراستہ ہوں اور میراثِ معنوی سے آراستگی کامل اتباعِ مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے بغیر نہیں آسکتی۔ (۱۳۷)

اتباع کے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے سات درجات بیان کئے ہیں۔ ان درجات کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا درجہ عوام اہلِ اسلام کا ہے جو شریعت کے احکام اور سنت سنیہ کی متابعت سے وابستہ ہے۔ جبکہ اس کے ساتھ دل کی تصدیق تو ہو، لیکن اطمینانِ نفس ابھی حاصل نہ ہوا ہو۔ کیونکہ وہ درجہ ولایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور علماء ظاہر اور وہ عابد و زاہد لوگ جن کا معاملہ ابھی اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ نہیں ہوا سب اسی درجہ متابعت میں شریک ہیں اور اتباع کی ظاہری صورت کے حصول میں سب برابر ہیں۔ اور چونکہ نفس اس مقام میں کفر اور انکار سے آزاد نہیں ہوتا تو لازمی طور پر یہ خاص درجہ صرف متابعت کی صورت رکھتا ہے اور متابعت کی یہ صورت، حقیقی متابعت کی طرح آخرت کی کامیابی اور خلاصی کا ذریعہ ہے اور جہنم کے عذاب سے نجات اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جنت کے داخلہ کی بشارت دینے والی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنی کمال بخشش سے نفس کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔ اور صرف دل کی تصدیق پر کفایت فرمائی ہے۔ اور نجات کا دارومدار اسی تصدیق پر رکھا ہے۔

متوانی کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول
اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

اے وہ ذات کہ جس نے بارش کے ایک قطرے کو موتی بنا دیا تو یہ بھی کر سکتا ہے کہ میرے آنسو کے قطرے کو حسن قبول عطا فرمائے۔

متابعت کا دوسرا درجہ رسول اللہ ﷺ کے ان اقوال و اعمال کی اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں اخلاق کی تہذیب اور رذیل صفات کی مدافعت اور امراضِ باطنی اور معنوی بیماریوں کا ازالہ ہے۔ جو طریقت کے مقام سے متعلق ہیں اور اتباع کا یہ درجہ ان اربابِ سلوک کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے صوفیہ کے طریقہ کو اپنے مقتدا شیخ سے اخذ کیا ہو۔ اور سیر الی اللہ کے صحراؤں اور بیابانوں کو قطع کر رہے ہوں۔

متابعت کا تیسرا درجہ آنحضرت ﷺ کے احوال، اذواق اور مواجید کی متابعت ہے۔ یہ درجہ ولایت خاصہ کے مقام سے تعلق رکھتا ہے اور یہ ان اربابِ ولایت کے لیئے خاص ہے مجذوب سالک ہوں یا سالک مجذوب۔

جب ولایت کا مرتبہ اپنی انتہاء کو پہنچ گیا تو نفسِ مطمئنہ ہو گیا اور سرکشی اور نافرمانی سے باز آ گیا اور انکار سے اقرار میں اور کفر سے اسلام میں آ جاتا ہے۔ اس کے بعد اب متابعت کی جو بھی کوشش کرے گا وہ حقیقی متابعت ہو گی۔ اگر نماز ادا کرے گا تو متابعت کے حقیقت بجالائے گا اور اگر روزہ ہے تو اس کا بھی یہی حال ہو گا۔ اور اگر زکوٰۃ ہو گی تو وہ بھی اسی طریقہ پر ہو گی۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ شریعت کے تمام احکام کی بجا آوری میں اتباع کی حقیقت موجود ہو گی۔

متابعت کا چوتھا درجہ وہ ہے جو پہلے درجہ میں تھا۔ پہلے درجہ میں اس کی صورت تھی اور اس درجہ میں اتباع کی حقیقت ہے اور یہ چوتھا درجہ اتباع علماء راسخین شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کے لیئے مخصوص ہے۔ جو نفس کے اطمینان کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں۔ اولیاء اللہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو ہر چند تمکینِ قلب کے بعد ایک طرح کا اطمینانِ نفس حاصل ہوتا ہے۔ لیکن نفس کو کمال درجہ کا اطمینان کمالاتِ نبوت کے حصول سے حاصل ہوتا ہے، جو بطریقِ وراثت علمائے راسخین کو حاصل ہوتے ہیں۔

پس علمائے راسخین بواسطۂ کمالِ اطمینانِ نفس شریعت کی حقیقت سے جو حقیقی اتباع ہے موصوف ہیں۔ اور دوسروں کو چونکہ کمالات حاصل نہیں ہوتے۔ لہٰذا کبھی تو وہ شریعت کی صورت سے موصوف ہوتے ہیں اور کبھی شریعت کی حقیقت سے متصف۔

علماء راسخین کی علامت بیان کر دیتا ہوں تا کہ ہر ظاہر دان عالمِ راسخ ہونے کا دعویٰ نہ کر سکے اور اپنے نفسِ امارہ کو نفسِ مطمئنہ نہ سمجھنے لگے۔ عالمِ راسخ وہ ہے جس کو کتاب و سنت کے متشابہات کی تاویل سے حصہ حاصل ہو۔ اور قرآن مجید کی سورتوں کے اوائل میں جو حروفِ مقطعات ہیں ان کے اسرار سے بہرہ ور ہو۔ اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

متشابہات کی تاویل بہت ہی دقیق اسرار میں سے ہے۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ تاویل ید ﴿ہاتھ﴾ کی تاویل، قدرت کی طرح ہے اور وجہ ﴿چہرہ﴾ کی تاویل، ذات کی طرح کیونکہ یہ تاویلیں تو ظاہری علوم سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا اسرار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان اسرار کے اصل مالک تو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں اور یہ رموز انہی کے معاملات کی طرف اشارہ ہیں۔ اور یا پھر وہ لوگ ہیں جن کو تبعیت اور وراثت کے طور پر اس دولتِ عظمیٰ سے سرفراز کیا جائے۔

اور اس درجۂ متابعت کا حصول جو کہ اطمینانِ نفس اور صاحب شریعت علیہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی حقیقت کو پالینے سے تعلق رکھتی ہے۔ کبھی تو بغیر وسیلۂ فناء و بقاء اور بغیر سلوک و جذبہ کے ہو جاتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات کی قسم کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی درمیان میں نہ آئے۔ اور یہ دولت حاصل ہو جائے۔ لیکن اس دولت تک ولایت کی راہ سے پہنچنا بہت زیادہ قریب ہے۔ بہ نسبت اس کے جو دوسری راہ سے پہنچے۔ اور وہ دوسری راہ اس فقیر کے خیال میں سنتِ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کا التزام اور بدعت کے نام و نشان سے بھی پرہیز کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بدعت حسنہ سے بھی جب تک بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کرے گا۔ اس دولت کی خوشبو بھی اس کی جان کے دل و دماغ میں نہ پہنچے گی۔

متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے کمالات کی اتباع کا ہے کہ ان کمالات کے حصول میں علم اور عمل کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے وابستہ ہے۔ اور یہ نہایت ہی بلند مقام ہے۔ پہلے ذکر شدہ مراتب کو اس مرتبہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

اصل میں یہ کمالات اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جن کو تبعیت و وراثت کے طور اس دولت سے مشرف فرما دیں۔

اور متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کی اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقامِ محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح درجۂ پنجم میں کمالات کا فیضان محض فضل اور احسان سے تھا اسی طرح اس چھٹے درجہ میں آنحضرت کے کمالات کا فیضان صرف محبت سے ہے جو کہ پہلے فضل اور احسان سے بلند ہے۔ اور متابعت کا یہ درجہ بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

پہلے درجہ کو چھوڑ کر متابعت کے باقی پانچ درجے سب کے سب عروج کے مقامات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا حصول عروج سے وابستہ ہے۔

متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ہبوط سے تعلق رکھتا ہے اور متابعت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے۔ اس لیئے کہ اس مقام نزول میں تصدیقِ قلب اور اطمینانِ نفس بھی ہے۔ اور جسم کے عناصر اربعہ کا اعتدال بھی اس میں ہے۔ کہ وہ سرکشی اور نافرمانی سے باز آ جاتے ہیں یوں سمجھیں کہ پہلے درجات میں اس متابعت کے اجزاء تھے اور یہ درجہ ان کے لحاظ سے کل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس مقام میں پہنچ کر تابع اپنے متبوع سے اس طرح کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے کہ گویا پیروی ﴿تبعیت﴾ کا نام درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اور تابع اور متبوع کا امتیاز دور ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تابع اپنے متبوع کی طرح جو کچھ بھی حاصل کرتا ہے وہ اصل سے براہِ راست حاصل کرتا ہے۔ گویا دونوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔اور دونوں ایک ہی پہلو کی آغوش میں ہیں اور دونوں ایک ہی بستر میں ہیں۔ اور دونوں شیر وشکر کی طرح ملے ہوئے ہیں۔تابع کہاں ہے اور متبوع کون؟ اور تبعیت کیسی؟ اتحادِ نسبت میں تغایرِ نسبت کی کوئی گنجائش نہیں۔

عجب معاملہ ہے کہ اس مقام کا جتنا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تبعیت کی نسبت بالکل معلوم نہیں ہوتی اور تابعیت اور متبوعیت کا کوئی امتیاز نظر نہیں آتا۔بس اتنا ہے کہ تابع اپنے آپ کو طفیلی سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو نبی کے کمالات کا وارث جانتا ہے۔﴿علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام﴾ یہ تو یقینی بات ہے کہ تابع اور ہوتا ہے اور طفیلی اور وارث اور۔ہر چند کہ یہ سب بظاہر تابع کی قطار میں نظر آتے ہیں۔لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ تابع میں متبوع کی حیلولۃ ﴿حائل ہونا﴾ درکار ہے اور طفیلی اور وارث کے لیئے متبوع کا حائل ہونا درکار نہیں ہے۔تابع اپنے متبوع کا بچا کھچا کھانا کھاتا ہے اور طفیلی ضمنی طور پر ساتھ بیٹھ کر کھانے والا ہے۔(۱۳۸)

سلسلۂ نقشبندیہ کی فضیلت بھی اتباع رسول ﷺ کی بناء پر ہے۔اس سلسلہ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اور اس طریق ﴿سلسلہ نقشبندیہ﴾ کی منزلوں کو طے کرنا صاحب شریعت ﷺ کی مکمل پیروی کے بغیر میسر نہیں ہوتا۔برخلاف دوسرے سلسلوں اور طریقوں کے کہ کسی قدر پیروی کے ساتھ یہ لوگ ریاضتوں اور مجاہدوں کی مدد سے انقطاع کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔اس دعویٰ کیلئے دلیل کی ضرورت ہے اور دلیل یہ ہے کہ یہ بزرگ محض جذبہ کی مدد سے راہ کو طے کرتے ہیں اور دوسرے طریقوں میں پُر مشقت ریاضتوں اور شدید مجاہدوں کے ذریعے منازل قطع کرتے ہیں۔اور جذبہ محبوبیت کی صفت کو چاہتا ہے جب تک آدمی محبوب نہ بن جائے اسے جذب نہیں کرتے اور محبوبیت کی حقیقت محبوب رب العالمین ﷺ کی متابعت اور پیروی سے وابستہ ہے۔آیہ کریمہ

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ.

اسی مضمون پر شاہد ہے۔لہٰذا جس قدر متابعت کامل تر ہوگی اسی قدر جذبہ زیادہ ہوگا اور جس قدر جذبہ زیادہ ہوگا اسی قدر منازل کو قطع کرنا آسان تر اور تیز تر ہوگا۔لہٰذا کامل متابعت اور پیروی ان بزرگوں کے طریقہ کی شرط ہے۔''(۱۳۹)

اتباع رسول ﷺ کی اہمیت وفضیلت بیان کرتے ہوئے اپنے ذاتی افعال کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''یہ فقیر کبھی تو نماز وتر شروع رات میں ادا کر لیتا تھا اور کبھی آخری رات میں ادا کرتا تھا۔﴿کارکنان قضاوقدر﴾ نے ایک رات مجھے دکھایا کہ نماز وتر کو دیر سے ادا کرنے کی صورت میں جب نمازی سو جاتا ہے اور اسکی نیت یہ ہوتی ہے کہ رات کے آخری حصہ میں وتر کی نماز ادا کریگا تو اسکے نیک اعمال کو لکھنے والے فرشتے وتر کی نماز ادا کرنے کے وقت تک تمام رات نیکیاں اس کے نام لکھتے رہتے ہیں۔پس جس قدر بھی وتر کی نماز کو تاخیر سے ادا کریگا بہتر ہوگا۔لیکن اس کے باوجود اس فقیر کو تو وتر کی تعجیل اور تاخیر میں بجز سید البشر ﷺ کی پیروی کے اور کوئی چیز منظور نہیں ہے اور یہ فقیر کسی فضیلت کو بھی پیروی کے برابر نہیں سمجھتا۔حضرت رسالت پناہ ﷺ وتر کی نماز کبھی اول شب میں ادا فرمالیا کرتے تھے اور کبھی آخر شب میں۔یہ فقیر اپنی سعادت اسی میں سمجھتا ہے کہ کسی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بات میں آنحضرت ﷺ کا تشبہ حاصل ہو جائے۔ اگر چہ یہ تشبہ صرف صورت کے طور پر ہی ہو۔ لوگ بعض سنتوں کے سلسلہ میں شب بیداری کی نیت اور اس جیسی باتوں کو دخل دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوتاہ اندیشی سے تعجب ہوتا ہے۔ ہم تو ہزار شب بیداریوں کو بھی پیروی رسول ﷺ کے نصف دانہ جو کے عوض نہ خریدیں۔"

ہم ماہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کیلئے بیٹھے دوستوں کو جمع کر کے ہم نے کہا کہ وہ رسول ﷺ کی پیروی کے سوا کوئی دوسری نیت نہ کریں کیونکہ ہمارا تبتل اور انقطاع کیا ہو سکتا ہے ہمیں حضور انور ﷺ کی ایک پیروی حاصل ہو جائے تو ہم سو گرفتاریاں قبول کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن حضور ﷺ کی پیروی کے وسیلے کے بغیر ہمیں ہزار تبتل اور انقطاع قبول نہیں۔ (۱۴۰)

۱۴۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاً. (۱۴۱)

ترجمہ:

اللہ چاہتا ہے کہ تم سے پابندیوں کا بوجھ ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اللہ نے بندوں کو ان کی طاقت اور استطاعت کے مطابق مکلف بنایا ہے اور ان کے ضعفِ خلقت کے باعث تکلیف میں ان کیلئے آسانی رکھی ہے۔

اللہ ﷻ کی طرف سے بندوں کیلئے آسانی کیوں نہ ہو حالانکہ وہ ذات سبحانہ حکیم، رؤف اور رحیم ہے۔ اسکی حکمت، نرمی اور رحمت کے یہ لائق نہیں کہ بندے کو اس امر کی تکلیف دے جو اسکی استطاعت سے باہر ہو۔ چنانچہ اللہ ﷻ نے کسی انسان کو بہت بڑی چٹان اٹھانے کی تکلیف نہیں دی جس کے اٹھانے پر بندہ قادر نہیں بلکہ ایسے امور کی تکلیف دی جو بندے کیلئے بہت آسان ہیں۔ جیسے نماز - جو قیام، رکوع، سجود اور آسان قرأت پر مشتمل ہے اور یہ سب نہایت ہی آسان کام ہیں۔ اسی طرح روزوں میں بھی بہت سہولت ہے اور زکوٰۃ کی بھی یہی نوعیت ہے۔ چنانچہ چالیسواں حصہ زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے سارا یا نصف مال دینا لازم نہیں کیا گیا تا کہ بندوں کو گراں اور بھاری محسوس نہ ہو۔

یہ بھی اللہ ﷻ کی کمال کرم نوازی ہے کہ ہر مامور بہ کا اس کے ادا نہ ہونے کی صورت میں بدل اور عوض مقرر کر دیا۔ چنانچہ وضوء کی بجائے تیمم جائز قرار دیا گیا۔ اسی طرح یہ حکم بھی دیا کہ جو کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے پر قادر نہ ہو بیٹھ کر ادا کر لے اور جو بیٹھنے پر بھی قادر نہ ہو لیٹ کر نماز ادا کر لے اور جو رکوع و سجود پر قدرت نہ رکھتا ہو اشارہ سے نماز ادا کر لے۔ وغیر ذالک۔

جیسا کہ نظرِ انصاف و اعتبار سے احکام شرعیہ کو دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں۔ ایسا شخص دیکھے گا کہ تمام تکلیفاتِ شرعیہ میں نہایت آسانی اور سہولت ہے۔ تکلیفاتِ شرعیہ کے آسان ہونے کی گواہی اس سے ملتی ہے کہ عوام زیادہ تکلیفاتِ شرعیہ کی آرزو کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض یہ آرزو رکھتے ہیں کہ فرض روزے ایک ماہ سے زائد ہونے چاہیں اور بعض فرض نمازوں کے زیادہ ہونے کے آرزومند ہیں، علیٰ ھذا القیاس اور اس تمنا کی وجہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

صرف یہی ہے کہ احکامِ شرعیہ میں نہایت آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

جو لوگ احکام شرعیہ ادا کرنے میں تنگی محسوس کرتے ہیں، اسکا سبب اور علاج تحریر فرماتے ہوئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بعض حضرات کو احکام شرعیہ کی ادائیگی میں آسانی کا محسوس نہ ہونا انکی نفسانی تاریکیوں اور طبعی میل کچیل کی وجہ سے ہے۔ نیز نفس امارہ کی خواہش کی وجہ سے جو خدا تعالیٰ سبحانہ کی عداوت میں ہر وقت ڈٹا رہتا ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَاتَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ. (۱۴۲)

ترجمہ: ''مشرکین پر وہ بات بہت گراں گزرتی ہے۔ جسکی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں۔''

اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ. (۱۴۳)

ترجمہ: ''اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے۔ مگر عاجزی کرنیوالوں پر بھاری نہیں۔''

تو خواہش نفس اور متابعتِ شریعت ایک دوسرے کے مقابل ہیں لہٰذا احکام شرعیہ کے بجالانے میں مشکل اور تنگی محسوس کرنا خواہشِ نفس کے موجود ہونے کی دلیل ہے تو جس قدر شرع پر عمل مشکل محسوس ہوگا اتنی ہی مقدار میں خواہش بھی موجود ہوگی۔ جس وقت خواہشِ نفس بالکل مٹ جائیگی مشکل اور تنگی بھی بالکل ختم ہو جائیگی۔ (۱۴۴)

۱۵۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (۱۴۵)

ترجمہ: ''جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

پس رسول کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت نہ کرنا خدا تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی ہے۔ جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے خلاف اور الگ کوئی چیز تصور کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کے حال کی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے اور ان پر کفر کا حکم لگاتا ہے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا. (۱۴۶)

ترجمہ: اور وہ چاہتے ہیں فرق کریں اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وہ چاہتے ہیں کہ بین بین کا کوئی راستہ بنالیں۔ درحقیقت وہی لوگ پکے کافر ہیں۔ (۱۴۷)

اس مضمون ﴿یعنی اطاعتِ رسول عین اطاعتِ حق سبحانہ وتعالیٰ ہے﴾ کی تاکید وتحقیق کیلئے ''قَدْ'' تاکید یہ لایا گیا ہے تاکہ کوئی نادان ان دو اطاعتوں میں فرق نہ کرے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بعض مشائخ کبار قدست اسرارھم نے سُکر اور غلبۂ حال کے باعث ایسی باتیں کہیں جن سے ان دو اطاعتوں میں فرق کا اظہار ہوتا ہے اور ایک کے مقابلہ میں دوسرے کی محبت کی پسندیدگی مترشح ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ اپنی بادشاہت کے ایام میں خرقان کے قریب فروکش تھا۔ اس نے وہاں سے اپنے وکلاء کو شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور التماس کی کہ حضرتِ شیخ، بادشاہ کی ملاقات کیلئے تشریف لائیں اور اپنے وکلاء سے کہہ دیا کہ اگر شیخ کی طرف سے آنے میں توقف محسوس کریں تو آیۂ کریمہ

اَطِیْعُو اللّٰہَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ وَاُولِی الاَمْرِ مِنْکُمْ. (۱۴۸)

پڑھیں جب وکلاء نے شیخ کی طرف سے ملاقات کیلئے جانے میں توقف محسوس کیا تو مذکورہ آیتِ کریمہ تلاوت کی۔ شیخ نے جواب میں فرمایا میں اَطِیْعُو اللّٰہَ میں اس قدر گرفتار ہوں کہ اَطِیْعُو الرَّسُوْلَ سے شرمندہ ہوں۔ اُولِی الاَمْر کی اطاعت کی تو کوئی صورت ہی نہیں۔ حضرتِ شیخ نے حق سبحانہ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کا غیر تصور کیا یہ بات استقامت سے دور ہے۔ مستقیم الاحوال مشائخ اس طرح کے کلمات زبان پر نہیں لاتے اور شریعت، طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں حق تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول کی اطاعت میں جانتے ہیں۔ (۱۴۹)

۱۶۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الاَمَانٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا. (۱۵۰)

ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں امانت والوں کو دے دو۔''

اس آیت کی صوفیانہ تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

صوفیہ نے اپنے کمالات کو اللہ تعالیٰ کے کمالات کے ظلال پایا ہے۔ وجود اور وجود کے تمام توابع کو اسکے کمالات کے عکوس جانا ہے تو لازماً اپنے آپ کو انہوں نے اسکے کمالات کے امانتدار کی حیثیت سے زیادہ نہیں دیکھا اور سوائے ان کمالات کے آئینہ ہونے کے اپنے آپ کو کچھ نہیں پایا اس امانت کو اسکے اہل کے سپرد کرتے ہیں اور ان کمالات کو پورے ذوق سے اصل کو دے دیتے ہیں اور اپنے آپ کو معدوم پاتے ہیں۔ (۱۵۱)

۱۷۔ اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ. (۱۵۲)

ترجمہ: بے شک اللہ کریم معاف نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آیت کا اصلی مطلب تو وہی ہے جو اللہ ﷻ کی مراد ہے البتہ احتمال ہے کہ اسکا معنی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا کہ اسکی شریعتوں کا التزام نہ کیا جائے۔ کیونکہ شریعت کا التزام نہ کرنا شرک کو لازم ہے پس ملزوم کا ذکر کر کے لازم کا ارادہ کیا۔ پس اب وہ اعتراض رفع ہو جائیگا جو خیال میں آتا ہے کہ جیسے شرک نہیں بخشا جاتا ویسے ہی تمام شریعتوں کا انکار بھی نہیں بخشا جاتا تو پھر تخصیص کی کیا وجہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ "اس کے ساتھ شرک کیا جائے" کا معنی یہ ہو کہ اسکی شریعت کا انکار کیا جائے اس لئے کہ شریعت کا انکار اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے تو وہ بھی نہیں بخشا جائیگا۔ شرک اور کفر میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔ پس شرک ایک خاص قسم کا کفر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے خاص کا ذکر کیا اور عام مراد لیا۔ تو اب وہ اعتراض رفع ہو گیا جو وہم میں آتا تھا کہ جیسے شرک نہیں بخشا جاتا ویسے ہی ساری شریعتوں کا انکار بھی نہیں بخشا جاتا۔" (۱۵۳)

اس آیت کریمہ کے ایک دوسرے پہلو پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اہل کفر کیلئے عفو اور مغفرت نہیں۔ اگر کافر محض ہے تو عذاب ابدی اسکے کفر کی جزاء ہے۔ اور اگر ذرہ بھر ایمان رکھتا ہے تو اسکی جزاء دوزخ کا عذاب موقت ہے۔ اسکے تمام کبیرہ گناہ اللہ ﷻ کے اختیار میں ہیں چاہے تو ان کو بخش دے اور چاہے عذاب دے۔ فقیر کے نزدیک دوزخ کا عذاب خواہ موقت ہو، خواہ دائمی، کفر اور صفاتِ کفر کے ساتھ مخصوص ہے۔ وہ اہل کبائر جن کے گناہ توبہ یا شفاعت یا صرف عفو و احسان کی وجہ سے بخشے نہیں گئے یا جن کبیرہ گناہوں کا کفارہ دنیا کے رنج تکلیفوں، موت کی سکرات اور سختیوں کے ساتھ نہیں ہوا امید ہے کہ ان کے عذاب میں بعض کو عذاب قبر کافی ہوگا اور بعض کو قبر کی تکلیفوں کے علاوہ قیامت کی سختیوں اور ہول کے ساتھ کفایت کریں گے اور ان کے گناہوں میں سے کوئی ایسا گناہ باقی نہ چھوڑیں گے جس کے لئے عذابِ دوزخ کی ضرورت پڑے۔ آیت کریمہ

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ. (۱۵۴)

ترجمہ: جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے نہ ملایا انہیں کے لئے امن ہے۔ اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

اسی مضمون کی مؤید ہے کیونکہ ظلم سے مراد شرک ہے۔

اگر کہیں کہ کفر کے سوا بعض اور برائیوں کے جزاء بھی دوزخ کا عذاب ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآءُہٗ جَھَنَّمُ خٰلِداً فِیْھَا. (۱۵۵)

ترجمہ: جو کسی مومن کو عمداً قتل کرتا ہے۔ پس اسکی جزاء جہنم ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اور اخبار میں بھی آیا ہے جو شخص ایک نماز فریضہ کو عمداً قضاء کریگا اسکو ایک حقبہ دوزخ میں عذاب دیں گے۔ پس دوزخ کا عذاب صرف کفار کے ساتھ مخصوص نہ رہا۔

میں کہتا ہوں کہ قتل کا یہ عذاب اس شخص کیلئے ہے جو قتل کو حلال جانے کیونکہ قتل کو حلال جاننے والا کافر ہے۔ جیسے مفسرین (۱۵۶) نے ذکر کیا ہے اور کفر کے سوا اور برائیاں جن کیلئے دوزخ کا عذاب آیا ہے وہ بھی صفاتِ کفر کی آمیزش سے خالی نہ ہونگی۔ جیسے اس برائی کو خفیف سمجھنا اس کو بجالاتے وقت لاپروائی کرنا اور شریعت کے امر و نہی کو حقیر سمجھنا۔ (۱۵۷)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق دارحرب کے مشرکین کے اطفال کو قیامت کے دن محاسبہ کے بعد معدوم کر دیا جائیگا۔ اس مؤقف کی دلیل بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

بہشت میں داخل ہونا ایمان سے وابستہ ہے خواہ ایمان اصالت کے طور پر ہو یا تبعیت کے طور پر اگر چہ تبعیت دارِ اسلام میں ہوتی ہے جیسے اہل ذمہ کے بچوں کیلئے۔ لیکن ان میں ایمان مطلقاً مفقود ہے۔ پس بہشت میں ان کا داخل ہونا متصور نہیں اور دوزخ میں داخل ہونا اور اس میں ہمیشہ رہنا عقل و بلوغ کی بنا پر ذمہ داری ثابت ہونے کے بعد شرک پر منحصر ہے۔ اور یہ بھی ان میں مفقود ہے۔ پس ان کا حکم حیوانوں کا سا ہے کہ بعث ونشور کے بعد حساب کیلئے کھڑا کریں گے اور ان سے ایک دوسرے کے حقوق کا بدلہ دلوانے کے بعد ان کو معدوم اور نیست و نابود کر دیں گے۔ اور ان مشرکوں کے حق میں بھی جو پیغمبروں کی فترت کے زمانہ ﴿دو پیغمبروں کا درمیانی زمانہ﴾ میں ہوئے ہیں اور جن کو کسی پیغمبر کی دعوت نہیں نصیب ہوئی یہ حکم ہے۔ (۱۵۸)

۱۸۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً. (۱۵۹)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کر لیا۔

سورۂ مائدہ کی اس آیتِ کریمہ کے حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے وضاحت فرمائی ہے کہ بدعات کا دین میں کوئی دخل نہیں۔ ہر کام سنتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہو، یہی دین کی اکملیت و کاملیت ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"بعض لوگ ان محدثات کو امور مستحسنہ جانتے ہیں اور ان بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور ملت کی تتمیم ڈھونڈتے ہیں اور ان امور کے بجا لانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کو سیدھے رستے کی ہدایت دے۔ دین تو ان محدثات سے پہلے ہی کامل ہو چکا نعمت تمام ہو چکی اور حق تعالیٰ کی رضامندی اس دین کو حاصل ہو چکی۔ پس ان محدثات سے دین کا کمال طلب کرنا حقیقت میں اس آیتِ کریمہ کے مفہوم کا انکار ہے۔ علمائے مجتہدین نے احکامِ دین کو ظاہر کیا ہے از سرِ نو کسی ایسے امر کو ایجاد نہیں کیا جو دین میں سے نہیں ہے۔ پس احکامِ اجتہادیہ، امورِ محدثہ میں سے نہیں بلکہ اصول دین میں سے ہیں۔" (۱۶۰)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۱۹۔ قَدْجَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْر''. (۱۶۱)

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔''

اگر نور سے مراد قرآن ہو تو ہو سکتا ہے وہ باعتبار تنزیل ہو جیسا کہ کلمہ ''قَدْجَآءَ کُمْ'' اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ (۱۶۲)



۲۰۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ. (۱۶۳)

ترجمہ:

اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

ولایتِ خاصہ حاصل ہونے کے بعد وصول کی منازل بھی اعمال شریعت سے منسلک ہیں۔ اس راہ میں مامورات شرعیہ کو بجالانا اور ممنوعات سے اجتناب ضروری ہے۔ اس حوالہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''ذکر الٰہی جل شانہ جو اس راہ میں عمدہ چیز ہے۔ مامورات شرعیہ میں سے ہے۔ ممنوعات شرعیہ سے اجتناب بھی اس راہ کی ضروریات سے ہے اور ادائے فرض اللہ کے نزدیک کرنے والی چیز ہے۔ پیر راہ بین اور رہنما جو وسیلہ اور ذریعہ بنے، بھی مامور شرعی ہے۔'' (۱۶۴)

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے نزدیک وسیلہ سے مراد مرشد ہے۔ (۱۶۵)



۲۱. وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ. (۱۶۶)

ترجمہ: اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائیگا۔

اور رسول کریم ﷺ کبھی اپنے دشمنوں سے نہ بھاگے اگرچہ بہت زیادہ خوف کا مقام ہوتا، مثلاً احد اور احزاب کے دن، یہ آپ کے دل کے قوی ہونے اور باطن کی قوت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر آپ کو اللہ کی پناہ اور حفاظت پر اعتماد نہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے اسکا وعدہ کیا تھا تو عادتاً یہ ممتنع ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کا حال نہیں بدلا اگرچہ مختلف حالات پیش آئے۔ (۱۶۷)



www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۲۲۔ لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ج وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْر. (۱۶۸)

ترجمہ: ''اسے نگاہیں نہیں پاسکتیں اور سب نگاہیں اس کی نظر میں ہیں۔ اور وہ بڑا باریک بین اور پوری طرح باخبر ہے۔''

حضرت ذات تعالیٰ وتقدس میں جس طرح وحدت محضہ ہے فراخی اور کشادگی بھی ہے لیکن وہ وحدت محضہ اور وسعت نہیں جو ہمارے فہم میں آسکتی ہے اور نہ ہی وہ اجمال وتفصیل ہمارے ادراک میں آسکتا ہے۔ بساطت ووسعت جو حضرت ذات تعالیٰ میں ہم ثابت کرتے ہیں وہ ایک دوسرے سے جدا ہیں، ایک دوسرے کا عین نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض نے گمان کیا ہے لیکن ان دونوں کے درمیان فرق وامتیاز جوان کے اندر اس مرتبہ میں ثابت ہے ہمارے احاطۂ ادراک سے خارج اور ہمارے افہام کے دائرہ سے باہر ہے۔ (۱۶۹)

۲۳۔ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ. (۱۷۰)

ترجمہ: بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، سو اسکی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا۔ آپ کی ملت کے سوا دوسرے تمام رستوں کو سبل ﴿مختلف رستے﴾ قرار دیا، ان کی اتباع اور پیروی سے منع فرمایا۔ خود حضور ﷺ نے اظہار شکر اور مخلوق کو بتانے اور ان کی ہدایت کیلئے فرمایا:

خَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ. (۱۷۱) بہترین سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا:

اَدَّبَنِي رَبِّي فَاَحْسَنَ تَادِيْبِي (۱۷۲) مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت ہی اچھا سکھایا۔ (۱۷۳)

۲۴۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. (۱۷۴)

ترجمہ: ''نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔''

عند کل مسجد کی تفسیر کیلئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے مفسرین کا یہ قول نقل کیا ہے۔

ای عند کل صلوۃ. (۱۷۵)

یعنی ہر نماز کے وقت۔

اس آیت میں لفظ زینت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''لذیذ کھانوں اور نفیس ملبوسات میں حظ نفس ملحوظ خاطر نہیں ہونا چاہیے اور نفیس لباس حکم ربی کہ زینت اختیار کرو کے تحت پہننا روا ہے۔ اور کوئی نیت نہیں ہونی چاہیے۔(۱۷۶)

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

لباس پہننے میں عبادت کیلئے اور نماز کی ادائیگی کیلئے زینت کی نیت ہو۔ نفیس لباس پہننے میں لوگوں کا دکھلاوا مقصود نہ ہو کیونکہ وہ منع ہے۔(۱۷۷)

۲۵۔ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ. (۱۷۸)

ترجمہ: ''یقیناً میری رحمت ہر چیز کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔''

اس آیت سے محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے کہ قیامت کے دن کفار کو بھی رحمتِ الٰہی سے حصہ ملے گا۔ جہنم کی آگ ان کے لئے ایسے ہی ٹھنڈی ہو جائیگی جیسے ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس قول کا رد فرماتے ہیں:

''﴿صاحب فصوص﴾ اس مسئلہ میں بھی صواب سے دور جا پڑے انہوں نے نہ جانا کہ مومنوں اور کافروں کے حق میں رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا ہی سے مخصوص ہے اور آخرت میں کافروں کو رحمت کی بو بھی نہ پہنچے گی۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّہٗ لَایَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ. (۱۷۹)

ترجمہ:

بلاشبہ کافروں کے علاوہ رحمت الٰہی سے کوئی مایوس نہیں ہوتا۔

اور رحمتی وسعت کل شیءٍ کے بعد قرآن مجید میں ہے۔

فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ. (۱۸۰)

ترجمہ:

سو میں اپنی ﴿رحمت﴾ ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں۔

شیخ نے آیت کے اوّل حصہ کو پڑھا ہے اور آخر حصہ پر عمل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ. (۱۸۱)

ترجمہ:

بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔

اور آیت کریمہ

فَلَاتَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ. (۱۸۲)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ترجمہ:

تم ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کئے گئے وعدوں کے خلاف کرے گا۔

خلفِ وعدہ کی خصوصیت پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ ممکن ہے اس جگہ وعدہ خلافی کے نہ ہونے کا اقتصار وانحصار اس سبب سے ہو کہ وعدہ سے اس جگہ مراد رسولوں کی نصرت فتح اور کفار پر ان کا غلبہ ہے اور یہ بات، وعدہ ووعید دونوں کو متضمن ہے۔ یعنی رسولوں کیلئے وعدہ ہے اور کفار کیلئے وعید۔ تو گویا اس آیت میں خُلفِ وعدہ کی بھی اور خلفِ وعید کی بھی نفی ہے۔ تو آیتِ مذکور شیخ کے خلاف ہے، اسکی مؤید نہیں۔ نیز وعید کے خلاف ہونا ،وعدہ کے خلاف ہونے کی طرح کذب کو مستلزم ہے اور یہ بات حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ کے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب کا تو یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ نے ازل میں جان لیا تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب نہ دوں گا اور پھر باوجود اس کے کسی مصلحت کی خاطر اپنے علم کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب کروں گا، اس امر کا تجویز کرنا نہایت ہی برا ہے۔ (۱۸۳)

دوسرے مقام پر آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دنیا جو آزمائش واِبتلاء کا مقام ہے، میں دوست و دشمن کو رلا ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔ درج بالا آیت اس مضمون کو ظاہر کرتی ہے اور قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے۔

آیت کریمہ، وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَاالْمُجْرِمُوْنَ. (۱۸۴)

''آج کے دن مجرمو الگ ہو جاؤ۔''

اسی بات کی خبر دیتی ہے۔

اس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام نکلے گا اور دشمنوں کو محرومِ مطلق اور واضح طور پر ملعون قرار دیں گے۔

آیت کریمہ، فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ. (۱۸۵)

ترجمہ: ''تو اسے میں ان لوگوں کیلئے لکھوں گا جو پرہیز گار ہیں، اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔''

اس معنی کی شاہد وگواہ ہے۔ یعنی میں اپنی رحمت ثابت کردوں گا ان لوگوں کیلئے جو کفر و معاصی سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں ابرار اور نیک کردار اہل اسلام کیلئے مخصوص کر دیا ہے۔ ہاں عام اہل اسلام کو بھی اگر خاتمہ اچھا ہوا تو رحمت سے حصہ ملے گا۔ اگر چہ زمانۂ دراز کے بعد عذابِ دوزخ سے نجات پائیں گے لیکن گناہوں کی تاریکی اور آسمان سے نازل شدہ احکامِ خداوندی سے لاپروائی کرنے والا کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ دنیا سے نورِ ایمان کو سلامتی کے ساتھ لے جائیگا۔ علمائے دین نے فرمایا ہے کہ گناہِ صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے اور گناہِ کبیرہ پر اصرار کفر تک لے جاتا ہے۔ (۱۸۶)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۲۶. اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ. (۱۸۷)

ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں؟

میثاق کے روز جو ذرات آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالے گئے تھے انہوں نے اللہ کا قول بے واسطہ اچھی طرح سنا اور پورے کے پورے ذرے نے بَلٰی کا جواب دیا وہ سب کان تھے اور سب زبان تھے کیونکہ اگر کان زبان سے الگ ہوتا تو بے چوں کے کلام کا سماع حاصل نہ ہوتا اور مرتبۂ بے چون کے تعلق کے لائق نہ ہوتا۔(۱۸۸)

۲۷. وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ. (۱۸۹)

ترجمہ:

اور رضائے خداوندی ان سب نعمتوں سے بڑی ہے۔

شریعت کے تین جزء ہیں۔ علم، عمل، اخلاص - جب تک یہ تینوں جزء نہ پائے جائیں شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا جو تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں سے فائق واعلیٰ ہے، بھی متحقق ہوگئی۔ اس لئے شریعت تمام دنیوی واخروی سعادتوں کی ضامن وکفیل ہے اور کوئی ایسا مطلب ومقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اسکی احتیاج ہو۔

طریقت وحقیقت جس کے ساتھ صوفیۂ کرام ممتاز ہیں، دونوں شریعت کی خادم ہیں ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جز یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے، نہ کوئی اور امر جو شریعت کے علاوہ ہو۔

احوال، مواجید، اور علوم ومعارف جو صوفیہ کو راستہ میں ہاتھ آتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ اوہام و خیالات ہیں، جن سے اطفالِ طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے۔ ان تمام سے گذر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیئے، جو جذبہ اور سلوک کے مقامات کی انتہاء ہے کیونکہ طریقت وحقیقت کی منازل طے کرنے سے اخلاص کا حاصل کرنا مقصود ہے جو رضا کو مستلزم ہے۔ تینوں قسم کی تجلیات او عارفانہ مشاہدات سے گذر کر ہزاروں میں سے کسی ایک کو اخلاص کی دولت اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔ کوتاہ اندیش لوگ احوال ومواجید کو مقاصد اور مشاہدات وتجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں۔ اس لئے وہم وخیال کے زنداں میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کی کمالات سے محروم رہتے ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۲۸. كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَاتَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِىْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ. (۱۹۰)

ترجمہ:

مشرکین پر وہ بات بہت گراں گزرتی ہے جسکی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے لئے چن لیتا ہے اور اپنی طرف ہدایت دیتا ہے اس کو جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اخلاص کا مقام حاصل کرنے اور رضا کے مرتبہ تک پہنچنے کیلئے ان احوال ومواجید کا طے کرنا ضروری ہے۔ (۱۹۱)

۲۹. يٰاَيُّهَاالنَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. (۱۹۲)

ترجمہ:

اے نبی کافی ہیں آپکو اللہ اور وہ ایمان والے جنہوں نے آپکی پیروی کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت کا شانِ نزول حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اسلام ہے۔ (۱۹۳)

یہ تو ظاہر ہے کہ چھوٹے اور نچلے لوگوں کی خدمات بڑے لوگوں کے مرتبہ میں اضافہ پیدا کرتی ہیں۔ بادشاہ اور امراء اپنے جاہ وجلال اور تسلط میں خادموں اور نوکروں کے محتاج ہیں اور اپنے کمالات کو ان سے وابستہ سمجھتے ہیں۔

جب خیر البشر ﷺ کی مہمات میں بھی ایمانداروں کو داخل فرمایا تو دوسروں کیلئے کیا مضائقہ ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ چھوٹے اور نچلے لوگوں کی خدمات بڑے لوگوں کے مرتبہ میں اضافہ پیدا کرتی ہیں۔ (۱۹۴)

۳۰. اِنَّمَاالْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ". (۱۹۵)

ترجمہ: بے شک مشرک ناپاک ہیں۔

وہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مشرک کتوں کی طرح نجس العین ہیں۔ (۱۹۶) تو اس قسم کے الفاظ شاذ ہیں اور بہت سے اکابرِ دین سے منقول ہیں۔ یہ توجیہ اور تاویل پر محمول ہیں۔ مشرک نجس العین کس طرح ہو سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی کے گھر سے کھانا کھایا۔ (۱۹۷) اور ایک مشرک کے برتن سے وضو کیا۔ (۱۹۸) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ایک عیسائی عورت کے مشکے سے وضو کیا۔ (۱۹۹)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اگر سوال کیا جائے کہ ہوسکتا ہے یہ آیتِ کریمہ ان روایات کے بعد نازل ہوئی ہو اور انکی ناسخ ہو۔ یہ ممکن ہے مگر اس کیلئے ضروری ہے کہ اس آیت کا بعد میں نازل ہونا ثابت کیا جائے تا کہ دعوائے نسخ میں صحت پیدا ہو کیونکہ مانع ہونے کی وجہ سے دلیل لانے کا پابند نہیں اگر اسکا متاخر ہونا تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی چاہیئے کہ یہ حرمت کی مثبت نہ ہو اور نجاست سے مراد اندرونی خباثت ہو۔ کیونکہ منقول ہے کہ کوئی بھی پیغمبر ایسے امر کا مرتکب نہیں ہوا جسکا انجام اسکی شریعت یا کسی دوسرے نبی کی شریعت میں حرام تک پہنچے اور بالآخر حرام ہو جائے اگر چہ وہ کام ارتکاب کے وقت مباح ہو۔ شراب جو پہلے مباح تھی آخر میں حرام ہوگئی۔ کسی پیغمبر نے نہیں پی۔ اگر مشرکین کا انجام بالآخر ظاہری نجاست قرار پاتا اور وہ کتوں کی طرح نجس العین ہوتے تو رسول اللہ ﷺ جو محبوبِ رب العلمین ہیں کبھی ان کے برتنوں کو ہاتھ نہ لگاتے چہ جائیکہ وہ انکا کھانا اور پانی استعمال کرتے۔ پھر یہ بھی ہے کہ نجس العین ہر وقت نجس العین ہوتا ہے اس میں اباحتِ سابق یا لاحق کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اگر مشرک نجس العین ہوتے تو چاہیئے تھا کہ ابتداء ہی سے ایسے ہوتے اور رسول اللہ ﷺ ابتداء ہی سے ان کے ساتھ نجس العین سمجھ کر سلوک کرتے اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ مشرک نجس العین نہیں۔ (۲۰۰)

۳۱. يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ. (۲۰۱)

ترجمہ: اے حبیب کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبری کرنا ضروری ہے۔ ادنی تبری یہ ہے کہ دل سے ہو اور اعلی یہ ہے کہ دل اور جسم دونوں سے ہو۔ اور تبری سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی جائے۔ وہ دشمنی خواہ دل سے ہو، جب کہ ان کے ضرر کا ڈر ہو، خواہ جسم سے ہو، جب کہ ان کے ضرر کا ڈر نہ ہو۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ بزرگی پائی اور شجرۂ انبیاء علیہم السلام بن گئے سب حق تعالیٰ کے دشمنوں سے تبری کرنے کے باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ. (۲۰۲)

ترجمہ:

بے شک تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کی زندگی میں خوبصورت نمونہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور ان معبودوں سے بھی جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے عداوت اور بغض پیدا ہو گیا ہے۔ یہاں تک

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ۔

اور حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے فقیر کی نظر میں اس تبرا کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ اس بیزاری کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو کفر اور کافروں کے ساتھ عداوت ہے۔ لات وعزیٰ اور ان کی عبادت کرنے والے بالذات حق سلطانہ کے دشمن ہیں اور دوزخ کا دائمی عذاب اس برے فعل کی جزا ہے۔ اور آلھۃ انفسی یعنی ہوائے نفسانی اور تمام برے اعمال یہ نسبت نہیں رکھتے۔ کیونکہ غضب وعداوت ان کی نسبت ذاتی نہیں ہے۔ اگر غضب ہے تو صفات کی طرف منسوب ہے اور اگر عقاب وعتاب ہے تو افعال کی طرف راجع ہے یہی وجہ ہے کہ دوزخ کا دائمی عذاب ان برے افعال کی جزا نہیں بنا بلکہ ان کی مغفرت کو اپنی مشیت اور ارادہ پر موقوف رکھا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جب کفر اور کافروں کے ساتھ ذاتی عداوت ثابت ہو چکی تو ناچار رحمت ورأفت جو صفاتِ جمال میں سے ہے آخرت میں کافروں کو نہ پہنچے گی اور رحمت کی صفت عداوت ذاتی کو دور نہ کریگی کیونکہ وہ چیز جو ذات سے تعلق رکھتی ہے، اس چیز کی نسبت جو صفت سے تعلق رکھتی ہے زیادہ اقویٰ اور ارفع ہے۔ پس مقتضائے صفت مقتضائے ذات کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ اور یہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِی عَلٰی غَضَبِیْ. (۲۰۳) ﴿میری رحمت غضب پر بڑھی ہوئی ہے﴾ اس غضب سے مراد غضب صفاتی سمجھنا چاہیئے جو گناہ گاروں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ غضبِ ذاتی جو مشرکوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۲۰۴)

ایک دوسرے مکتوب میں اہل کفر کو ذلیل ورسوا کرنے کی ضرورت اور کفار سے میل جول کے نقصانات پر بحث کرتے ہوئے سورہ توبہ کی اسی آیت کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خلقِ عظیم سے موصوف ہیں کفار سے جہاد اور ان پر سختی کا حکم دیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے سخت رویہ اختیار کرنا بھی خلق عظیم میں داخل ہے۔ ثابت ہوا کہ اسلام کی عزت کفر اور اہل کفر کی خواری اور ذلت میں ہے۔ جس نے کفار کو عزت دی اس نے اسلام کو ذلیل کیا۔ عزت دینے سے یہ مراد نہیں کہ ان کی خواہ مخواہ تعظیم ہی کی جائے اور انہیں اونچی جگہ بٹھایا جائے بلکہ انہیں اپنی مجالس میں جگہ دینا، ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا، ان سے گفتگو کرنا بھی ان کے اعزاز میں شامل ہے۔ انہیں کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیئے۔ اگر کوئی دنیوی غرض اور کام ان سے متعلق ہو اور ان کے سوا کسی سے حاصل نہ ہو سکے تو انہیں بے قدر جانتے ہوئے بقدرِ ضرورت ان سے معاملہ کرنا چاہیئے۔ اور کمالِ اسلام تو یہ ہے کہ دنیوی غرض کیلئے بھی ان سے رابطہ نہ کیا جائے اور ان سے میل جول نہ رکھا جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں انہیں اپنا اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کا دشمن قرار دیا ہے۔ خدا اور اسکے رسول علیہ السلام کے ان دشمنوں سے میل جول اور انس ومحبت بڑی تقصیروں میں شامل ہے۔ ان دشمنوں کے ساتھ انس کا کم از کم نقصان یہ ہے کہ احکام شرعی کے اجراء کی قدرت اور کفر کے نشانات اٹھانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے اور ان سے تعلق دوستی کا حیاء اس میں مانع ہو جاتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا ضرر ونقصان ہے۔ دشمنانِ خدائے عزوجل سے دوستی والفت خدا تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کر طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دشمنی پیدا ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ انسان گمان کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام سے ہے اور خدا، رسول کی تصدیق اور ان پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ایمان رکھتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس طرح کے برے اعمال اسکی دولتِ اسلام کو بالکل مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔

ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ کا موقوف ہونا ان علاقوں کے سلاطین اور حکمرانوں کے ساتھ دوستی کی شومئ کے باعث ہے۔ ان سے جزیہ لینے کا اصل مقصد ان کی ذلت وخواری ہے اور یہ ذلت وخواری اس حد تک ہے کہ اچھے کپڑے نہیں پہن سکتے اور بناؤ سنگھار نہیں کر سکتے اور ان کے اموال لے لینے کے خوف سے ہمیشہ ڈرتے اور لرزتے رہتے ہیں۔ بادشاہوں کو یہ کیا حق حاصل ہے کہ جزیہ لینے سے روکیں۔ اللہ تعالیٰ نے جزیہ وضع ہی ان کی ذلت وخواری کیلئے کیا ہے۔ مقصود ان کی رسوائی اور اہل اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔

جہود ہر کہ شود کشتہ شود اسلام است

﴿مرتد کو قتل کرنا ہی صحیح اسلام ہے﴾

دولتِ اسلام کے حصول کی علامت اہل کفر کے ساتھ بغض وعناد رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ مجید میں ان کو نجس وناپاک کہا ہے۔ پس اہل اسلام کی نظر میں بھی اہل کفر نجس وپلید ہی ہونے چاہئیں۔ اور جب ان کو اس طرح ذلیل وخوار دیکھیں اور رجانیں گے تو ضرور ان کی صحبت سے پرہیز اور ان کی ہم نشینی کو برا تصور کریں گے۔ ان سے باتیں پوچھنا اور پھر ان کے مطابق عمل کرنا ان دشمنوں کا کمال اعزاز ہے جو سراسر منع ہے۔ جو شخص ان کی توجہ کا طالب اور ان کے توسط سے مانگے اسے کیا حاصل ہوگا؟ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَمَادُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلَالٍ. (۲۰۵)

ان دشمنانِ دین کی دعاء باطل اور بے نتیجہ ہے۔ اس کی قبولیت کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں ان سے طالب دعا ہونے میں ان کے اعزاز واکرام میں اضافہ ضرور ہوتا ہے۔ کفار اگر دعاء کریں تو اپنے بتوں کو ضرور دعا میں وسیلہ بنائیں گے۔ خیال کرنا چاہیئے کہ معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے اور مسلمانی کی بو بھی باقی نہیں رہتی۔ (۲۰۶)

اختصار کے ساتھ اس مضمون کو دفتر اول کے مکتوب ۱۶۵ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ دفتر اول کے مکتوب ۱۹۳ میں اسی آیت کریمہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔

۳۲. اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا. (۲۰۷)

ترجمہ: ''دیہاتی ﴿منافق﴾ کفر میں اور نفاق میں بہت زیادہ سخت ہیں۔''

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے نبی کریم ﷺ کے مخالفین کے بارے میں لکھا ہے۔

''اس ملت زہراؑ کے بانی رسول اللہ ﷺ کے مخالف ساری مخلوقات میں بد بخت ترین لوگ ہیں۔ یہ فرمان الٰہی ان کی حالت کا پتہ دیتا ہے۔'' (۲۰۸)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۳۳۔ وَهُوَالَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَاءِ(۲۰۹)

ترجمہ: اور وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

عرش مجید خداوند تعالیٰ کی عجیب وغریب مصنوعات میں سے ہے۔ وہ عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے، اور دونوں سے مناسبت بھی رکھتا ہے۔ عالم خلق چھ دنوں میں پیدا ہوا ہے۔ یعنی زمین، آسمان اور پہاڑ وغیرہ جنکا ذکر خَلَقَ الاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ (۲۱۰) میں واقع ہوا ہے۔

عرش کی ایجاد ان کی پیدائش سے مقدم ہے۔ بلکہ ﴿ آیت بالا ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی بھی اس عالم خلق سے پہلے پیدا ہوا ہے۔ پس عرش مجید جس طرح زمین کی جنس سے نہیں آسمان کی جنس سے بھی نہیں۔

جب عرش کی پیدائش زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے معلوم ہوگئی تو زمانہ کا حصول متصور ہوگیا اور ایام کا ثبوت واضح ہوگیا۔ اور اعتراض ﴿ یعنی جب زمین و آسمان نہیں تھے تو چھ دن کی تعین و تشخیص کس طرح ہوگئی۔ اتوار کا دن سوموار سے کیونکر جدا ہوا، منگل بدھ سے کس طرح الگ ہوا، اور جمعرات کا دن کیسے ممتاز ہوا﴾ ختم ہوا۔

یہ کب ضروری ہے کہ مخصوص ایام کا امتیاز آفتاب کے طلوع وغروب سے ہو کیونکہ بہشت میں یہ طلوع و غروب نہیں لیکن دنوں کا امتیاز ثابت ہے، جیسا کہ اخبار (۲۱۱) میں وارد ہے۔ (۲۱۲)

اس آیت سے آسمانوں کو قدیم سمجھنے کے نظریہ کا رد بھی ہوتا ہے۔ (۲۱۳)

۳۴۔ ان الحسنٰت یذھبن السیئات (۲۱۳۔ا)

ترجمہ: بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

درویش کا معاملہ اللہ ﷻ کی عنایت اور اس کے حبیب ﷺ کے طفیل اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکیاں بن جاتی ہیں اور دوسروں کے رذائل ان کے لئے اوصاف حمیدہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ریاء اور سمعہ جو کہ برائیوں میں سے ہیں اور اوصاف رذائل میں شمار ہوتے ہیں اس کے حق میں وہ حسن پیدا کرتے ہیں اور شکر کا حکم اختیار کرتے ہیں۔

اس لئے درویش ہر قسم کی عظمت و کبریائی کو اپنے آپ سے منسوب کر کے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ہر قسم کے حسن و جمال اور خیر و کمال کو اپنے آپ سے دور کر کے خدا تعالیٰ کی طرف مخصوص کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو سوائے برائی اور نقص کے اور کچھ بھی نہیں سمجھتے اور اپنے اندر ذلت و انکساری کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سوا کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ اگر بالفرض عظمت اور کبریائی کے افراد میں سے کوئی فرد بظاہر ان کی طرف متوجہ ہو تو وہ اس کو اپنے لئے زینہ پائے گا کہ اس کے راہ سے اوپر کی طرف چڑھتا جائے گا یہاں تک کہ اس ذات پاک تک پہنچ جائے گا جو عظمت و کبریائی کے لائق ہے اور حسن و جمال اور خیر و کمال بھی یہی حال ہے کہ ان میں سے اس کا حصہ صرف زینہ بننے کا ہے۔ باقی امانتیں امانتوں کے مالکوں کی طرف راجع ہیں۔

پس ریا اور سمعہ کی صورت میں اس کا مقصود اپنی شہرت و فخر اور رفعت و عظمت نہیں بلکہ اللہ ﷻ کی نعمت کا اظہار اور اس کے احسان کی اطلاع ہے جو کہ اس کی نسبت واقع ہوا ہے۔ پس اس صورت میں ریا اور سمعہ عین حمد و شکر حق ﷻ ہوگا کہ اب وہ رذالت سے نکل کر محامد میں شامل ہو گئے اور اسی پر قیاس کر لو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ (۲۱۳۔ب)

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (۲۱۴)

ترجمہ: سن لو، اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

اطمینانِ قلب کا راستہ اللہ سبحانہٗ کا ذکر ہے۔ نظر و استدلال اسکا رستہ نہیں

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اپنے مسلک کی بنیاد صرف عقلی دلائل پر رکھنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ لکڑی کے پاؤں بالکل کمزور ہوتے ہیں۔

کیونکہ ذکر کے ذریعے جناب قدس خداوندی کے ساتھ ایک گونہ مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ کچھ بھی مناسبت نہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

تاہم ذکر کے ذریعہ ذاکر اور مذکور کے درمیان ایک خاص قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا موجب بنتا ہے اور جب محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو دل سے اطمینان کے سوا سب کچھ نکل جاتا ہے اور جب معاملہ اطمینانِ قلب کے حصول تک پہنچ گیا تو ایسے شخص کو دولتِ ابدی حاصل ہو گئی۔

ذکر گو ذکرتا ترا جان است
پاکی دل ز ذکرِ یزداں ست

﴿جب تک تجھ میں جان ہے اسکے ذکر میں مصروف رہ۔ دل کی طہارت اللہ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے﴾ (۲۱۵)

اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے فرشتو تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کیلئے نہیں آیا تھا بلکہ کسی دنیاوی حاجت کیلئے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ (۲۱۶) ﴿جس نے میرا ذکر کیا میں اسکا ہمنشین ہوں﴾ (۲۱۷)

حدیث نبوی ﷺ کے حوالہ سے ذکر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوا خدا تعالیٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو رستوں اور بازاروں میں اہلِ ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب وہ ذاکرین کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پس جمع ہو کر اپنے پروں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ ،حالانکہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے، فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدایا تیری حمد و ثنا کرتے تھے اور تجھ کو بزرگی سے یاد کرتے تھے اور تجھ کو تمام عیوب اور نقائص سے پاک بیان کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب کرتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو کیا کیفیت ہو؟ پھر فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دیکھ لیں تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں۔ (۲۱۸)

ذکر الٰہی کی اہمیت و فضیلت کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

حدیث میں ہے۔

الدنیا ملعونة وملعون مافیها الاذکر اللّٰه. (۲۱۹)

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے، مگر اللہ کا ذکر (نہیں)۔

جب کہ ذاکر لوگ، بلکہ ان کے وجود کا ہر ذرہ اللہ سبحانہ کے ذکر سے پُر ہے تو حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اس وعید سے خارج ہیں اور اہلِ دنیا میں شمار نہیں ہوتے اس لیے کہ دنیا اس چیز کا نام ہے جو دل کو حق سبحانہ سے روکے اور اس کے غیر میں مشغول کرے۔ وہ چیز مال و اسباب یا مرتبہ اور سرداری کی طلب اور ننگ و ناموس ہو۔ اس سلسلہ میں

فَاَعْرِضْ عَمَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا. (۲۲۰) ﴿اس شخص سے روگردانی کرو جو ہمارے ذکر سے پھر چکا ہے﴾ نصِ قطعی ہے۔ (۲۲۱)

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے نزدیک جو کام بھی شریعت کے مطابق کیا جائے وہ ذکر ہے۔

۳۵. **یَمْحُوْ اللّٰهُ مَایَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتٰبِ. (۲۲۲)**

ترجمہ: اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ اور اصل کتاب اسی کے پاس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ قضاء کی دو قسموں قضائے مبرم اور قضائے معلق کی وضاحت کرتے ہوئے اس آیتِ کریمہ کے حوالہ سے اپنا واقعہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

میرے حضرت قبلہ گاہی (حضرت خواجہ باقی باللہ) قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سیّد محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں تبدیلی کسی کی مجال نہیں مگر میری ہے۔ اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کر سکتا ہوں۔ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور اسے بعید از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی یہاں تک کہ حضرتِ حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیّہ کے دفع کرنے کے درپے ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجاء، عاجزی اور نیاز و خشوع کی تو معلوم ہوا کہ لوحِ محفوظ میں اس امر کی قضاء کسی امر سے معلق اور کسی شرط سے مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی اور حضرت سیّد محی الدین قدس سرہ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا۔ اور بڑے عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح کی ہے۔ ایک وہ قضاء ہے جس کا معلق ہونا لوحِ محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے۔ اور دوسری وہ قضاء ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اور لوحِ محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔

پھر معلوم ہوا کہ حضرت سیّد قدس سرہ کی بات بھی آخری قسم کے بارہ میں ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضاء کے بارہ میں جو حقیقت میں مبرم ہے۔

کیونکہ اس میں تصرف و تبدیلی عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضاء کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے تو پھر اس میں تصرف کیسے؟ (۲۲۳)

اس مکتوب میں آپ نے قضائے مبرم کیلئے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ۔ (۲۲۴)

﴿میرے ہاں حکم نہیں بدلا جاتا﴾

۳۶. وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ. (۲۲۵)

ترجمہ: اور اپنے رب کی عبادت کرو حتی کہ تمہارے پاس الیقین آ جائے۔

جس طرح پیدائش انسانی سے مقصود عبادات شرعیہ کا بجالانا ہے اسی طرح ادائے عبادت سے مقصود دولت یقین کا حاصل کرنا ہے جو حقیقت ایمان ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کلمہ حتیٰ جس طرح غایت کے معنی کیلئے آتا ہے معنی علیت کیلئے بھی آتا ہے۔علیت کیلئے ہونے کی صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی:

اِی لاجَلِ اَنْ یَاتِیَکَ الْیَقِیْنُ

﴿یعنی تاکہ تم کو یقین حاصل ہو جائے﴾

گویا وہ ایمان جو ادائے عبادات سے پہلے ہوتا ہے وہ صورت ایمان ہے، نہ کہ حقیقت ایمان جسے یہاں یقین سے تعبیر کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ عز شانہٗ فرماتا ہے

یَآ اَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اٰمِنُوْا اَیْ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ صُوْرَۃَ اٰمِنُوْ حَقِیَۃً بِاَدَاءِ وَظَائِفِ العِبَادَاتِ اَلْمَاْمُوْرَۃِ.

اے ایمان والو، ایمان لاؤ۔یعنی اے صورۃ ایمان لانے والو، عبادات مامورہ کی ذمہ داریوں کو ادا کر کے حقیقۃً ایمان لاؤ۔

فنا اور بقا کا مقصود بھی یہی دولت حاصل کرنا ہے، یہی یقین ہے اور بس۔(۲۲۶)

اس آیت سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ شریعت کے احکام بجا لانے کا مقصد حصولِ معرفت ہے اور جب معرفت حاصل ہو جائے تکلیفاتِ شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں۔ان لوگوں کی عبارت کی تاویل کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

اور یقین کے معنی اللہ کرتے ہیں جیسے سہل تستریؒ نے کہا ہے یعنی عبادت کی انتہاء خدا کی معرفت حاصل ہونے تک ہے۔بظاہر جس شخص نے یقین کے معنی اللہ سبحانہ کے کئے ہیں اس سے اسکی مراد یہ ہوگی کہ عبادت کی تکلیف کی انتہاء حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جانے تک ہے نہ کہ نفس عبادت کی انتہاء، کیونکہ یہ امر الحاد و زندقہ تک پہنچانے والا ہے۔(۲۲۷)

آیت کریمہ میں الیقین سے مراد باجماع مفسرین موت ہے یعنی حیاتِ ظاہری کے خاتمہ تک عبادت کا حکم ہے۔حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے یہاں صوفیہ کے انداز پر آیت کی تفسیر بیان کی ہے۔

۳۷. وَمَاظَلَمَھُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ. (۲۲۸)

ترجمہ: اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کا فیض ہمیشہ اور ہر وقت از قسم مال، اولاد، ہدایت و رہنمائی بغیر تخصیص کے نازل و وارد ہوتا رہتا ہے۔بعض فیوض کے قبول کرنے اور بعض کے قبول نہ کرنے میں فرق اس طرف سے ہے۔موسم گرما کا سورج دھوبی اور کپڑے دونوں پر یکساں چمکتا ہے لیکن اس سے دھوبی کا منہ سیاہ ہوتا ہے اور اسکا کپڑا سفید۔

اللہ تعالیٰ کے فیض کا قبول نہ ہونا جنابِ قدس خداوندی جل سلطانہ سے اعراض اور روگردانی کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

باعث ہے۔ روگردانی کرنے والے کیلئے ذات لازم اور نعمت سے محرومی ضروری امر ہے۔ یہاں کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ بہت سے حق تعالیٰ سے روگردان لوگ دینوی نعمتوں سے سرفراز ہیں اور ان کی روگردانی ان کی محرومی کا سبب نہیں بنی۔ کیونکہ یہ نعمت نہیں بلکہ نعمت کی صورت میں نعمت کو، انکی خرابی اور بربادی کیلئے بطریق استدراج ظاہر کیا گیا ہے۔ تاکہ ایسا شخص روگردانی اور گمراہی میں منہمک رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ. (۲۲۹)

﴿ کیا یہ تفرقہ باز خیال کرتے ہیں کہ ہم جو انکی مال واولاد کی کثرت سے مدد کر رہے ہیں۔ تو ہم انہیں بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے لیکن وہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں۔ (۲۳۰)

اس آیت میں حق سبحانہ سے ظلم کی نفی اور ان لوگوں کیلئے ظلم ثابت ہونا ظاہر ہے کیونکہ ﴿ خدا کی جانب سے ﴾ ظلم کی تخلیق ان کے ارادے کے بعد پیدا ہوئی ہے اور ان کا ارادہ اس علم کے بعد صادر ہوتا ہے جو انہیں بھلائی اور برائی کے متعلق حاصل ہے اور بھلائی و برائی دونوں کا شریعت میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ بھلائی اور برائی دونوں یکساں طور پر ان کی قدرت میں ہوتی ہے لہٰذا ﴿ پہلے ﴾ بندے خود ہی اس برائی کا ارادہ کرتے ہیں جس کا برا ہونا شریعت میں واضح کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد جیسا کہ وہ ارادہ کرتے ہیں حق تعالیٰ اس برائی کو پیدا کر دیتا ہے اور وہ خود ہی اس خیر اور بھلائی کو چھوڑ دیتے ہیں جو ان کی قدرت میں ہوتی ہے اور جسکا بھلا ہونا شریعت کی رو سے انہیں معلوم ہے۔ لہٰذا خدا نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ تو خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

اب یہ بات رہ گئی کہ ان کی قدرت اور ارادہ بھی تو اللہ سبحانہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ تو یہ بات بھی ان بندوں سے ظلم کی نفی نہیں کر دیتی کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہ نے جو قدرت پیدا فرمائی ہے اس کی نسبت بھلائی اور برائی دونوں کی طرف برابر ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ خدا نے ان میں برائی ہی کی قدرت پیدا کی ہو اور بھلائی کی قدرت پیدا نہ فرمائی ہو جس سے وہ برائی کے کرنے پر مجبور ہو گئے ہوں۔ یہی حال تخلیق کردہ ارادہ کا ہے کہ جب اسے خیر اور شر دونوں کا علم ہو چکا ہے تو اب وہ ان دونوں میں سے جس جہت کو چاہے ترجیح دے سکتا ہے۔ پس بندہ شریعت کی رو سے برائی اور شر کو جانتے ہوئے بھی شر ہی کو اختیار کرتا ہے حالانکہ اس کی قدرت کی نسبت، بھلائی اور برائی دونوں کی طرف یکساں طور پر تھی۔ اسی طرح ارادہ کے اعتبار سے بھی دونوں زیر قدرت صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو دوسری کی بجائے مخصوص کر لینا اس کیلئے درست تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس پر جو کچھ ظلم ہوا ہے وہ خود اس کے نفس ہی نے کیا ہے اور حق تعالیٰ سبحانہ نے اس پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ (۲۳۱)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۳۸۔ معراج النبی ﷺ

نبی کریم ﷺ کے اعظم معجزات میں سے معراج کا واقعہ بھی ہے۔ ﴿۲۳۲﴾ سورۂ بنی اسرائیل کی ابتداء اور سورہ نجم میں اسکا ذکر ملتا ہے۔ واقعہ معراج کے سال ماہ اور تاریخ کے تعین میں بہت سے اقوال ہیں۔ لیکن اس پر اتفاق ہے کہ یہ ہجرت سے قبل ہوئی۔

واقعہ معراج کے بعض مباحث میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیکر متاخرین علماء تک بہت اختلاف ہے۔ انہیں میں شب معراج دیدار الٰہی کی بحث ہے۔ حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم رویت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن ابن عباس، حسن بصری رویت کے قائل ہیں۔ علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں اس مسئلہ میں توقف کرنے کو ترجیح دی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں کسی جانب بھی دلیل قطعی نہیں ہے۔ (۲۳۳)

واقعہ معراج میں رویت الٰہی اور عدم رویت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم صرف رویت یعنی دیدار کی طلب ہی کے باعث ہلاک ہوگئی اور موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب رویت کے بعد لن ترانی کا زخم کھایا اور بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو رب العالمین کے محبوب اور تمام اولین و آخرین موجودات میں سے بہترین ہیں باوجود اس کے کہ معراج بدنی کی دولت سے مشرف ہوئے اور عرش و کرسی سے گذر کر مکان وزمان سے بھی اوپر چلے گئے۔ باوجود قرآنی اشاروں (۲۳۴) کے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رویت میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم رویت کے قائل ہیں۔ حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

والاصح انه ﷺ مارای ربه سبحانه لیلة المعراج.

﴿یعنی صحیح یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا﴾ (۲۳۵)

عدم رویت کے سلسلہ میں ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

روبرو گفتگو کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ متکلم نظر بھی آئے اس لئے ہوسکتا ہے کہ سننے والے کی نظر کمزور ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی چمک دمک برداشت کرنے سے قاصر ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا: (۲۳۶)

کہ وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ (۲۳۷)

اس اعتراض کا جواب، کہ اس دنیا میں ظاہری آنکھوں سے رویت ممکن نہیں، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

شب معراج آنحضرت ﷺ کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے اس لئے آنحضرت ﷺ اس رات چونکہ دائرہ مکان وزمان اور تنگی امکان سے باہر نکل گئے تھے اس لئے ازل وابد کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آن واحد میں معلوم کرلیا۔ بدایت ونہایت کوایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا اوران اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال بعد بہشت میں جائیں گے، بہشت میں دیکھ لیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو جو فقرائے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے پانچ سو سال بعد بہشت میں جائیں گے، دیکھا کہ اس مدت کے گزرنے سے پہلے ہی آ گئے اور آنحضرت ﷺ نے اس توقف کی وجہ پوچھی۔ پس وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی وہ رویتِ آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے اسکو رویت دینوی کہنا تجوز پر محمول ہے اور ظاہر پر مبنی ہے۔ (۲۳۸)

معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس ضمن میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج جب حضرت کلیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کے نزدیک سے گذرے تو دیکھا کہ آپ قبر میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔ (۲۳۹) اور اسی لحظہ میں جب آپ آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم کو وہاں پایا۔ (۲۴۰)

واقعہ معراج قلیل وقت میں وقوع پذیر ہوا۔ اسکی وضاحت کرتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں:

حضرت رسالت ﷺ شب معراج میں عروج کے مرتبے طے کرنے اور وصول کی منزلیں قطع کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں میسر ہوسکیں، جب اپنے دولت خانہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ بستر خواب ابھی گرم ہے اور کوزہ میں وضو کا پانی ابھی حرکت میں ہے۔ (۲۴۱)

نبی کریم ﷺ کی اتباع کے طفیل اولیائے کاملین بھی نعمت معراج سے نوازے جاتے ہیں۔ اس معراج کی حقیقت، انبیاء اور اولیاء کی معراج میں فرق کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مجدد رقمطراز ہیں:

نبی کریم ﷺ کو شب معراج جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا جسد عنصری کے ساتھ عروج حاصل ہوا۔ آپ پر جنت اور دوزخ پیش کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جن علوم کی وحی آپ پر نازل کرنی تھی نازل کی۔ اور آپ حق تعالیٰ رویت بصری سے مشرف کئے گئے اس طرح کی معراج حضور ﷺ کیلئے خاص ہے اور وہ اولیاء جو حضور ﷺ کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور اپ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملتا ہے۔

وللارض من کاس الکرام نصیب

﴿کریم لوگوں کے پیالے میں زمین کا بھی حصہ ہے﴾

اس بات میں آخری بات یہ ہے کہ دنیا میں رویت کا وقوع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ جو اولیاء کرام آپ کے قدم کے نیچے ہیں انہیں جو حالت نصیب ہوتی ہے وہ رویت کی حالت نہیں۔ رویت اور اس حالت میں فرق اصل اور فرع اور شخص اور اسکے سایہ کا فرق ہے۔ رویت اور یہ حالت ایک دوسرے کا عین نہیں۔ (۲۴۲)

انبیاء اور اولیاء کی معراج میں فرق بیان کرتے ہوئے آپ مزید لکھتے ہیں:

لیکن اتنی بات سمجھ لینی چاہیئے کہ یہ حالات حضور اکرم ﷺ کے جسم اور روح دونوں کو پیش آئے تھے اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جو مشاہدات ہوئے تھے وہ بصارت اور بصیرت دونوں سے ہوئے تھے لیکن دوسرے لوگوں کو جو ﴿بہر حال﴾ طفیلی ہیں، اگر یہ حالت بطور تبعیت کے پیش آتی ہے تو وہ صرف روح تک ہی محدود رہتی اور بصیرت کے ساتھ مخصوص ہوا کرتی ہے۔(۲۴۳)

نماز مومن کی معراج ہے، اس سلسلہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے، نماز ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو عالم آخرت سے مخصوص ہے حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پالیتا ہے کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے پس معراج اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب کہ شب معراج دنیا سے آخرت میں چلے گئے اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی رویت کی دولت سے مشرف ہوئے۔(۲۴۴)

۳۹. وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ. (۲۴۵)

ترجمہ: اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھئے جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے ہیں اور اسکی رضاء کے طلب گار ہیں اور ان سے آپ کی نگاہیں نہ ہٹیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ میاں مزمل کو لکھتے ہیں:

فقراء کی محبت کا نقد سرمایہ آپ کے ہاتھ میں موجود ہے اور حدیث کے مطابق المرء مع من احب ﴿آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا﴾ آپ بھی فقراء کے ساتھ ہوں گے۔ بہر حال چند روزہ زندگی فقراء کے ساتھ گزاریں۔ ﴿درج بالا آیت﴾ نص قطعی ہے کہ حق سبحانہ نے اپنے حبیب پاک علیہ من الصلوٰت اتمہا ومن التسلیمات ایمنہا کو اس بات کا حکم دیا ہے۔(۲۴۶)

۴۰. اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى. (۲۴۷)

ترجمہ: اس نے ﴿اپنی شان کے لائق﴾ عرش پر استواء فرمایا۔

اس آیت سے اگرچہ بظاہر ثبوت جہت اور ثبوت مکان کا وہم پیدا ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس سے جہت اور مکان کا اثبات ایسے مقام ﴿عرش﴾ کیلئے کیا ہے جہاں نہ کوئی جہت ہے نہ کوئی مکان ہے۔ یہ تو خدائے تعالیٰ کی بے جہتی ہے اور بے مکانی سے کنایہ ہے۔(۲۴۸)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۴۱. لَا یُحِیطُوْنَ بِهٖ عِلْماً. (۲۴۹)

ترجمہ: اور لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

انسان اپنے فہم وادراک اور علم ودانش سے ذات وصفاتِ الٰہی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ آیت قرآنیہ کے اس جزء کے حوالے سے لکھتے ہیں:

بشر خالق کو کتنا پا سکتا ہے اور ممکن واجب سے کیا اخذ کر سکتا ہے؟ اور حادث قدیم ذات جلت عظمتہ کا کس طرح احاطہ کر سکتا ہے؟

حضرت شیخ عطارؒ فرماتے ہیں:

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر
نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

﴿تو نہیں دیکھتا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام جیسے بادشاہ بھی فقر کل نہ پا سکے۔ لہٰذا اس معاملہ میں تمہیں رنج کم کرنا چاہیئے﴾ (۲۵۰)

علم کی حقیقت تو اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ شئے معلوم کا احاطہ کر لے اور ماسوا سے اسے الگ کر کے پہچان لے لیکن حق تعالیٰ کی ذات تو کسی شخص کے بھی احاطہ میں نہیں آ سکتی کیونکہ احاطہ اور تمیز کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چیز محدود ہو جسکا احاطہ اور تمیز حاصل ہو رہی ہے اور باری تعالیٰ کی شان میں یہ ممکن نہیں ہے لہٰذا اس کے ساتھ تو علم متعلق ہی نہیں ہو سکتا اور حق تعالیٰ کی ذات کسی کی معلوم نہیں بن سکتی بلکہ حق تعالیٰ کی صفات بھی اسکی ذات ہی طرح غیر معلوم ہیں کسی طرح سے بھی علم کے احاطہ میں نہیں آتیں۔ اور وہ کسی مخلوق کیلئے معلوم بھی نہیں بنتیں۔ (۲۵۱)

۴۲. اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْئٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ کُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَاهُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ. (۲۵۲)

ترجمہ:

بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔ جس روز تم اسکی ہولناکیوں کو دیکھو گے تو ہر دودھ پلانے والی ماں اس لخت جگر سے غافل ہو جائے گی جس کو وہ دودھ پلا رہی ہوگی اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی اور لوگ تجھے ایسے نظر آئیں گے جیسے وہ نشے میں مست ہوں۔ حالانکہ وہ نشے میں مست نہیں ہوں گے۔ بلکہ عذاب الٰہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بڑا سخت ہوگا۔

آخرت کے جہاں میں مالکیت اور ملکیت، کیا حقیقی اور کیا مجازی ذاتِ مالک یوم الدین کے ساتھ خاص ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ندا فرمائے گا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (۲۵۳) یعنی آج کس کی سلطنت ہے اور خود ہی جواب میں فرمائے گا: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ یعنی صرف اللہ واحد قہار کیلئے ہے۔ اس روز بندوں کیلئے دہشت اور خوف میں مبتلا ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوگا اور حسرت وندامت کے سوا کچھ متصور نہ ہوگا۔ سورہ الحج کی آیت ۱-۲ میں اس روز کی شدت وسختی اور اس دن کے انتہائی اضطراب کی خبر دی ہے۔

دراں روز کز فعل پرسند وقول
اولوالعزم رادل برزد زھول
بجائیکہ دہشت برند انبیاء
تو عذرِ گنہ راچہ داری بیا

اس روز جبکہ قول وفعل کے بارہ میں باز پرس ہوگی، اولوالعزم انبیاء کرام کا دل خوف سے لرز رہا ہوگا۔ وہ جگہ جہاں انبیاء پر بھی دہشت طاری ہوگی تو بتا اپنے گناہوں کا کیا عذر پیش کرے گا؟ (۲۵۴)

۴۳. وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. (۲۵۵)

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول یا نبی بھیجا اور اس نے چاہا کہ لوگ ہدایت پا جائیں تو شیطان نے انکی اس آرزو کے پورا ہونے میں رکاوٹ ڈالی تو پھر اللہ تعالیٰ شیطان کی رکاوٹوں کو ختم کر دیتا رہا اور اپنی نشانیوں کو اور زیادہ مضبوط کر دیا۔ اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

"مروی ہے کہ ایک دن حضرت سید البشر ﷺ مجلس میں تشریف فرما تھے، قریش کے سردار اور کفار کے رئیس بھی اس مجلس میں موجود تھے، بہت سے صحابہ ؓ بھی موجود تھے۔ حضرت سید البشر ﷺ نے سورۃ النجم پڑھنی شروع کی جب ان کے باطل خداؤں کا ذکر آیا تو آنحضرت ﷺ ہی کا کلام سمجھا اور اس میں کچھ تمیز نہ کر سکے تو کافروں نے جو وہاں موجود تھے شور مچا دیا اور کہنے لگے محمد ﷺ نے ہمارے ساتھ صلح کر لی اور ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے۔ حاضرین میں سے اہل اسلام بھی اس کلام سے متحیر ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کو شیطان لعین کے کلام سے اطلاع نہ ہوئی اور فرمایا کہ یہ کیا واقعہ ہے اصحاب کرام نے عرض کی اثنائے کلام میں اس قسم کے فقرے حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہیں آنحضرت ﷺ بہت متفکر اور غم ناک ہوئے اسی اثنا میں جبریل امین حاضر ہوئے اور وحی لائے کہ وہ کلام القائے شیطانی تھا۔ کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں گذرا جس کے کلام میں شیطان نے القا نہ کیا ہو۔ پس ازاں اللہ تعالیٰ نے اس کو رد کیا اور اپنے کلام کو محکم کیا۔"

اس واقعہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ درج ذیل ہے:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پس جب آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بیداری کے وقت صحابہ کی مجلس میں شیطان لعین نے اپنے کلام باطل کو آنحضرت کے کلام میں القا کر دیا اور کسی نے تمیز نہ کی تو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خواب کی حالت میں جو حواس کے معطل و بے کار ہونے کا محل اور شک وشبہ کا مقام ہے باوجود دیکھنے والے کی تنہائی کے کہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ شیطان کے تصرف اور مکر و فریب سے محفوظ اور مامون ہے۔(۲۵۶)

حضرت مجدد علیہ الرحمہ جس واقعہ کا ذکر کیا ہے اسے ''واقعہ غرانیق'' کہا جاتا ہے ۔ اگرچہ بعض تفاسیر میں اس داستاں کو بیان کیا گیا جن میں تنویر المقباس ، جامع البیان، کشاف، مدارک، جلالین، درمنثور، جمل، مظہری، تبیان، مجمع البیان، اور قمی شامل ہیں، لیکن اس واقعہ کا حقیقت حال سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ اس سے آپ نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ درست ہے۔

واقعہ غرانیق ان نصوص قطعیہ سے متصادم ہونے کی بناء پر قابل اعتناء نہیں جن میں قرآن کی حفاظت، نزول وحی کے وقت خصوصی اہتمام (۲۵۷) اور عصمت نبوت، شامل ہیں۔

نظرۃ النعیم کے مولفین لکھتے ہیں:

''والحق فی ان هذه القصه تصطدم بنصوص القرآن الكريم و عصمة النبوة فی قضية الوحی، و تتعارض مع عقيدة التوحيد وهی الاصل فی العقيدة الاسلامية''

﴿موسوعۃ فی نظرۃ النعیم، فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، صالح بن عبداللہ، عبدالرحمٰن بن محمد، دار الوسیلۃ، سعودی عرب ۱۹۹۸ء﴾

اس ضمن میں ایسی تمام روایات جو مفسرین نے نقل کی ہیں وہ ہیں بھی مرسل۔ اور ان کو کتب صحاح میں آئمہ محدثین نے نقل نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر نے جن روایات (۲۵۸) پر صحت کا حکم لگایا ہے علامہ البانی نے (۲۵۹) انکار کیا ہے۔ اور علامہ قاسمی نے نہایت غیظ وغضب سے **فهی هفوة من ابن حجر يغفرها الله له** (۲۶۰) کہا جس سے ابن حجرؒ کے استدلال کی کمزوری عیاں ہو جاتی ہے۔

جس نے غرانیق کا قصہ وضع کیا اس نے اس بات پر بھی غور نہ کیا کہ سورہ النجم مکی ہے اور سورہ الحج مدنی تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ مکی زندگی کے اس زمانہ میں مدنی سورت کی تلاوت کی جائے۔ الغرض عقلی اور نقلی جس پہلو سے بھی غور کیا جائے واقعہ غرانیق کی حیثیت ایک افسانہ سے زیادہ ثابت نہیں ہوتی۔ ایسی ہر روایت جو روح قرآن اور حضور ﷺ کے پیغمبرانہ منصب سے متصادم ہو، اگرچہ اسکی سند کتنی ہی عالی کیوں نہ ہو، باطل ہوگی۔ امام سیوطی لکھتے ہیں:

وخالف القرآن والمتواتر من السنة وجب تاويله وان لم يقبل التاويل كان باطلا

کہ جو حدیث قرآن کریم اور متواتر حدیث کے مخالف ہو اس کی تاویل کرنا واجب ہے، اگر تاویل ممکن نہ ہو تو وہ حدیث خود باطل ہو جائے گی۔ (انباء الاذکیاء ص:۱۰)

متقدمین و متاخرین، مفسرین، محدثین اور سیرت نگاروں نے اس واقعہ کا ناقابل تردید دلائل سے رد کیا ہے۔ چند مفسرین، محدثین اور سیرت نگار درج ذیل ہے:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مفسرین:

ابن عطیہ(۲۶۱)،امام رازی(۲۶۲)،ابوسعود(۲۶۳)،ابوحیان(۲۶۴)،ابن کثیر(۲۶۵)،نظام الدین نیشاپوری(۲۶۶)،امام بیضاوی(۲۶۷)،شوکانی(۲۶۸)، طباطبائی(۲۶۹)،ابن عاشور(۲۷۰)،علامہ آلوسی(۲۷۱)، امام قرطبی(۲۷۲)، ابن العربی(۲۷۳)، احمد مصطفیٰ المراغی(۲۷۴)، جابر الجزائری(۲۷۵)، الزحیلی(۲۷۶)،محمد الامین(۲۷۷)، جمال الدین القاسمی(۲۷۸)،ابو بلال غنیم(۲۷۹)، سید قطب(۲۸۰)، طنطاوی(۲۸۱)،ابن جوزی(۲۸۲)،پیر محمد کرم شاہ(۲۸۳)امین احسن اصلاحی(۲۸۴) سید ابوالاعلیٰ مودودی(۲۸۵)،مفتی محمد شفیع(۲۸۶)غلام اللہ(۲۸۷)،اشرف علی تھانوی(۲۸۸)،شبیر عثمانی(۲۸۹)

محدثین:

امام بزاز،امام بیہقی(۲۹۰)، نووی(۲۹۱)، عینی(۲۹۲)، کرمانی(۲۹۳)غلام رسول سعیدی(۲۹۴)،انور شاہ کشمیری(۲۹۵)،ملا علی قاری(۲۹۶)

سیرت نگار:

قسطلانی(۲۹۷)،برکل(۲۹۸)،شبلی نعمانی(۲۹۹)، ابوشہبۃ(۳۰۰)،شیخ عبدالحق(۳۰۱)محمد رضا(۳۰۲)،جعفر سبحانی(۳۰۳)پروفیسر محمد طاہر القادری(۳۰۴)،قاضی عیاض(۳۰۵)

ذیل اصحاب علم نے اس واقعہ کے رد میں مستقل کتابیں لکھیں:

محمد بن اسحاق بن خزیمہ(۳۰۶)،محمد عبدہ المصری(۳۰۷)،محمد ناصرالدین البانی، راحت ناہید(۳۰۸)،احمد بن عبدالفتاح(۳۰۹)،احمد بن الحسن الحوہری(۳۱۰)

درج بالا فہرست کو ملاحظہ فرما کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس واقعہ کے باطل ہونے پر امت کے محققین کا اجماع ہے۔

۴۴۔ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (۳۱۱)

ترجمہ: اے مسلمانو! اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ مراد کو پہنچ جاؤ۔

اللہ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ. (۳۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص دل سے توبہ کرو۔ بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہارے گناہ تم سے دور کر دے اور تمہیں باغوں میں داخل کرے، جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قرآن کریم میں ہے:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ. (۳۱۳)

ترجمہ:

اور چھوڑ دو کھلا گناہ اور پوشیدہ گناہ۔

تو گناہوں سے توبہ کرنا ہر شخص کیلئے فرض عین اور ضروری ہے۔ یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی انسان اس سے بے نیاز ہو۔ جبکہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات بھی توبہ سے بے نیاز نہ ہوئے۔ خاتم النبین اور پیغمبروں کے سردار علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات نے فرمایا:

میرے دل پر کچھ غبار سا آ جاتا ہے اور میں دن رات میں اپنے اللہ سے ستر مرتبہ بخشش مانگتا ہوں۔ (۳۱۴)

پھر اگر گناہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہوں اور بندوں کے حقوق اور مظالم سے تعلق نہ رکھتے ہوں جیسے زنا کرنا، شراب پینا، راگ سننا اور غیر محرم کی طرف دیکھنا اور قرآن مجید کو بغیر وضو کے چھونا یا بدعت کا عقیدہ رکھنا۔ ان سے توبہ یہ ہے کہ گناہوں پر ندامت اور حسرت وافسوس ہو اللہ تعالیٰ کی جناب میں معافی کی درخواست کرے اور اگر اس نے فرائض چھوڑے ہوں تو انکا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

اگر گناہ لوگوں کے مظالم اور حقوق سے تعلق رکھتے ہوں تو ان سے توبہ اس طرح ہے کہ وہ حقوق ادا کرے اور ان سے معافی لے، ان سے اچھا سلوک کرے اور ان کیلئے دعا مانگے اور اگر صاحب حق فوت ہو چکا ہو تو اس کیلئے استغفار کرے۔ نیکی کر کے اسے بخشے اور مال اسکی اولاد کے سپرد کرے، اسکے وارث اگر معلوم نہ ہوں تو گناہ اور مال کے اندازے کے مطابق صاحب مال کی نیت سے یا جیسے بغیر حق کے تکلیف دی ہے، فقیروں اور مسکینوں پر مال صدقہ کرے۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا:

میں نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے سنا وہ کہتے تھے اور وہ سچے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو آدمی گناہ کرے پھر کھڑا ہو وضو کرے، نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش مانگے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسکو معاف کر دے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: جو آدمی کوئی برائی کر لے یا اپنی جان پر ظلم کر لے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو اللہ تعالیٰ کو غَفُوْراً رَّحِیْماً پائے گا۔ (۳۱۵)

ایک حدیث میں ہے: جو آدمی کوئی گناہ کرے پھر اس پر اسکو ندامت ہو تو وہ ندامت اس گناہ کا کفارہ ہے۔ (۳۱۶) ایک اور حدیث میں ہے: جب بندہ کہتا ہے میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں پھر گناہ کرتا ہے اور پھر اسی طرح کہتا ہے پھر تیسری مرتبہ گناہ کرتا ہے اور معذرت کرتا ہے پھر چوتھی مرتبہ بھی ایسا ہی کرتا ہے تو اس وقت اسکا یہ قول کبیرہ گناہوں میں لکھا جاتا ہے۔ (۳۱۷) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مسوف ہلاک ہو گئے، جو کہتے ہیں کہ عنقریب توبہ کر لیں گے۔

مجاہد نے کہا "جو آدمی صبح وشام توبہ نہ کرے وہ ظالمین میں سے ہے"

اگر تمام گناہوں سے توبہ میسر ہو اور تمام حرام اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز نصیب ہو جائے تو یہ بہت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بڑی نعمت ہے اور انتہا درجہ کی دولت ہے ورنہ بعض گناہوں سے توبہ اور بعض محرمات سے پرہیز بھی غنیمت ہے۔ شاید ان بعض کے انوار و برکات دوسرے بعض میں بھی سرایت کریں اور تمام گناہوں سے توبہ اور پرہیز کی توفیق نصیب ہو جائے۔ (۳۱۸)

اگر گناہ گار مومن سکراتِ موت سے پہلے توبہ کی توفیق پالے تو نجات کی بڑی امید ہے کہ توبہ قبول کرنے کا وعدہ ہے۔ اگر توبہ و انابت سے مشرف نہ ہوا تو اسکا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ چاہے تو معاف کر دے اور جنت بھیج دے اور چاہے تو گناہ کے مطابق سزا دے۔ آگ سے یا بغیر آگ کے، لیکن آخر کار اسے نجات حاصل ہوگی اور اس کا انجام بہشت ہے۔ (۳۱۹)

۴۵. اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ. (۳۲۰)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اسکے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو۔ اسمیں چراغ ہو وہ چراغ شیشے کے ایک فانوس میں ہو۔ وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے۔ جو موتی کی طرح چمک رہا ہے۔ جو برکت والے زیتون کے درخت سے جو شرقی ہے نہ غربی روشن کیا گیا ہے۔ قریب ہے کہ اسکا تیل روشن ہو جائے اگرچہ آگ اسے نہ چھوئے۔ یہ نور ہی نور ہے۔

ممکنات سب کے سب عدمات ہیں۔ جو سراسر ظلمت و شر ہیں اور ان میں خیر و کمال اور حسن و جمال حضرتِ وجود کی طرف سے ہے جو نفسِ ذات تعالیٰ ہے اور ہر خیر و کمال اور حسن و جمال کا عین ہے۔ تو بالضرور آسمانوں اور زمینوں کا نور حضرت وجود ہی ہوگا جو واجب تعالیٰ و تقدس کی حقیقت ہے اور چونکہ یہ نور آسمانوں اور زمین میں ظلال کے واسطے سے ہے اس لئے ان وہم کرنے والوں کے وہم کو دور کرنے کیلئے اس نور کی مثال بیان کی اور اس طرح فرمایا:

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

تا کہ واسطوں کا ثبوت ہو جائے۔ (۳۲۱)

درج بالا مکتوب میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے تاویلی معنی مفصل کسی اور جگہ لکھے جائیں گے۔ یہ تفصیلات آپ نے دفتر دوم کے مکتوب گیارہ میں بیان کیں جو کہ درج ذیل ہیں:

اگرچہ آسمانوں اور زمین کا نور وہی حق تعالیٰ ہے لیکن وہ نور ظلال کے پردوں سے ملا ہوا ہے۔ ظلیت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے واسطہ کے بغیر ظہور نہیں فرماتا اور یہ سب حاصل شدہ ظہور، ظہوراتِ عرشی کے انوار ہیں۔ جنہوں نے ظلال میں سے کسی ظل کے پردے میں چھپ کر ظہور فرمایا ہے۔ جس طرح دریائے محیط سے برتنوں کے ذریعے پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں اور نفع اٹھاتے ہیں۔ جس طرح بڑی مشعل سے چھوٹے چھوٹے چراغ جلاتے ہیں اور ان چھوٹے چھوٹے چراغوں سے اطراف واکناف کو روشن کرتے ہیں۔ ﴿اس آیت میں﴾ شاید انہیں معارف کی طرف اشارہ ہو کیونکہ آیت مذکورہ میں تمثیل اس بنا پر اختیار کی گئی ہے تاکہ آسمانوں اور زمین میں اس نور کے ظہور کو بے واسطہ نہ سمجھ لیں، ظل کو اصل کے ساتھ مشتبہ نہ کرلیں، اور نورِ ظل کو نورِ اصل سے لیا ہوا اور روشن کیا ہوا جانیں۔

نور اسے کہتے ہیں جس سے اشیاء روشن ہوں۔ تمام آسمان اور زمین اسی بلند ذات کے ساتھ روشن ہیں کیونکہ اس سبحانہ نے ان کو عدم کی تاریکیوں سے باہر نکالا ہے وجود اور توابع وجود کے ظلال کے ساتھ متصف کر کے منور کیا ہے۔ اور اس نور کو چراغ کی طرح جاننا چاہیئے جو اس طاق میں بطور امانت رکھا گیا ہے۔ ﴿مشکوۃ پر کاف تمثیل کا داخل ہونا اس بناء پر ہے کہ وہ طاق اس چراغ پر مشتمل ہے﴾ اور شیشے سے اسماء اور صفات کا ملاحظہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ نور اسماء وصفات سے ملا ہوا ہے۔ شیون واعتبارات سے معرا نہیں ہے۔ صفات عز سلطانہا کا شیشہ حسن وجود اور جمال قدم کے ساتھ ایک درخشاں ستارے کی طرح ہے۔ چراغ جو اس طاق میں رکھا ہوا ہے وہ زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے۔ یہ جامع ظہور عرشی سے کنایہ ہے کہ استواء اس ظہور سے رمز واشارہ ہے۔ کیوں کہ دوسرے ظہورات جو آسمانوں اور زمین سے تعلق رکھتے ہیں اس ظہور جامع کیلئے اجزاء کی مانند ہیں اور جب وہ ظہور جامع لامکانی اور بے جہت ہے، اسے لَا شَرْقِيَّةٍ اور لَا غَرْبِيَّةٍ کہا جاسکتا ہے يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ "اس شجرۂ مبارکہ کی صفتِ مادحہ ہے اور اس درخت ممثل بہ کی صفائی اور روشنی کا بیان ہے۔

نُورٌ" عَلَىٰ نُورٍ. یعنی شیشے کا پردہ صفائی اور درخشندگی کے لحاظ سے نور میں اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اس کے حسن وجمال میں اضافہ ہوگیا ہے کیونکہ صفات کے کمالات ذات تعالیٰ وتقدس کے کمالات کے ساتھ جمع ہو چکے ہیں اور صفات کا حسن ذات تعالیٰ کے حسن کے ساتھ مل گیا ہے۔ کئی گنا زیادہ نور اور کمال ظہور کے باوجود یھدی اللہ لنورہ من یشاء جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ہاں

مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْراً فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ. (۳۲۲)

جسے اللہ روشنی عطا نہ کرے اس کیلئے کچھ روشنی اور نور نہیں۔ (۳۲۳)

۴۶. رِجَالٌ" لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ" وَّلَا بَيْعٌ" عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (۳۲۴)

ترجمہ: وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید وفروخت یاد الٰہی سے غافل نہیں کرتی۔

مشائخ میں سے ایک گروہ جو اپنے آپ اور اپنے ارادہ سے پوری طرح باہر آچکے ہیں نے بعض حقانی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نیتوں کے باعث اہل دنیا کی صورت اختیار کر رکھی ہے اور بظاہر دنیا کی طرف راغب نظر آتے ہیں۔ فی الحقیقت انہیں اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ تجارت اور بیع وغیرہ ان کیلئے ذکرِ حق سے مانع نہیں ہے۔ ان امورِ دنیا کے ساتھ عین تعلق کے اندر بھی بے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا کہ میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر دیکھا جو کم وبیش پچاس ہزار دینار کی خرید وفروخت کر رہا تھا مگر اسکا دل ایک لحظہ کیلئے بھی یادِ حق سے غافل نہ تھا۔ (۳۲۵)

یہ آیت صوفیہ کے ایک خاص مقام کا بیان ہے۔ اس مقام کے حامل اصحاب کیلئے اس آیت کے حوالہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کیلئے برق کی طرح ہے ان بزرگوں کیلئے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے بعد غیب ہو ان عزیزوں کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے۔ اس آیت میں اس حال کا بیان ہے۔ (۳۲۶)

۴۷۔ اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (۳۲۷)

ترجمہ: بے شک آپ ﴿اسے﴾ ہدایت یافتہ نہیں کرتے جسکا ہدایت یافتہ ہونا آپ کو پسند ہو لیکن اللہ ہدایت یافتہ کرتا ہے۔ جسے چاہے۔

جب سید البشر ﷺ کا ارادہ توقف میں پڑ سکتا ہے تو دوسروں کی وہاں کیا مجال ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس صاحب ارادہ کی تمام مرادیں حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوں ورنہ آنحضرت ﷺ کے بعض اقوال و افعال پر حق تعالیٰ کی طرف سے اعتراض نازل نہ ہوتا۔ جیسا کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے: مَا کَانَ لِنَبِیٍّ.....الخ (۳۲۸)

اور اس کی معافی عطا فرمانے کی بھی کوئی گنجائش نہ ہوتی جب کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ ..... الخ (۳۲۹)

کیونکہ معافی کا تصور تو تقصیرات اور رکوتاہیوں ہی میں ہو سکتا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہے کہ حق جل وعلا کی تمام مرادات بھی حق سبحانہ کی مرضیات نہیں ہوا کرتیں مثلاً کفر اور معاصی۔ (۳۳۰)

۴۸۔ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ۔ (۳۳۱)

ترجمہ: جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو وہ سن لے کہ اللہ کی ملاقات کا وقت ضرور آنے والا ہے۔

خدائے عزوجل کے دوست حدیث کے مطابق المرء مع من احب (۳۳۲) ﴿مرد اس کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی ﴾ خدائے تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہیں۔ بدن کا ساتھ ہونا اس معیت و اتصال میں قدرے مانع ہے۔ اس مادی صورت اور تاریکی سے لبریز شکل سے مفارقت اور جدائی کے بعد سب قرب ہی قرب اور اتصال ہی اتصال ہے۔

اَلْمَوْتُ جِسْر'' یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ. (۳۳۳)

اس آیت میں مشتاق لوگوں کیلئے تسلی بھی ہے۔(۳۳۴)

۴۹۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ. (۳۳۵)

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔

آدمی کیلئے جس طرح عقائد کا درست ہونا ضروری ہے اسی طرح اعمالِ صالحہ کا بجالانا بھی ضروری ہے۔ عبادتوں میں جامع اور طاعات میں سب سے زیادہ خدا کے قریب کرنے والی طاعت نماز کا ادا کرنا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اقَامَھَافَقَدْ اقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدِمَ الدِّیْنَ. (۳۳۶)

﴾ نماز دین کا ستون ہے، تو جس نے اسے قائم کیا اس نے اپنے دین کو قائم کرلیا اور جس نے اسکو چھوڑ دیا اس نے دین کی عمارت کو گرادیا ﴿

جس شخص کو ہمیشہ پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا ہو جاتی ہے اسے فحشاء اور منکر سے بھی بچالیا جاتا ہے۔ ﴾ سورۃ العنکبوت ﴿ کی آیت اس بات کی تائید کرتی ہے۔ وہ نماز جو فحشاء اور منکرات سے نہیں روکتی، صرف صورت نماز ہے اور حقیقتِ نماز سے خالی ہے۔ لیکن حقیقت کے ہاتھ آنے تک صورت کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ جو شے پوری حاصل نہ ہو سکے اسے بالکل ترک نہیں کر دینا چاہیئے۔ خدائے اکرم الاکرمین اگر صورت کو ہی حقیقت کا درجہ دیدے تو کوئی بعید نہیں۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ پورے خشوع و خضوع کے ساتھ باجماعت پوری نمازیں ہمیشہ پابندیٔ وقت کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ کیونکہ نماز فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خٰشِعُوْنَ. (۳۳۷)

ترجمہ: بے شک فلاح پاگئے وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔(۳۳۸)

۵۰۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ. (۳۳۹)

ترجمہ: اور کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو مقصدِ حیات سے غافل کردینے والی باتوں کو خریدتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ سماع ورقص درحقیقت لہوولعب میں داخل ہے آیت کریمہ سرور کے منع ہونے کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ مجاہدؒ جوابن عباس ؓ کے شاگرد ہیں اور کبائر تابعین سے ہیں کہتے ہیں لھو الحدیث سے مراد سرور ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ لھوالحدیث سے مراد سمر یعنی بے ہودہ قصے کہانیاں اور سرور ہے۔ (۳۴۰) حضرت ابن عباس اور ابن سعود ؓ قسم کھاتے تھے کہ بیشک وہ غنا اور سرور ہے۔ حضرت مجاہدؒ اللہ تعالیٰ کے قول: لَایَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴿زور میں حاضر نہیں ہوتے﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ (۳۴۱)

ای لَا یَحْضُرُوْنَ الْغِنَاءَ ﴿یعنی سرور وسماع میں حاضر نہیں ہوتے﴾

اور امام الہدیٰ ابومنصور ماتریدیؒ سے حکایت کی گئی ہے کہ:

جس نے ہمارے زمانے کے کسی قاری کو قرات کے وقت کہا کہ تو نے بہت اچھا پڑھا (۳۴۲)، کافر ہوجاتا ہے اور اسکی عورت اس سے جدا ہوجاتی ہے اور اسکی تمام نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں۔

ابونصرؒ الدبوسی نے قاضی ظہیرالدینؒ خوارزمی سے نقل کیا ہے کہ:

جس نے کسی گانے والے یا کسی اور سے سرور سنا یا فعل حرام کو دیکھا اور اسکو اچھا جانا از روئے اعتقاد کے یا بغیر اعتقاد کے تو اسی وقت مرتد ہوجاتا ہے کیونکہ اس نے شریعت کے حکم کو باطل قرار دیا اور جس نے شریعت کے حکم کو باطل کہا وہ کسی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ اسکی اطاعت قبول نہیں کرتا بلکہ اسکی نیکیوں کو ضائع کردیتا ہے۔

آیات واحادیث اور روایاتِ فقیہ غناء اور سرور کے حرمت میں اس قدر ہیں کہ انکا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرور کے مباح ہونے کے حق میں پیش کرے تو اسکا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ کسی فقیہ نے کسی زمانہ میں سرور کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے۔ (۳۴۳)

ایک مکتوب میں آپ نے نغمہ وسرور کو شکر ملا زہر قرار دیا ہے۔ (۳۴۴)

۵۱. اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا. (۳۴۵)

ترجمہ: ہم نے یہ امانت آسمانوں زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی، انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کردیا اور ڈر گئے انسان نے اسے اٹھالیا۔ بے شک یہ بہت بڑا ظالم وجاہل ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی نے اس آیت کے جو اسرار ورموز بیان فرمائے وہ مفسرین میں سے کسی اور نے بیان نہیں کئے۔ بطور تمہید روح انسانی کی وسعت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ. (۳۴۶)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اس نے آدم کی روح کو جو آدم کا اخلاصہ ہے بے مثل و بے کیف پیدا فرمایا تو جس طرح حق سبحانہ وتعالیٰ لا مکانی ہے روح بھی لا مکانی ہے۔ روح کو بدن کیساتھ وہی نسبت ہے جو حق تعالیٰ وتقدس کو عالم کے ساتھ ہے کہ عالم میں داخل ہے نہ خارج، متصل ہے نہ منفصل، قیومیت یعنی تدبیر وتصرف کے سوا اور کوئی نسبت مفہوم نہیں ہوتی۔ بدن کے ہر ذرے کے منتظم روح ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام عالم کا قیوم و مدبر ہے بدن کیلئے اللہ تعالیٰ کی قیومیت وتدبیر روح کی قیومیت کے واسطہ سے ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض بھی وارد ہوتا ہے، اس فیض کا محل ورود اولاً اور ابتداء روح ہے پھر روح کے واسطہ سے وہ فیض بدن کو پہنچتا ہے۔ جبکہ روح بے چونی و بے چگونی کی حالت پر پیدا کی گئی ہے تو لامحالہ بے چونی بے چگونی حقیقی ﴿اللہ تعالیٰ﴾ کی اس میں گنجائش ہے۔

لَایَسَعُنِی اَرْضِی وَلَاسَمَائِی وَلٰکِنْ یَسَعُنِ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ. (۳۴۶۔ل)

میں نہ زمین میں سماتا ہوں نہ آسمان میں لیکن بندہ مومن کے قلب میں سماتا ہوں۔

کیونکہ ارض وسماء اس وسعت وفراخی کے باوجود دائرۂ مکان میں داخل ہیں اور چون و چگون کے داغ سے داغدار ہیں اس لئے لا مکانی ذات جو کمیت اور مقدار سے مقدس اور پاک ہے، مکان میں سمانے کی گنجائش نہیں رکھتی۔ اور بے چون، چون میں قرار پذیر نہیں ہوسکتی۔ تو لامحالہ عبدِ مومن کے قلب کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ غیر مومن کامل کا قلب لا مکان کی بلندی کے نیچے آچکا ہے اور مقدار وکیفیت کا گرفتار ہو چکا ہے اور اس کے حکم کا پابند ہو چکا ہے۔ پس اس نزول اور گرفتاری کی بنا پر چونکہ دائرۂ مکانی میں داخل ہو چکا ہے اور مقدار وکیف کا گرفتار ہو چکا ہے اور کیف ومثل کی حالت پیدا کر چکا ہے۔ اس لئے اس قابلیت کو ضائع کر چکا ہے۔

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ. (۳۴۷)

ترجمہ: یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔

مشائخ میں سے جس نے بھی اپنے قلب کی وسعت کی خبر دی اسکی مراد یہی قلب کی لا مکانیت ہے کیونکہ مکانی شے اگرچہ کتنی وسیع ہو بہر حال تنگ ہے۔ عرش عظمت وفراخی کے باوجود چونکہ مکانی ہے، لامحالہ لا مکانی ﴿روح﴾ کے سامنے رائی کے دانہ کے حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی کمتر۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ قلب چونکہ انوارِ قدم کی تجلی کا محل بن چکا ہے بلکہ قدیم ذات کے ساتھ بقاء حاصل کر چکا ہے اس لئے عرش ومافیہا اگر اس میں آپڑیں تو بالکل محو ولاشے ہو جائیں اور ان کا کچھ اثر ونشان باقی نہ رہے۔ جیسا کہ سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ نے اس مقام پر فرمایا ہے کہ محدث ﴿فانی﴾ کو جب قدیم کے ساتھ ملایا جائے تو فانی اور محدث کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔

یہ ایک یکتا لباس ہے جو صرف روح کے قد پر ہی سیا گیا ہے ملائکہ بھی یہ خصوصیت نہیں رکھتے کیونکہ یہ بھی دائرۂ مکان میں داخل ہیں۔ اور چون کہ ساتھ متصف ہیں۔ اسی بنا پر انسان رحمان جل سلطانہ کا خلیفہ قرار پایا۔ ہاں ہاں! شے کی صورت ہی شے کا خلیفہ بن سکتی ہے۔ جب شے کی صورت پر پیدا نہ کیا گیا ہو تو اسکی خلافت کے لائق نہیں ہوسکتا۔ اور جب تک خلافت کے لائق نہ ہو امانت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔

لَایَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ لَامَطَایَاہ. (۳۴۸)

ترجمہ: بادشاہ کے عطیات کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یہ بیان کرنے کے بعد کہ بارِ امانت اٹھانے کی استعداد انسان ہی میں رکھی گئی آیتِ مذکورہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

آسمان وزمین اور پہاڑ وہ جامعیت کہاں سے لائیں کہ اللہ کی صورت میں مخلوق ہوں، اسکی خلافت کے حق دار ٹھہریں اور اسکی امانت کا بوجھ اٹھائیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اس امانت کے بوجھ کو آسمان، زمین اور پہاڑوں کے حوالے کر دیتے تو وہ پارہ پارہ ہو جاتے اور ان کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہتا۔ وہ نیابت اس حقیر کے خیال میں تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو انسانوں میں سے کامل افراد کے ساتھ مخصوص ہے یعنی کامل انسان کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بحکم اسکو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور تمام مخلوق کو وجود، بقاء اور تمام کمالاتِ ظاہری وباطنی کے فیوض اسکے واسطے سے پہنچاتے ہیں۔

اگر فرشتہ ہے تو اسی سے متصل ہے اگر انسان وجن ہیں تو اسی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اسی کی جانب ہے اور تمام اسی کی طرف دیکھنے والے ہیں۔

اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوماً جَھُولاً۔

یعنی اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا اس قدر کہ اپنے وجود اور وجود کے توابع میں سے کوئی بھی اثر اور حکم باقی نہیں رکھتا۔ جب تک اپنے اوپر اس قدر ظلم نہ کرے، امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ جَھُولاً بہت زیادہ جہالت والا اتنا کہ اسے اپنے مطلوب کا کوئی ادراک اور علم نہیں ہوتا بلکہ ادراک سے عاجز اور مقصود کے علم سے جاہل ہوتا ہے۔ یہ عجز وجہل اس مقامِ کمال میں معرفت ہے۔ کیونکہ یہاں جو سب سے زیادہ جاہل ہے وہ سب سے بڑا عارف ہے اور اس میں تو شک نہیں کہ جو سب سے بڑا عارف ہو وہی امانت اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ دونوں صفتیں گویا بارِ امانت کے اٹھانے کا سبب ہیں۔ (۳۴۹)

۵۲۔ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْراً وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ. (۳۴۹۔ل)

ترجمہ: اے آلِ داؤد تم شکر کیلئے نیک کام کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں۔

اس آیتِ کریمہ کے تحت شکر کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جان لو شکر عبادت ہے اس سے کہ بندہ ہر چیز کو ایسی جگہ صرف کرے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا ہے خواہ وہ اعضاء ہوں یا ظاہری وباطنی قوتیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو شکر حاصل نہیں ہو سکتا۔ (۳۵۰)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۵۳. اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ. (۳۵۱)

ترجمہ: پاک کلمے صرف اسی کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔

مفسرین نے کہا (۳۵۲) ہے کہ الکلم الطیب سے مراد کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ ہے۔ (۳۵۳)

۵۴. ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ وَّمِنۡهُمۡ سَابِقٌ بِالۡخَیۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ. (۳۵۴)

ترجمہ: پھر ہم نے اس کتاب کا انہیں وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تھا۔ پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنیوالے ہیں بعض میانہ رو ہیں اور بعض نیکیوں میں اللہ کی توفیق سے سبقت لے جانیوالے ہیں۔

وارثانِ کتاب میں سے جو کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں پہلی جماعت یہی ہے، جو اپنی جان پر ظلم کرنے والی ہے جو کہ وزارت و قیومیت کے منصب سے مشرف ہوئی ہے۔

اور ان برگزیدہ لوگوں میں سے دوسری جماعت جسکو مقتصد سے تعبیر فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو خلت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور صاحب سر اور اہلِ مشورہ ہیں۔ اگر چہ بادشاہت کے کاروبار اور معاملہ کا تعلق وزیر سے وابستہ ہے لیکن خلیل ہم نشین ہے اور صاحب انس والفت ہے یہ اپنی خوشی کیلئے ہے اور وہ وزیر دوسروں کی مہمات کیلئے۔ ان دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ اور اس بلند مقام کے سردار ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور ان کے بعد جس کو بھی اس بلند مقام سے مشرف کردیں۔ خلت کے مقام کے بالاتر، محبت کا مقام ہے جس پر تیسری جماعت جو سابق بالخیرات ہیں مشرف ہوئے ہیں۔ مددگار اور ہم نشین اور ہے، دوست اور محبوب اور، وہ اسرار و معاملات جو محب اور محبوب کے مابین پیش آئے ہیں یار و ندیم کو ان میں کیا دخل؟ ہر چند انس والفت کے کمال کے وقت محبت کے مخفی اسرار کو خلیل جلیل سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسکو محب اور محبوب نہیں بنایا جا سکتا۔ محبوں کے حلقہ کے سردار حضرت کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہیں اور محبوبوں کی جماعت کے سردار حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ہیں۔ ان صاحب دولتوں کی تبعیت و وراثت میں جس کو بھی ان مقامات سے مشرف کریں۔

وہ مقامات جو مقام محبت سے اوپر ہیں ان کو بھی فقیر نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے۔ اس جگہ بھی صدر نشین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یہ سب مقام سابقین میں داخل ہیں جو کہ وارثانِ کتاب میں سے تیسرے فرقہ کا حصہ ہے۔ (۳۵۵)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۵۵۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ. (۳۵۶)

ترجمہ:

خبردار دین خالص صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔

اس بات کو ننگ وعار جانیں کہ خدا تعالیٰ جل سلطانہ کی ملک میں لات وعزیٰ کو شریک کریں۔ اے برادر یہاں بارگاہِ خداوندی میں دین خالص کی ضرورت ہے۔ اس بارگاہ میں شرک کے غبار کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔

لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ. (۳۵۷)

ترجمہ: اگر تم بھی شرک کرو گے تو تمہارے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے۔

ایک گھڑی کیلئے اپنے اندر جھانک کر دیکھیں اگر دین خالص میسر ہے تو تمہیں بشارت ہے۔ ورنہ اس حادثہ کا علاج ہونا چاہیئے۔ (۳۵۸)

ایک دوسرے مکتوب میں دنیا کی طمع اور لالچ کے حوالہ سے، صوفیانہ انداز میں ملا طاہر بدخشی کو لکھتے ہیں:

اپنے خلفاء کو اچھی طرح تاکید کریں کہ مرید کے مال میں طمع اور اس سے دینوی منافع کی امید پیدا نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مرید کی ہدایت میں رکاوٹ ہے اور پیر کی خرابی کا باعث ہے کیونکہ اللہ کی طرف سے دین خالص کا مطالبہ ہے اور شرک کی اس بارگاہ میں کسی طرح بھی کوئی گنجائش نہیں۔ (۳۵۹)

اس آیت کے تناظر میں طریق صوفیہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ملا ایوب محتسب کو لکھتے ہیں:

اور چونکہ طالب کو اخلاص کا حکم ہے اور وہ بغیر فناء کے حاصل نہیں ہوتا اور محبتِ ذاتیہ کے سوا متصور نہیں اس لئے طریق صوفیہ کا سلوک بھی، جس سے فناء اور محبت ذاتیہ حاصل ہوتی ہے ضروری ہے تاکہ اخلاص کی حقیقت ہاتھ آئے۔ (۳۶۰)

۵۶۔ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ. (۳۶۱)

ترجمہ: بے شک آپ بھی دنیا سے انتقال فرمائیں گے اور انہیں بھی مرنا ہے۔

اپنے آپ کو اور تمام دوسروں کو مردہ اور بے جان خیال کرنا چاہیئے اور بے حس و حرکت گمان کرنا چاہیئے۔ درج بالا آیت نص قاطع ہے۔ (۳۶۲)

مجدد علیہ الرحمہ نے اس آیت میں میت اور میتون کو فی الحال کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی اس وقت بھی آپ میت ہے اور آپ کے مخالفین بھی میت ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۵۷. اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا. (۳۶۳)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ جانوں کو موت کے وقت اور جنکا وقت ابھی نہیں آیا ان کی روحیں حالت نیند میں قبض کرتا ہے۔

یہاں توفی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف فرمائی حالانکہ جان نکالنے والا ملک الموت ہے۔ اس لئے ممکن ہے بعض خاص الخاص کے ساتھ جان نکالنے کا معاملہ فرشتۂ موت کے بغیر ہی ہو۔ بعض احادیث میں جو ملک الموت کا توسط مذکور ہے تو وہ بعض دوسرے خواص کیلئے ہو۔ (۳۶۴)

۵۸. اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا. (۳۶۵)

ترجمہ:

انہیں دوزخ کی آگ پہ صبح وشام پیش کیا جاتا ہے۔

عذاب قبر پر درج بالا آیت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قبر دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اس کا عذاب ایک وجہ سے عذاب دنیوی سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے اور دوسری وجہ سے عذاب آخرت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے، جو درحقیقت آخرت کے عذابوں میں سے ہے۔ درج بالا آیت کریمہ عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔

مسلمان کیلئے عذاب قبر کی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہ شخص بہت ہی سعادت مند ہے جس کی لغزشوں اور قصوروں کو کمال کرم اور مہربانی سے بخش دیں اور اسکا مؤاخذہ نہ کریں اور اگر مؤاخذہ کرنا بھی چاہیں تو کمال مہربانی سے دنیا کے رنجوں اور مصیبتوں کو اسکے گناہوں کا کفارہ بنادیں اور اگر گناہ باقی رہ جائیں تو قبر کی تنگی اور ان تکلیفوں کو جو اس مقام میں مقرر کی گئی ہیں اسکے گناہوں کا کفارہ بنادیں تاکہ پاک وپاکیزہ محشر میں اٹھے۔ (۳۶۶)

۵۹. قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ. (۳۶۷)

ترجمہ: آپ فرمایئے میں تمہاری مانند انسان ہی ہوں البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہوا ہے۔ تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کیلئے بڑی تاکید سے امر فرمایا ہے۔ اس آیت کریمہ میں مثلکم کا لانا تاکید بشریت کیلئے ہے۔ اور وجود عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کی جانب غالب ہو گئی اور بشریت کی مناسبت گم ہو گئی۔ (۳۶۸)

آپ نے یہ بھی لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کا مخصوص کلمہ اپنی بشریت کا اعلان ہے۔ (۳۶۹)

ذات وصفات کے وجودی اور شہودی زوال، کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اگر تو کہے کہ تم نے انسان کی ذات اور صفات کے زائل ہو جانے کو جائز رکھا ہے تو اسکے متعلق کیا کہتے ہو جو قرآن مجید میں خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے متعلق آیا ہے:

قُلْ اِنَّمَا اَنَابَشَر "مِثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ. (۳۷۰)

اور جو حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے:

اِنَّمَا اَنَا بَشَر" مِثْلُکُمْ اَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ.

﴿میں بھی تمہارے جیسا بشر ہوں مجھے بھی اسی طرح غصہ آتا ہے جیسے دوسرے لوگوں کو آتا ہے﴾

اور یہ بات انسانیت کے اثر کے باقی رہنے ہی کی وجہ سے ہے تو میں ﴿حضرت مجدد علیہ الرحمہ﴾ کہوں گا اس طرح نہیں ہے اور نہ یہ اسکے اثر کی بقاء پر دلیل ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ جب انسان کامل کو فناء اور بقاء کے بعد عالم اور مخلوق کو دعوت دینے کیلئے واپس کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے تو اسکے ساتھ بشری صفات اور انسانی خصوصیات کو مرکب کر دیا جاتا ہے تاکہ اسکے اور عالم کے درمیان مناسبت زائل ہونے کے بعد از سر نو مناسبت پیدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس مناسبت سے اس کی اور عالم کے درمیان افادہ اور استفادہ کا دروازہ کھول دے۔

ان بشری صفات کو زوال کے بعد پھر واپس کرنے اور اسے ملحق کرنے میں ایک اور حکمت بھی ہے اور وہ مکلفین کا امتحان اور دعوت دیئے گئے لوگوں کی آزمائش تاکہ ناپاک سے پاک الگ ہو جائے اور جھٹلانے والا تصدیق کرنے والے سے جدا ہو جائے اور ان صفات کے رجوع سے معاملہ ملتبس ہونے اور حال کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے ایمان بالغیب حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَکاً لَجَعَلْنٰهُ رَجُلاً وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَا یَلْبِسُوْنَ. (۳۷۱)

﴿اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے مرد ہی﴾ کی صورت میں﴾ بناتے اور وہی شبہ ہم ان پر ڈال دیتے جو شبہ وہ اب کر رہے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ انسانِ کامل سے ذات اور صفات کے زوال کا کیا مطلب ہے حالانکہ اسکا ظاہر ہمیشہ صفات بشری پر قائم ہے وہ کھاتا پیتا ہے اور آرام کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَمَاجَعَلْنٰهُمْ جَسَداً لَایَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ. (۳۷۲)

﴿اور ہم نے ان نبیوں کو ایسے جسم والا نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہیں﴾

تو میں کہوں گا فناء اور بقاء باطن کی صفات سے ہیں ان کا اصل میں ظاہر سے کوئی تعلق نہیں۔ پس ظاہر ہمیشہ اپنے مقام پر ہے اور باطن کبھی علیحدہ ہوتا ہے اور کبھی صفات سے موصوف ہوتا ہے۔ (۳۷۳)

بشریت کے لوازمات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مختلف تعلقات جو بشریت کیلئے لازمی ہیں خواص وعوام سے زائل نہیں ہوتے اور اللہ جل سلطانہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی شان میں فرماتا ہے:

وَمَاجَعَلْنٰهُمْ جَسَداً لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ. (۳۷۴)

کفار جو ظاہر بین تھے کہا کرتے تھے:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِی فِی الْاَسْوَاقِ. (۳۷۵)

﴿اس رسول کو کیا ہوا کہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے ہیں﴾

پس جس کسی کی نظر صرف ان کی صفات بشریت کے سمجھنے تک محدود رہی اور ﴿صفات بشریہ کے﴾ قبوں کو چاک نہ کیا وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم رہا۔ دنیا اور آخرت کا خسارہ اسکو حاصل ہوا۔ یہ بزرگ فنا اور بقا کے بعد اسکے نور کے ظہور کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔ آیہ کریمہ

اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتاً فَاَحْیَیْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوراً. (۳۷۶)

﴿اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اسے روشنی عطا کی﴾

اسی کی طرف اشارہ ہے۔" (۳۷۷)

۶۰. لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. (۳۷۸)

ترجمہ:

اسکی مانند کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ جاننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس کلام کا ابتدائی حصہ تو تنزیہہ (۳۷۹) محض کے اثبات کیلئے ہے، جیسا کہ خود ظاہر ہے اور وَّهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کے الفاظ تنزیہہ کی تکمیل اور اتمام کیلئے ہیں۔ (۳۸۰)

اسکا بیان اس طرح ہے کہ جب ثبوتِ سمع وبصر، عالم کے ساتھ مماثلت کا وہم ڈالتا ہے، اگرچہ کچھ قدرے ہی ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو رفع کرنے کیلئے مخلوقات سے سمع وبصر کی نفی فرمادی، یعنی صرف وہی ذات جل شانہ سمیع وبصیر ہے۔ وہ سمع وبصر جو مخلوق میں پائی جاتی ہے اسکا دیکھنے اور سننے میں کچھ دخل نہیں مخلوق میں ان دو صفات کو پیدا کرنے کے بعد جس طرح خدا تعالیٰ سمع وبصر پیدا کرتا ہے اس سے مخلوق سننے اور دیکھنے کا کام لیتی ہے۔ یہ بھی عادتِ الٰہی کے اس طرح جاری ہونے کی وجہ سے ہے، ورنہ مخلوقات کی صفات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کی تاثیر اس میں کچھ نہیں ہوتی۔ اور اگر تاثیر تسلیم بھی کی جائے تو وہ بھی حق تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہے۔ لہٰذا جس طرح مخلوق کی ذواتِ جماد محض ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی جمادِ محض ہیں۔ جس طرح صاحب قدرت محض اپنی قدرت سے پتھر میں صفتِ کلام پیدا کردے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ فی الحقیقت پتھر کلام کر رہا ہے اور اس میں صفتِ کلام موجود ہے۔ جس طرح پتھر جمادِ محض ہے اسی طرح یہ صفت ﴿کلام﴾ اگر فرض کرلی جائے تو یہ بھی جمادِ محض ہی ہے۔ حروف و آواز کے پیدا ہونے میں اسکا کوئی دخل نہیں۔ تمام صفات اسی طرح کی ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ یہ دو صفات چونکہ زیادہ ظاہر تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی نفی خصوصیت سے فرمائی۔ اس سے باقی صفات کی نفی بطریقِ اولیٰ ثابت ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے صفتِ علم پیدا فرمائی، اس کے بعد اس میں معلوم کی طرف توجہ پیدا فرمائی، اسکے بعد معلوم کے ساتھ اسکا تعلق پیدا فرمایا، اسکے بعد معلوم کو اس پر منکشف کردیا۔ جب خود ہی انسان میں صفتِ علم پیدا فرمانے کے بعد اپنی عادت کے مطابق اس میں انکشاف پیدا فرمایا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ علم کے انکشاف میں اس کا کچھ دخل نہیں۔ (۳۸۱)

اسی آیت کریمہ کے حوالہ سے معارف لدنیہ میں لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ نے بلیغ ترین انداز میں اپنی ذات سے مماثلت کی نفی فرمادی ہے۔ اس آیت میں اپنے مثلِ مثل ﴿یعنی مثل جیسی چیز﴾ کی نفی فرمائی گئی ہے حالانکہ مقصود اپنے مثل کی نفی کرنا تھا مطلب یہ ہے کہ جو اس کے مثل کا بھی مثل نہیں ہو سکتا تو اسکا مثل بطریق اولیٰ نہیں ہوگا لہٰذا کنایہ کے طور پر اصل مثل کی نفی ہو گئی کیونکہ یہ کنایہ صریح کے مقابلہ میں بلیغ ترین ہے۔ جیسا کہ علمائے بیان نے اسکو ثابت کیا ہے اور اسکے متصل ہی وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ فرمایا ہے جس سے مقصود صفاتی مماثلت کی بھی نفی کردینا ہے، جیسا کہ پہلے حصے لیس کمثلہ شیء سے مماثلت ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ (۳۸۲)

۶۱۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ. (۳۸۳)

ترجمہ: مشرکین پر وہ بات بہت گراں گزرتی ہے جسکی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں۔

جاننا چاہیئے جس طرح ظاہری مرض احکامِ شرعیہ کے بمشکل ادا ہونے کا باعث ہے باطنی مرض بھی اسی دشواری کو مستلزم ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ (۳۸۴)

اور عاجزی کرنے والوں کے سوا دوسروں کیلئے نماز یقیناً گراں ہے۔

ظاہر مرض میں قویٰ اور اعضاء کی کمزوری اس دشواری کو مستلزم اور مرض باطنی میں یقین کا ضعف اور ایمان کی کمی اس دشواری کا موجب ہے۔ ورنہ تکالیف شرعیہ میں سراسر آسانی اور سہولت ہے۔ آیات کریمہ

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ. (۳۸۵)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اللہ تمہارے لیئے آسانی چاہتا ہے، تنگی نہیں، اور
یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الاِنْسَانُ ضَعِیْفاً. (۳۸۶)
اللہ چاہتا ہے کہ تم پر پابندیوں کا بوجھ ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔
دونوں اس بات کی دلیل ہیں۔﴿۳۸۷﴾

۶۲. قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَّزِدْ لَہٗ فِیْھَا حُسْناً (۳۸۸)

ترجمہ: آپ فرمایئے کہ میں بجز قرابت کی محبت کے اس دعوتِ حق پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور جو شخص کوئی نیکی کماتا ہے، ہم اس کیلئے اس میں حسن دوبالا کر دیں گے۔

اس آیت کریمہ کے تحت محبتِ اہل بیت ؑ کے اثبات کیلئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''نصِ قطعی سے آنحضرت ﷺ کے قرابت داروں کی محبت ثابت ہے اور دعوت کی اجرت ان کی محبت مقرر کی ہے۔''(۳۸۹)

اس آیتِ کریمہ میں مفسرین نے مودۃ فی القربی کی مختلف تشریحات کی ہیں۔ بعض کے نزدیک یہی تفسیر جو حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اختیار کی ہے قابل ترجیح ہے۔ لیکن علمائے اہلسنت کی ایک کثیر تعداد نے اس توجیہ کو اختیار نہیں کیا۔

تفسیر نمونہ- جو ممتاز شیعہ علماء کی نگارشات کا مجموعہ ہے میں پہلے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

دلچسپ بات یہ ہے کہ اسی آیت مودۃ فی القربی کے علاوہ قرآن مجید میں پندرہ اور مقامات پر ''القربیٰ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو ہر جگہ قریبیوں اور نزدیکیوں کے معنی میں ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ بعض لوگ اس بات پر کیوں اصرار کرتے ہیں کہ صرف اسی آیت میں ''قربیٰ'' کو ''تقرب الی اللہ'' کے معنی میں منحصر کر دیا جائے اور اسکے واضح اور ظاہر معنی سے جو قرآن میں ہر جگہ استعمال ہوا ہے صرفِ نظر کر لیا جائے۔

مندرجہ بالا آیت کی اس تفسیر پر شاہدِ ناطق وہ بہت سی روایات ہیں جو شیعہ اور سنی کتب میں خود آنحضرت ﷺ کی زبانی نقل ہوئی ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ''قربیٰ'' سے مراد پیغمبر علیہ وآلہ السلام کے نزدیکی اور مخصوص لوگ ہیں۔(۳۹۰)

شیعہ نے اس ایت سے نظریۂ امامت کا استنباط کیا ہے۔ علامہ آلوسیؒ نے اسکا مدلل جواب دیا ہے۔(۳۹۱)

آلِ رسول ﷺ کی محبت اہم فریضہ ہے۔ لیکن اس آیت سے اسکا ثبوت محلِ نظر ہے۔ دوسرے نکتۂ نظر کی وضاحت کیلئے جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی تفاسیر سے چند اقتباسات پیشِ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

خدمت ہیں۔ پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں:

الا حرف استثنا ہے۔ یہاں مستثنیٰ منقطع ہے یعنی ''المودۃ فی القربیٰ'' جو مستثنیٰ ہے یہ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں تا کہ آیت کا یہ مفہوم ہو کہ میں تم سے کوئی اجر، کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا مگر یہ اجر طلب کرتا ہوں کہ تم آپس میں پیار محبت کرو۔ تقریباً یہی مفہوم ایک دوسری آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ قل لا اسئلکم علیه اجر الا من شاء ان یتخذ الیٰ ربه سبیلا ﴿سورۃ الفرقان: ۵۷﴾ یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا سوائے اس کہ جو چاہے، اپنے رب کی راہ اپنا لے۔ مجھے صرف تمہاری بھلائی اور خیر خواہی مطلوب ہے۔ اگر تم سدھر جاؤ اور تمہارے اطوار درست ہو جائیں تو یہی میری کاوشوں کا بہترین معاوضہ ہے۔ اظہارِ خلوص کیلئے اس سے زیادہ اثر انگیز اسلوب اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر مختلف انبیاء علیہ السلام کے یہ اعلانات مذکور ہیں: لا اسئلکم علیه اجرا ان اجری الا علیٰ رب العالمین. میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ جب دیگر انبیاء علیہ السلام اپنی قوموں سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کر رہے، کسی مالی یا ادبی منفعت کو خواہش نہیں کر رہے، تو فخر الانبیاء سید الرسل ﷺ کے متعلق یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ حضور نے کسی قسم کی منفعت کی خواہش کی ہو۔ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی نعمت کسی قارون کے بھرے ہوئے خزانے، ربع مسکون کی فرمانروائی، ان دعاہائے نیم شبی، ان گریہ ہائے سحر گاہی، کا صلہ نہیں ہو سکتی جن سے اس رحمت عالمیان ﷺ نے بنی نوع انسان کو مشرف فرمایا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس مرقع دلبری و زیبائی کی نوکِ مژگاں پر لرزتا ہوا ایک آنسو سارے عالم سے زیادہ قیمتی ہے اگر حضور اپنی ان دلسوزیوں، ان اشکباریوں کے معاوضہ کا تصور بھی کرتے تو شانِ رفیع سے بہت فروتر ہوتا۔ دشمنوں کو انگشت نمائی کا موقع مل جاتا۔ یہودی اور عیسائی ہمیں طعنہ دے سکتے کہ ہمارے راہنماؤں نے تو یہ اعلان کیا کہ لا اسئلکم علیه اجرا ان اجری الا علیٰ رب العالمین۔ اور تمہارے رسول نے مودۃ قربیٰ کا مطالبہ کر کے اپنی محنت و مشقت کا معاوضہ طلب کیا ﴿العیاذ باللہ﴾

اس آیت سے تھوڑا پہلے فرمایا کہ من کان یرید حرث الدنیا نؤته منها جو شخص دنیا کی کھیتی کا خواہاں ہوگا ہم اسے اسی میں سے دیں گے۔ اس سیاق و سباق کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرے نزدیک تو آیت کی یہی تفسیر زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۳۹۲)

امین احسن اصلاحیؒ نے اپنے استاد امام فراہیؒ کے حوالے سے اس آیت کا درج ذیل مفہوم نقل کیا ہے۔

وہ اس استثنا کو استدراک کے مفہوم میں لیتے ہیں اور آیت کی تاویل سورہ سباء کی آیت ۴۷: قل ماسالتکم من اجر فهو لکم ان اجری الا علیٰ اللّٰه، کہہ دو میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو تمہارے لئے مانگا ہے۔ میرا اجر تو اللہ ہی کے ذمہ ہے۔ کی روشنی میں کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ میں جو تمہیں صلۂ رحم، ادائے حقوق، اور اتفاق کی دعوت دیتا ہوں تو یہ نہ سمجھ کہ یہ میں ذاتی غرض سامنے رکھ کر کہہ رہا ہوں بلکہ تمہاری ہی دنیا اور آخرت کی بہبود کیلئے ہے۔ یہ مال تمہارے اغنیاء سے لیکر تمہارے ہی غرباء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس طرح میں تمہیں مؤدۃ فی القربیٰ کی راہ دکھا رہا ہوں اس میں میرا کوئی ذاتی فائدہ نہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہے۔(۳۹۳)

گویا تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول سے، اور دیگر قرائن مثلاً سورۂ شوریٰ کا مکی ہونا، خود نبی کریم ﷺ کا اہل بیت کیلئے صدقات حرام قرار دینا، اور باغ فدک کا مسئلہ، اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ کی تاویل جو حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے کی دیگر مفسرین کے نزدیک قابل ترجیح نہیں۔ لیکن محبت و مؤدتِ آلِ رسول ﷺ بہر حال ایمان کا تقاضا ہے۔

۶۳۔ وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ. (۳۹۴)

ترجمہ:

اور وہی ہے جو بارش برساتا ہے اسکے بعد کہ لوگ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں اور پھیلا دیتا ہے اپنی رحمت کو۔

جب کام ناامیدی کو پہنچا اور تمام امیدیں منقطع ہوگئیں تو اس ﴿اللہ﴾ نے کام بنایا۔(۳۹۵)

۶۴۔ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ. (۳۹۶)

ترجمہ:

تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ باطل معبود دو ہیں۔ ایک آفاقی۔ جن سے مراد لات وعزیٰ ہیں اور دوسرے انفسی۔ اس سے مراد نفسانی خواہشات ہیں۔ اس آیت کریمہ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے نزدیک ''نفسانی خواہشات'' مراد ہیں۔(۳۹۷)

۶۵۔ هٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (۳۹۸)

ترجمہ:

یہ ہمارا نوشتہ ہے جو تمہارے بارے میں سچ بولتا ہے جو تم دنیا میں عمل کیا کرتے تھے ہم لکھ لیا کرتے تھے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علمائے کرام نے اس سے فرشتوں کا لکھنا مراد لیا ہے اور خدا کی طرف اس استناد کو مجازی بتایا ہے۔(۳۹۹) ایک مرتبہ میں ﴿شیخ احمد سرہندیؒ﴾ یہ آیت بار بار تلاوت کر رہا تھا کہ یکا یک میرے دل میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر لکھنے کی نسبت خود اپنی طرف فرمائی ہے تو اسکی کوئی حقیقت ضرور ہوگی۔ اس کے بعد ایسا ظاہر ہوا کہ اس مرتبۂ مقدسہ میں فرشتوں کی اعمال نویسی کے علاوہ ایک اور قسم کا لکھنا بھی ثابت ہے۔ وہ ان افراد کیلئے ہوگا جن کے حالات سے اللہ تعالیٰ اپنے سوا فرشتوں کو بھی مطلع نہیں کرنا چاہتا۔(۴۰۰)

۶۶۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَاناً حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهاً وَّوَضَعَتْهُ كُرْهاً. (۴۰۱)

ترجمہ:

اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اسکو اسکی ماں نے بڑی مشقت سے پیٹ میں اٹھایا اور بڑی مشقت سے جنا۔

حقوق العباد کی اہمیت اور عظمت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کی خدمت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

جس طرح حق جل وعلا کے احکام کی فرماں برداری، اور جن باتوں سے اس نے روکا ہے، ان سے رکنا ضروری ہے اسی طرح مخلوق کے حقوق کی ادائیگی اور ان سے ہمدردی کا سلوک کرنا بھی ضروری ہے۔

اَلتَّعْظِيْمُ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَالشَّفَقَةُ عَلٰى خَلْقِ اللّٰهِ. (۴۰۲)

اللہ کے احکام کی تعظیم اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا سلوک

یہ حدیث ان ہی دو صفتوں کی ادائیگی کا بیان اور دین کے دونوں پہلوؤں پر دلالت کرتی ہے۔ پس دین کے دو پہلوؤں میں سے ایک پر کفایت کرنا کوتاہی ہے اور کل کو چھوڑ کر ایک جز پر اکتفا کرنا کمالِ فرماں برداری سے دور ہے۔(۴۰۳)

سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۵ درج کرنے کے بعد والدین کے شکر گزار بننے کے متعلق سورہ لقمان آیت ۱۴ ﴿ان اشکرلی ولوالدیک﴾ نقل کرنے کے بعد حقوق اللہ و حقوق العباد کے درجات میں تفاوت کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''اس کے باوجود اعتقاد یہ ہونا چاہیئے کہ مطلوب حقیقی تک وصول کے مقابلے میں سب کچھ بے کاری ہے۔ بلکہ جس طرح منازلِ سلوک کو طے کرنا چاہیئے، اسکے سامنے محض معطل رہنا ہے، آپ نے حسنات الابرار سیأت المقربین سنا ہوگا۔''

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن است
گر شکر خورون بود جان کندن است

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے چاہے شکر کھانے کا کام ہی کیوں نہ ہو اپنی جان کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہلاک کرنے کے مترادف ہے

اللہ کا حق تمام حقوق پر مقدم ہے مخلوق کے حقوق ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر ہے ورنہ کس کی مجال ہے کہ اسکی خدمت کو چھوڑ کر دوسروں کی خدمت میں مشغول ہو۔ مخلوقات کی خدمت انجام دینا اس اعتبار سے حق تعالیٰ کی خدمات میں داخل ہے لیکن اِس خدمت اور اُس خدمت میں بڑا فرق ہے۔ مزارع اور ہل چلانے والے بھی بادشاہوں کے خادم ہی شمار ہوتے ہیں لیکن خاص مقربوں کی خدمت کچھ اور چیز ہے، وہاں زراعت اور ہل چلانے کا نام لینا بھی سراسر معصیت ہے اور ہر کام کی مزدوری کام کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ ہل چلانے والے کو دن بھر محنت شاقہ کرنے کے باوجود دن کی مزدوری صرف ایک ٹکہ ملتی ہے اور مقرب لوگ ایک گھڑی کی خدمت سے لاکھوں روپے کے مستحق بن جاتے ہیں۔ لیکن لاکھوں روپے کے مستحق ہونے کے باوجود انہیں ان روپوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ وہ بادشاہ کے قرب میں گرفتار ہیں انہیں اور کسی شے سے تعلق نہیں ہوتا۔ ہل چلانے والے خدمتگار اور بادشاہ کے مقرب دونوں کی خدمتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔(۴۰۴)

۶۷۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ. (۴۰۵)

ترجمہ:

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

امام محی السنۃ بغوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: کہ ان لوگوں میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائیگا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے۔(۴۰۶)

اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں کیونکہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ اس قوم سے خوش ہوا اور اس میں شک نہیں ہے کہ ایسے آدمی کو کافر کہنا جسے کتاب وسنت میں بہشت کی بشارت مل چکی ہو، خود بدترین قسم کا کفر ہے۔(۴۰۷)

۶۸۔ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ. (۴۰۸)

ترجمہ:

وہ آپس میں بڑے رحمدل ہیں۔

سورۂ الفتح کی آیت کے ان الفاظ سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ مشاجرات صحابہ کی بنیاد بغض و کینہ نہ تھی صحابہ کی اجتہادی خطاؤں میں خلوص وللّٰہیت تھا۔ ان الفاظِ قرآنیہ سے ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے، جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، حضرت مجدد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''روافض کے گمان میں تمام صحابۂ پیغمبر علیہم الصلوات والتسلیمات منافق اور فریبی تھے۔ معاذ اللہ اور ان کا ظاہر ان کے باطن کے برعکس تھا تو چاہیئے کہ ان کے نزدیک اس امت کے بدترین لوگ صحابہ کرام اور سب صحبتوں اور مجلسوں میں بدترین حضرت خیر البشر علیہ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت و مجلس ہو۔ کیونکہ یہ نفاق اور فریب وغیرہ جیسے برے اخلاق اسی مجلس سے پیدا ہوئے۔ چاہیئے کہ تمام زمانوں سے بدتر زمانہ صحابہ کا زمانہ ہو، جو نفاق، عداوت، بغض اور کینہ سے لبریز تھا۔ حالانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے کلام مجید میں انہیں رحماء بینھم فرماتا ہے۔ یہ لوگ جب سابقین امت کو ان برے اخلاق سے متصف کرتے ہیں تو متاخرینِ امت میں کیا بھلائی اور خیر پائیں گے۔''(۴۰۹)

سورۃ الفتح کی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ فضائل و کمالاتِ صحابہؓ یوں بیان کرتے ہیں:

تو اے مخاطب! میں تجھے کہتا ہوں کہ اکابرین دین اور کبرائے اسلام پر طعن کرنے سے پرہیز کر جنہوں نے کلمۂ اسلام بلند کرنے اور سیدِ انام علیہ السلام کی مدد و نصرت میں اپنی پوری کوشش صرف کر دی۔ رات دن پوشیدہ اور ظاہر دین کی تائید کیلئے اپنے اموال خرچ کئے اور حب رسول ﷺ کی خاطر اپنے خاندان، قبیلے، اولاد، بیویاں، وطن، مکانات، چشمے، اپنی کھیتی باڑیاں، درخت اور نہریں سب کچھ چھوڑ دیا۔ رسولِ پاک ﷺ کی ذات کو اپنی ذات پر ترجیح دی۔ اپنے اموال اور اولاد کی محبت کے مقابلے میں آپ کی محبت کو اختیار کیا۔ آپ کی صحبت میں برکاتِ نبوت سے سرفراز ہوئے، وحی کا مشاہدہ نصیب ہوا اور حضورِ ملائکہ سے بھی مشرف ہوئے، خوارق و معجزات دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ ان کا غیب شہادت اور ان کا علم عین الیقین بن گیا۔ انہیں یقین کی وہ دولت عطا کی گئی جو بعد میں کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ دوسروں کے احد پہاڑ جتنے خرچ کیے ہوئے سونے کا ثواب صحابہ کے ایک سیر جو کے ثواب کے برابر نہیں ہو سکتا۔(۴۱۰) یہی وہ حضرات ہیں جنکی اللہ تعالیٰ نے صفت وثنا کی ہے۔ اللہ ان سے راضی ہو چکا ہے وہ اللہ سے۔ یہ ان کا حال تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال اس طرح مذکور ہے کہ یہ اس کھیتی کی مانند ہیں جس نے ان کو نکالا۔ پس اسے قوی اور طاقتور کیا پھر وہ موٹی ہوئی پھر وہ اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ کسان کو بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ تا کہ اللہ ان کے ساتھ کافروں کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ سے ناراض رہنے والوں کو کفار کہا ہے۔ اسلئے میں بار بار کہتا ہوں کہ صحابۂ کرام سے بغض رکھنے سے بالکل اسی طرح بچنا ضروری ہے جس طرح کفر سے۔(۴۱۱)

مُلا مراد کشمی کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کی اس کمال مہربانی کی وجہ سے جو وہ آپس میں رکھتے تھے مدح فرمائی ہے۔ کیونکہ رحیم جو کہ رحماء کا واحد ہے مہربانی میں مبالغہ کو متضمن ہے اور چونکہ صفت مشبہ استمرار پر بھی دلالت کرتی ہے چاہیئے کہ ان کی آپس میں مہربانی، استمرار اور دوام کی صفت پر ہو، رسول کریم ﷺ کی حیات اور وصال کے بعد بھی۔ جو کچھ ایک دوسرے کے حق میں مہربانی کے منافی ہے اسکی ان بزرگوں سے ہمیشہ نفی کرنی چاہیئے۔ پھر جب تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پسندیدہ صفت سے متصف ہوں جیسا کہ کلمہ والذین کا مقتضا ہے جو کہ عموم اور استغراق کے صیغوں سے ہے تو پھر اکابر صحابہ کے متعلق کیا کہا جائے کہ ان میں تو یہ صفت اتم واکمل ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں (۴۱۲) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ (۴۱۳) یعنی لوازم وکمالات جو نبوت میں درکار ہیں وہ تمام حضرت عمر رکھتے ہیں لیکن چونکہ منصب نبوت خاتم الرسل ﷺ پر ختم ہو چکا ہے لہٰذا منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔ نبوت کے لوازمات میں سے ایک کمال درجہ کی مہربانی اور خلقت پر شفقت بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ اخلاق جو شفقت ومہربانی کے خلاف ہیں اور برے اخلاق میں سے حسد کینہ، بغض، عداوت اس جماعت کے حق میں جو صحبتِ خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ السلام کے شرف سے مشرف ہو چکی ہو کس طرح تصور کئے جاسکتے ہیں۔ اگر یہ لوگ بھی ان ردی صفات سے موصوف ہوں گے، کہ اس امت مرحومہ کے کمینہ آدمی کو بھی ان برے اخلاق سے عار ہے تو پھر یہ لوگ کیوں اس امت کے بہترین آدمی ہوں گے اور یہ امت کس وجہ سے خیر الامم ہوگی؟ اور ایمان کی اسبقیت اور مال وجان خرچ کرنے کی اولیت کی کیا بزرگی وفضیلت رہے گی؟ اور بہترین زمانہ کی کیا تاثیر ہوگی؟ اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا کیا اثر رہے گا؟ (۴۱۴)

۲۹۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ. (۴۱۵)

ترجمہ:

تاکہ انہیں دیکھ کر کفار آتشِ غیظ میں جلتے رہیں۔

یہ سورۃ الفتح کی ایک آیت جو مدحِ صحابہ میں ہے کا ایک حصہ ہے۔ آیت کے اس حصہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے صحابہ سے بغض وعناد رکھنے والوں کے کفر پر استدلال کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدترین وہ گروہ ہے جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم سے بغض وعناد رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود اس گروہ کو کفار کے نام سے یاد کرتا ہے۔ قرآن مجید اور شریعت مطہرہ کی تبلیغ واشاعت صحابہ کرامؓ نے کی ہے۔ اس مبارک گروہ پر طعن واعتراض سے قرآن وشریعت کا مشکوک ہونا لازم آتا ہے۔ قرآن حکیم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمان مطعون وقابل اعتراض ٹھہریں تو قرآن کی بھی غلط کہنا پڑے گا۔ (۴۱۶)

۳۰۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. (۴۱۷)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ترجمہ:

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کریم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ اور نہ آپ سے زور سے بات کیا کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔ اس بے ادبی سے کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

جو لوگ آں سرورﷺ کے ساتھ گفتگو کے دوران آواز بلند کرتے تھے۔ کس سختی کے ساتھ انہیں آواز بلند کرنے سے روکا گیا ہے۔ اور اس فعل پر وعید اور ڈانٹ نازل ہوئی۔ (۴۱۸)

۱۷۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ. (۴۱۹)

ترجمہ:

بے شک اسمیں ضرور نصیحت ہے اُس کیلئے جو صاحبِ دل ہو یا کان لگائے اس حال میں کہ وہ متوجہ ہو۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے اس آیت کے حوالہ سے عوارف المعارف میں اپنی تحقیقات رقم فرمائیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے ان کو نقل کرنے کے بعد اپنی تحقیقات بیان کی ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابو بکر واسطیؒ نے کہا کہ یہ ایک مخصوص قوم کیلئے نصیحت ہے سب لوگوں کیلئے نہیں اور وہ، وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ. (۴۲۰)

واسطیؒ نے یہ بھی کہا کہ مشاہدہ ذہول پیدا کرتا ہے اور حجاب فہم لاتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی کرتے ہیں تو وہ جھک جاتی ہے اور دبک جاتی ہے۔ (۴۲۱)

مجدد علیہ الرحمہ نے اپنی تحقیقات کو اس طرح بیان کیا:

شیخ شہاب الدینؒ اور واسطیؒ نے جو کچھ کہا وہ کچھ لوگوں کے حق میں صحیح ہے۔ یہ آیت کچھ دوسرے لوگوں کیلئے اس کے خلاف فیصلہ کرتی ہے اور وہ اربابِ تمکین ہیں۔ ان کیلئے مشاہدہ اور فہم اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ واسطیؒ نے پہلے کہا وہ دلالت کرتا ہے کہ نصیحت اہلِ تمکین کیلئے ہے کیونکہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد زندہ کیا یعنی ان کو فناء کے بعد بقاء سے مشرف کیا ہے۔ اہلِ تلوین کیلئے فناء ہے نہ بقاء نہ ان کو دوسری زندگی عطا ہوئی ہے کیونکہ وہ وسطِ طریق میں ہیں اور فناء اور بقاء کے احوال ہیں اور دوسرا قول اگر انہوں نے آیت کے بیان میں کہا ہے تو دلالت کرتا ہے کہ نصیحت، حجاب اور پوشیدگی کی حالت میں اہلِ تلوین کیلئے ہے نہ کہ مشاہدہ اور مکاشفہ کے وقت کیونکہ وہ نسیان کا وقت ہے، تو یہ قول آپ کے پہلے قول کے منافی ہے اور اگر آپ نے اس معرفت کو اپنے توسطِ حال میں کسی اور مقام پر، نہ کہ اس آیت کے بیان میں کہا ہو پھر کوئی منافات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نہیں اور نہ شیخ قدس سرہ پر کوئی اعتراض۔ جو واسطی نے کہا ہے وہ کچھ لوگوں کے حق میں صحیح ہے اور وہ اہلِ تلوین ہیں اور یہ آیت اس کے خلاف کچھ اور لوگوں کیلئے فیصلہ کرتی ہے اور وہ ارباب تمکین ہیں کیونکہ واسطیؒ نے آیت کے معنی میں بیان کیا ہے کہ نصیحت ارباب تمکین کیلئے مخصوص ہے کیونکہ وہی موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں نہ کہ اہل تلوین۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر آپ نے اہل تلوین کے احوال میں ایک مستقل معرفت کا بیان کیا ہے، جس کا آیت کے بیان سے تعلق نہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ وہ آیت کے حکم کے خلاف کہتے ہیں اس لئے کہ آیت ایک قوم کے حق میں وارد ہوئی ہے اور یہ معرفت ایک دوسری قوم کے احوال کا بیان ہے اور اگر واسطیؒ نصیحت کو ابتداء میں اہل تمکین سے مخصوص نہ کرتے اور نصیحت کو اہلِ تلوین کیلئے بھی انکی حالتِ احتجاب میں اپنے دوسرے قول سے ثابت کرتے تو آپ کے دونوں اقوال میں منافات نہ ہوتی اور نہ ہی شیخؒ کا اعتراض ان پر وارد ہوتا۔

اور میرے نزدیک بظاہر اس آیت میں دونوں فریقوں کے حال کا بیان ہے۔ یعنی من کان له قلب میں ارباب قلوب کا حال ہے جن کے احوال بدلتے رہتے ہیں انہیں کو اصحاب تلوین بھی کہتے ہیں اور او اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْد" میں اہل تمکین کے حال کا بیان ہے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے عینِ شہود کی حالت میں فہم کیلئے اپنے کانوں کو لگا رکھا ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ قومِ اول کیلئے بعض وقتوں میں نصیحت ہے اور دوسری قوم کیلئے تمام احوال میں نصیحت ہے۔

اگر شیخ قدس سرہ اس طرح کہتے کہ یہ آیت اس کے خلاف ایک دوسری قوم کا حکم بھی بیان کرتی ہے تو بہت ہی مناسب ہوتا۔ کلمۂ "اَوْ" منعِ خلو کیلئے ہے پس فریقین کو نصیحت میں جمع کرنے کے منافی نہیں۔ (۴۲۲)

ص

۷۲۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ. (۴۲۳)

ترجمہ:

ہم اسی کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

اگرچہ حق تعالیٰ کا ہمارے ساتھ ہم سے زیادہ اقرب ہونا نصِ قطعی سے ثابت ہے لیکن کیا کہا جائے کہ حق تعالیٰ ہماری عقل وفہم اور ہمارے علوم وادراکات سے وراء الوراء ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ماوراء ہونا قرب میں ہے نہ جانب بُعد میں کیونکہ حق تعالیٰ ہر نزدیک سے زیادہ نزدیک ہے حتیٰ کہ اسکی ذاتِ احدیت کو ان صفات کی نسبت جن کے آثار وافعال ہم میں زیادہ نزدیک پاتے ہیں۔ یہ معرفت، نظرِ عقل سے ماوراء ہے۔ کیونکہ عقل اپنے سے زیادہ نزدیک کا تصور نہیں کر سکتی۔ ایسی مثال جو اس بحث کی توضیح وتشریح کر سکے ہر چند تلاش کی گئی، نہیں ملی۔ اس معرفت کی دلیل وسند نصِ قطعی اور کشفِ صحیح ہے۔ (۴۲۴)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۷۳۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. (۴۲۵)

ترجمہ:

اور خود تمہارے اندر بھی نشانیاں ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آتیں۔

حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا: اہل اللہ، فناء اور بقاء کے بعد جو دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر پہچانتے ہیں۔ ان کی حیرت اپنے وجود میں ہی ہوتی ہے۔ (۴۲۶)

۷۴۔ وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ. (۴۲۷)

ترجمہ:

جن اور انسان اس لئے پیدا کئے گئے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔

لِیَعْبُدُوْنِ. (۴۲۸)

پس جن وانس کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے جو ان کا کمال ہے۔ نہ کوئی ایسا امر جو حق سبحانہ کی جناب کی طرف عاید ہو سکے۔ اور حدیث قدسی میں جو یہ واقع ہوا۔

فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ. (۴۲۸۔۱)

میں نے خلقت کو اس لئے پیدا کیا کہ پہچانا جاؤں ﴿۴۲۹﴾

اس جگہ یہ معرفت مراد ہے نہ یہ کہ میں معرفہ بنوں اور ان کی معرفت کے ذریعے کمال حاصل کروں۔

عبادت تذلل اور شکستگی سے عبارت ہے۔ (۴۲۹۔۱) تو انسان کی پیدائش سے مقصود اسکی عاجزی اور انکساری ہے۔ خاصکر مسلمانوں اور دینداروں کی پیدائش وخلقت کہ ان کیلئے تو دنیا قید خانہ ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے نزدیک امراض قلبی کی موجودگی میں عبادت بے فائدہ ہے بلکہ نقصان دہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

جب تک انسان مرضِ قلبی میں مبتلا ہے فی قلوبھم مرض "کوئی عبادت وطاعت اس کیلئے نفع مند نہیں بلکہ مضر ہے۔

رُبَّ قَالٍ لِلْقُرآنِ والقُرآنُ یَلْعَنُہٗ.

﴿بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ایسے ہیں جن پر قرآن لعنت کرتا ہے﴾

حدیث مشہور ہے اور

رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ والظَمأُ. (۴۳۱)

﴿بہت سے روزے دار ایسے ہیں جنہیں روزے سے سوا بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (۴۳۲)

شریعت نے جن عبادات کا بندوں کو مکلف بنایا ہے اس میں نفع بندوں کا ہی ہے۔ آپؒ رقمطراز ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وہ عبادت جو شرع محمدی نے بیان کی ہے ان عبادات سے مقصود بھی بندوں کے منافع اور مصالح ہیں۔(۴۳۳)

عبادت بجالاتے وقت غرض پیش نظر نہیں ہونی چاہیئے۔اس سلسلہ میں آپکا ارشاد ہے:

غیر حق تعالیٰ کی عبادت سے اس وقت نجات نصیب ہوگی جبکہ خداوند جل وعلا کے سوا کوئی چیز مقصود نہ رہے اگر چہ وہ مقاصدِ اخروی اور بہشتی نعمتوں میں سے ہی کیوں نہ ہو۔اگر چہ یہ مقاصد حسنات میں سے ہیں لیکن مقربین کے نزدیک سیئات میں داخل ہیں۔جب اخروی امور کو مقاصد قرار دینے کی نوعیت یہ ہے تو امورِ دنیویہ کو مقاصد قرار دینے کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے۔(۴۳۴)

فتنہ،مصائب اور پریشانیوں میں عبادت کا جو درجہ ہے اس کی وضاحت حدیث کے حوالے سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

عِبَادَةٌ فِي الْهَرَجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ. (۴۳۴۔ا)

فتنہ کے وقت عبادت میں مصروف رہنا میری طرف ہجرت کا ثواب رکھتی ہے۔

پس عبادت سے روکنے والے اسباب درحقیقت عبادت پر راغب کرنے والے اسباب ہیں۔(۴۳۵)

لوگ کہتے ہیں کہ عرفاء کو مقامِ عرفان کے حصول کے بعد عبادت کی حاجت نہیں رہتی حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے ان کا رد کیا ہے اور بتایا ہے کہ عرفاء کو مبتدیوں سے زیادہ عبادت کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں:

عارفوں کو عبادت کی اس قدر حاجت ہے کہ اسکا دسواں حصہ بھی مبتدیوں کو نہیں۔کیونکہ ان کے عروج عبادات سے وابستہ ہیں اور ان کی ترقیاں شرائع اور احکام کے بجالانے پر منحصر ہیں۔عبادات کے ثمرات اور فائدے جنکی امید عوام کو کل قیامت کے دن ہے،عارفوں کو وہ ثمرات آج ہی حاصل ہیں پس یہ عبادت کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔(۴۳۶)

اسلام اور ہندومت میں تصورِ عبادت میں فرق واضح کرتے ہوئے ہروی رام کو آپ نے لکھا:

ہمارے پیغمبر علیہم الصلوات والسلام تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار گزرے ہیں۔انہوں نے مخلوق کو خالق کی عبادت کی ترغیب دی۔اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا۔اور اپنے آپ کو بندۂ عاجز سمجھا۔وہ اس ذات تعالیٰ کی ہیبت وعظمت سے ڈرتے اور لرزتے رہے۔ہندوؤں کے خداؤں ﴿مراد پیشواء﴾ نے مخلوقات کو اپنی عبادت کی ترغیب دی ہے اور اپنے آپ کو الٰہ جانا ہے۔اگر چہ وہ پروردگار کے قائل ہوئے ہیں لیکن اپنے اندر حلول واتحاد بھی ثابت کیا ہے اور اسی بناء پر مخلوق کو اپنی عبادت کی ترغیب دی ہے۔(۴۳۷)

دورانِ عبادت عابد لذت ومزہ محسوس کرتا ہے،لیکن مختلف عبادتوں کی لذت وحلاوت مختلف ہے یہاں تک کہ نوافل اور فرائض کی لذت میں بھی فرق ہے۔اس ضمن میں آپ نے لکھا:

عبادت میں لذت اور اس کے اداء کرنے میں رنج وتکلیف کا دفع ہونا حق سبحانہ وتعالیٰ کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ خاص کر ادائے نماز میں جو غیر ملتجی کو میسر نہیں۔ علی الخصوص فرض نماز کی ادا میں کیونکہ ابتداء میں نفل نماز کے ادا کرنے میں لذت نصیب ہوتی ہے اور نہا النہایہ میں پہنچ کر یہ لذت فرض کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے۔ (۴۳۸)

۷۵۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى. (۴۳۹)

ترجمہ:

اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، ان کا فرمانا نہیں ہوتا مگر وہی جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

یہ قرآنی آیت نطق کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ اہل تفسیر (۴۴۰) نے اسکو بیان کیا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی تمام کہی ہوئی باتیں وحی کے مطابق ہوتیں تو آپ کی بعض باتوں پر اعتراض وارد نہ ہوتے اور ان پر معافی دیئے جانے کے الفاظ کے استعمال کی گنجائش نہ ہوتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ. (۴۴۱)

اللہ نے آپکو معاف فرمادیا۔ آپ نے انہیں کیوں اذن دے دیا۔ (۴۴۲)

آیت کریمہ کا یہ مفہوم درحقیقت واقعہ قرطاس کے سلسلہ میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں بیان کیا۔

واقعۂ قرطاس ہی کے ضمن میں اس آیتِ مبارکہ کے حوالہ سے اپنے رسالہ ردِ روافض میں لکھتے ہیں:

قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان وما ینطق عن الھویٰ اس مطلب کی طرف مشیر ہے کہ قرآن کی کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں فرماتے اور اگر ایسا ہوتا کہ آپ کے تمام اقوال وافعال وحی کے بموجب ہوتے تو آپ کے بعض اقوال وافعال پر اعتراض نہ ہوتا اور عتاب وارد نہ ہوتا۔ (۴۴۳) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ. (۴۴۴)

﴿اے نبی کریم آپ کیوں ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ نے آپ کیلئے حلال فرمایا۔ آپ ﴿از راہِ شفقت﴾ بیویوں کی رضا چاہتے ہیں۔ اللہ بہت بخشنے والا بیحد رحم فرمانے والا ہے۔

یا فرمان الٰہی ہے:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ. (۴۴۵)

﴿آپ کو معاف فرمایا آپ نے انہیں کیوں اذن دیدیا﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور قرآن پاک میں ہے:

مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنيا. (۴۴۶)

ایک اور مقام پر فرمایا:

لاتُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَداً. (۴۴۷)

ترجمہ:

اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ منافق پر رسول کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (۴۴۸) اور دوسری روایت سے پتا چلتا ہے کہ نماز سے پہلے مگر ارادۂ نماز کے بعد اس آیت کا نزول ہوا۔ (۴۴۹) بہر حال فعل سے نبی کا ثبوت بہم پہنچتا ہے خواہ وہ اعضائے بدنی کا فعل ہو یا دل کا۔ اس قسم کی مثالیں قرآن کریم میں بہت ہیں تو ہو سکتا ہے آنجناب کے بعض افعال واقوال رائے اور اجتہاد سے ہوں۔

قاضی بیضاوی آیت مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ﴿۴۵۰﴾ ﴿اچھی طرح زمین میں خون بہائے بغیر قیدی بنانا نبی کے شایاں نہیں﴾ کی تفسیر کے ذیل میں کہتے ہیں (۴۵۱) یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ حضرات انبیاء اجتہاد کرتے ہیں اور اجتہاد کبھی خطاء ہو جاتا ہے لیکن وہ اس اجتہاد پر قائم نہیں رہتے۔ صحابۂ کرام عقلی اور اجتہادی امور واحکام میں اختلاف کی گنجائش اور خلاف کا حق رکھتے تھے۔ بعض اوقات صحابہ کی رائے کے مطابق وحی آتی تھی۔

اس کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کے مسئلہ کی تفصیل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

پس ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کاغذ منگوانے کیلئے حکم دینا یا جیش اسامہؓ کی تیاری کیلئے فرمانا اور اسی طرح آپ کا مروان (۴۵۲) کو نکلوانا بطریق وحی نہ ہو بلکہ محض رائے اور اجتہاد سے ہو لہٰذا ان امور کی مخالفت کو ہم کفر تسلیم نہیں کرتے۔ (۴۵۳)

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اجتہادی اور غیر اجتہادی امور کی تفصیل واقعہ قرطاس کے ضمن میں بیان کی اس واقعہ کے بارے میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے افکار ونظریات درج ذیل ہیں:

آپ سے ابوالحسن بہابد خشی نے درج ذیل سوال دریافت کیا:

سوال:

خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے مرض الموت میں کاغذ طلب کیا اور فرمایا ایتونی بقرطاس اکتب لکم کتابالن تضلوا بعدی. (۴۵۴) ﴿کہ میرے پاس کاغذ لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ دوں تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو﴾ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ساتھ کاغذ لانے سے منع کر دیا اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حسبنا کتاب اللّٰہ اور یہ بھی فرمایا: اھجر استفھموہ.

رسول اللہ ﷺ جو فرماتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جیسا کہ

وما ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحی

ارشاد باری ہے۔ وحی کی تردید اور اس سے روکنا کفر ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ. (۴۵۵)

﴿جو فیصلہ نہ کریں اللہ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق وہی لوگ کافر ہیں﴾

اور یہ بھی ہے کہ پیغمبر کیلئے ہذیان کو تجویز کرنا آپ کی شریعت کے احکام سے اعتماد اٹھانے کو مستلزم ہے۔ (۴۵۶) اس سوال کے جواب کیلئے آپ نے چھ مقدمات بیان کئے۔ پانچویں مقدمہ میں لکھتے ہیں:

وہ توقف جو صرف استفسار کی بنا پر ہو وہ برا نہیں۔ ملائکہ کرام نے بھی آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کی وجہ معلوم اور دریافت کرنے کیلئے عرض کیا تھا۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ. (۴۵۷)

﴿کیا تو اس میں اُسکو نائب بنائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا۔ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں﴾

حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی بشارت کے وقت فرمایا:

اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا. (۴۵۸)

﴿میرے رب میرے لیئے لڑکا کہاں سے ہوگا؟ حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کیوجہ سے سوکھ گیا ہوں﴾

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا تھا:

اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا. (۴۵۹)

﴿مریم بولیں کیونکر میرے لڑکا ہو سکتا ہے؟ حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں﴾

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی استفہام کی غرض سے کاغذ لانے میں توقف کیا ہو تو اس میں کیا حرج ہے؟ اور کیا شور ہے۔ (۴۶۰)

ایک دوسرے مکتوب میں اپ نے یہ وضاحت کر دی کہ کاغذ منگوانا امور اجتہادیہ میں سے تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازراہِ شفقت حسبنا کتاب اللّٰہ کہا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ زمانہ وحی منقطع ہو گیا ہے اور احکام سماوی مکمل ہو چکے ہیں۔ رائے اور اجتہاد کے سوا اثباتِ احکام کی اب کوئی صورت نہیں۔ اس وقت آنحضرت جو کچھ بھی تحریر فرمائیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

گے امورِ اجتہادیہ میں سے ہوگا۔ جس میں دوسروں کو بھی فاعتبروا یااولی الابصار کے مطابق شرکت کی اجازت ہے۔ اس طرح آپ نے بہتری اس میں محسوس کی کہ اس قدر درد و تکلیف کی حالت میں اپ کو رنج و تکلیف نہیں دینی چاہیئے، اس لئے دوسروں کی رائے اور اجتہاد پر ہی کفایت کرنی چاہیئے۔ حسبنا کتاب اللہ یعنی قرآن مجید جو قیاس اور استنباط کا ماخذ ہے مجتہدین کیلئے کافی ہے۔ وہ اس سے احکام کا استنباط کرلیں گے۔ کتاب اللہ کے ذکر کی تخصیص اس بناء پر ہوسکتی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قرائن سے معلوم کرلیا ہوگا کہ جن احکام کو آپ لکھنا چاہتے ہیں، ان کا ماخذ کتاب اللہ ہے، سنت نہیں کہ سنت کا بھی ذکر کیا جائے۔ پس حضرت عمر فاروق کا روکنا شفقت و مہربانی کے طور پر تھا کہ آنحضرت ﷺ کو شدتِ تکلیف میں مزید رنج و تکلیف میں نہ ڈالا جائے۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کاغذ طلب کرنے کا حکم بھی استحسان و استحباب کے طور پر تھا نہ کہ وجوب کے طور پر تاکہ دوسرے استنباط کی زحمت سے آرام میں رہیں۔ اگر کاغذ لانے کا حکم وجوب کے طور پر ہوتا تو آپ اپنے حکم کے جاری کرنے میں مبالغہ اور تاکید فرماتے اور صرف اختلاف کی بناء پر اس سے صرفِ نظر نہ کرتے۔

حضرت مجددؒ نے اھجر استفھموہ کا درج ذیل جواب لکھا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت سمجھا ہوگا کہ حضور ﷺ سے یہ کلام درد و تکلیف کی وجہ سے بلاقصد وارادہ صادر ہوا ہے، جیسا کہ لفظ اکتب سے وہم ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کبھی نہیں لکھا۔ نیز آپ نے فرمایا لن تضلوا بعدی.

جب دین کامل اور نعمت تمام اور رضائے مولیٰ اس سے وابستہ ہوچکی اس کے بعد ضلالت و گمراہی کی کیا صورت ہوگی۔ اور ایک ساعت میں آپ کیا لکھیں گے جس سے گمراہی دور ہوگی۔ جو تیئس سال میں لکھا جاتا رہا، کیا وہ کافی نہیں اور وہ گمراہی دور نہیں کرتا کہ ایک گھڑی میں شدتِ مرض کے باوجود کچھ تحریر فرمائیں جو گمراہی دور کرے۔ یہیں سے حضرت عمر فاروق نے سمجھا ہوگا کہ یہ کلام بر بناء بشریت بلاقصد آپ کی زبانِ مبارک پر جاری ہوا ہے۔ لہٰذا اس کی تحقیق کرو۔ ﴿۴۶۱﴾

واقعۂ قرطاس کے سلسلہ میں اٹھنے والے سوالات کا جواب دیتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے وماینطق عن الھویٰ کی تفسیر بیان کی ہے:

سورہ النجم کی اس آیت میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جو نقطۂ نظر پیش کیا اس کی توضیح و تشریح مفتی جلال الدین کے ایک فتویٰ سے ہوتی ہے۔ حضرت مجدد کے بیان کردہ نکات کی وضاحت کیلئے فتویٰ نقل کیا جاتا ہے:

مکری حضرت مفتی صاحب قبلہ دام الطافکم۔ السلام علیکم

التماس اینکہ حدیث قرطاس کے بارے میں اپ کے فتویٰ کا مطالعہ کیا۔ بجز عبارت ذیل کے آپ نے بہت خوب تحریر فرمایا ہے وہ عبارت یہ ہے کہ:

محبوب خدا ﷺ کا ہر کلام وحی الٰہی نہیں ہے تو یہ نص صریح وما ینطق عنہ الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں اطمینان بخش مدلل جواب تحریر فرمائیں۔ فقط

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

باسمہ تعالیٰ والصلاۃ والسلام علی رسولہ الاعلیٰ

محترم المقام زید احترامکم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ثم السلام علیکم

محبوب خدا ﷺ کا ہر کلام وحی الٰہی نہیں ہے یہ بات نصِ صریح کے خلاف نہیں اس لیئے کہ آیت کریمہ وما ینطق عنہ الھویٰ ان ھوالا وحی یوحیٰ کا مرجع قرآن عظیم ہے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے کہ انہ ضمیر معلوم وھوالقرآن کانہ یقول ماالقرآن الاوحی یعنی آیت کریمہ ان ھوالا وحی یوحیٰ کا مرجع قرآن ہے۔ گویا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن صرف وحی ہے اور تفسیر روح البیان میں ہے: ان ھوای ماالذی ینطق بہ من القرآن الاوحی من اللّٰہ تعالیٰ یوحیٰ الیہ بواسطۃ جبرئیل علیہ السلام اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قران وحی الٰہی ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے حضور ﷺ کی جانب وحی کیا جاتا ہے۔ اور مدارک میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں ہے: وماآتاکم بہ من القرآن لیس بمنطق یصدرعن ھواہ وربہ انما ھووحی من عنداللّٰہ یوحی الیہ یعنی جو قرآن کہ رسول تمہارے پاس لائے ہیں وہ ایسا کلام نہیں ہے جو ان کی خواہش اور رائے سے ہو، وہ صرف وحی الٰہی ہے جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔ اور تفسیر ابوالسعود میں ہے: ان ھوای ماالذی ینطق بہ من القرآن الاوحی من اللّٰہ تعالیٰ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جسے رسول قرآن بتاتے ہیں وہ صرف وحی الٰہی ہے اور تفسیر خازن میں ہے: ومایتطق عن الھویٰ ای بالھوی والمعنی لایتکلم بالباطل وذلک انھم قالوا ان محمدا یقول القرآن من تلقآء نفسہ ان ھوای ما ھو یعنی القرآن وقیل نطقہ فی الدین الاوحی من اللّٰہ یوحی الیہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ کفار ومشرکین کہتے تھے کہ محمد ﷺ قرآن اپنی طرف سے کہتے ہیں اس لئے آیت کریمہ کا یہ معنی ہوا کہ وہ باطل کلام نہیں فرماتے ہیں۔ قرآن اور بعض لوگوں نے کہا کہ کا ہر وہ کلام جو دین کے بارے میں ہو صرف وحی الٰہی ہے جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے اور معالم التنزیل میں ومایتطق عن الھویٰ کی تفسیر خازن کی مثل لکھنے کے بعد تحریر فرمایا: ان ھومانطقہ فی الدین وقیل القرآن یعنی دین کے بارے میں رسول کا کلام اور بعض لوگوں نے کہا کہ قرآن صرف وحی خداوندی ہے جو رسول کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔

ان معتبر تفسیروں سے واضح ہو گیا کہ آیت کریمہ ان ھوالا وحی یوحیٰ میں ھو کا مرجع قرآن عظیم ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن وحی الٰہی ہے نہ کہ ہر کلام اور تفسیر معالم التنزیل میں جو ھو کا مرجع نطقہ فی الدین بتایا تو اس سے بھی ہر کلام کا وحی الٰہی ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف دینی کلام کا وحی ہونا ثابت ہوتا ہے البتہ تفسیر جمل اور صاوی میں ہے کہ حضور ﷺ کے تمام اقوال وافعال اور سب احوال وحی الٰہی ہیں جیسا کہ ہمارے مقررین عام طور پر بیان کرتے ہیں مگر اس کے بارے میں علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ وہ ظاہر کے خلاف ہے اس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اس آیت کریمہ سے حضور ﷺ کے ہر قول وفعل کا وحی ثابت کرنا ایک وہم ہے اس لئے کہ ھو کا مرجع اگر قرآن کو تسلیم کیا جائے تو اس معنی کا خلاف ہونا ظاہر ہے اور ھو سے مراد حضور کا قول ہو تو ان کے قول سے وہی قول مراد ہے کہ جسے کفار ومشرکین شاعر کا قول کہتے تھے تو خدائے تعالیٰ نے رد کرتے ہوئے فرمایا: ولا بقول شاعر اور وہ قول قرآن کریم ہی ہے۔ علامہ امام رازی کی اصل عبارت یہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہے:

الظاهر خلاف ماهو المشهور عند بعض المفسرين وهو ان النبی ﷺ ماكان ينطق الاعن وحی ولاحجة لمن توهم هذا فی الاية لان قوله تعالیٰ ان هوالاوحی يوحی ان كان ضمير القرآن فظاهر وان كان ضميرا عائدا الیٰ قوله فالمرادمن قوله هوالقول الذی كانوا يقولون فيه انه قول شاعر وردالله عليهم فقال ولابقول شاعر وذلک القول هوالقرآن.

اور علامہ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر حضور سید عالم ﷺ کے ہر قول کو وحی الٰہی مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور نے کبھی اپنے اجتہاد سے کچھ نہیں فرمایا اور یہ بھی ظاہر کے خلاف ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے لڑائیوں میں اجتہاد فرمایا اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یا شہد کو جب حضور نے اپنے لئے حرام فرمالیا تو آیت کریمہ نازل ہوئی **یاایھاالنبی لم تحرم** یعنی اے نبی تم نے کیوں حرام فرمالیا ﴿پ ۲۸ سورۂ مریم﴾ معلوم ہوا کہ اگر حضور کا حرام فرمانا وحی الٰہی ہوتا تو **لم تحرم** نہ فرمایا جاتا اسی طرح حضور ﷺ نے جب کچھ لوگوں کو غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی اجازت دیدی تو آیت کریمہ **عفاالله عنک لم اذنت لهم** نازل ہوئی یعنی اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دیدیا۔ ﴿پ ۱۰، ع ۱۲﴾ ثابت ہوا کہ حضور کا ہر کلام وحی الٰہی نہیں، ورنہ حضور کے اجازت دینے پر **لم اذنت لهم** نہ فرمایا جاتا۔ علامہ رازی کے اصل الفاظ یہ ہیں:

هذايدل علی انه ﷺ لم يجتهد وهو خلاف الظاهر فانه فی الحروب اجتهد وحرم ماقال الله لم تحرم واذن لمن قال الله تعالیٰ عفا الله عنک لم اذنت لهم ﴿تفسیر کبیر جلد ہفتم ص: ۷۰۰﴾

علاوہ ان کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا ہر قول و فعل وحی الٰہی نہیں ہے۔ مثلاً بخاری شریف جلد دوم صفحہ: ۶۷۴ میں ہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے ﴿کسی مصلحت سے﴾ عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی تو یہ ایت کریمہ نازل ہوئی: **لاتصل علی احدمنهم مات ابدا ولاتقم علی قبره.** ﴿پ ۱۰ ع ۱۶﴾ اور کھجوروں کے بارے میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حضور ﷺ کا یہ قول مشہور ہے **انتم اعلم دنیاکم** اور سیّد عالم ﷺ نے اٹھارہ دن تک طائف کا محاصرہ جاری رکھا اور فتح نہیں ہوا۔ حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشورے پر حضور نے محاصرہ اٹھالیا ﴿زرقانی جلد سوم ص: ۳۳﴾ معلوم ہوا کہ طائف کا محاصرہ وحی الٰہی سے نہیں تھا ورنہ صحابی کے کہنے پر حضور محاصرہ نہ اٹھاتے۔

ان تمام شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضور ﷺ کا ہر قول و فعل وحی الٰہی نہیں ہے لہٰذا جن لوگوں نے کہا کہ ان کا ہر قول و فعل وحی الٰہی ہے تو ان کا مطلب یا تو یہ ہے کہ دینی امور میں حضور کا ہر قول و فعل وحی الٰہی ہے جیسا کہ معالم التنزیل میں فرمایا اور یا تو ان لوگوں کا قول عام مخصوص منہ البعض ہے۔ **هذاماظهر لی والعلم بالحق عندالله تعالیٰ ورسوله عزاسمه و صلی الله تعالیٰ عليه وسلم.**

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

(۴۶۲)

۷۶۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى. (۴۶۳)

ترجمہ:

دو کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہوئے۔

مقام قاب قوسین اوادنیٰ میں سر عظیم یہ ہے کہ جب انسانِ کامل سیر الی اللہ کے تمام ہونے کے بعد سیر فی اللہ سے متصف ہوتا ہے تو اخلاق اللہ سے متخلق ہو جاتا ہے اور جب مجمل طور پر اس سیر کو بھی تمام کر لیتا ہے اور اسماء وصفات کے پرتو کے ظہور کے دائرہ کو جو سیر فی اللہ سے وابستہ ہے ختم کر لیتا ہے تو اس لائق ہو جاتا ہے کہ محبوب بلا واسطہ ظلیت کے شائبہ اور حلول ومحلیت کے توہم کے بغیر اس میں ظہور فرمائے۔ چوں کہ محبوب کی صفاتِ ذاتیہ اسکی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں تو لازمی طور پر ذات کے ساتھ صفات کا ظہور بھی عاشق کے عین میں ہوگا اور وہ دو قوس تک پہنچ جائیگا جو کہ قوس ذات اور قوس صفات ہیں۔ یہ مقام، قاب قوسین کے مقامات میں نہایت اعلیٰ ہے جو ظلیت کے شائبہ کے بغیر ظہور اصلی سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر خدا کے فضل وکرم سے عاشقِ صادق کو محبوب کی ذات سے اس درجہ تعلق ہو جائے کہ اس کا کوئی اسم اور صفت باقی نہ رہے تو اس وقت فعلِ خداوندی جل سلطانہ سے اسم اور صفت اسکی نظر سے اٹھ جاتے ہیں اور سوائے ذات کے کوئی چیز اس کو ملحوظ اور مشہود نہیں رہتی اگر چہ صفات ہوتی ہیں لیکن اسکو شہود نہیں ہوتیں اس حالت میں او ادنیٰ کا راز ظاہر ہوتا ہے۔ (۴۶۴)

قاب قوسین کے معاملہ میں ظاہر میں مظہر کا رنگ پیدا ہوتا ہے کیونکہ سالک کو ذات وصفت کے زوال کا معاملہ حاصل نہیں ہوا، بخلاف معاملہ او ادنیٰ کے کہ اس میں مظہر کا کوئی حکم واثر نہیں رہتا۔ اسی لئے اس دوسرے مرتبہ میں مظہر ایک ایسا امر ہوتا ہے جو مرتبہ وجوب سے حاصل ہوا ہوتا ہے اور وہ ایک خاص خلعت ہے جو عارف کو معاملہ پورا کر لینے کے بعد مرتبۂ اصل سے عنایت فرماتے ہیں اور اسکو صورت کے افاضہ سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ پس مظہر اس معاملہ میں ایک ایسا امر ہوتا ہے جس میں عدم کی بو راہ نہیں پا سکتی اور امکان کے شائبہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ پس اگر ہم اس مرتبہ میں انفعال ﴿اثر قبول کرنا﴾ کا اثبات کریں تو وہ اپنے آپ سے ہوگا نہ کہ غیر کی طرف سے کیونکہ غیر کا کوئی اثر اور نشان باقی نہیں رہا:

وَلِوَجْهِهٖ مِنْ وَجْهِهٖ قَمَرٌ

وَلِعَيْنِهٖ مِنْ عَيْنِهٖ كُحْلٌ.

اگر چہ وہ انفعال جو مرتبۂ قاب قوسین میں ثابت کیا جائیگا وہ بھی حق ہے اور وہ حضور جو اس مرتبہ میں ہوتا ہے اصل کا ظہور ہے لیکن اس میں ظلیت کا شائبہ ہوتا ہے۔ اور وہ بلند مرتبہ کے لائق نہیں وہ انفعال جو اس مرتبہ مقدسہ او ادنیٰ کے لائق ہوتا ہے وہ ہے جس میں ظلیت کی بو راہ نہ پاتی ہو اور کسی صورت میں بھی غیر کو درمیان میں دخل نہ ہو کیونکہ غیر عدم کی آلودگی سے خالی نہیں ہے اور امکان کے نقص سے باہر نہیں ہے ہاں اگر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مراتب ظلال کے انفعالات ایسے ہوں تو ان ممکن کی گنجائش ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اس معاملہ میں اوادنیٰ میں عارف اپنے بائیں جانب کے لکھنے والے کو نہیں پاتا۔ اسکا راز یہ ہے کہ اس وقت اس کی بائیں جانب، دائیں جانب کا حکم حاصل کر لیتی ہے۔ کیونکہ بائیں جانب عدم کے تقاضوں میں سے ہے پھر جب عدم کے احکام زائل ہو گئے اور خالص وجود باقی رہ گیا تو اب اس جگہ بائیں جانب ہے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اسکو اچھی طرح سمجھ اور بے دینی میں مبتلا نہ ہو۔

اللہ نے فرمایا، ثم دنا فتدلیٰ، واضح ہو کہ اس دُنُوّ ﴿قرب﴾ کا تحقق اوادنیٰ کے تحقق کے بعد ہے جو پہلے ذکر ہوا۔ کیونکہ جب تک عارف کا کوئی اثر اور حکم باقی ہے اور عدم کی آلودگی سے مبرا نہیں ہوا اسکو اس دُنُوّ کی لیاقت نہیں۔ اس دُنُوّ کے تحقق کے بعد تَدَلّٰی ہے جو نزول کے ہم معنی ہے۔ جب تَدَلّٰی کا تحقق ہو جاتا ہے اور عارف کو خلق میں لاتے ہیں تو اس وقت قوسین کی صورت ظاہر ہوتی ہے اگرچہ قوس اول کا کوئی اثر اور حکم باقی نہیں رہا لیکن جب اسکو تَدَلّٰی سے مشرف فرماتے ہیں تو اس وقت قوسین کی صورت متوہم ہوتی ہے۔

پس بعد از تَدَلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ اس اعتبار سے فرمایا ہے کہ اس وقت قوسین کی صورت ثابت ہے نہ کہ اسکی حقیقت اوادنیٰ کیونکہ اس جگہ قوسین ثانی کا کوئی اثر اور حکم باقی نہیں رہا تو اس جگہ حقیقت میں دو قوس ہیں ہی نہیں۔ (۴۶۵)

بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے تب جا کر قوسین سے اوادنیٰ تک وصول میسر آ سکتا ہے۔ (۴۶۶)

سوال: امکان کے آثار و احکام کا بقاء مقام قاب قوسین میں ظاہر ہے کہ قوس امکان و قوس وجوب اس جگہ برپا ہے لیکن مقام اوادنیٰ میں جو کہ اصل میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے امکان کے احکام کا بقاء کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب: وجوب اور امکان میں مابہ الامتیاز چیز عدم ہے جو کہ امکان کی ایک طرف ہے کیونکہ امکان کی دوسری طرف وجود ہے جو قدر مشترک ہے، درمیان وجوب اور امکان کے، اور مقام اوادنیٰ میں اس عدم کے احکام زوال پذیر ہو جاتے ہیں اور قوسین کا امتیاز رفع ہو جاتا ہے۔ نہ کہ امکان بالکل مرتفع ہو جاتا ہے اور وجوب سے بدل جاتا ہے کہ وہ محال ہے۔ البتہ اس قدر ضرور ہے کہ مقام قاب قوسین میں ظلمانی حجابات سے باہر نہیں آتا کہ وہ عدم کے آثار ہیں اور مقام او ادنیٰ میں اگر حجاب ہیں، تو نورانی ہیں اور وہ وجود امکانی کی راہ سے آتے ہیں اور اسی توجیہ پر ایک بزرگ کی اس بیت کے معنی کو محمول کیا جا سکتا ہے

چوں ممکن گرد امکاں برفشاند

بجز واجب دروچیزے نہ ماند

اور امکان کی گرد جھاڑنے کا مطلب عدم کے احکام کا زوال ہے جو کہ سراسر کدورت ہے۔ (۴۶۷)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۷۷۔ وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ. (۴۶۸)

ترجمہ:

اور ہمارا حکم یکدم ہوتا ہے جیسے پلک جھپکی جاتی ہے۔

حق تعالیٰ کا علم اگرچہ جزئیات سے متعلق ہو لیکن تغیر کی آمیزش اس میں دخل نہیں پاتی اور حدوث کا گمان اس صفت میں پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ فلاسفہ نے زعم کیا ہے۔ کیونکہ تغیر اس تقدیر پر متصور ہو سکتا ہے جب کہ ایک کو دوسرے کے بعد جانا ہو۔ اور جب سب کو آنِ واحد میں جان لے تو پھر تغیر و حدوث کی گنجائش نہیں ہے۔ پس کچھ حاجت نہیں ہے کہ ہم اسکے واسطے تعلقات متعددہ ثابت کریں تا کہ تغیر و حدوث ان تعلقات کی طرف راجع ہو نہ کہ صفت علم کی طرف جیسے بعض متکلمین نے فلاسفہ کے شبہ کو دفع کرنے کیلئے کیا ہے۔ ہاں اگر معلومات کی جانب تعلقات کا تعدد ثابت کریں تو ہو سکتا ہے۔

اور اسی طرح کلام بسیط ہے کہ ازل سے ابد تک اسی ایک کلام سے گویا ہے۔ اگر امر ہے تو وہیں سے پیدا ہے۔ اور اگر نہی ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے اور اگر اعلام ہے تو وہ بھی وہیں سے ماخوذ ہے اور اگر استعلام ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے اور اگر تمنی یا ترجی ہے تو وہ بھی وہیں سے مستفاد ہے۔

تمام نازل شدہ کتابیں اور مرسلہ صحیفے اس کلامِ بسیط کا ایک ورق ہیں اگر تورات ہے تو وہیں سے لکھی گئی ہے اور اگر انجیل ہے تو اس نے بھی وہیں سے لفظی صورت حاصل کی ہے اور اگر زبور ہے تو وہیں سے مسطور ہے۔ اور اگر فرقان ہے تو وہ بھی وہیں سے نازل ہوا۔

واللہ کلام حق کہ علی الحق یکسیت و بس

واللہ! اللہ کا کلام درحقیقت ایک ہی ہے۔

ہاں نزول میں مختلف آثار آئے ہیں۔

اور اسی طرح ایک ہی فعل ہے اور اسی ایک فعل کے ذریعے اولین و آخرین مصنوعات وجود میں آرہے ہیں۔ ﴿سورۂ قمر کی آیت بالا﴾ میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے اگر احیاء اور اماتت ہے تو اسی فعل سے وابستہ ہے اور اگر انعام یا ایلام ہے تو اسی فعل سے متعلق ہے اور ایسے ہی اگر ایجاد ہے یا اعدام تو وہ بھی اسی فعل سے پیدا ہے۔

پس حق تعالیٰ کے فعل میں بھی تعددِ تعلقات ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک ہی تعلق سے تمام اولین و آخرین مخلوقات اپنے اپنے وجود کے اوقاتِ مخصوصہ میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ یہ تعلق بھی حق تعالیٰ کے فعل کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔ کیونکہ چون کی بے چون کی طرف کوئی راہ نہیں۔ (۴۶۹)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۷۸۔ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ. (۴۷۰)

اللہ رب العزت اسباب میں تاثیر پیدا فرماتا ہے۔ ورنہ اسباب کی حیثیت جمادات کی سی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ مختلف آیات کے حوالہ سے اپنا عقیدہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اسباب کو مدنظر رکھتے ہیں اور باوجود اس رعایت کے اپنے امر اور کام حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بدنظری کا لحاظ کر کے اپنے بیٹوں کو فرمایا:

يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ. (۴۷۰)

ترجمہ:

اے بیٹو ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔

اور باوجود اس رعایت کے پھر اپنے امر کو حق تعالیٰ کے سپرد فرمایا:

مَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ. (۴۷۱)

ترجمہ:

میں تمہیں اللہ کی تقدیر سے ذرا سا بھی نہیں بچا سکتا۔ حکم تو صرف اللہ کا نافذ ہوتا ہے میرا اسی پر بھروسہ ہے اور تمام بھروسہ کرنے والوں کو صرف اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

اور حضرت حق تعالیٰ نے ان کی اس معرفت کو پسند فرمایا اور اپنی طرف نسبت دے کر اس طرح فرمایا:

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. (۴۷۲)

ترجمہ:

اور وہ صاحب علم اس وجہ سے تھا کہ ہم نے اسے علم عطاء کیا تھا لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

حضرتِ حق سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں بھی ہمارے پیغمبر ﷺ کو اسباب کے توسط کی طرف اشارہ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. (۴۷۳)

ترجمہ:

اے نبی مکرم! آپ کو اللہ تعالیٰ اور وہ مومن کافی ہیں جو آپ کے فرمانبردار ہیں۔

باقی رہی اسباب کی تاثیر، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات تاثیر کو ان میں نہ پیدا کرے۔ اور کوئی اثر ان پر مترتب نہ ہو۔ جیسے ہم روزمرہ اسباب میں اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ کبھی ان اسباب پر سببات کا وجود مرتب ہو اور کبھی کوئی اثر ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اسباب کی تاثیر کا مطلق انکار مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔ تاثیر کو ماننا چاہیئے۔ اور کسی تاثیر کو اس سبب کے وجود کی طرح حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ایجاد سے جاننا چاہیئے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اسباب کا توسط اور وسیلہ توکل کے منافی نہیں جیسے اکثر ناقصوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ اسباب کے توسط میں کمال توکل ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسباب کو مدنظر رکھ کر اپنے کام کو حق سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کرنے کو توکل فرمایا ہے:

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ. (۴۷۴)

ترجمہ:

اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی پر توکل کرنے والوں کو توکل کرنا چاہیئے۔ (۴۷۵)

۷۹۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ. (۴۷۶)

ترجمہ:

بے شک یہ بڑی عزت والی کتاب قرآن ہے۔ محفوظ کتاب ہے۔ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوتے۔ نہیں چھوتے مگر پاک لوگ۔

آیت کا مطلب حقیقی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے مگر وہ رمز جو اس مقام پر ذہن رسا میں آتی ہے یہ ہے کہ قرآن کے پوشیدہ اسرار کا احساس وہی لوگ کر سکتے ہیں جو تعلقاتِ بشریہ کی آلودگی سے پاک ہو چکے ہیں۔

دوسرا اشارہ یہ ہے کہ نہ پڑھیں قرآن مجید کو، یعنی نہیں چاہیئے کہ پڑھیں قرآن مجید کو مگر وہ لوگ جن کے نفوس ہوا و ہوس سے پاک ہو چکے ہوں اور شرکِ جلی و خفی اور آفاقی و انفسی خداؤں سے پاک ہو چکے ہوں۔ (۴۷۷)

۸۰۔ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى. (۴۷۸)

ترجمہ:

اے مسلمانوں! برابر نہیں تم میں وہ لوگ جنہوں نے ﴿فتح مکہ﴾ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا اور وہ لوگ اُن لوگوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اپنے مال خرچ کیے اور دشمن سے لڑے۔ اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور جان و بے اندازہ مال خدمتِ لائقہ میں خرچ کرنے میں سب سابقین سے سبقت لے جانے والے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ آیت کریمہ آپ کی شان میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نازل ہوئی۔

اور حُسنیٰ جنت ہے پس تمام صحابہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور لڑائی کی یا بعد از فتح مکہ ان سب کیلئے جنت کا وعدہ ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ انفاق اور قتال کی نسبت قید کیلئے نہیں بلکہ مدح کیلئے ہے کیونکہ تمام صحابہ ان دو صفات سے متصف تھے۔ پس سب کیلئے جنت کا وعدہ ہے۔ (۴۷۹)

۸۱۔ اِنَّمَاالْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ۔ (۴۸۰)

ترجمہ:

دنیا کی زندگی محض کھیل تماشہ، سامانِ آرائش، آپس میں فخر کرنا اور ایک دوسرے سے اولاد میں بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ دنیا کی حقیقت اور اسکی محبت دور کرنے کے علاج کے متعلق خان خاناں کو لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو پانچ بلکہ چار چیزوں میں منحصر کیا ہے۔ جب عمل صالح میں مشغول ہوں تو جزو اعظم لعب ولہو کم ہونے لگتا ہے۔ اور ریشم اور چاندی سونے کے استعمال سے جن پر عمدہ اور اعلیٰ زیب وزینت کا مدار ہے۔ پرہیز کرنے لگتے ہیں تو دوسرا جزو جو زینت ہے زائل ہونے لگتا ہے اور جب یقین ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت و بزرگی، پرہیز گاری اور تقویٰ سے ہے نہ کہ حسب ونسب سے تو فخر کرنے سے باز آتے ہیں۔ اور جب جانیں کہ مال واولاد حق تعالیٰ کے ذکر سے مانع ہیں اور اسکی بارگاہ سے روکتے ہیں تو ان کے زیادہ حاصل کرنے کو ترک کر دیتے ہیں اور ان کے بڑھانے کو معیوب جانتے ہیں۔ (۴۸۱)

۸۲۔ مَاٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ (۴۸۲)

ترجمہ:

"رسول کریم جو تمہیں عطا کریں لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔"

اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کے تذکرہ کے بعد تقویٰ کا ذکر کیا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ منہیات سے باز رہنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ یہی تقویٰ کی حقیقت ہے جو دین کا اصل مقصود ہے۔ رسول اللہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ﷺ نے فرمایا:

مِلاکُ دِیْنِکُمُ الوَرَع. (۴۸۳)

''تمہارے دین کا اصل مقصود ورع ہے۔''

رسول کریم ﷺ نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے۔

لاتَعْدِلُ بالوَرَعِ شیئا. (۴۸۴)

﴿ورع کے برابر کسی شے کو نہ سمجھے﴾

اسکے زیادہ ضروی اور مہتم بالشان ہونے کی وجہ منہیات سے ہٹ جاتا ہے، وجود میں عام اور نفع میں زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ اوامر کے بجالانے کے ضمن میں بھی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ کسی امر کا بجالانا اسکی ضد سے ہٹ جانا ہے اور یہ ظاہر ہے لیکن منہیات سے ہٹ جانے کا عموم کی جہت کے سوا، کثیر النفع ہونا اس لیئے ہے کہ اس میں محض نفس کی مخالفت ہے اور اس میں نفس کیلئے کوئی لذت نہیں۔ برخلاف امتثال اوامر کی صورت کے کہ اس میں اکثر نفس کیلئے لذت بھی ہوتی ہے۔ ہر وہ چیز جس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہو، بلاشبہ اسکا نفع زیادہ ہوگا اور وہ نجات کا قریب ترین رستہ ہے۔ کیونکہ تکالیف شرعیہ کا اصل مقصد نفس کو مغلوب کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت وعداوت میں لگا رہتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے:

عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّھَا انْتَقَبَسْتُ بِمُعَادَاتِیْ. (۴۸۵)

اپنے نفس کو دشمن جان کیوں کہ وہ میری عداوت پر قائم ہے۔

پس مشائخ کے طریقوں میں سے جس طریقہ میں احکامِ شرعیہ کی زیادہ رعایت ہوگی، وہ وصول الی اللہ کے تمام طریقوں سے زیادہ اقرب ہوگا۔ (۴۸۶)

۸۳ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. ﴿۴۸۷﴾

ترجمہ:

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں آپ سے بیعت کرنے کیلئے اس پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، نہ چوری کرینگی، نہ بدکاری کرینگی، نہ اپنی اولاد کو قتل کرینگی، نہ بہتان اپنے پاس سے گھڑ کر لائیں گی، اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان اور نیکی کے کاموں میں۔

یہ آیت فتح مکہ کے روز نازل ہوئی۔ (۴۸۸) رسول اللہ ﷺ جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی بیعت شروع کی۔ عورتوں کی بیعت صرف قول سے ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ہرگز کسی بیعت کرنے والی عورت سے نہیں چھوا کیونکہ برے اور روی اخلاق عورتوں میں مردوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بنا پر عورتوں کی بیعت کے وقت، مردوں کی بیعت سے کچھ زیادہ احکام درمیان میں لائے گئے اور خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اس وقت ان برے اخلاق سے نہی فرمائی گئی۔

پہلی شرط یہ ہے کہ کسی چیز کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ شریک نہ بنانا چاہیئے کیا وجوب وجود میں اور کیا استحقاق عبادت میں کیونکہ جس کے اعمال ریاء اور سمعہ کی آمیزش سے پاک نہ ہوں۔ اور دل اللہ تعالیٰ سے طلب اجر کے خیال کے سوا سے نہ ہو اگر چہ وہ بات ذکر ہی کیوں نہ ہو، وہ آدمی شرک کے دائرہ سے باہر نہیں ہوتا، موحد اور مخلص نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلشِّرْکُ فی امتی اَخْفٰی من دَبِیْبِ النَّمْلِ الَّتِی تَدِبُّ فی لَیْلَةٍ مُظْلِمَةٍ علی صَخْرةٍ سَوْدَاءَ. (۴۸۹)

میری امت میں شرک چیونٹی کے اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چلنے کے نشان سے بھی زیادہ مخفی ہے۔

لافِ بے شرکی مزن کان از نشان پائے مور
در شب تاریک بر سنگِ سیاہ پنہاں تر است

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوا الشرکَ الاَصْغَرَ قالوا ماالشِّرْکُ الاصْغَر قَالَ عَلَیهِ وعَلیٰ اٰلِهٖ الصَّلٰوةُ والسَّلامُ اَلرِّیَاءُ. (۴۹۰)

چھوٹے شرک سے بچو، صحابہؓ نے پوچھا چھوٹا شرک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ریاء

شرک کی رسومات کی تعظیم اور کفر کے مراسم کے احترام کو شرک میں بڑا دخل حاصل ہے، دو دینوں کی تصدیق کرنے والا بھی مشرک ہے۔ اسلام اور کفر کے مجموعی احکام کی آمیزش کرنے والا بھی مشرک ہے۔ کفر سے بیزاری، اسلام کی شرط ہے اور شرک کی آمیزش سے بیزاری، توحید کی شرط ہے۔

بیماریوں اور مرضوں میں شیطانوں اور بتوں سے مدد طلب کرنا جو جاہل مسلمانوں میں عام ہے، عین شرک اور گمراہی ہے۔ گھڑے ہوئے یا بن گھڑے پتھروں سے حاجتیں طلب کرنا نفسِ کفر اور واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض گمراہوں کے حال کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا:

یُرِیدون ان تیحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلاً بَعِیْداً. (۴۹۱)

﴿وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مقدمے لے جائیں شیطان کی طرف حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اُسکا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بھٹکا کر ﴿ہدایت سے﴾ بہت دور گمراہی کی راہ پر لے جائے۔)

اکثر عورتیں اپنی کمال جہالت کی وجہ سے اس ممنوع استمداد میں مبتلا ہیں اور ان بے مسمّی اسماء سے اپنی مصیبتیں دور کرنے کی درخواست کرتی ہیں۔ شرک اور مشرکوں کی رسومات کی ادائیگی میں گرفتار ہیں۔ خصوصاً یہ بات ان کی نیک و بد سے، چیچک کی وباء پھیلنے کے وقت جس کو ہندی زبان میں ستیلہ کہتے ہیں مشہود ومحسوس ہے۔ کم ہی کوئی عورت ایسی ہوگی جو اس باریک شرک سے خالی ہوگی اور استمداد کی رسومات میں سے کسی قسم کا اقدام نہ کرتی ہو۔ سوائے اس کے جسے اللہ بچائے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہندوؤں کے معظم دنوں کی تعظیم کرنا، ان دنوں ہندوؤں کی متعارف رسوم کا بجالانا بھی شرک کو مستلزم اور کفر کا موجب ہے۔ جیسے کافروں کی دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خصوصاً انکی عورتیں کافروں کی رسوم بجا لاتے اور اسے اپنی عید بناتے ہیں اور کافروں کے ہدیوں کی طرح اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے گھروں میں تحفے تحائف بھیجتے ہیں اور اپنے برتنوں پر کافروں کی طرح اس موسم میں رنگ کرتے ہیں ان کو سرخ رنگ کے چاولوں سے بھر کر بھیجتے ہیں اور ان دنوں میں خاص اہتمام کرتے ہیں۔ یہ سب شرک ہے اور دین اسلام سے کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ. (۴۹۲)

اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے شرک کرتے ہیں۔

حیوانات کو جو مشائخ کی نذر کرتے ہیں اور انکی قبروں پر جا کر ان کو ذبح کرتے ہیں فقہی روایات میں اس عمل کو داخل شرک کیا ہے اور اس معاملہ میں بڑا مبالغہ کیا ہے۔ اس ذبح کو جنوں کے ذبیحوں کی جنس سے قرار دیا ہے۔ جو کہ شریعت میں ممنوع ہے اور شر کے دائرہ میں داخل ہے۔ اس عمل سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے کہ اس میں شرک کی آمیزش ہے۔

نذر کی بہت سی اقسام ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ کسی جانور کے ذبح کرنے کی نذر مانیں اور اس کے ذبح کرنے کا ارتکاب کریں اور جنوں کے ذبیحوں سے ملحق کریں اور شیطانوں کے پجاریوں سے تشبہ پیدا کریں۔ اور اسی قسم کا عورتوں کا وہ روزہ بھی ہے جو وہ بیبیوں اور پیروں کی نیت سے رکھتی ہے اور ان کے اکثر نام اپنی طرف سے تراش کر اپنے روزوں کو ان کے نام نیت کرتی ہیں اور روزوں کے لیئے دنوں کا تعین بھی کرتی ہے۔ اور اپنے مطالب و مقاصد کو ان روزوں سے وابستہ کرتی ہیں اور ان روزوں کے وسیلہ سے ان پیروں سے اپنی حاجتیں چاہتی ہیں اور اپنی حاجتوں کو پورا ہونے کو ان کی طرف سے جانتی ہیں۔ یہ عبادت میں شرک ہے۔ اور غیر کی عبادتوں کے ذریعہ اپنی حاجت کو چاہنا ہے۔ اس کام کی برائی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ حالانکہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ. (۴۹۳)

کہ روزہ میرے ہی لیئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

یعنی روزہ صرف میرے لیئے ہی خاص ہے اور میرے علاوہ روزے کی عبادت میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ اگرچہ کسی عبادت میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک جائز نہیں ہے لیکن روزے کی تخصیص اس عبادت کے اہتمام اور اس عبادت کے شرک کی نفی کی تاکید کیلیئے ہے۔ اور بہانہ ہے وہ جو بعض عورتیں اس فعل کی بُرائی کے اظہار کے وقت کہتی ہیں کہ ہم یہ روزے خدا تعالیٰ کیلیئے رکھتی ہیں اور ان کا ثواب پیروں کو بخشتی ہیں۔ اگر وہ اس معاملہ میں سچی ہیں تو روزوں کیلیئے دنوں کا تعین کس لیئے ہے اور کھانے کی تخصیص اور افطاری کے موقع پر مختلف برائیوں کے اوضاع و اطوار کس لئے ہیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ روزہ افطار کرتے وقت حرام امور کا ارتکاب کرتی ہیں اور حرام چیزوں سے روزہ افطار کرتی ہیں اور بے ضرورت سوال اور گدا کرتی ہیں۔ اور اس سے روزہ کھولتی ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کو ان محرمات کے ارتکاب سے مخصوص سمجھتی ہیں۔ یہ خود عین

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

گمراہی ہے اور شیطان مردود کی ترغیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بچانے والے ہیں۔

اور دوسری شرط جو عورتوں کی بیعت کے وقت درمیان میں لائے وہ چوری کرنے سے ممانعت ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں سے ہے اور چونکہ یہ بدخصلت عورتوں کے اکثر افراد میں پائی جاتی ہے اور کم ہی کوئی ایسی عورت ہوگی کہ اس برائی کی باریکیوں سے خالی ہو تو اس برائی سے ممانعت ان کی بیعت کیلئے شرط قرار پائی۔ وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کے مال میں اُن کی اجازت کے بغیر تصرف کرتی ہیں اور بے باکی سے تلف اور خرچ کرتی ہیں وہ چوری میں داخل ہے اور چوری کے کبیرہ گناہ سے متصف ہیں۔ یہ بات عام عورتوں کے متعلق کہی جا سکتی ہے کہ ان میں یہ عادت ثابت ہے اور یہ خیانت عورتوں کے تمام افراد میں قریباً قریباً موجود ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ بچائیں۔

کاش! اس بات کو گناہ سمجھیں اور بُرا تصور کریں۔ اس بُرائی کو حلال کرنے کا ڈر ان کے حق میں غالب ہے اور اس حلال سمجھنے کی راہ سے اس معاملہ میں کفر کا خوف زیادہ ہے۔ حکیم مطلق جل شانہ نے عورتوں کو شرک سے روکنے کے بعد چوری کرنے سے ممانعت فرمائی کہ یہ برائی ان کے حق میں بذریعہ اس کو حلال سمجھنے کے ان کا کفر میں راسخ قدم ہونا ہے اور باقی تمام کبیرہ گناہوں کی بہ نسبت ان کے حق میں بدتر ہے۔

اور چونکہ عورتوں کو اپنے شوہر کا مال بار بار لینے سے خیانت کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگوں کے مال میں تصرف کرنے کی قباحت ان کی نگاہ سے زائل ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی بعید نہیں ہے کہ شوہروں کے علاوہ دوسروں کے املاک میں بھی ظلم سے تصرف کریں اور دوسروں کے اموال میں بے باکی سے خیانت اور چوری کریں۔ توقع ہے کہ یہ معنی تھوڑے سے غور سے واضح اور لائح ہو جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ عورتوں کو چوری سے منع کرنا اسلام کے اہم کاموں میں سے ہے اور شرک کے بعد ان کی نسبت اس برائی کی قباحت متعین ہوگئی۔

عورتوں کی بیعت میں تیسری شرط جو منصوص ہے وہ زنا سے نہی ہے۔ عورتوں کی بیعت خصوصاً اس شرط سے اس لئے مشروط ہے کہ زنا کا حصول اکثر عورتوں کی رضامندی کے حصول سے وابستہ ہے۔ کہ وہ اس عمل کیلئے اپنے آپ کو مردوں پر پیش کرتی ہیں۔ پس عورتیں اس عمل میں سابق ہوتی ہیں اور اس عمل میں ان کی رضا معتبر ہوتی ہے۔ پس عورتوں کے حق میں اس عمل سے ممانعت سے زیادہ مؤکد ہوگی اور مرد اس عمل میں عورتوں کے تابع ہیں۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ (۴۹۴)

زنا کار عورت اور زنا کار مرد ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو کوڑے لگائیں۔

اور یہ بُرائی دنیا و آخرت میں نقصان دینے والی ہے اور تمام دینوں میں بُری اور منکر ہے۔ حضرت حذیفہ (۴۱۲) رضی اللہ عنہ نے حضرت پیغمبر ﷺ سے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اے آدمیوں کے گروہ زنا سے پرہیز کرو کہ اس میں چھ چیزیں ہیں تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ وہ جو تین چیزیں دنیا میں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ زنا کرنے والے سے نورانیت اور صفائی اور رونق زائل ہو جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ زنا فقر اور محتاجی کا باعث ہے۔ تیسری یہ کہ آدمی کی عمر کو کم کرتا ہے اور وہ تین چیزیں جو زانیوں کیلئے آخرت میں ہیں۔ ان میں سے ایک خداوند تعالیٰ کی ناراضگی اور غصہ ہے۔ دوسرا حساب میں سختی اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تیسرا آگ کا عذاب۔(۴۹۵)

جان لیں کہ حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آنکھوں کا زنا محرمات کی طرف دیکھنا ہے اور ہاتھوں کا زنا محرمات کو پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا محرمات کی طرف چلنا ہے۔(۴۹۶) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ. (۴۹۷)

آپ ایماندار مردوں سے کہیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حرام سے حفاظت کریں یہ ان کیلئے پاکیزہ ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ. (۴۹۸)

﴿اور آپ ایمان دار عورتوں سے کہیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حرام سے حفاظت کریں﴾

جاننا چاہیئے کہ دل آنکھ کے تابع ہے۔ جب تک آنکھ کو محرمات سے بند نہ کیا جائے دل کی حفاظت مشکل ہے اور جب آنکھ گرفتار ہو جائے تو پھر دل کا بچنا مشکل ہے اور جب دل گرفتار ہو جائے تو شرمگاہ کو بچانا دشوار ہے۔ پس آنکھ کو محرمات سے بند رکھنا ضروری ہوا تا کہ شرمگاہ کی حفاظت میسر ہو اور دینی اور دنیاوی خسارے تک نہ پہنچائے اور قرآن مجید میں اس سے بھی روکا ہے کہ عورتیں بیگانہ مردوں سے بدکار عورتوں کی طرح نرم اور ملائم کلام کریں۔ ایسے طریقہ پر کہ بدکار مردوں کو بُرے وہم میں ڈال دیں اور بُرا طمع ان کے دل میں پیدا ہو اور عورتیں مردوں سے اچھی بات ایسے انداز سے کریں جو اس وہم وطمع سے خالی ہو۔(۴۹۹) اور اس سے بھی روکا گیا ہے کہ عورتیں اپنے محاسن اور زینت کا اظہار مردوں کے سامنے کریں اور مردوں کو خواہش میں ڈالیں۔(۵۰۰) اور اس سے بھی روکا گیا ہے کہ اپنے پاؤں کو زمین پر ماریں۔ تا کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ جیسے سونے اور چاندی کے کڑے وغیرہ کہ وہ حرکت میں آئیں اور آواز پیدا کریں کہ وہ عورتوں کی طرف مردوں کی رغبت کا باعث ہے۔

مختصر یہ کہ ہر وہ چیز جو فسق تک لے جائے ممنوع اور بُری ہے۔ اس سے احتیاط کرنی چاہیئے کہ محرمات کے ذرائع اور اسباب کا ارتکاب نہ کیا جائے تا کہ اصل محرمات سے سلامتی میسر آئے اور اللہ تعالیٰ ہی بچانے والے ہیں اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ میں نے اسی پر توکل کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اجنبی عورت بھی شہوت سے دیکھنے اور چھونے کے معاملہ میں اجنبی مردوں کی طرح ہے۔ جائز نہیں ہے کہ کوئی عورت اپنے آپ کو شوہر کے علاوہ کسی اور کیلئے آراستہ کرے اور اپنے آپ کو زینت دے اور مزین کرے۔ شوہر کے علاوہ مرد ہو یا عورت جیسا کہ مردوں کو بے ریش لڑکوں کی طرف شہوت سے دیکھنا اور ان کو چھونا منع ہے۔ اسی طرح حرام عورتوں کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھنا اور ان کو چھونا حرام ہے۔

اس نکتہ کی اچھی طرح رعایت کرنا چاہیئے کہ یہ شاہراہ دنیا اور آخرت کے خسارہ کی طرف جاتی ہے۔ مردوں کا عورت تک پہنچنا صنف کی دوری کی وجہ سے مشکل ہے۔ اور درمیان میں رکاوٹیں ہیں۔ برخلاف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عورت کے عورت تک پہنچنے کے کہ صنف کے اتحاد کی وجہ سے اس میں کمال آسانی ہے۔اس جگہ بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے اور عورتوں کے عورتوں کو دیکھنے اور چھونے میں مردوں کے عورتوں کی طرف دیکھنے یا عورتوں کے مردوں کی طرف دیکھنے سے زیادہ بلیغ انداز اور بلاغ مبین کرنا چاہیئے۔

چوتھی شرط جو عورتوں کی بیعت میں فرمائی ہے وہ اولاد کے قتل سے ممانعت ہے کہ عرب کی عورتیں اپنی لڑکیوں کو غربت کے ڈر سے مار ڈالتی تھیں۔ یہ بدعمل جس طرح بغیر حق کے جان کو مار ڈالنے کا متضمن ہے اسی طرح اس میں قطع رحمی بھی ہے اور پھر یہ کبیرہ گناہوں میں سے بھی ہے۔

اور پانچویں شرط جو عورتوں کی بیعت میں فرمائی وہ بہتان اور افتراء سے ممانعت ہے۔اور چونکہ یہ صفت اکثر عورتوں میں پائی جاتی ہے۔اس لئے خصوصاً اس چیز سے انہیں روکا ہے۔یہ صفت بُری صفات میں سے بدترین صفت ہے اور ذائلِ اخلاق میں سے بہت رذیل خصلت ہے جو جھوٹ کی متضمن ہے جو کہ تمام دینوں میں گناہ اور حرام رہا ہے۔اور اس میں اس مومن کی ایذاء بھی ہے جس کی نسبت بہتان وافتراء کیا ہے۔ اور مومن کو ایذاء دینا حرام ہے اور فساد فی الارض کو مستلزم ہے جو قرآن کی نص سے ممنوع ومحظور وحرام ومستنکر ہے۔

اور چھٹی شرط پیغمبر ﷺ کی نافرمانی اور نافرمانبرداری کے گناہ سے بچنا۔وہ جو کچھ بھی فرمائیں یہ شرط تمام اوامر کی تعمیل اور تمام شرعی نواہی سے باز آجانے کو شامل ہے۔کیا نماز اور کیا زکوٰۃ اور کیا روزہ اور کیا حج کہ اسلام کی بنیاد اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور جو کچھ نبی ﷺ لائے ہیں اس کو ماننے کے بعد انہی چار رکنوں پر ہے۔ پنجگانہ نماز بغیر سستی اور بغیر فتور کے پوری کوشش اور محنت سے ادا کرنا چاہیئے اور مال کی زکوٰۃ رغبت اور منت سے مصارف زکوٰۃ میں ادا کرنا چاہیئے اور رمضان شریف کے روزے جو سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہیں ان کی نگہداشت کرنا چاہیئے اور بیت اللہ شریف کا حج جس کی شان میں مخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَجُّ یَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَهٗ. (۵۰۱)

﴿حج اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو کاٹ دیتا ہے﴾

اور اسی طرح پرہیزگاری اور تقویٰ سے بھی چارہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مِلاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ. (۵۰۲)

﴿تمہارے دین کا تمام کارخانہ پرہیزگاری پر قائم ہے﴾

اور وہ نام ہے شرعی منہیات کے چھوڑ دینے کا۔اور نشہ اور مستی لانے والی چیزوں سے شراب ہی کی طرح پرہیز کرنا چاہیئے۔اور انہیں حرام اور بُرا سمجھنا چاہیئے اور راگ رنگ سے بھی پرہیز ضروری ہے جو کہ لہو ولہب میں داخل ہے کہ حرام ہے اور آیا ہے کہ

اَلْغِنَاءُ رُقْیَةُ الزِّنَا. (۵۰۳)

﴿کہ راگ رنگ کا منتر ہے﴾

اور غیبت کرنے اور سخن چینی سے بھی پرہیز ضروری ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔اور ٹھٹھا اور مذاق کرنا اور مومن کو ناحق تکلیف دینا جس صورت میں بھی ہو منع ہے اور اس سے پرہیز بھی ضروری ہے۔اور بُرے شگون پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اعتبار نہ کریں کہ اس کا کوئی اثر نہیں ہے اور کسی بیماری کو متعدی نہ سمجھیں کہ وہ ایک کو دوسرے سے لگ جاتی ہے اور کسی مریض سے تندرست آدمی کو جا لگتی ہے کہ مخبر صادق ﷺ نے ان دونوں چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

لَاطِیَرَةَ وَلَا عَدْوٰی. (۵۰۴)

نہ کوئی بدشگونی ہے اور نہ کوئی متعدی مرض

یعنی شگونِ بد کا کوئی اصل نہیں ہے اور بیماری کا ایک دوسرے کو لگنا بھی مطلقاً ثابت نہیں ہے اور کاہن اور نجومی کی بات پر بالکل اعتبار نہ کریں اور غیبی خبریں ان سے نہ پوچھیں اور ان کو غیبی امور کا جاننے والا نہ سمجھیں کہ شریعت میں ان سے روکنے کے متعلق بڑا مبالغہ آیا ہے۔ اور جادو نہ کریں اور جادوگر کے پاس جائیں کہ قطعی حرام ہے اور اس کا قدم کفر میں بڑا مضبوط ہے اور کوئی کبیرہ گناہ بھی جادو اور جادوگری سے زیادہ کفر کے نزدیک نہیں ہے۔ احتیاط کرنی چاہیئے کہ اس فعل کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ بھی نہ کیا جائے کہ آیا ہے کہ مسلمان جب تک مسلمان ہے جادو اس سے وجود میں نہیں آ سکتا۔ اور جب اس سے ایمان جدا ہو جائے ﴿اللہ اس سے بچائے﴾ تو اس وقت اس سے جادو سرزد ہوگا۔ پس گویا جادو اور ایمان ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ اگر جادو ہے تو ایمان نہیں ہے اس نکتہ کی اچھی طرح رعایت کرنی چاہیئے تا کہ ایمان کے کارخانہ میں خلل نہ پڑے اور اس عمل کی نحوست سے ایمان ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔

مختصر یہ کہ جو کچھ بھی مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے اور علماء نے کتب شرعیہ میں اس کو بیان فرمایا ہے دل و جان سے اس کی تعمیل میں کوشش کرنا چاہیئے اور اس کے خلاف کرنے کو زہر قاتل سمجھنا چاہیئے۔ جو کچھ ہمیشہ کی موت تک پہنچا دیتا ہے اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور جب بیعت کرنے والی عورتوں نے ان تمام شرائط کو قبول کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے صرف قول سے ان سے بیعت فرمائی اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے ان کے لئے بخشش مانگی وہ بخشش جو رسول اللہ ﷺ سے خدا تعالیٰ کے حکم سے کسی کے حق میں وقوع پذیر ہو پوری امید ہے کہ قبول ہو جائیگی اور وہ جماعت بخشی جائیگی۔ (۵۰۵)

۸۴۔ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ. (۵۰۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی آمد کی خبر اسم احمد سے دی۔ دیگر اسماء میں سے اسم احمد کے انتخاب کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت مجددؒ لکھتے ہیں:

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ. (۵۰۶)

ترجمہ:

اور میں ایک رسول کا مژدہ دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

وہ نبوت جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت ﷺ کو حاصل تھی اور اس مرتبہ کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نسبت خبر دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ

كُنْتُ نَبِياً وَادمُ بَيْنَ المَاءِ وَالطِّيْنِ. (۵۰۷)

﴿میں نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور کیچڑ میں تھے﴾

وہ باعتبار حقیقت احمدی کے تھی جسکا تعلق عالمِ امر سے ہے اور اس اعتبار سے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جو کلمۃ اللہ تھے اور عالمِ امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے، آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمد سے دی ہے۔ (۵۰۸)

اسم 'احمد' کے اسرار و رموز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

احمد رسول اللہ ﷺ کا دوسرا نام ہے کہ آسمان والوں میں وہ اس نام سے معروف ہیں۔ یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جو کہ آسمان والوں سے ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے آنے کی بشارت اسم احمد سے دی ہے۔ اور اس اسم مبارک کو ذات احد جل شانہ کے ساتھ بہت تقرب ہے اور دوسرے اسم محمد سے ایک منزل اللہ تعالیٰ کی ذات سے زیادہ قریب ہے۔ اور یہ اسم، اسم مبارک احد سے ایک حلقہ میم سے جدا ہوا ہے کہ وہ مبداء محبت ہے جو ظہور و اظہار سبب ہوا ہے۔

یہ بھی ہے کہ میم جو 'احمد' میں مندرج ہے وہ قرآن مجید کے حروف مقطعات میں سے ہے کہ سورتوں کے اوائل میں نازل ہوئے اور دقیق اسرار میں سے ہیں۔ اس مبارک حرف میم کو رسول اللہ ﷺ سے ایک خاص خصوصیت ہے جو کہ اسکی محبوبیت کا سبب ہوا ہے اور اس کو تمام بلندی دی ہے۔ (۵۰۹)

ہاشم کشمی کو ایک خط میں اسم احمد کی میم کے متعلق لکھتے ہیں:

حلقہ میم طوق عبودیت ہے کہ جس نے بندہ کو مولا سے الگ کیا ہے۔ پس بندہ وہی میم کا حلقہ ہے۔ (۵۱۰)

۸۵۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (۵۱۱)

ترجمہ:

اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

غرض یہ کہ عاقبت کی بہتری ذکر سے وابستہ ہے۔ ﴿سورہ جمعہ کی یہ آیت﴾ اس مطلب پر گواہ ہے۔ پس ذکرِ کثیر کی برقرار رکھنا چاہئے اور جو کچھ اس دولت کے منافی ہے اسکو دشمن جاننا چاہئے، فلاح کا طریقہ یہی ہے۔ (۵۱۲)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۸۶۔ تَعْرُجُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ. (۵۱۳)

ترجمہ:

فرشتے اور جبرائیل اللہ کی بارگاہ میں عروج کرتے ہیں۔ ایک ایسے دن میں جسکی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ فرشتے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور وہاں سے احکام وہدایات حاصل کر کے قلیل وقت میں واپس آجاتے ہیں۔ یہ فاصلہ انسان اگر اپنی طبعی رفتار سے طے کرنا چاہے تو پچاس ہزار سال لگ جائیں۔ (۵۱۴)

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس آیت کو سیر الی اللہ کے فاصلہ کی تعین کیلئے پیش کیا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پچاس ہزار سال کا رستہ ہے۔ (۵۱۵)

ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: بیچگانہ عالم امر کو طے کر کے ان کے اصول کی سیر کرے تا کہ دائرہ امکان تمام ہو جائے۔ اس تھوڑی سی عبارت میں سیر الی اللہ کا پورا ذکر آچکا ہے۔ لیکن اس سیر کے حاصل ہونے میں پچاس ہزار سال کی راہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ (۵۱۶)



۸۷۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۵۱۷)

ترجمہ:

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کیلئے نجات کی راہ پیدا کر دیگا اور اسکو روزی دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔

نجات کا دارومدار دو چیزوں پر ہے اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے باز رہنا اور ان دو میں جزءِ اخیر کو زیادہ اہمیت وعظمت حاصل ہے جسے ورع اور تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے:

ذَكَرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِعِبَادَةٍ وَّاجْتِهَادٍ وَذَكَرَ آخَرُ بِرَعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَعْدِلُ بِالرَّعَةِ شَيْئًا يَعْنِي الْوَرَعَ.

''حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو عبادت گذار تھا۔ اور اوراد و وظائف میں بہت کوشش کرتا تھا۔ اور ایک دوسرے کا ذکر کیا گیا جو خلاف شرع امور سے بچتا تھا۔ تو آپ نے فرمایا، ورع (تقویٰ) کے برابر کسی شے کو نہ سمجھو۔''

اور حضور نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے۔

مَلَاكُ دِيْنِكُمُ الْوَرَعُ.

اور انسان کو فرشتے پر فضیلت اس ورع وتقویٰ کے باعث ہے اور مدارجِ قرب کی طرف ترقی بھی اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جزء ورع وتقویٰ کے سبب ہے۔ کیونکہ ملائکہ جزء اول ﴿عبادت﴾ میں انسان کے ساتھ شریک ہیں مگر ان میں ترقی مفقود ہے۔ پس ورع وتقویٰ کے جزء کی رعایت اسلام میں سب سے اعلیٰ ترین مقاصد میں سے ہے اور دین کے نہایت ضروری امور میں داخل ہے اور اس جزء کی رعایت جس کا مدار حرام چیزوں سے بچنے پر ہے کامل طور پر اسی وقت میسر آ سکتی ہے جبکہ فضول مباحات سے بھی اجتناب کیا جائے اور مباحات میں سے بقدر ضرورت پر کفایت کی جائے۔ کیونکہ ارتکاب مباہات میں باگ کا ڈھیلا کرنا مشتبہ امور کے ارتکاب تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ سے تجاوز کر کے انسان حرام تک جا پہنچتا ہے۔

مَنْ حَامَ حَوْلَ الحِمیٰ یُوْشِکُ اَنْ یَقَعَ فِیہِ. (۵۱۸)

﴿جو چراگاہ کے گرد گھومتا ہے قریب ہے کہ ایک روز چراگاہ میں گھس جائے﴾

پس کامل ورع اور تقویٰ کے حصول کیلئے مباحات میں سے بھی بقدر ضرورت پر کفایت کرنا ضروری ہے اور مباح بقدرِ ضرورت بھی اس وقت مُثمر نتائج ہے جبکہ وظائف بندگی کی ادائیگی کی نیت سے ہو ورنہ بقدرِ ضرورت مقدار بھی وبال ہے اور بامقصد تھوڑی مقدار میں مباح کا استعمال بھی زیادہ کے حکم میں داخل ہے۔ (۵۱۹) راہِ طریقت کی شرائط میں سے بڑی شرط نفس کی مخالفت ہے اور یہ مخالفت مقامِ ورع وتقویٰ کی رعایت کرنے پر موقوف ہے۔ (۵۲۰) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضرورت درپیش ہو تو سود نہ لیا جائے۔ تقویٰ کی برکت سے مشکل دور ہو سکتی ہے۔ (۵۲۱)

۸۸۔ و اذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا (۵۲۱۔أ)

''اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو رہو۔''

جاننا چاہئے کہ بعض اوقات ظاہر کے تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہے لیکن تفرقہ باطن کسی وقت بھی جائز نہیں۔ کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کیلئے ہے۔

پس مسلمان بندوں سے تین حصے خدائے تعالیٰ کے لئے مقرر ہیں۔ باطن سب کا سب اور ظاہر سے نصف، اور ظاہر کا دوسرا نصف خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے باقی رہا۔ لیکن ان حقوق کے ادا کرنے میں چونکہ حق تعالیٰ کے امر کی بجا آوری ہے اس لئے وہ دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ (۵۲۱۔ب)

۸۹۔ هَلْ اَتیٰ عَلَی الاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئاً مَّذْکُوْراً. (۵۲۲)

ترجمہ:

یقیناً انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے جس میں وہ قابل ذکر چیز نہ تھا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہاں! میرے اللہ! واقعی انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ اسکی ذات تھی نہ صفت، اور شہود تھا نہ وجود۔ پھر اسکے بعد اگر تو چاہیئے تو تیری زندگی سے زندہ، تیری بقاء سے باقی اور تیرے اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے۔ بلکہ تیرے فضل سے عینِ فناء میں بھی باقی ہو گیا اور عینِ بقاء میں بھی تجھ میں فانی ہوا کیونکہ ان دونوں میں تلازم ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے کمال کا حصول دوسرے کے وجود سے ہے۔ (۵۲۳)

۹۰۔ لَایَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا. (۵۲۴)

ترجمہ:

کوئی بول نہ سکے گا مگر جسے رحمان نے اِذن دیا اور اس نے درست بات کہی۔ (۵۲۵)

مفسرین نے کہا کہ سے وَقَالَ صَوَابًا مراد کلمۂ توحید لا الہ الا اللّٰہ ہے جو اس نے دنیا میں کہا تھا اور وہی اسکی سفارش کا سبب بنے گا۔ (۵۲۶)

۹۱۔ یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً. (۵۲۷)

ترجمہ:

اے نفسِ مطمئنہ، لوٹ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

یہ نفس ہی تو ہے جو حصولِ اطمینان کے بعد اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتا ہے اور مقامِ قلب سے مقلب قلب کے ساتھ تعلق استوار کر کے راضی اور مرضی بن جاتا ہے۔ اس آیت میں اسی کی شان بیان کی گئی ہے۔ (۵۲۸)

۹۲۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا. (۵۲۹)

ترجمہ:

جس نے اپنے نفس کو پاک کیا، وہ یقیناً فلاح پا گیا۔ اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اسکو خاک میں دبا دیا۔

نبی کریم ﷺ کی نبوت، بلکہ وہ تمام چیزیں جنہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آئے، سب بدیہی ہیں۔ دلیل اور فکر کی محتاج نہیں ہیں۔ اس مسئلہ کی وضاحت کے ضمن میں حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

اسی طرح ہمارے اس مسئلہ میں نفسِ امارہ اپنی ذات کے لحاظ سے احکام شرعیہ کا منکر ہے اور اپنی افتادِ طبع کے باعث ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہے۔ لہٰذا دلیل طلب کرنے والے کے وجدان کے انکار کے ہوتے ہوئے ان احکام شرعیہ کے بارے میں یقین کا حاصل ہو جانا بہت مشکل ہے۔ اس لئے سب سے پہلے نفس کا تزکیہ ضروری ہے۔ بغیر تزکیہ نفس دولتِ یقین کا میسر آنا دشوار ہے۔

سیر و سلوک، تزکیہ نفس اور تصفیۂ قلب سے مقصود آفاتِ معنوی اور امراضِ قلبی کا ازالہ ہے۔ جن کا فِی قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ'' (۵۳۰) ﴿ان کے دلوں میں مرض ہے﴾ میں ذکر ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ ازالۂ امراض کے بعد ہی انسان حقیقتِ ایمان سے موصوف ہوتا ہے۔ آفات و امراض کی موجودگی میں جو ایمان ہے وہ صرف ظاہری ایمان ہے۔ کیونکہ نفس امارہ کا وجدان و ذوق ایمان کے خلاف اور حقیقتِ کفر پر مصر رہتا ہے۔ اس قسم کا ایمان اور اس قسم کی تصدیق محض ظاہری ہے اور مرضِ صفراء میں مبتلا شخص کی طرح ہے۔ جو قند و نبات کی حلاوت کا اقرار تو کرتا ہے۔ لیکن اسکا وجدان اس کے اقرار کے خلاف ہوتا ہے۔ شکر کی حلاوت کا حقیقی یقین مرض صفراء کے زائل ہونے کے بعد ہی میسر آ سکتا ہے۔ اس لئے نفس کے مطمئنہ ہو جانے اور تزکیہ کے بعد ہی حقیقتِ ایمان اپنی صورت دکھلاتی ہے اور اس وقت ہی ایمان وجدانی کیفیت کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ اور اس قسم کا ایمان زوال کے خطرہ سے محفوظ ہوتا ہے اور آیت

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ'' عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. (۵۳۱)

ترجمہ:

بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ غمگین ہوں گے۔

انہیں کی شان پر صادق آتی ہے۔

مختصر یہ کہ جب تک نفس کا تزکیہ نہ ہو وہ اپنے آپ کو بزرگ جاننے کے مالیخولیا کی خباثت سے نکل نہیں سکتا۔ اور ایسی صورت میں نجات ناممکن ہے۔ اس مرض کے ازالہ کی فکر بہت ضروری ہے۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ جو اندرونی اور بیرونی خداؤں کی نفی اور انہیں مٹانے کیلئے وضع کیا گیا ہے، نفس کے تزکیہ اور اسکی تطہیر کیلئے بہت ہی نافع اور مناسب ہے۔ اکابر طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم نے تزکیہ نفس کیلئے اسی کلمہ طیبہ کو اختیار فرمایا ہے۔ چونکہ نفس سرکشی کے مقام میں رہتا ہے اور عہد توڑنے میں چست ہے اس لئے کلمہ طیبہ کی بار بار تکرار سے ایمان کی تجدید کرتے رہنا چاہیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: (۵۳۲)

جَدِّدُوْا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. (۵۳۳)

کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو۔ (۵۳۴)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۹۳۔ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى. (۵۳۴)

اور اس سے بہت دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیز گار۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور اتقی سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ نے اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر استدلال کیا ہے کیوں کہ بحکم آیت (۵۳۵)

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (۵۳۶)

ترجمہ:

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہو۔

اس آیت میں جس سے خطاب کیا گیا ہے حق تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ترین اس امت کا اتقی ہے۔ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سابقہ نص قرآنی کے بموجب اس امت کے اتقی ہیں تو چاہیئے کہ نص لاحق کے موافق اس امت کے بزرگ تر بھی وہی ہوں۔ (۵۳۷)

۹۴۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا. اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا. (۵۳۸)

ترجمہ:

تو بے شک ہر ایک دشواری کے ساتھ عظیم آسانی ہے۔ ﴿یقیناً﴾ ہر دشواری کے بعد آسانی ہے۔

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ. ﴿دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے﴾ (۵۳۹) قیدیوں کے حال کے مناسب یہاں درد والم اور اندوہ اور مصیبت ہے۔ حالات کی تبدیلی سے تنگ دل نہ ہونا چاہیئے۔ امیدوں کے حاصل نہ ہونے سے دیگر نہ ہونا چاہیئے ایک تنگی کے ساتھ دو فراخیاں ملادی گئی ہیں، شاید ان سے دنیا اور آخرت کی فراخی مراد ہو۔ (۵۴۰)

یہ روایت ابن عباس کی بجائے ابن مسعود اور حضرت عمر سے مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ (۵۴۱) ''ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی۔'' (۵۴۲)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۹۵۔ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ. (۵۴۳)

ترجمہ:

بے شک ہم نے آپکو جو کچھ عطا کیا بہت زیادہ عطا کیا۔

وحدت الوجود کے نظریہ پر یقین رکھنے والے صوفیا اس آیت کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک ہم نے تجھ کو کثرت سے وحدت کا مشاہدہ عطا کیا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ قرآن کی تفسیر میں اس تحریف کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوثر کی واؤ کے درمیان میں آنے سے جو حروف کثر کے درمیان ہے یہ اشارات سمجھے ہیں۔ حاشا وکلا اس قسم کے معارف مقامِ نبوت کے لائق ہوں کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خدائے بیچون جل شانہ کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق دے شاید یہ لوگ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات کے ترازو سے تولنا چاہتے ہیں اور ان کے کمالات کو اپنے کمالات کی طرح جانتے ہیں۔ (۵۴۴)

۹۶۔ سورۂ لایلٰف کی فضیلت

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ محمد مراد بدخشی کو سورہ لایلٰف کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

خوفناک جگہوں اور دشمنوں کے غلبہ کے مقامات پر امن اور فاہیت کیلئے سورۂ لایلٰف کی قرات مجرب ہے۔ کم از کم ہر روز اور ہر رات میں گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھیں۔ (۵۴۵)

۹۷۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ. ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ. (۵۴۶)

ترجمہ:

بے شک ہم نے انسان کو عقل وشکل کے اعتبار سے بہترین اعتدال پر پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسکو پست ترین حالت کی طرف لوٹا دیا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کمالِ کرم سے اس نورانی جوہر ﴿روح﴾ کو اس جسم کے ظلمانی پیکر کے ساتھ جمع کر دیا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے نور اور ظلمت اور امر وخلق کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی نقیض واقع ہوئی تھیں تو حکم حکیم مطلق جل سلطانہ نے اس اجتماع کو برقرار رکھنے کیلئے اور اس انتظام کو موجود رکھنے کیلئے روح کی نفس کے ساتھ عشق وگرفتاری کی نسبت قائم کر دی اور اس گرفتاری کو اس انتظام کا سبب بنا دیا۔

روح کا یہ تنزل وگرفتاری حقیقت میں مدح بمایشبہ الذم کے قبیلہ سے ہے۔ تو اس نسبت حبی کے باعث روح نے اپنے آپ کو مکمل طور پر عالم نفس میں ڈال دیا اور اپنے آپ کو اسکا تابع کر دیا۔

روح اور جسم کے تعلق حبی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

روح اور جسم ایک دوسرے کی نقیض ہیں اور اس جہاں میں روح جسم کے مقام میں نزول کر چکی ہے۔ اور جسم وجسمانیت کلی گرفتار ہو چکی ہے۔ جسم کی لذت سے یہ بھی لذت اٹھالی ہے اور جسم کو تکلیف پہنچنے سے اس کو بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ یہ مرتبہ کالانعام کا ہے۔ آیت کریمہ ثم رددنہ اسفل سافلین.

انہی عوام کے حال پر صادق آتی ہے۔ ہزار بار افسوس اگر روح اس گرفتاری سے نجات حاصل کر کے اپنے وطن کی طرف رجوع نہ کرے۔ (۵۴۷)

۹۸۔ معوذتین ﴿سورہ فلق، الناس﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ معوذتین کے قرآن سے ہونے کا انکار کرتے تھے۔ مسند احمد (۵۴۸)، مسند بزار (۵۴۹) مصنف ابن ابی شیبہ (۵۵۰)، طبرانی کبیر (۵۵۱)، المطالب العالیۃ (۵۵۲)، مجمع الزوائد (۵۵۳)، کشف الاستار (۵۵۴)، وغیرہ کتب حدیث میں یہ روایت درج ہے:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَحُكُّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ مِنْ مَصَاحِفِهٖ وَيَقُوْلُ اِنَّهُمَا لَيْسَتَا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى.

''عبداللہؓ بن مسعود اپنے مصاحف میں سے ان کو مٹاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں اللہ کی کتاب سے نہیں ہیں۔'' لیکن یہ روایت قابل قبول نہیں کیونکہ اس کے راویوں پر جرح کی گئی ہے وہ تمام روایات جن میں لیستا من کتاب اللہ کے الفاظ ہیں ان میں ابواسحاق اور اعمش دو راوی ہیں، جنکا شمار مدلسین میں ہوتا ہے۔ اور 'عن' سے روایت کرتے ہیں۔ (۵۵۵) اور اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو بقول ابن حجر کے ''کتاب اللہ'' کی تاویل ''مصحف'' سے کی جائیگی (۵۵۶) یعنی حضرت ابن مسعودؓ اسکے منزل من اللہ ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ انکے نزدیک انہیں قرآن میں نہیں لکھنا چاہیئے کیونکہ وہ مصحف میں صرف ان سورتوں کو لکھنا صحیح سمجھتے تھے جن کے لکھے جانے کا ثبوت ان کے علم میں ہو۔ یہ اسی طرح کی احتیاط تھی جیسی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے قرآن کی کتابت پر آمادہ نہیں ہوتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ کام رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں ہوا۔ قرآن سے ہونے کا انکار، اور مصحف میں لکھنے کا انکار دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ علاوہ ازیں زرکشی (۵۵۷) ابن حزم (۵۵۸) علامہ سیوطی (۵۵۹) امام نووی (۵۶۰)، قاضی ابوبکر باقلانی (۵۶۱)، شیخ محب اللہ (۵۶۲) امام سبکی (۵۶۳) امام فخر الدین رازی (۵۶۴)، محمد عبدالعزیز فرہاری (۵۶۵) اور ملا علی قاری (۵۶۶) نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کو کذب باطل اور غیر صحیح قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ان سورتوں کی قرأت صحیح سند سے ثابت ہے۔

معوذتین کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق درج ذیل ہے:

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ (۵۶۷) نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ معوذتین کو فرض نماز میں نہیں پڑھنا چاہیئے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کے قرآن ہونے میں جمہور کے مخالف ہیں۔ لہٰذا نماز میں جتنی قرأت فرض ہے اس میں ان دونوں سورتوں کی قرأت کو محسوب نہیں کرنا چاہیئے یہ فقیر بھی ان دونوں سورتوں کو نہیں پڑھا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک دن کارکنان قضاوقدر نے اس فقیر پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ظاہر کیا کہ گویا معوذتین حاضر ہیں اور حضرت مخدوم سے فرض قرأت میں ان کی قرأت سے منع کر دینے کے بارے میں شکایت کر رہی ہیں کہ ہمیں قرآن سے کیوں نکال دیا ہے۔ اسی وقت سے میں اس ممانعت سے باز آ گیا اور فرض قرأت میں میں نے ان کی قرأت شروع کر دی۔ ہر مرتبہ جب میں ان دونوں سورہ کریمہ کو فرض قرأت میں پڑھتا تو عجیب احوال کا مشاہدہ کرتا ہوں اور حق یہی ہے کہ جب علم شریعت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو ان دونوں سورتوں کو فرض قرأت میں پڑھنے سے روکنے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ تو اس اجماعی حکم کی قطعیت میں کہ

مَابَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ قُرْآن.

ایک طرح سے شبہ ڈالنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ ﴿سورہ فاتحہ کے بعد نماز میں ﴾ کسی سورہ کو ملانا واجبات میں سے ہو بہر حال ظنی ہے پھر ان دونوں سورتوں کی قرأت سے منع کرنا اگر چہ ان کا قرآن ہونا ظن بھی کیوں نہ ہو یعنی بفرض محال پھر بھی اس کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کی قراءت تو اسی طرح کی جاتی ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ ان کو ملاتے ہیں ﴿یعنی قراءت کا فریضہ تو سورۂ فاتحہ سے ادا ہو چکا ہے﴾ (۵۶۸)

فَالْعُجْبُ مِنَ الشَّيْخِ الْمُقْتَدٰى مِثْلُ هٰذَا الْكَلَامِ كُلُّ الْعُجْبِ.

اعجاز القرآن پر اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اعتراض: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فاتحہ اور معوذتین قرآن میں سے نہیں ہیں باوجودیکہ یہ مشہور سورتوں میں سے ہیں اگر اسکی بلاغت حد اعجاز تک پہنچی ہوتی تو یہ غیر قرآن سے ممتاز ہوتا اور وہ اختلاف نہ کرتے۔

جواب:

صحابہ کا اختلاف قرآن کی ان بعض سورتوں میں جو بذریعہ احاد مروی ہے اور احاد ظن کا فائدہ دیتی ہیں۔ لیکن مجموعۂ قرآن تواتر سے منقول ہے جو یقین کا فائدہ دیتا ہے پس احاد بالکل ناقابل التفات ہیں مزید براں ہم یہ کہیں گے کہ انہوں نے حضرت محمد ﷺ پر اس کے نازل ہونے کے متعلق اختلاف نہیں کیا اور نہ اس کے حد اعجاز تک پہنچے ہوئے ہونے میں ان کا اختلاف ہے بلکہ محض اس کے قرآن میں سے ہونے کے متعلق اختلاف ہے اور یہ چیز ہمارے مقصد کیلئے مضر نہیں۔ (معارف لدنیہ)

واضح رہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے حضرت یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات کے حوالہ سے جو لکھا ہے اس کو تسامح پر محمول کیا جائے گا۔ حضرت شیخ یحییٰ نے مکتوبات میں جو نقطۂ نظر پیش کیا ہے اس سے مختلف ہے جسکا ذکر آپؒ نے مبدا و معاد میں کیا ہے، حضرت یحییٰ منیری کا نقطۂ نظر درج ذیل ہے:

صحیح قول یہ ہے کہ معوذتین قرآن مجید میں شامل ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس مصحف کو جمع اور مرتب کیا تھا اس میں یہ دونوں سورتیں موجود ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت سے ہمارے زمانہ تک وہی مصحف ہمارا امام رہا۔ اور مشرق و مغرب کے تمام مصاحف میں اسی طرح لکھا گیا۔ جس طرح دوسری تمام سورتوں کے متعلق بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وہ جزو قرآن ہیں اسی طرح معوذتین کے متعلق بھی صحابہ کرام اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ بھی جزو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ارآن ہے۔ چنانچہ مجموعہ پر اتفاق اس کے اجزاء پر اتفاق کا سبب ہے۔ کیونکہ مجموعہ کا جزو مجموعہ میں داخل ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ قرآن مجید کی تمام سورتوں کی تعداد ۱۱۴ ہے۔ یہی قول عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی ہے اور اسی طرح امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں بھی سورتوں کی مجموعی تعداد ۱۱۴ ہے۔ جن میں معوذتین بھی شامل ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ معوذتین قرآن میں سے ہیں۔ چنانچہ جس طرح حالت جنابت میں دوسری سورتوں کا پڑھنا ممنوع ہے اسی طرح معوذتین کا پڑھنا بھی بالاتفاق ممنوع ہے۔ نماز میں جس طرح دوسری سورتوں کا پڑھنا جائز ہے اسی طرح معوذتین کا پڑھنا بھی بالاتفاق جائز ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورۂ براءت کی ابتدا میں بسم اللہ نہیں لکھا تو لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا کہ جب سورہ براءت نازل ہوئی تو میں حضرت رسالت پناہ ﷺ سے یہ دریافت نہ کر سکا کہ سورۂ براءت کوئی علیحدہ سورہ ہے یا سورۂ انفال کا آخری حصہ یا تتمہ ہے۔ اسی اثنا میں سرور کائنات ﷺ دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ اللہ، اللہ جہاں حزم واحتیاط کا یہ عالم ہے کہ سورہ براءت کی ابتدا میں بسم اللہ صرف اس وجہ سے نہیں لکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت نہیں کیا تھا تو کیا یہ ممکن ہے کہ معوذتین کے بارے میں حضور ﷺ سے دریافت کئے بغیر انہوں نے اپنے مصحف میں اسے لکھ لیا ہو۔ یہی وہ مصحف ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک ہمارا امام ہے۔ پس یہ بات معلوم ہوئی کہ انہوں نے حضرت رسالت پناہ ﷺ سے دریافت کرنے کے بعد دوسری سورتوں کے ساتھ قرآن کریم لکھا ہوگا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ معوذتین قرآن کریم میں سے ہے، ورنہ وہ دوسری سورتوں کے ساتھ معوذتین کو اپنے مصحف میں ہرگز شامل نہ کرتے۔ لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ معوذتین قرآن میں سے نہیں ہے اس سے کہدو کہ وہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا کرتا ہے اور بہتان لگاتا ہے کہ انہوں نے جو قرآن نہیں ہے اس کو نعوذ باللہ قرآن میں داخل کر دیا ہے۔ اور اپنے مصحف میں لکھ دیا ہے۔ (۵۶۹)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حواشی

﴿۱﴾ تفسیر سے متعلق مباحث کیلئے ملاحظہ فرمایئے:

ابو حیان' محمد بن یوسف اندلسی' البحر المحیط' دار الفکر' ۱۹۸۳ جلد اوّل' ص ۱۳۔۱۴/ ابن جوزی' ابو الفرج عبدالرحمان بن علی' زاد المسیر' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۸ھ جلد اوّل' ص ۴/ ابو بکر جابر الجزائری' ایسر التفسیر' مکتبہ العلوم والحکم مدینہ منورہ' ۱۹۹۶' جلد اول' ص ۹/ الطباطبائی' سید محمد حسین' المیزان فی تفسیر القرآن' دار الکتاب الاسلامی ایران' ۱۹۷۳' جلد اوّل ص ۴/ طبرسی' ابو علی الفضل بن الحسن' منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ المرعشی' ایران ۱۴۰۳' جلد اوّل ص ۱'۲/ آلوسی' محمود آلوسی حنفی' روح المعانی' انتشارات جہان ایران' جلد اوّل ص ۵/ قسطلانی' ابی العباس شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی' ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری' دار احیاء التراث العربی لبنان' ۱۳۰۵ھ' جلد ۷ ص ۲/ عسقلانی' احمد بن علی بن حجر العسقلانی' فتح الباری دار نشر الکتب الاسلامیہ پاکستان ۱۹۸۱ جلد ۸ ص ۱۵۵/ مبارکپوری' محمد بن عبدالرحمٰن' تحفۃ الاحوذی' دار الفکر بیروت جلد ۸ ص ۲۷۷/ ابی مالکی' ابو عبداللہ' اکمال اکمال المعلم' دار الکتاب العربی' بیروت جلد ۷ ص ۳۲۱/ محمد طاہر الصدیقی الھندی الفتنی' مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار' مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱۹۹۴ جلد ۴ ص ۱۴۲/ ابن منظور' ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم' لسان العرب' نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ جلد ۵ ص ۵۵/ زمخشری' ابو القاسم محمود بن عمر' اساس البلاغۃ دار المعرفۃ لبنان' ص ۳۴۱/ زبیدی' سید محمد مرتضیٰ' تاج العروس' المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ جلد ۳ ص ۴۷۰/ جرجانی' سید شریف کتاب التعریفات المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۱۱ھ ص ۳۸/ سیوطی' جلال الدین' الاتقان فی علوم القرآن' سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۴ جلد دوم ص ۱۷۳/ عثمانی' محمد تقی' علوم القرآن' مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴۱۱ ص ۳۲۳۔۳۲۴

﴿۲﴾ بطور مثال چند کتابوں کے نام درج ہیں:

تفسیر الموطا للمالک۔ عبدالرحمٰن بن مروان متوفی ۳۱۳/ التصحیح المقیاس فی تفسیر القسطاس للزمخشری فی العروض۔ تاج الدین عبدالوہاب متوفی ۶۵۴/ تفسیر رسالہ سیبویہ۔ علی بن سلیمان متوفی ۳۱۵/ کتاب التنبیہ علی خطا ابن جنی فی تفسیر شعر المتنبی۔ علی بن عیسیٰ متوفی ۴۲۰/ تفسیر ناموس الطب۔ علی بن رضوان متوفی ۴۵۳/ تفاسیر العقاقیر فی الادویۃ ومنافعھا۔ علی بن ابی القاسم متوفی ۵۶۵/ الکلمات النافعات فی تفسیر الباقیات الصالحات۔ زین الدین متوفی ۸۷۷/ تفسیر غریب الحدیث۔ عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴/ تفسیر ایساغوجی فی المنطق۔ غریغوریوس متوفی ۶۸۵/ تفسیر ضروب المنطق' تفسیر الحماسہ۔ القاسم بن محمد متوفی ۳۵۵/ تفسیر دیوان ابی تمام۔ محمد بن احمد متوفی ۳۷۰/ تفسیر کتب جالینوس۔ یحییٰ النحوی/ تفسیر الموطا۔ ابوزکریا یحییٰ بن ابراہیم متوفی ۲۵۹۔/ حاجی خلیفہ' مصطفیٰ بن عبداللہ' کشف الظنون ﴿طبعۃ جدیدۃ منقحۃ﴾ دار الفکر بیروت ۱۹۹۴ جلد پنجم صفحات بالترتیب ۴۲۰' ۵۱۳' ۵۴۲' ۵۵۰' ۵۵۳' ۵۶۰' ۵۸۸' ۶۴۱' ۶۴۷' ۶۵۸ جلد ششم صفحات بالترتیب ۴۰' ۴۴۰' ۴۰۲۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ابن خلدون نے ایک عنوان اس طرح قائم کیا ہے۔ ''ولنذکر الآن تفسیر حقیقة النبوة علی ما شرک من المحققین۔'' ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون دار مکتبۃ الھلال بیروت ۱۹۸۶ص ۶۹۔

﴿۳﴾ سعیدی، غلام رسول، التبیان، فرید بک سٹال لاہور ۱۹۹۷ جلد اول ص ۳۷

﴿۴﴾ صارم، عبدالصمد، تاریخ التفسیر، مکتبہ معین الادب لاہور ۱۹۸۲ص ۱۵

﴿۵﴾ اس لسانی ارتقا کا اندازہ ڈاکٹر افتخار عارف کے اس جملہ سے کیا جا سکتا ہے۔ ''ہمارا خیال ہے بنیادی نظری، تہذیبی، معاشرتی، سیاسی اور دیگر اسباب کی بناء پر پاکستانی اردو کے خدوخال مختلف ہوتے جا رہے ہیں۔'' ﴿محمود الرحمٰن ڈاکٹر پاکستانی اردو کے خدوخال، ماہ نامہ اخبار اردو مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد اپریل ۱۹۸۸ء﴾

﴿۶﴾ جعفر سبحانی، تفسیر موضوعی مترجم صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور جلد ۲ ص ۲۰

﴿۷﴾ القرآن، سورہ النحل، آیت ۴۴

﴿۸﴾ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار المعرفۃ لبنان ۱۹۸۶ جلد اول ص ۳۰

﴿۹﴾ ابوحیان، محمد بن یوسف اندلسی، البحر المحیط، دار الفکر، ۱۹۸۳ جلد اوّل ص ۶

﴿۱۰﴾ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال لاہور ۱۹۹۷ جلد اوّل ص ۱۳۳/ الاتقان فی علوم القرآن جلد اوّل ص ۱۷۸ میں علامہ سیوطی نے بھی یہی لکھا ہے۔

﴿۱۱﴾ شرف الدین، ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم، قرآن حکیم کے اردو تراجم قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۵

﴿۱۲﴾ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل صحیح بخاری ﴿طبعۃ جدیدۃ﴾ مکتبہ العصریہ بیروت ۱۹۹۷ جلد ۳ ص ۱۳۵۰۔۱۶۰۴۔

﴿۱۳﴾ مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری صحیح مسلم موسسۃ عزالدین لبنان ۱۹۸۷ جلد ۵، ص ۵۱۷ تا ۵۲۹

﴿۱۴﴾ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الجامع الصحیح، دار احیاء التراث العربی بیروت جلد ۵ ص ۱۵۵ تا ۴۵۵

﴿۱۵﴾ نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب السنن الکبریٰ، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۹۹۱ جلد ۶ ص ۲۸۲ تا ۵۲۶

﴿۱۶﴾ احمد بن حنبل، الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل، تحقیق احمد عبدالرحمان البنا، دار احیاء التراث العربی بیروت جلد ۱۸ ص ۶۵ تا ۳۵۴

﴿۱۷﴾ حاکم، ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، دار الباز عباس احمد الباز مکہ مکرمۃ جلد ۲ ص ۲۲۰۔۵۴۱

﴿۱۸﴾ ہیثمی، حافظ نورالدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، موسسۃ المعارف لبنان ۱۹۸۶ جلد ۶ ص ۳۰۶ تا ۳۳۲/ جلد ۷ ص ۵ تا ۱۵۱

﴿۱۹﴾ عسقلانی، ابن حجر احمد بن علی العسقلانی، المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ دار المعرفۃ لبنان ۱۹۹۳ جلد ۳ ص ۳۰۰ تا ۴۰۲

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۲۰﴾ کشف الاستار جلد۳ ص ۳۵ تا ۸۵ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۸۴

﴿۲۱﴾ لفظ معجزہ پر وارد ہونے والے مختلف اعتراضات سے بچنے کیلئے مشہور سیرت نگار قاضی سلیمان منصور پوری نے لفظ ''آیت'' استعمال کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس لفظ کے استعمال کے فوائد بھی ذکر کئے ہیں۔ ان کے بقول انجیل و تورات میں لفظ ''نشان'' استعمال ہوا ہے۔

﴿منصور پوری، محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور جلد سوم ص ۱۴۰﴾

﴿۲۲﴾ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، اثبات النبوۃ ص ۶۲، ۶۳

﴿۲۳﴾ ہود: ۱۳

﴿۲۴﴾ یونس: ۳۸

﴿۲۵﴾ یونس: ۹۶، ۹۷

﴿۲۶﴾ اثبات النبوۃ ص ۹۶۔۹۷، رسالہ تہلیلیہ ص ۲۹

﴿۲۷﴾ اثبات النبوۃ ص ۹۶۔۹۹

﴿۲۸﴾ سفسطہ اس حکمت کو کہتے ہیں جسکی بنیاد مغالطہ پر ہوتی ہے ﴿کھلی حقیقت کا انکار﴾

﴿۲۹﴾ اثبات النبوۃ ص: ۶۵

﴿۳۰﴾ سید ھبۃ الدین الحسینی نے اپنے رسالہ میں اعجاز القرآن کی اٹھائیس وجوہات ذکر کی ہیں۔
محمد الغزالی، نظرات فی القرآن موسسۃ الخانجی مصر ۱۹۵۸ ص ۱۵۷۔۱۵۹

﴿۳۱﴾ اعجاز القرآن کے مصنف القاضی ابی بکر الباقلانی

﴿۳۲﴾ سورۃ الروم، آیت ۳۔۴

﴿۳۳﴾ سورہ نسآء، آیت ۸۲

﴿۳۴﴾ فرہاری، محمد عبدالعزیز، النبراس شرح العقائد مکتبہ حقانیہ ملتان ص ۲۷۶

﴿۳۵﴾ کمال بن ابی شریف، المسایرہ شرح المسامرۃ، دائرۃ المعارف الاسلامیہ مکران ص ۲۱۷

﴿۳۶﴾ یہ معارضہ یمامہ کے مسلیمہ بن حبیب المعروف کذاب نے کیا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ نبوت ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ محمد فاضل موحدی نے اس کے اس کلام کو مکمل اس طرح نقل کیا ہے۔

والمبذرات زرعا، والحاصدات حصدا، والذاريات قمحا، والطاحنات طحنا، والخابزات خبزا، والثاردات ثردا، واللاقمات لقما، اماله وسمنا، لقد فضلتم على اهل الوبر وما سبقكم اهل المدر، ريفكم فامنعوه والمعتر فاووه والباغي فناووه"

ترجمہ:

﴿قسم ہے کھیت میں بیج بونے والیوں کی اسے اچھی طرح کاٹنے والیوں کی اور گندم کو صاف کرنے والیوں کی اسے اچھی طرح پیسنے والیوں کی روٹیاں بنانے والیوں کی اسے ثرید بنانے والیوں کی اور لقمے بنا کر کھانے والیوں کی سالن اور گھی سے کھانے والیوں کی۔ تحقیق تم خیموں والوں سے فضیلت پا گئے ہو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور عمارتوں میں رہنے والے تم سے سبقت نہیں لے جا سکتے' تم اپنی چراگاہ کی حفاظت کرو۔ اور فقیر کو پناہ دو اور باغی سے عداوت کرو۔﴾

﴿موحدی' محمد فاضل' مدخل التفسیر' مترجم سیّد محمد تقی نقوی' مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور ۱۴۱۴ھ ص ۱۷۷﴾

﴿۳۷﴾ سورۃ النساء آیت ۸۲

﴿۳۸﴾ سورۃ القارعۃ آیت ۵

﴿۳۹﴾ سورۃ الجمعہ آیت ۹

﴿۴۰﴾ سورۃ البقرہ آیت ۸۴

﴿۴۱﴾ سورۃ البقرۃ آیت ۱۱

﴿۴۲﴾ سورۃ السبا آیت ۱۹

﴿۴۳﴾ سورۃ المائدہ ۱۱۲

﴿۴۴'۴۵﴾

متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جسے ہر دور میں اتنی بڑی تعداد نے روایت کیا ہو جسکا کذب بیانی پر متفق ہونا محال نظر آتا ہو۔ خبر متواتر سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ وہ روایت جو خبر متواتر کی شرائط پر پوری نہ اترے خبر واحد کہلاتی ہے اس سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے

﴿محمود الطحان ڈاکٹر' اصطلاحات حدیث مترجم مظفر حسین ندوی ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۹۰ ص ۲۹ تا ۳۳﴾

﴿۴۶﴾ صحیح بخاری کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

ان ھذا القرآن انزل علی سبعة احرف فاقرؤا ماتیسر منه

یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے پس اس میں سے جو تمہارے لئے آسان ہو اس طریقے سے پڑھ لو۔

اس روایت کے مفہوم کے تعین میں علماء کے ۳۵۔ اقوال ہیں۔

الجامع الاحکام القرآن للقرطبی جلد اوّل ص ۴۲'۴۶

﴿۴۷﴾ غلطی

﴿۴۸﴾ سورہ طٰہٰ آیت ۶۳

﴿۴۹﴾ سورہ رحمٰن میں فبای الا ربکما تکذبن ۳۱ مرتبہ آیا ہے

﴿۵۰﴾ بے شک اسکا باپ اور دادا دونوں بزرگی کی انتہا تک پہنچ گئے۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب ہی مفسرین نے پسند کیا ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ لکھا کہ یہ کاتبوں کی غلطی ہے۔ علامہ آلوسی نے اس پر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد لکھا ہے کہ وہ تمام روایات جو قرأت متواتر کے خلاف ہیں سب ضعیف ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

محمد کرم شاہ پیر' ضیاء القرآن' ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۳۹۹ جلد سوم ص ۱۱۹۔۱۲۰/
قرطبی' ابوعبداللہ محمد بن احمد۔ الجامع الاحکام القرآن' انتشارات ناصر خسرو ایران جلد ۲ ص ۲۱۶ یا ۲۱۹

﴿۵۱﴾ معرب ایسے کلمہ کو کہتے ہیں جو ماضی' امر حاضر معروف اور حرف کے مشابہ نہ ہو اور اسکے آخر میں تبدیلی ہوتی رہتی ہو۔

﴿۵۲﴾ ایسے کلمہ کو کہتے ہیں جو ہمیشہ ایک حالت پر رہے عامل کی تبدیلی سے اس کے آخر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

﴿۵۳﴾ اثبات النبوۃ ص ۱۰۱ تا ۱۰۷

﴿۵۴﴾ عینی' بدرالدین' عمدۃ القاری جلد اوّل ص ۱۴۴

﴿۵۵﴾ وہ فرقہ جو خدا کیلئے جسم ثابت کرتا ہے۔

﴿۵۶﴾ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی' مبداؤ معاد ص ۱۷۷

﴿۵۷﴾ نووی' یحیٰی بن شرف' شرح مسلم نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ جلد دوم ص ۳۳۹

﴿۵۸﴾ محمود آلوسی' ابوالفضل' روح المعانی' داراحیاء التراث العربی بیروت جلد سوم ص ۸۳'۸۵

﴿۵۹﴾ وما یعلم تاویله الا اللّٰه والراسخون فی العلم یقولون امنابه کل من عند ربنا .اور نہیں جانتا اسکے صحیح معنی کو بغیر اللہ تعالیٰ کے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ ﴿آل عمران آیت ۷﴾

بعض علماء نے والراسخون کا عطف اللہ پر کیا ہے اس قول کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ متشابہات کی حقیقی مراد اللہ اور علمائے راسخین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا لیکن دوسرے علماء نے الا اللہ پر وقف کیا ہے اور والراسخون کو مستقل جملہ قرار دیا ہے۔ ان کے قول کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور علمائے راسخین نہ جاننے کے باوجود ان آیات کی حقانیت اور منزل من اللہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔

﴿۶۰﴾ دفتر اوّل مکتوب ۳۱۰

﴿۶۱﴾ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۵۴

﴿۶۲﴾ ہدایہ فقہ حنفی کی مشہور و مستند کتاب ہے۔ یہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ کی تصنیف ہے۔

﴿۶۳﴾ کنز الوصول الی معرفۃ الاصول' اصول فقہ میں علی بن محمد بزدوی متوفی ۴۸۲ھ کی تصنیف ہے۔

﴿۶۴﴾ دفتر دوم مکتوب ۱۸

﴿۶۵﴾ دفتر دوم مکتوب ۳۶

﴿۶۶﴾ الموصلی' ابی یعلی احمد بن علی' مسند ابی یعلی الموصلی' تحقیق ارشاد الحق اثری' ادارہ القبلہ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ ۱۹۸۸' جلد ۵ ص ۸۰/ الہیثمی' نور الدین علی بن ابی بکر' موارد الظمان الی زوائد ابن حبان' المطبعۃ السلفیۃ مکہ مکرمہ ص ۴۴۰/ امام طبرانی' معجم الکبیر' مطبعۃ الوطن العربی ریاض جلد ۱۰' ص ۱۲۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۶۷﴾ دفتر سوم مکتوب ۱۱۸

﴿۶۸﴾ دفتر دوم مکتوب ۶۰

﴿۶۹﴾ دفتر سوم مکتوب ۱۰۰

﴿۷۰﴾ دفتر سوم مکتوب ۱۰۰

﴿۷۱﴾ دفتر سوم مکتوب ۱۰۰

﴿۷۲﴾ سیوطی جلال الدین' الاتقان فی علوم القرآن جلد اوّل ص ۷۷

﴿۷۳﴾ سیوطی، جلال الدین' الاتقان فی علوم القرآن جلد اوّل ص ۷۷

﴿۷۳-۱﴾ اس روایت سے شاید استدلال اس لئے کیا کہ علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

قراءت سبعہ اپنے آئمہ سے تو بلاشبہ متواتر ہیں مگر رسول اللہ ﷺ سے ان کا تواتر محل نظر ہے۔

(ایضاً ص: ۸۰)

﴿۷۴﴾ اثبات النبوۃ ص ۱۰۶

﴿۷۵﴾ دفتر اوّل مکتوب ۲۵۶

تفسیر نیشاپوری کی جس عبارت کے بارے میں اس مکتوب میں میاں شیخ بدیع الدینؒ نے سوال پوچھا تھا وہ درج ذیل ہے۔

القرأه شانیک بالیاء یزید و الشمونی و حمزه فی الوقف وقراء قتیبه و نصیر مهموز امحاله

علامہ نظام الدین الحسن بن محمد' غرائب القرآن ورغائب الفرقان مطبعۃ البکری الدمیریہ بولاق ۱۹۸۷ جز ۳۰ ص ۱۷۴

﴿۷۶﴾ جرجانی' سیّد شریف علی بن محمد جرجانی' کتاب التعریفات' المطبعۃ الخیر مصر۔ ۱۳۰۶ ص ۳۸

﴿۷۷﴾ آلوسی' سید محمود' روح المعانی جلد ۱ ص ۵

﴿۷۸﴾ ان الفاظ سے کوئی بھی حدیث مروی نہیں البتہ تفسیر بالرائے کی مذمت میں دیگر روایات موجود ہیں۔

﴿۷۹﴾ مکتوبات' دفتر اوّل مکتوب ۲۳۴

﴿۸۰﴾ دفتر دوم مکتوب ۱۱

﴿۸۱﴾ طبری' ابوجعفر محمد بن جریر طبری' دار المعرفۃ لبنان ۱۹۸۶' جلد اوّل ص ۲۷

﴿۸۲﴾ سورہ البقرۃ آیت ۲۶

﴿۸۳﴾ دفتر اوّل مکتوب ۲۸۶

﴿۸۴﴾ دفتر اوّل مکتوب ۱۵۷

(۸۵) سید شریف جرجانی

(۸۶)(۸۷) ہمزہ وصلی اور قطعی دونوں زائد ہوتے ہیں اور ابتدائے کلام میں آتے ہیں۔ ہمزہ وصلی ابتدائے کلام میں لکھنے اور پڑھنے کیلئے آتا ہے اور درمیان کلام میں لکھا جاتا ہے تو پڑھا نہیں جاتا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہمزہ قطعی ابتدائے کلام میں اور درمیان کلام دونوں میں لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔

(۸۸) دو ہم جنس اور قریب المخرج حروف میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا کر پڑھنا

(۸۹) لفظ اللہ کے مادہ ہائے اشتقاق کے متعلقہ مباحث کیلئے ملاحظہ فرمائیے:

زمخشری، جاراللہ محمود بن عمر، تفسیر الکشاف، مکتب الاعلام الامی بیروت ۱۴۱۴ھ، جلد اول، ص: ۵-۴/ بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود، معالم التنزیل، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، جلد اول، ص: ۳۸

(۹۰) عبداللہ بن عمر نام اور نسبت بیضاوی ہے۔ آپ شافعی المسلک تھے اور قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے۔ ''انوار التنزیل واسرار التاویل فی التفسیر'' آپ کی مشہور تصنیف ہے اور دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ علماء نے اس کے مختلف حواشی تحریر کئے ہیں۔ جو شخص قرآن حکیم کے مطالب و معانی اور اسکے اسرار و رموز سے آگاہ ہونا چاہتا ہے وہ اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

(۹۱) انوار التنزیل واسرار التاویل، جلد اول، ص: ۳۴-۳۵

(۹۲) سورۃ الفتح، آیت: ۴

(۹۳) سورۃ یونس، آیت: ۶۸

(۹۴) سورۃ الحشر، آیت: ۲۳

(۹۵) مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، رسالہ تہلیلیہ، مترجم رشید احمد، ادارہ مجددیہ کراچی ۱۹۸۳ ص: ۱۷ تا ۲۰

(۹۶) معارف لدنیہ، ص: ۸۵ تا ۸۹

(۹۷) حضرات القدس، جلد اول، ص: ۱۱۳

(۹۸) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۶

(۹۹) دفتر اول، مکتوب: ۲۱۳

(۱۰۰) سورۃ البقرۃ، آیت: ۳۴

(۱۰۱) دفتر اول، مکتوب: ۲۵۴

(۱۰۲) محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۵، جلد اول، ص: ۴۸

(۱۰۳) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۲

(۱۰۴) حضرات القدس: ۱۶۲

(۱۰۵) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۷۲

(۱۰۶) الکشاف عن حقائق التنزیل جلد اول ص: ۲۱۴

(۱۰۷) مبداء و معاد، ص: ۱۴۵-۱۴۶

(۱۰۸) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۷۹

(۱۰۹) سورۃ الانبیاء، آیت: ۲۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

(۱۱۰) دفتر اول مکتوب:۲۶۶

(۱۱۱) سورۃ البقرۃ-۱۸۵

(۱۱۲) دفتر اول،مکتوب:۴

(۱۱۳) سورۃ النساء-۷۹

(۱۱۴) دفتر اول،مکتوب:۱۶۴

(۱۱۵) دفتر اول،مکتوب:۴

(۱۱۶) دفتر اول،مکتوب:۴۵

(۱۱۷) سورۃ البقرۃ،آیت:۲۵۵

(۱۱۸) دفتر دوم،مکتوب:۶۷

(۱۱۹) سورۃ البقرۃ،آیت:۱۸۶

(۱۲۰) دفتر سوم،مکتوب:۱۰

(۱۲۱) سورۃ المجادلہ،آیت:۷

(۱۲۲) دفتر دوم،مکتوب:۸

(۱۲۳) سورۃ ال عمران،آیت:۱۱۰

(۱۲۴) دفتر اول،مکتوب:۴۴

(۱۲۵) دفتر اول،مکتوب:۲۴۹

(۱۲۶) صوفیہ کی اصطلاح میں ذات،صفات اور اسماء کا کسی پر ظہور تجلی کہلاتا ہے۔

(۱۲۷) دفتر اول،مکتوب:۲۴۸

(۱۲۸) سورۃ ال عمران،آیت:۱۵۹

(۱۲۹) غزوہ بدر میں جنگی قیدیوں سے سلوک کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور اس میں تمام صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مسئلہ میں وہ اپنی رائے پیش کریں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے یوں پیش کی ''یارسول اللہ ﷺ ان سے فدیہ لیا جائے اور ان کو آزاد کر دیا جائے فدیہ سے جو سرمایہ اکٹھا ہوگا وہ مسلمانوں کیلئے تقویت کا باعث ہوگا اور اللہ کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ ان میں سے کئی لوگ ایمان لے آئیں اور اپنی بہترین صلاحیتوں کے باعث امت کی تقویت کا باعث بنیں''

ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''بخدا میں اس تجویز کو ہرگز پسند نہیں کرتا میری رائے ابوبکر کی رائے سے سراسر مختلف ہے۔میری رائے یہ ہے کہ ہر قیدی کو اس کے مسلمان رشتہ دار کے حوالے کیا جائے اور ہمیں حکم دیا جائے کہ ہم اپنے رشتہ دار کافروں کی گردنیں اڑا دیں کیونکہ یہی لوگ کفر کے پیشوا اور اس کے سردار ہیں۔آج اگر ان کو تہ تیغ کر دیا جائے تو آئندہ یہ اسلام کی ترقی میں مزاحم نہ ہو سکیں گے۔

﴿محمد کرم شاہ،پیر-ضیاء النبی،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاہور،۱۴۱۳ھ جلد سوم،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ص:۳۸۵﴾

(۱۳۰) رازی، محمد بن ضیاء الدین، مفاتیح الغیب، دار الفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ، جلد۴، ص:۳۸۷

(۱۳۱) دفتر دوم، مکتوب:۹۶

(۱۳۲) سورۃ آل عمران، آیت:۳۱

(۱۳۳) دفتر اول، مکتوب ۱۸۵

(۱۳۴) دفتر اول، مکتوب:۴۲

(۱۳۵) دفتر اول، مکتوب:۴۴

(۱۳۶) دفتر اول، مکتوب:۱۱۴

(۱۳۷) دفتر اول، مکتوب:۱۶۵

(۱۳۸) دفتر دوم، مکتوب:۵۴-اتباع کے موضوع پر ان مکتوبات میں بھی آپ نے تحریر فرمایا ہے۔
دفتر اول، مکتوب:۹، ۷۵، ۷۷، ۲۵۶

(۱۳۹) معارف لدنیہ ص:۱۸۱

(۱۴۰) مبدأ و معاد ص:۱۷۸-۱۷۹

﴿۱۴۱﴾ سورۃ النساء آیت:۲۸

﴿۱۴۲﴾ سورۃ الشوریٰ آیت:۱۳

﴿۱۴۳﴾ سورۃ البقرۃ آیت:۴۵

﴿۱۴۴﴾ دفتر اول، مکتوب:۲۸۹

﴿۱۴۵﴾ سورۃ النساء آیت:۸۰

﴿۱۴۶﴾ سورۃ النساء آیت:۱۵۱، ۱۵۰

﴿۱۴۷﴾ دفتر اول، مکتوب:۸۰

﴿۱۴۸﴾ سورۃ النساء آیت:۵۹

﴿۱۴۹﴾ دفتر اول، مکتوب:۱۵۲

﴿۱۵۰﴾ سورۃ النساء آیت:۵۸

﴿۱۵۱﴾ دفتر سوم، مکتوب:۸۹

﴿۱۵۲﴾ سورۃ النساء آیت:۱۱۶

﴿۱۵۳﴾ دفتر سوم، مکتوب:۳

﴿۱۵۴﴾ سورۃ الانعام آیت:۸۲

﴿۱۵۵﴾ سورۃ النساء، آیت:۹۳

﴿۱۵۶﴾ انوار التنزیل واسرار التاویل، ج:۳ ص:۱۷

﴿۱۵۷﴾ دفتر اول، مکتوب:۲۶۶

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۵۸﴾ دفتر اول، مکتوب: ۲۵۹

﴿۱۵۹﴾ سورۃ المائدۃ آیت: ۳

﴿۱۶۰﴾ دفتر اول، مکتوب: ۲۶۰

﴿۱۶۱﴾ سورۃ المائدۃ آیت: ۱۵

﴿۱۶۲﴾ دفتر سوم، مکتوب: ۷۷

﴿۱۶۳﴾ سورۃ المائدہ آیت: ۳۵

﴿۱۶۴﴾ دفتر دوم، مکتوب: ۵۰

﴿۱۶۵﴾ شاہ اسماعیل دہلوی نے بھی وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ صراط مستقیم، ادارہ نشریات اسلام لاہور ص: ۶۹

﴿۱۶۶﴾ سورۃ المائدہ آیت: ۶۷

﴿۱۶۷﴾ اثبات النبوۃ ص: ۱۰۹

﴿۱۶۸﴾ سورۃ الانعام آیت: ۱۰۳

﴿۱۶۹﴾ دفتر دوم، مکتوب: ۶

﴿۱۷۰﴾ سورۃ الانعام آیت: ۱۵۳

﴿۱۷۱﴾ صحیح مسلم ج: ۲ ص: ۱۱

﴿۱۷۲﴾ کنز العمال ج: ۱۱ ص: ۴۰۶/ علامہ سیوطی نے اسے صحیح کہا، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر جلد اول ص: ۲۲۴ لیکن امام سخاوی لکھتے ہیں سندہ ضعیف جدا، المقاصد الحسنۃ، شمس الدین سخاوی ص: ۵۲، ناصر الدین البانی کہتے ہیں کہ اسکی اسناد ثابت نہیں لیکن مفہوم صحیح ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ جلد اول ص: ۱۰۲

﴿۱۷۳﴾ دفتر اول، مکتوب ۴۱

﴿۱۷۴﴾ سورۃ الاعراف آیت: ۳۱

﴿۱۷۵﴾ الکشاف جلد دوم ص: ۱۰۰/ انوار التنزیل واسرار التاویل جلد سوم ص: ۱۷

﴿۱۷۶﴾ دفتر اول، مکتوب: ۷۰

﴿۱۷۷﴾ دفتر سوم، مکتوب: ۱۷

﴿۱۷۸﴾ سورۃ الاعراف آیت: ۱۵۶

﴿۱۷۹﴾ سورۃ یوسف آیت: ۸۷

﴿۱۸۰﴾ سورۃ الاعراف آیت: ۱۵۶

﴿۱۸۱﴾ سورۃ الاعراف آیت: ۵۶

﴿۱۸۲﴾ سورۃ ابراہیم آیت: ۴۷

﴿۱۸۳﴾ دفتر اول مکتوب: ۲۶۶

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۸۴﴾ سورۃ یٰسٓ آیت:۵۹

﴿۱۸۵﴾ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۶

﴿۱۸۶﴾ دفتر اول، مکتوب:۹۶

﴿۱۸۷﴾ سورۃ الاعراف ایت:۱۷۲

﴿۱۸۸﴾ دفتر سوم، مکتوب:۹۲

﴿۱۸۹﴾ سورۃ التوبہ آیت:۷۲

﴿۱۹۰﴾ سورۃ الشوریٰ آیت:۱۳

﴿۱۹۱﴾ دفتر اول، مکتوب:۳۶

﴿۱۹۲﴾ سورۃ الانفال آیت:۶۴

﴿۱۹۳﴾ مجمع الزوائد ج:۷ ص:۳۱

﴿۱۹۴﴾ دفتر دوم، مکتوب:۹۷، ۹۹، ۶۲، ۹۵

﴿۱۹۵﴾ سورۃ التوبۃ آیت:۲۸

﴿۱۹۶﴾ ملا علی قاری نے کالخنزیر کے لفظ نقل کیے ہیں۔ مرقاۃ ج:۲ ص:۴۱

﴿۱۹۷﴾ مدارج النبوت ج:۲ ص:۴۲۴

﴿۱۹۸﴾ صحیح بخاری ج اول، ص:۱۲۸

﴿۱۹۹﴾ امام شافعی، محمد بن ادریس، الام، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۹۳ء، ج:۱ ص:۵۶

﴿۲۰۰﴾ دفتر سوم، مکتوب:۲۲

﴿۲۰۱﴾ سورۃ التوبۃ آیت:۳۷

﴿۲۰۲﴾ سورۃ الممتحنۃ آیت:۴

﴿۲۰۳﴾ بدیوی، یوسف علی، الاحادیث القدسیۃ، دار ابن کثیر، دمشق ۱۹۹۱ ص:۱۳۷، ۱۳۸ رقم:۲۲۲، ۲۲۵/ ابوبکر عبداللہ بن زبیر، مسند الحمیدی، اہلحدیث ٹرسٹ کراچی ص:۳۱۵

﴿۲۰۴﴾ دفتر اول، مکتوب:۲۶۶

﴿۲۰۵﴾ سورۃ الرعد آیت:۱۴

﴿۲۰۶﴾ دفتر اول مکتوب:۱۶۳

﴿۲۰۷﴾ سورۃ التوبۃ آیت:۹۷

﴿۲۰۸﴾ معارف لدنیہ ص:۱۸۳

﴿۲۰۹﴾ سورۃ ھود، آیت:۷

﴿۲۱۰﴾ سورۃ حم السجدہ، آیت:۹

﴿۲۱۱﴾ مجمع الزوائد جلد ۱۰، ص:۴۲۴

﴿۲۱۲﴾ دفتر دوم، مکتوب:۶۷

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۲۱۳﴾ دفتر سوم، مکتوب: ۱۷

﴿۲۱۳۔ا﴾ سورۃ ہود، آیت: ۱۱۴

﴿۲۱۳۔ب﴾ دفتر دوم، مکتوب: ۵۶

﴿۲۱۴﴾ سورۃ الرعد، آیت: ۲۸

﴿۲۱۵﴾ دفتر اول مکتوب ۹۲

﴿۲۱۶﴾ زبیدی، سید مرتضی، اتحاف السادۃ المتقین، دار الفکر بیروت، جلد ۶ ص: ۲۸۷

﴿۲۱۷﴾ دفتر اول مکتوب: ۲۰۳

﴿۲۱۸﴾ صحیح مسلم جلد ۵، ص: ۲۴۲، رقم: ۲۶۸۹

﴿۲۱۹﴾ ابن ماجہ، امام ابو عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، المکتبۃ العلمیۃ بیروت، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، جلد ۲، ص: ۱۳۷۷، رقم: ۴۱۱۲

﴿۲۲۰﴾ سورۃ النجم آیت ۲۹

﴿۲۲۱﴾ دفتر اول مکتوب: ۱۹۷

﴿۲۲۲﴾ سورۃ الرعد آیت: ۳۹

﴿۲۲۳﴾ دفتر اول مکتوب: ۲۱۷

﴿۲۲۴﴾ سورۃ ق آیت: ۲۹

﴿۲۲۵﴾ سورۃ الحجر آیت: ۹۹

﴿۲۲۶﴾ دفتر اول، مکتوب: ۹۸

﴿۲۲۷﴾ دفتر اول مکتوب: ۲۷۶

﴿۲۲۸﴾ سورۃ النحل آیت: ۳۳

﴿۲۲۹﴾ سورۃ المؤمنون آیت: ۵۵، ۵۶

﴿۲۳۰﴾ دفتر اول مکتوب: ۱۶۴

﴿۲۳۱﴾ معارف لدنیہ ص: ۱۶۵-۱۶۶، ۱۷۰

﴿۲۳۲﴾ معراج النبی پر لکھی گئی کتابوں کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے:

۱. الإسراء والمعراج، الحافظ عبدالغني المقدسي الدمشقي المتوفى سنة ٦٠٠ هـ

۲. صلاة النبي ﷺ بالأنبياء ليلة الإسراء، الحافظ عبدالغني المقدسي، "خ" ظاهرية دمشق مجموع ١٧ ورقة ١ ٨

۳. كتاب المعراج، الحافظ أبي الخطاب بن دحية، المتوفى سنة ٦٣٣ هـ

۴. تفسير حديث الإسراء على طريقة المتكلمين، ابن المنير السكندري، المتوفى سنة ٦٨٣ هـ

۵. النور الوهاج في الإسراء والمعراج، سليمان بن عبدالقوي، المتوفى سنة ٧١٦ هـ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۶. رسالة فی رؤیة النبی للّٰہ تعالیٰ، ھل کانت بعینی رأسہ؟ابن تیمیة، المتوفی سنة ۷۲۸ھ

۷. زھر الربیع فی معراج النبی الشفیع، محمد بن عثمان اللؤلؤی الدمشقی المتوفی سنة ۸۶۷ھ

۸. السراج الوھاج فی ازدواج المعراج؛ شمس الدین محمد بن أبی بکر بن ناصر الدین الدمشقی؛المتوفی سنة ۸۴۲ھ

۹. منھاج الأصول فی معراج الرسول؛محمد بن ناصر الدین الدمشقی.

۱۰. أحادیث المعراج الموضوعة، لأحمد بن محمد بن إبراھیم الفیشی، المتوفی سنة ۸۴۸ھ

۱۱. ضوء السراج فی احادیث المعراج؛أبی بکر عبدالرحمٰن بن محمد البسطامی المتوفی سنة ۸۵۸ھ

۱۲. الکوکب الوھاج فی أحادیث المعراج؛أبی بکر عبدالرحمٰن بن محمد البسطامی المتوفی سنة ۸۵۸ ھ

۱۳. الأیة الکبری فی شرح قصة الإسرا، حافظ جلال الدین السیوطی، المتوفی سنة ۹۱۱ھ

۱۴. تزیین الأرائک فی إرسال نبینا إلی الملائک، حافظ جلال الدین السیوطی.

۱۵. الأیات البینات فی معراج سید أھل الأرض والسماوات؛لمحمد بن یوسف الشامی الصالحی،
المتوفی سنة ۹۴۲ھ

۱۶. الفضل الفائق فی معراج خیر الخلائق، محمد بن یوسف الشامی الصالحی.

۱۷. الأیات العظیمة الباھرة فی معراج سیدأھل الدنیا والأخرة؛ محمد بن یوسف الشامی الصالحی.

۱۸. الابتھاج فی الکلام علی الإسراء والمعراج لنجم الدین محمد بن أحمد الغیطی المتوفی سنة ۹۸۲ھ

۱۹. قصة المعراج؛ أحمد بن سلامة القلیوبی، المتوفی سنة ۱۰۵۹ھ

۲۰. السراج المنیر فی شرح معراج البشیر النذیر غیطی؛ لعلی بن عبدالقادر البنتیتی، المتوفی سنة ۱۰۶۵ھ

۲۱. السراج الوھاج بشرح قصتی الإسراء والمعراج غیطی؛ لعبد السلام بن إبراھیم اللقانی المصری، المتوفی سنة ۱۰۷۸ھ

۲۲. الابتھاج برؤیة النبی ربه بعین البصیرة لیلة المعراج؛ أحمد بن الحموی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۲۳. حسن الابتهاج بروية النبی ﷺ ربه ليلة المعراج ،احمد بن محمد الحموی المصيری، المتوفی سنة ۱۰۹۸ھ

۲۴. الضوء الوهاج فی قصة الاسراء والمعراج، محمد بن عبد رب الرسول البرزنجی المتوفی سنة ۱۱۰۳ھ

۲۵. ضياء السراج فی ليلة الاسراء والمعراج، محمد بن عبد رب الرسول البرزنجی المتوفی سنة ۱۱۰۳ھ

۲۶. الفتح المبين علی معراج ،الشيخ نجم الدين (الغيطی) محمد بن خليل العجلونی المتوفی سنة ۱۱۴۸ھ

۲۷. قصة اسراء النبی ومعراجه، حسن بن علی الطنطاوی المدابغی، المتوفی سنة ۱۱۷۰ھ

۲۸. درة التاج فی قصة الاسراء و المعراج ، طٰہٰ بن محمد الجبرينی،المشهور بابن المهنا المتوفی سنة ۱۱۷۸ھ

۲۹. قصة المعراج ،جعفر بن حسن الرزنجی، المتوفی سنة ۱۱۸۴ھ

۳۰. حاشية علیٰ قصة المعراج ،غيطی، احمد بن محمد الدردير، المتوفی سنة ۱۲۰۱ھ

۳۱. هدية الحی القيوم بشرح المعراج المنظوم، عبدالله بن محمد علی الدمليجی، سويدان، المتوفی سنة ۱۲۴۳ھ

۳۲. اتحاف اولی الوفا فی بيان معراج المصطفیٰ، حسن بن عمر الشطی الدمشقی، المتوفی سنة ۱۲۷۴ھ

۳۳. قصة المعراج ، عثمان بن محمد شطا البکری

۳۴. صفوة البشرا فی الاسراء، شهاب الدين احمد الحلوانی الخلنجی،، المتوفی سنة ۱۳۰۸ھ

۳۵. قصة المعراج ابی الفرج بن عبدالقادر الخطيب الدمشقی، المتوفی سنة ۱۳۱۱ھ

۳۶. البشر باخبار المعراج والإسراء، جعفر بن اسماعيل البرزنجی، المتوفی سنة ۱۳۱۷ھ

۳۷. اليسری للمحتاج للاسراء والمعراج، محمد بن خليل الهجرسی، المتوفی سنة ۱۳۲۸ھ

۳۸. الاسراء والمعراج، جمال الدين محمد بن محمد سعيد القاسمی الدمشقی، المتوفی سنة ۱۳۳۲ھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۳۹. حسن الابتهاج بالاسراء والمعراج ، منظومة، محمد عارف بن احمد الحسینی المعروف بالمنیر الدمشقی، المتوفی سنة ۱۳۴۲ھ

۴۰. الکلمات الطیبات فی الماثور عن الاسراء والمعراج منمم الروایات، محمد بخیت المیطعی، مفتی مصر، المتوفی سنة ۱۳۵۴ھ

۴۳. مطلع الابتهاج فیما یتعلق بالإسراء والمعراج؛ لسویدان بن سلیمان المنزلی.

۴۴. الإسراء والمعراج،بحث تحلیلی علمی؛ بقلم عبدالرحمٰن الخانی وعبدالرؤوف الأسطوانی.

﴿۲۳۳﴾ فتح الباری، جلد ۸ص:۶۰۷-۶۰۹

﴿۲۳۴﴾ سورۃ النجم کی ابتدائی آیات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

﴿۲۳۵﴾ دفتر اول مکتوب:۲۷۳

﴿۲۳۶﴾ امام مسلم، صحیح مسلم، تحقیق ڈاکٹر موسیٰ شاہین، مؤسسۃ عزالدین، ۱۹۸۷ جلد اول ص:۲۱۰ رقم ۱۷۸، حدیث کے الفاظ یہ ہیں نورانی ۱۲۱

﴿۲۳۷﴾ دفتر دوم، مکتوب ۵۱

﴿۲۳۸﴾ دفتر اول، مکتوب:۲۸۳

﴿۲۳۹﴾ مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيْبِ الاحمر وَهُوَ قائم" يُصَلِّي فِي قَبرِهِ. صحیح مسلم جلد۴، ص:۵۲۴ رقم ۲۳۷۵/ مسند ابو یعلی الموصلی جلد ۶ ص:۷۱، رقم ۳۳۲۵، جلد ۷، رقم ۴۰۶۷، ۴۰۸۴/ علاؤالدین، صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۹۷، جلد اول، ص:۲۴۲، رقم ۵۰/ مصنف ابن ابی شیبۃ جلد ۱۴، ص:۳۰۸/ البانی ناصر الدین، صحیح سنن النسائی، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۹۸۸، جلد اول ص:۳۵۹۔

﴿۲۴۰﴾ دفتر دوم مکتوب:۱۶

﴿۲۴۱﴾ دفتر اول مکتوب:۲۱۰

﴿۲۴۲﴾ دفتر اول مکتوب:۱۳۵، مکتوب ۲۱۸

﴿۲۴۳﴾ مبدأ و معاد ص:۱۸۹

﴿۲۴۴﴾ دفتر اول مکتوب:۲۶۱

﴿۲۴۵﴾ سورۃ الکہف آیت ۲۸

﴿۲۴۶﴾ دفتر اول مکتوب:۲۵۶

﴿۲۴۷﴾ سورۃ طٰہٰ آیت:۵

﴿۲۴۸﴾ معارف لدنیہ ص:۱۳۰

﴿۲۴۹﴾ سورۃ طٰہٰ آیت:۱۱۰

﴿۲۵۰﴾ دفتر اول مکتوب:۱۷۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۲۵۱﴾ معارف لدنیہ ص:۱۱۳

﴿۲۵۲﴾ سورۃ الحج آیت ۱-۲

﴿۲۵۳﴾ سورۃ المؤمن آیت:۱۶

﴿۲۵۴﴾ دفتر اول مکتوب:۴۷

﴿۲۵۵﴾ سورۃ الحج آیت:۵۲

﴿۲۵۶﴾ دفتر اول مکتوب:۳۰۲۷

﴿۲۵۷﴾ سورۃ الجن آیت:۲۷

﴿۲۵۸﴾ فتح الباری، جلد ۸ ص:۳۵۴-۳۵۵

﴿۲۵۹﴾ نصب المجانیق ص:۱۹تا۲۶

﴿۲۶۰﴾ تفسیر القاسمی جلد ۵ ص:۲۱۱

﴿۲۶۱﴾ ابن عطیہ، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۹۳ء جلد ۴ ص:۱۲۹

﴿۲۶۲﴾ مفاتیح الغیب، جلد ۲۲ ص:۵۰

﴿۲۶۳﴾ ابوسعود محمد بن محمد، ارشاد العقل السلیم، دار احیاء التراث العربی لبنان، ۱۹۹۴ء، جلد ۶ ص:۱۱۳

﴿۲۶۴﴾ البحر المحیط، جلد ۶ ص:۳۸۲

﴿۲۶۵﴾ ابن کثیر، ابوالفدا اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق مسامی بن محمد السلامۃ دار طیبۃ الریاض ۱۹۹۷ء جلد ۵ ص:۴۴۴

﴿۲۶۶﴾ نیشاپوری نظام الدین، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، دار الکتب العلمیۃ لبنان، ۱۹۹۶ء جلد ۵ ص:۹۱

﴿۲۶۷﴾ بیضاوی، عبداللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التاویل، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۶ء جلد ۴ ص:۴

﴿۲۶۸﴾ شوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر، مکتبہ المعارف ریاض، جلد ۳ ص:۴۶۲

﴿۲۶۹﴾ طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیاں قم، ۱۹۸۲ء، جلد ۱۴ ص:۳۹۷

﴿۲۷۰﴾ ابن عاشور، محمد الطاہر، التحریر والتنویر، جلد ۱۷ ص:۳۰۴

﴿۲۷۱﴾ روح المعانی، جلد ۱۷ ص:۱۷۷

﴿۲۷۲﴾ الجامع الاحکام القرآن جلد ۱۲ ص:۸۲-۸۳

﴿۲۷۳﴾ احکام القران ج ۳ ص:۱۲۹۰-۱۲۸۹

﴿۲۷۴﴾ المراغی، احمد مصطفیٰ تفسیر المراغی، دار احیاء التراث العربی، بیروت جلد ۱۷ ص:۱۳۱

﴿۲۷۵﴾ جابر الجزائری، ابوبکر، الیسر التفاسیر، مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ ۱۹۹۶ء جلد ۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ص:۴۸۸

﴿۲۷۶﴾ وھبۃ الزحیلی، ڈاکٹر، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنھج، دالفکر المعاصر بیروت ۱۹۹۱ء جلد ۱۷ ص:۲۴۹

﴿۲۷۷﴾ محمد الامین، اضواء البیان، مکتبۃ ابن تیمیۃ قاہرہ، جلد ۵ ص:۳۰۷

﴿۲۷۸﴾ القاسمی، جمال الدین تفسیر القاسمی، مؤسسۃ التاریخ العربی البنان ۱۹۹۴، جلد ۵ ص:۲۱۱

﴿۲۷۹﴾ حاشیہ تفسیر القرآن اوابوالمظفر السمعانی، دارالوطن الریاض ۱۹۹۷ء جلد ۳ ص:۴۴۸

﴿۲۸۰﴾ سید قطب، فی ظلال القرآن، دارالشرق بیروت ۱۹۸۵، جلد ۴ ص:۲۴۳۲-۲۴۳۳

﴿۲۸۱﴾ طنطاوی، الشیخ جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، ۱۳۵۰ھ جلد ۱۱ ص:۴۶

﴿۲۸۲﴾ ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی، زادالمسیر، المکتب الاسلامی بیروت، جلد ۵ ص:۴۴۱

﴿۲۸۳﴾ ضیاء القرآن، جلد ۳ ص:۲۱۶

﴿۲۸۴﴾ تدبر قرآن جلد ۵ ص:۲۷۱

﴿۲۸۵﴾ تفہیم القران جلد ۳ ص:۲۳۸-۲۴۵

﴿۲۸۶﴾ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۹۴، جلد ۶ ص:۲۷۶

﴿۲۸۷﴾ غلام اللہ خاں، جواہر القرآن، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی، ج:۲، ص:۷۴۳

﴿۲۸۸﴾ تھانوی، اشرف علی، بیان القرآن، میر محمد کتب خانہ کراچی، جلد ۴ ص:۷۸

﴿۲۸۹﴾ عثمانی، علامہ شبیر احمد، حواشی قرآن، مکتبہ رشیدیہ لاہور ص:۶۸۳

﴿۲۹۰﴾ فتح القدیر، جلد ۳ ص:۴۶۲

﴿۲۹۱﴾ سیرت النبی جلد اول ص:۱۴۶

﴿۲۹۲﴾ عینی، بدرالدین، عمدۃ القاری، دارالفکر بیروت، جز ۱۹ ص:۶۶

﴿۲۹۳﴾ کرمانی، علامہ محمد بن یوسف، شرح البخاری، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ جلد ۶ ص:۱۵۳/ جلد ۱۸ ص:۱۱۶

﴿۲۹۴﴾ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال لاہور، ۱۹۹۶، جلد ۷ ص:۳۵۰

﴿۲۹۵﴾ کاشمیری، انور شاہ، فیض الباری، پروگریسو بکس لاہور، جلد ۲ ص:۲۸۸

﴿۲۹۶﴾ ملا علی قاری، ملا علی بن سلطان، مرقات، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ جلد ۳ ص:۳۲/ شرح شفا علی بامش نسیم الریاض، دارالفکر بیروت،، جلد ۴ ص:۹۲

﴿۲۹۷﴾ شرح زرقانی علی المواہب الدنیہ، دارالکتب العلمیۃ جلد ۲ ص:۱۹

﴿۲۹۸﴾ ہیکل، محمد حسین، حیاۃ محمد، قاہرہ ۱۹۶۸ ص:۱۶۵

﴿۲۹۹﴾ شبلی نعمانی، سیرت النبی، دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۵، جلد اول ص:۱۴۶

﴿۳۰۰﴾ ابوشہبۃ محمد بن محمد، السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ، دارالقلم دمشق، جلد اول ص:۳۶۵

﴿۳۰۱﴾ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارج النبوت، مترجم غلام معین الدین مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جلد دوم ص: ۶۷

﴿۳۰۲﴾ محمد رضا، شیخ، محمد رسول اللہ، مترجم محمد عادل قدوسی، تاج کمپنی لاہور، ص: ۱۸۷

﴿۳۰۳﴾ جعفر سبحانی، فروغ ابدیت، مترجم نصیر حسین، امامیہ پبلشرز لاہور ص: ۲۲۰-۲۲۱

﴿۳۰۴﴾ طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، سیرۃ الرسول، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۸ء جلد ۵ ص: ۳۳۷-۳۵۹

﴿۳۰۵﴾ قاضی عیاض، ابوالفضل، الشفا، مترجم سید محمد متین ہاشمی، انجمن اصلاح المسلمین گوجرانوالہ ۱۹۸۳، جلد ۲ ص: ۱۹۷

﴿۳۰۶﴾ السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ جلد اول ص: ۳۶۵

﴿۳۰۷﴾ البانی، محمد ناصر الدین، نصب المجانیق لنسف قصۃ الغرانیق، منشورات المکتب الاسلامی دمشق، ص ۲۶

﴿۳۰۸﴾ ایم-اے ﴿اسلامیات ۱۹۸۹ء﴾ کیلئے گورنمنٹ کالج فیصل آباد کی طالبہ کا لکھا ہوا غیر مطبوعہ مقالہ جس کے نگراں ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی تھے۔

﴿۳۰۹﴾ منہل التحقیق فی مسئلۃ الغرانیق

﴿۳۱۰﴾ رسالۃ فی الغرانیق

﴿۳۱۱﴾ سورۃ النور، آیت: ۳۱

﴿۳۱۲﴾ سورۃ التحریم، آیت: ۸

﴿۳۱۳﴾ سورۃ الانعام، آیت: ۱۲۰

﴿۳۱۴﴾ مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۰۳

﴿۳۱۵﴾ مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۱۷

﴿۳۱۶﴾ مجمع الزوائد، جلد ۱۰ ص: ۲۰۲

﴿۳۱۷﴾ اصبہانی، ابونعیم احمد بن عبداللہ، ذکر اخبار اصبہان، مؤسسۃ النصر طہران، ۱۹۲۴، جلد ۲ ص: ۱۲۴

﴿۳۱۸﴾ دفتر دوم مکتوب: ۶۶

﴿۳۱۹﴾ دفتر دوم مکتوب: ۲۷

﴿۳۲۰﴾ سورۃ النور، آیت: ۳۵

﴿۳۲۱﴾ دفتر اول مکتوب: ۲۳۴

﴿۳۲۲﴾ سورۃ النور، آیت: ۴۰

﴿۳۲۳﴾ دفتر دوم مکتوب: ۱۱

﴿۳۲۴﴾ سورۃ النور، آیت: ۳۷

﴿۳۲۵﴾ دفتر اول مکتوب: ۳۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۳۲۶﴾ دفتر اول مکتوب: ۲۴۳

﴿۳۲۷﴾ سورۃ القصص، آیت: ۵۶

﴿۳۲۸﴾ سورۃ الانفال، آیت: ۶۷

﴿۳۲۹﴾ سورۃ التوبۃ، آیت: ۴۳

﴿۳۳۰﴾ مبد□ ومعاد، ص: ۱۹۹-۲۰۰

﴿۳۳۱﴾ سورۃ العنکبوت، آیت: ۵

﴿۳۳۲﴾ ابن عدی، ابواحمد عبداللہ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مکتبۃ الاثریہ، شیخوپورہ، جلد دوم، ص: ۵۹۰

﴿۳۳۳﴾ یہ حیان بن لأسود کا قول ہے، سیوطی جلال الدین، شرح الصدور، تحقیق یوسف علی بدیوی، مکتبہ دارالتراث المدینۃ المنورۃ، ۱۹۸۹ء ص: ۴۰

﴿۳۳۴﴾ دفتر اول مکتوب: ۴۵

﴿۳۳۵﴾ سورۃ العنکبوت، آیت: ۴۵

﴿۳۳۶﴾ کنز العمال رقم ۱۸۸۸۹، جلد ۷ ص: ۲۸۴/ عسقلانی، ابن حجر، التلخیص الحبیر، المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل ۱۹۶۴ء، جلد اول ص: ۱۷۳

ابن حجر یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: هو منكر باطل

﴿۳۳۷﴾ سورۃ المؤمنون، آیت: ۱-۲

﴿۳۳۸﴾ دفتر اول مکتوب: ۸۵

﴿۳۳۹﴾ سورۃ لقمٰن، آیت: ۶

﴿۳۴۰﴾ نسفی، عبداللہ بن احمد، المکتبۃ العلمیۃ، لاہور، جلد چہارم ص: ۱۲۸

﴿۳۴۱﴾ الجامع الاحکام القرآن، جلد ۱۳ ص: ۸۰

﴿۳۴۲﴾ اس زمانے کے قاری قرآن کو گانے کی طرز پر پڑھتے تھے۔ جیسے ہمارے زمانے میں نعتیں پڑھی جاتی ہیں، اور تعریف کرنے والا کافر اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اس نے ایک حرام فعل کی تعریف کی۔

﴿۳۴۳﴾ دفتر اول مکتوب: ۲۶۶

﴿۳۴۴﴾ دفتر سوم مکتوب: ۳۴

﴿۳۴۵﴾ سورۃ الاحزاب، آیت: ۷۲

﴿۳۴۶﴾ بدیوی، یوسف علی، الاحادیث القدسیۃ، دار ابن کثیر، بیروت ص: ۵۶ رقم ۹۸

﴿۳۴۶-۱﴾ اصل لفظ ماوسعنی سمائی ولاارض، بل وسعنی عبدالمومن ہیں۔

ابن تیمیہ اس روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں: هذا مذكور في الاسرائيليات وليس له اسناد معروف عن النبي ﷺ.

ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم، احادیث القصاص، تحقیق محمد الصباغ، المکتب الاسلامی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مصر ۱۹۷۲ء ص:۶۶-۶۷

﴿۳۴۷﴾ سورۃ الاعراف، آیت:۱۷۹

﴿۳۴۸﴾ دفتر اول مکتوب:۲۸۷

﴿۳۴۹﴾ دفتر دوم مکتوب:۷۴

﴿۳۴۹-أ﴾ سورۃ سباء، آیت:۱۳

﴿۳۵۰﴾ دفتر سوم مکتوب:۱۰۴

﴿۳۵۱﴾ سورۃ فاطر آیت:۱۰

﴿۳۵۲﴾ الجامع الاحکام القرآن، جلد ۱۹ ص:۸۷

﴿۳۵۳﴾ رسالہ تہلیلیہ ص:۲۳

﴿۳۵۴﴾ سورۃ فاطر، آیت:۳۲

﴿۳۵۵﴾ دفتر دوم مکتوب:۷۴

﴿۳۵۶﴾ سورۃ الزمر آیت:۳

﴿۳۵۷﴾ سورۃ الزمر آیت:۶۵

﴿۳۵۸﴾ دفتر اول مکتوب:۱۷۴

﴿۳۵۹﴾ دفتر اول مکتوب:۱۷۱

﴿۳۶۰﴾ دفتر اول مکتوب:۲۴۳

﴿۳۶۱﴾ سورۃ الزمر آیت:۳۰

﴿۳۶۲﴾ دفتر اول مکتوب:۱۶۶

﴿۳۶۳﴾ سورۃ الزمر آیت:۴۲

﴿۳۶۴﴾ حضرات القدس جلد دوم ص:۱۲۱

﴿۳۶۵﴾ سورۃ المؤمن آیت:۴۶

﴿۳۶۶﴾ دفتر اول مکتوب:۲۶۶

﴿۳۶۷﴾ سورۃ حم السجدۃ، آیت:۶

﴿۳۶۸﴾ دفتر اول مکتوب:۲۰۹

﴿۳۶۹﴾ دفتر اول مکتوب:۶۳

﴿۳۷۰﴾ سورۃ حم السجدہ، آیت:۶

﴿۳۷۱﴾ سورۃ الانعام آیت:۹

﴿۳۷۲﴾ سورۃ الانبیاء آیت:۸

﴿۳۷۳﴾ دفتر سوم مکتوب:۵۳

﴿۳۷۴﴾ سورۃ الانبیاء آیت:۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۳۷۵﴾ سورۃ الفرقان، آیت:۷

﴿۳۷۶﴾ سورۃ الانعام آیت:۱۲۲

﴿۳۷۷﴾ شرح رباعیات ص:۶۴

﴿۳۷۸﴾ سورۃ الشوریٰ آیت:۱۱

﴿۳۷۹﴾ اللہ کی کوئی صفت اور مثال بیان نہیں کی جاسکتی۔ وہ سرحدِ ادراک سے وراء الوراء ہے۔ یہ درجہ تنزیہ کہلاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کی مشابہت سے بالا اور منزہ ہیں۔

﴿۳۸۰﴾ شرح رباعیات میں اس مفہوم کو اس طرح ادا کیا گیا ہے'' ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ جل وعلا کے اس قول وھو السمیع البصیر کالانا تنزیہ صفاتی کی طرف اشارہ کی غرض سے ہو جیسا کہ لیس کمثلہ شئی سے اشارہ تنزیہ ذاتی کی طرف ہے۔ ﴿شرح رباعیات ص:۶۹﴾

﴿۳۸۱﴾ دفتر اول، مکتوب:۱۸

﴿۳۸۲﴾ معارف لدنیہ ص:۱۳۶-۱۳۷

﴿۳۸۳﴾ سورۃ الشوریٰ آیت:۱۳

﴿۳۸۴﴾ سورۃ البقرۃ آیت:۴۵

﴿۳۸۵﴾ سورۃ البقرۃ آیت:۱۸۵

﴿۳۸۶﴾ سورۃ النساء آیت:۲۸

﴿۳۸۷﴾ دفتر اول مکتوب:۲۱۹

﴿۳۸۸﴾ سورۃ الشوریٰ آیت:۲۳

﴿۳۸۹﴾ دفتر اول مکتوب:۲۶۶/ دفتر دوم مکتوب:۱۵

﴿۳۹۰﴾ تفسیر نمونہ، مترجم سید صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور ۱۴۱۶ھ جلد ۲۰ ص:۳۴۵-۳۴۶

﴿۳۹۱﴾ روح المعانی جلد ۲۵ ص:۲۸

﴿۳۹۲﴾ محمد کرم شاہؒ، پیر، ضیاء القران، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۳۹۹ھ جلد چہارم ص:۳۷۶-۳۷۷

﴿۳۹۳﴾ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۸ء جلد ۷ ص:۱۶۵-۱۶۶

﴿۳۹۴﴾ سورۃ الشوریٰ، آیت:۲۸

﴿۳۹۵﴾ دفتر اول، مکتوب:۱۳

﴿۳۹۶﴾ سورۃ الجاثیہ، آیت:۲۳

﴿۳۹۷﴾ معارف لدنیہ ص:۱۴۴

﴿۳۹۸﴾ سورۃ الجاثیہ، آیت:۲۹

﴿۳۹۹﴾ الجامع الاحکام القرآن جلد:۱۶ ص:۱۷۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۴۰۰﴾ حضرات القدس، جلد دوم ص:۱۲۱

﴿۴۰۱﴾ سورۃ الاحقاف، آیت:۱۵

﴿۴۰۲﴾ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج۱۱، ص:۲۹۰، لیکن یہ حدیث نہیں۔

﴿۴۰۳﴾ دفتر اول، مکتوب:۱۷۰

﴿۴۰۴﴾ دفتر اول، مکتوب:۱۲۷

﴿۴۰۵﴾ سورۃ الفتح، آیت:۱۸

﴿۴۰۶﴾ معالم التنزیل جلد۴، ص:۱۹۴

﴿۴۰۷﴾ دفتر دوم، مکتوب:۹۶

﴿۴۰۸﴾ سورۃ الفتح، آیت:۲۹

﴿۴۰۹﴾ دفتر دوم، مکتوب:۳۶

﴿۴۱۰﴾ صحیح مسلم جلد۵ ص:۱۲۲

﴿۴۱۱﴾ دفتر دوم، مکتوب:۳۶/ دفتر دوم، مکتوب:۹۵

﴿۴۱۲﴾ الفردوس بماثور الخطاب جلد اول ص:۴۳۸ رقم ۱۷۸۷

﴿۴۱۳﴾ الجامع الصحیح جلد۵ ص:۶۱۹ رقم ۳۶۸۶

﴿۴۱۴﴾ مکتوبات دفتر سوم، مکتوب:۲۴

﴿۴۱۵﴾ سورۃ الفتح، آیت:۲۹

﴿۴۱۶﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۵۴

﴿۴۱۷﴾ سورۃ الحجرات، آیت:۲

﴿۴۱۸﴾ مکتوبات دفتر دوم، مکتوب:۳۶

﴿۴۱۹﴾ سورۃ ق، آیت:۳۷

﴿۴۲۰﴾ سورۃ الانعام، آیت:۱۲۲

﴿۴۲۱﴾ سہروردی، عمر بن محمد شہاب الدین، عوارف المعارف، مترجم: سید رشید احمد، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص:۵۷

﴿۴۲۲﴾ مکتوبات دفتر سوم، مکتوب:۱۱۷

﴿۴۲۳﴾ سورۃ ق، آیت:۱۶

﴿۴۲۴﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۲۵۸

﴿۴۲۵﴾ سورۃ الذاریات، آیت:۲۱

﴿۴۲۶﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۳۰/ دفتر دوم، مکتوب:۴۲

﴿۴۲۷﴾ سورۃ الذاریات، آیت:۵۶

﴿۴۲۸﴾ حضرت مجاہد کا قول ہے۔ الجامع الاحکام القرآن جلد۱۷ ص:۵/ المقاصد الحسنہ ص:۳۳۲/ احادیث

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

المقاصد ص:۷۰ قال ابن تیمه انه لیس من کلام النبی ﷺ/وقال القاری معناه صحیح مستفاد من قوله تعالیٰ وخلقت الجن والانس الالیعبدون. کشف الخفا جلد۲ص:۱۷۳

﴿۴۲۸﴾ (﴿۴۲۸﴾ التقاصد الحسنہ ۔احادیث المقاصد ص:۷۰

﴿۴۲۹﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۲۶۶

﴿۴۲۹﴾ (﴿۴۲۹﴾ اصل العبودیة، الخضوع والتذلل

(لسان العرب جلد۹،ص:۱۰)

﴿۴۳۰﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۶۴

﴿۴۳۱﴾ الترغیب والترہیب جلد۲،ص:۹۰/سنن ابن ماجہ جلد۲ص:۵۳۹ رقم ۱۶۹۰

﴿۴۳۲﴾ دفتر اول، مکتوب:۱۰۵

﴿۴۳۳﴾ دفتر اول، مکتوب:۴۷

﴿۴۳۴﴾ مکتوبات دفتر اول مکتوب:۱۱۰

﴿۴۳۴﴾ (﴿۴۳۴﴾ الترغیب والترہیب جلد۴ص:۲۹ رقم ۴۶۴۱

﴿۴۳۵﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۸۵

﴿۴۳۶﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۲۷۵

﴿۴۳۷﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۱۶۷

﴿۴۳۸﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۱۳۷

﴿۴۳۹﴾ سورۃ النجم، آیت:۴۰۳

﴿۴۴۰﴾ حوالہ جات آگے مذکور ہیں۔

﴿۴۴۱﴾ سورۃ التوبۃ، آیت:۴۳

﴿۴۴۲﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۹۲

﴿۴۴۳﴾ تفسیر بیضاوی جلد۲،ص:۴۳۸

﴿۴۴۴﴾ سورۃ التحریم، ایت:۱

﴿۴۴۵﴾ سورۃ التوبۃ، آیت:۴۳

﴿۴۴۶﴾ سورۃ الانفال، آیت:۶۷

﴿۴۴۷﴾ سورۃ التوبۃ، آیت:۸۴

﴿۴۴۸﴾ صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب التفسیر جلد۸،ص:۳۳۳ تا ۳۳۷

﴿۴۴۹﴾ الدر المنثور، ج۳،ص:۲۶۶

﴿۴۵۰﴾ سورۃ الانفال، آیت:۶۷

﴿۴۵۱﴾ ان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام یجتهدون و انه قد یکون خطاء ولکن لایقرون علیه

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

(انوار التنزیل، ج ۳، ص: ۱۲۲)

﴿۴۵۲﴾ یہ مشہور ہے کہ مروان کو نکالا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ مروان کے والد الحکم بن ابی العاص کو مدینہ سے طائف کی طرف جلاوطن کیا گیا تھا۔ مروان اس وقت کم سن تھا بلکہ بعض کے نزدیک، پیدائش ہی طائف میں ہوئی۔ الحکم بن ابی العاص کی مدینہ واپسی خلافت عثمانی میں ہوئی۔

ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین ابی الفضل، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۲۴ھ، جلد اول ص: ۳۴۵/ ابن الاثیر، محمد بن محمد، داراحیاء التراث العربی، بیروت جلد ۲، ص: ۳۴/ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحابہ علی ہامش الاصابہ، داراحیاء التراث العربی بیروت جلد اول ص: ۳۱۷

﴿۴۵۳﴾ رودر وافضل، ص: ۳۲۷ تا ۳۳۳

﴿۴۵۴﴾ فتح الباری، جلد اول ص: ۲۰۸

﴿۴۵۵﴾ سورۃ المائدۃ، آیت: ۴۴

﴿۴۵۶﴾ مکتوبات دفتر دوم، مکتوب: ۹۶

﴿۴۵۷﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۳۰

﴿۴۵۸﴾ سورۃ مریم، آیت: ۸

﴿۴۵۹﴾ سورۃ مریم، آیت: ۲۰

﴿۴۶۰﴾ مکتوبات دفتر دوم، مکتوب: ۹۶

﴿۴۶۱﴾ مکتوبات دفتر دوم، مکتوب: ۳۶

﴿۴۶۲﴾ امجدی، جلال الدین، فتاوی فیض الرسول، شبیر برادرز لاہور ۱۹۹۲ء، جلد اول، ص: ۱۲۳ تا ۱۲۶

﴿۴۶۳﴾ سورۃ النجم، آیت: ۹

﴿۴۶۴﴾ مکتوبات دفتر دوم، مکتوب: ۹۰

﴿۴۶۵﴾ مکتوبات دفتر سوم، مکتوب: ۱۱۱

﴿۴۶۶﴾ مکتوبات دفتر دوم، مکتوب: ۲۱

﴿۴۶۷﴾ مکتوبات دفتر سوم، مکتوب: ۱۲۲

﴿۴۶۸﴾ سورۃ القمر، آیت: ۵۰

﴿۴۶۹﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب: ۲۶۶

﴿۴۷۰﴾ سورۃ یوسف، آیت: ۶۷

﴿۴۷۱﴾ سورۃ یوسف، آیت: ۶۷

﴿۴۷۲﴾ سورۃ یوسف، آیت: ۶۸

﴿۴۷۳﴾ سورۃ الانفال، آیت: ۶۴

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۴۷۴﴾ سورۃ یوسف، آیت: ۶۷

﴿۴۷۵﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب: ۲۶۶

﴿۴۷۶﴾ سورۃ الواقعۃ، آیت: ۷۷تا۷۹

﴿۴۷۷﴾ مکتوبات دفتر سوم، مکتوب: ۴

﴿۴۷۸﴾ سورۃ الحدید، آیت: ۱۰

﴿۴۷۹﴾ مکتوبات دفتر دوم، مکتوب ۹۶، ۹۹/ دفتر سوم، مکتوب: ۲۴

﴿۴۸۰﴾ سورۃ الحدید، آیت: ۲۰

﴿۴۸۱﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب: ۲۳۲

﴿۴۸۲﴾ سورۃ الحشر، آیت: ۷

﴿۴۸۳﴾ مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۳

﴿۴۸۴﴾ الجامع الصحیح، جلد: ۴، ص: ۶۶۹، رقم: ۲۵۱۹، امام ترمذی نے اسے حسن غریب کہا۔

﴿۴۸۵﴾ ان الفاظ سے کتب احادیث میں روایت نہیں ملتی۔

﴿۴۸۶﴾ دفتر سوم، مکتوب: ۹

﴿۴۸۷﴾ سورۃ الممتحنہ، آیت: ۱۲

﴿۴۸۸﴾ یہ آیت فتح مکہ کے موقع پر نازل نہیں ہوئی بلکہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ (الواحدی، علی بن احمد، اسباب النزول، تحقیق ایمن صلح شعبان، دار الحدیث القاہرہ ۱۹۹۵ء، ص: ۳۶۰

﴿۴۸۹﴾ در منثور، جلد ۴، ص: ۲۵۷

﴿۴۹۰﴾ در منثور، جلد ۴، ص: ۲۵۷

﴿۴۹۱﴾ سورۃ النساء، آیت: ۶۰

﴿۴۹۲﴾ سورۃ یوسف، آیت: ۱۰۶

﴿۴۹۳﴾ بدیوی، یوسف علی، الاحادیث القدسیہ، دار ابن کثیر بیروت، ۱۹۹۱ء، ص: ۱۰۰۰، رقم: ۱۵۶

﴿۴۹۴﴾ سورۃ النور، آیت: ۲

﴿۴۹۵﴾ کشف الخفا، جلد: ۲، ص: ۵۳۲

﴿۴۹۶﴾ مجمع الزوائد، جلد: ۶، ص: ۲۵۹

﴿۴۹۷﴾ سورۃ النور، آیت: ۳۰

﴿۴۹۸﴾ سورۃ النور، آیت: ۳۱

﴿۴۹۹﴾ سورۃ النور، آیت: ۳۱

﴿۵۰۰﴾ سورۃ النور، آیت: ۳۱

﴿۵۰۱﴾ الفتح الربانی، جلد: ۲، ص: ۹۴

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۵۰۲﴾ مشکوٰۃ المصابیح، ص:۳۶

﴿۵۰۳﴾ کشف الخفا، جلد:۲، ص:۱۰۶

﴿۵۰۴﴾ احمد بن حنبل، امام، المسند، تحقیق حمزۃ احمد الزین دار الحدیث، قاہرہ ۱۹۹۵ء، جلد:۱۱، ص:۳۱۳

﴿۵۰۵﴾ مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب:۴۱

﴿۵۰۶﴾ سورۃ الصف، آیت:۶

﴿۵۰۷﴾ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، جلد اول، ص:۳۱۶، رقم:۳۰۳

حدیث صحیح ان الفاظ سے مروی ہے:

قال و آدم علیہ السلام بین الروح والجسد، الفتح الربانی، جلد۲۰، ص:۱۸۱

﴿۵۰۸﴾ دفتر اول، مکتوب:۲۰۹

﴿۵۰۹﴾ دفتر سوم، مکتوب:۹۴، ۹۶

﴿۵۱۰﴾ دفتر سوم، مکتوب:۹۶

﴿۵۱۱﴾ سورۃ الجمعہ، آیت:۱۰

﴿۵۱۲﴾ دفتر اول، مکتوب:۲۰۶

﴿۵۱۳﴾ سورۃ المعارج، آیت:۴

﴿۵۱۴﴾ ضیاء القرآن، جلد پنجم، ص:۳۶۱

﴿۵۱۵﴾ دفتر اول، مکتوب:۱۳

﴿۵۱۶﴾ دفتر اول، مکتوب:۳۶۰

﴿۵۱۷﴾ سورۃ الطلاق، آیت:۲، ۳

﴿۵۱۸﴾ فتح الباری، جلد:۶، ص:۲۹۰

﴿۵۱۹﴾ دفتر اول، مکتوب:۷۶

﴿۵۲۰﴾ دفتر اول، مکتوب:۲۸۶

﴿۵۲۱﴾ دفتر اول، مکتوب:۲۸۶

﴿۵۲۱-ا﴾ سورۃ المزمل

﴿۵۲۱-ب﴾ دفتر اول، مکتوب:۴۲۱، ۲۹۵

﴿۵۲۲﴾ سورۃ الدہر، آیت:۱

﴿۵۲۳﴾ دفتر سوم، مکتوب:۵۲

﴿۵۲۴﴾ سورۃ النباء، آیت:۳۸

﴿۵۲۵﴾ الکشاف، ج:۴، ص:۶۰۲

﴿۵۲۶﴾ رسالہ تہلیلیہ، ص:۲۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۵۲۷﴾ سورۃ الفجر، آیت: ۲۷، ۲۸

﴿۵۲۸﴾ معارف لدنیہ، ص: ۱۴۹

﴿۵۲۹﴾ سورۃ الشمس، آیت: ۹

﴿۵۳۰﴾ سورۃ البقرہ، آیت: ۱۰

﴿۵۳۱﴾ سورہ یونس، آیت: ۶۲

﴿۵۳۲﴾ دیلمی، ابوشجاع شیرویہ، مسند الفردوس، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۶ء، ج: ۲، ص: ۱۰۷، رقم ۲۵۶۴/ المستدرک علی الصحیحین، ج: ۴، ص: ۲۵۶/ کنز العمال، ص: ۴۱۶، رقم ۱۷۶۸

﴿۵۳۳﴾ دفتر اول، مکتوب: ۵۲

﴿۵۳۴﴾ سورۃ اللیل، آیت: ۱۷

﴿۵۳۵﴾ امام رازی فخر الدین، مفاتیح الغیب، ج ۳۱: ص: ۲۰۵

﴿۵۳۶﴾ سورۃ الحجرات، آیت: ۱۳

﴿۵۳۷﴾ دفتر سوم، مکتوب: ۲۴

﴿۵۳۸﴾ سورۃ الانشراح، آیت: ۵، ۶

﴿۵۳۹﴾ یہ روایت مسند احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، طبرانی، بزاز میں ہے۔ بحوالہ البانی، محمد ناصر الدین، صحیح الجامع الصغیر وزیادۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، جلد اول، ص: ۶۴۱

﴿۵۴۰﴾ دفتر دوم، مکتوب: ۶۴

﴿۵۴۱﴾ یہ روایت ابن عباس کی بجائے حضرت ابن مسعود اور حضرت عمر سے مروی ہے۔
الجامع الاحکام القرآن، ج: ۶۰، ص: ۱۰۷، ۱۰۸

﴿۵۴۲﴾

﴿۵۴۳﴾ سورۃ الکوثر، آیت: ۱

﴿۵۴۴﴾ دفتر اول، مکتوب: ۲۷

﴿۵۴۵﴾ دفتر دوم، مکتوب: ۶۹

﴿۵۴۶﴾ سورۃ التین، آیت: ۵۰۴

﴿۵۴۷﴾ دفتر اول، مکتوب: ۹۹

﴿۵۴۸﴾ الفتح الربانی، ترتیب مسند الامام احمد بن حنبل، ج: ۱۸، ص: ۳۵۱

﴿۵۴۹﴾ بزاز، احمد بن عمر، البحر الزخار المعروف بہ مسند بزاز، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۹۹۳ء، تحقیق: محفوظ الرحمٰن زین اللہ، ج: ۵۱، ص: ۲۹، رقم: ۱۵۸۴

﴿۵۵۰﴾ ابن ابی شیبۃ، ابوبکر، عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبۃ، ادارہ القرآن پاکستان، ۱۹۷۶ء، ج: ۱۰، ص: ۵۳۴

﴿۵۵۱﴾ الطبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، تحقیق عبدالمجید سلفی، المعجم الکبیر، ج: ۹، ص: ۲۶۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۵۵۲﴾ العسقلانی، ابن حجر احمد بن علی، المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیہ، ج:۳، ص:۴۰۲

﴿۵۵۳﴾ مجمع الزوائد، ج:۸، ص:۱۵۲

﴿۵۵۴﴾ کشف الاستار عن زوائد البزار، ج:۳، ص:۸۶، رقم ۲۳۰۱

﴿۵۵۵﴾ ابو اسحاق اور سلیمان بن مہران الاعمش کے حالات کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

عسقلانی، ابن حجر احمد بن علی، تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس، تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفار سلیمان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۴، صفحات بالترتیب: ۷۹، ۲۷

﴿۵۵۶﴾ فتح الباری، ج:۸، ص:۷۵۳

﴿۵۵۷﴾ الزرکشی، امام بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، دارالمعرفۃ، لبنان، ج:۲، ص:۱۲۷، ۱۲۸

﴿۵۵۸﴾ ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد، المحلی، تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفار، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج:۱، ص:۳۲

﴿۵۵۹﴾ الاتقان فی علوم القرآن، جلد اول، ص:۷۹

﴿۵۶۰﴾ الاتقان فی علوم القرآن، جلد اول، ص:۷۹

﴿۵۶۱﴾ الباقلانی، القاضی ابوبکر، اعجاز القرآن علی خاس الاتقان، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۴ء، ج:۲، ص:۱۹۴

﴿۵۶۲﴾ محب اللہ، شیخ، مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت، منشورات الشریف رضی قم، ج:۲، ص:۹

﴿۵۶۳﴾ سبکی، ابونصر عبدالوہاب، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، داراحیاء الکتب العربیہ، ج:۳، ص:۲۵۸

﴿۵۶۴﴾ مفاتیح الغیب، جلد اول، ص:۱۲۸

امام رازی لکھتے ہیں:

والاغلب علی الظن ان نقل هذاالمذهب عن ابن مسعود نقل كاذب باطل وبه يحصل الخلاص عن هذه العقيده

﴿۵۶۵﴾ فرہاری، محمد عبدالعزیز، المنہاس، مکتبہ حقانیہ، ملتان، ص:۲۷۶

﴿۵۶۶﴾ علی قاری، سلطان، شرح شفا علی ہامش نسیم الریاض، دارالکتب العربیہ، لبنان، ج:۴، ص:۵۵۸

﴿۵۶۷﴾ شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری ۲۹ شعبان ۶۶۱ھ کو بمقام منیر ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔

﴿۵۶۸﴾ مبدا، معاد، ص:۲۰۷۔۲۰۸

﴿۵۶۹﴾ یحییٰ منیری، شیخ شرف الدین احمد، مکتوبات دوصدی، مترجم سید محمد نعیم ندوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، مکتوب:۱۵۱، ص:۶۲۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

باب چھارم

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مابعد کی تفاسیر پر اثرات

(تفسیر مظہری، روح المعانی اور مجددی کا خصوصی جائزہ)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تفسیر مظہری، روح المعانی اور مجددی کا خصوصی جائزہ

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ عالم اسلام کی عظیم ترین شخصیت تھے۔ تذکرہ نگاروں نے جہاں آپ کی مذہبی خدمات کا ذکر کیا ہے وہاں حیات وکائنات اور مذہب و مابعد الطبیعات کے مشترکہ مسائل پر آپ کے نکتہ نظر کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ آپ کی بلند فکری نے جہاں زندگی کے دیگر شعبہ جات کو متاثر کیا وہاں ''تفسیری ادب'' پر بھی انمٹ نقوش چھوڑے۔ مابعد کے مفسرین نے آپ کی تفسیری آراء کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

مابعد کی تفاسیر پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے علمی وفکری اثرات کے درج ذیل بنیادی اسباب ہیں:

۱۔ آپ کی بعض مسائل میں ایسی نادر تحقیقات ہیں جن کا ذکر متقدمین نے نہ کیا تھا۔ اس لئے مابعد کے مفسرین نے دیگر علمائے تفاسیر کے مختلف اقوال کے ضمن میں آپ کی تحقیقات کا ذکر بھی ایک علیحدہ قول کی حیثیت سے کیا۔ جیسے حیاتِ خضر ؑ، اطفالِ مشرکین کی بحث یا آیت نور کی صوفیانہ تعبیر وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ حیاتِ خضر ؑ کی بحث نقل کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''اس اشکال کا حل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بغیر ناممکن ہے۔''

۲۔ آپ کا شمار صوفیہ کے اس طبقہ میں ہوتا ہے جنہیں ظاہری علوم پر عبور حاصل تھا اور طریقت کے پر پیچ راستوں سے بھی واقف تھے۔ اس لئے علماء و صوفیہ دونوں نے آپ کی تحقیقات سے علم و حکمت کے الجھے گیسو سنوارے۔ اس ضمن میں عصر حاضر کے نامور مفسر، سیرت نگار اور وفاقی شرعی عدالت کے جسٹس پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی بحث میں حقیقتِ محمدیہ پر بحث کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں لکھا:

''یہ مسئلہ بڑا نازک ہے، مجھ جیسے کم علم کو یہ زیبا نہیں کہ اس میں اپنی خیال آرائی کو دخل دوں۔ بہتر یہی ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ کی تحقیقات ہدیۂ ناظرین کرنے پر اکتفا کروں جن کا علم وتقویٰ اہلِ شریعت و طریقت دونوں کے نزدیک مسلم ہے اور جن کا قول ساری امت کے نزدیک حجت ہے۔ اس لئے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں۔ شاید جلوہ محسن محمدی ﷺ کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جھلک دیکھ کر کوئی چشمِ اشکبار مسکرا دے۔ کسی کے دلِ بے قرار کو قرار آ جائے۔ آپ لکھتے ہیں: ''(اس کے بعد پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دفتر سوم کے مکتوب ۱۰۰ کا اقتباس نقل کیا) ﴿۱﴾

مناظر احسن گیلانی علامہ آلوسی کے بارہ میں لکھتے ہیں:

''علامہ شہاب الدین محمود آلوسی نے گویا اس کا التزام کر رکھا ہے کہ جہاں بھی ذکر کا موقع آئے وہاں قال المجدد الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے وہ آپ کے خاص خاص نظریات اور جدید تعبیرات کو پیش کرتے ہیں اور بڑے افتخار و ناز سے پیش کرتے ہیں، اہم مسائل کے تصفیہ میں سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔'' ﴿۱(۱)﴾

۳۔ شریعتِ مطہرہ سے حد درجہ لگاؤ اور اس کی سختی سے پابندی نے بھی علماء کو متاثر کیا۔ کسی نے اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ عالم الغیب کے عدم اطلاق کی بات کی تو آپ نے شدید غصے کا اظہار کیا، اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

''شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جو امام ربانی کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے اپنے مکتوبات میں اس شخص کو بہت برا کہا ہے جو مذکورہ بالا تاویل سے کہتا ہے اللہ غیب نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ کی ہر اس شخص کے بارہ میں یہی عادت ہے جو شریعتِ بیضاء کے آداب سے واقف نہیں۔''

۴۔ آپ کی وسعتِ نظری نے بھی علماء کو متاثر کیا۔ مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالوی لکھتے ہیں:

''علامہ شیخ علی المتقی صاحب کنز العمال (م ۹۷۵ھ)، شیخ محمد طاہر پٹنی مؤلف مجمع البحار (م ۹۸۶ھ)، حضرت شیخ الامام احمد الفاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) وغیرہم رحمہم اللہ یہ حضرات فروع میں عملاً حنفیت سے متاثر تھے، لیکن ان حضرات میں جمود تھا نہ تعصب۔'' ﴿۲﴾

۵۔ زیرِ نظر باب میں جن تین تفاسیر پر آپ کے افکار کے اثرات کو بیان کیا گیا ہے وہ تینوں سلسلۂ مجددی سے وابستہ ہیں۔ اس لئے طریقت کی ارادت و محبت، عقیدت و وارفتگی میں اپنے شیخ کی فکر کو اپنی تحقیقات کی بنیاد بنایا۔ وہ تفاسیر درج ذیل ہیں:

۱۔	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
۲۔	تفسیر مجددی	شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ
۳۔	تفسیر روح المعانی	علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

ان تفاسیر میں ہر ایک کی بعض انفرادی خصوصیات ہیں جن کی بناء پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری اثرات کا جائزہ لینے کے لئے ان کو منتخب کیا گیا۔ ایک تو ان سب حضرات کا مجددی ہونا اور دوسرا تفسیر مجددی اردو زبان کی ابتدائی شکل جسے ریختہ کہا جاتا ہے، میں لکھی گئی۔ اس طرح یہ اردو زبان کی پہلی مکمل ہو کر طبع ہونے والی تفسیر ہے۔ تفسیر مظہری کی یہ خصوصیت ہے کہ برصغیر کے تفسیری ادب کو سب سے زیادہ متاثر اسی تفسیر نے کیا اور دورِ جدید کے عربی تفسیری ادب پر روح المعانی کے گہرے اثرات ہیں۔ علاوہ ازیں اسلاف کی آراء کی یہ جامع ترین تفسیر ہے۔

اس باب میں تینوں تفسیروں کا تعارف، منہج و اسلوب اور ان حوالہ جات کو نقل کیا جائے گا جہاں درج

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بالامفسرین نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے استفادہ کیا۔

تفسیر مظہری
(تعارف، منہج واسلوب)

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۴۰-۱۲۲۵ھ) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ آپ کی پیدائش پانی پت میں ہوئی۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد ابتدائی تعلیم پانی پت میں ہی حاصل کی۔ بعد ازاں دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسبِ علم کیا اور سندِ حدیث لے کر اٹھارہ سال کی عمر میں فارغ ہو گئے۔ پھر حضرت عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ ﴿۳﴾ سے طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ ﴿۴﴾ کی خدمت میں راہِ سلوک کی منازل طے کیں۔

آپ کی تصانیف میں سے چند درج ذیل ہیں۔

السیف المسلول، ارشاد الطالبین، تذکرۃ المعاد، حقیقۃ الاسلام، رسالۂ فقہ در مذاہبِ اربعہ، الماخذ الاقویٰ رسالہ پنج روزی در اصول فقہ، مالابدمنہ، رسالہ احقاق، رسالہ در جواب شبہات بر کلامِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ، رسالہ در احوالِ اولاد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیرِ مظہری

آپ کی تصانیف سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو عقلی و نقلی علوم میں کامل دسترس حاصل تھی۔ جودتِ طبع اور قوتِ فکر میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ فقہ اور اصولِ فقہ میں وہ مجتہد کے مرتبہ پر فائز تھے۔

قاضی صاحب کی تصنیفی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ محسن بن یحییٰ لکھتے ہیں:

كَانَ فَقِيْهًا اُصُولِياً زَاهِداً مُجْتَهِد اَلَه اختيارَات فِي المَذْهَب ، وَ مُصَنفَات عَظِيْمَة فِي الفِقه وَالتَفْسِيْر وَ الزُهْد وَ كَانَ شَيْخه المَظْهَر يَفتخر به

ترجمہ: ''وہ فقیہ، اصولی عابد و زاہد اور مجتہد تھے۔ تفسیر فقہ اور زہد و عبادت سے متعلق انہوں نے عظیم الشان کتابیں لکھیں۔ ان کے مرشد و شیخ حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ ان پر اظہارِ فخر کرتے تھے۔'' ﴿۵﴾

آپ کی تصانیف میں تفسیر مظہری، جہاں آپ کے بلند پایہ عالم و فقیہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، وہاں اپنے پیر و مرشد حضرت مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ سے محبت و عقیدت کا مظہر بھی ہے۔ برِصغیر میں اس تفسیر کی ضرورت کا جائزہ پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر سالم قدوائی لکھتے ہیں:

''عام طور سے ان کے زمانے میں عربی زبان میں جو تفسیریں رائج تھیں وہ زیادہ تر شوافع کی لکھی ہوئی تھیں۔ بیضاوی اپنے دقیق اسلوب اور علمی نکات کی وجہ سے درس میں داخل تھی لیکن بیضاوی میں عبارت کا اختصار، رمز و اشارے تک پہنچ جاتا ہے۔ بیضاوی چونکہ مسلکاً شافعی ہیں اس لئے فقہی مباحث میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حنفیوں کے نکتۂ نظر کی وضاحت نہیں ہوتی۔ ہندوستان کے باشندے زیادہ تر حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے طلباً کو اس کے مطالعہ میں بڑی الجھنیں ہوتی ہیں۔ قاضی صاحب نے ان حالات کے پیشِ نظر قرآنِ مجید کی مفصل تفسیر دس جلدوں میں لکھی اور اپنے پیر و مرشد حضرت مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اس کا نام تفسیر مظہری رکھا۔ انہوں نے ضروری تفسیر کے ساتھ مسائل کی تشریح میں حنفیوں کے نکتہ نظر کو مدلل طور پر پیش کیا ہے۔'' ﴿۶﴾ یہی وجہ ہے کہ فقہی مسائل کے علاوہ اکثر و بیشتر نکات 'بیضاوی' سے لئے گئے ہیں۔

تفسیر مظہری فقہی مباحث کے بیش بہا ذخیرہ کی حامل ہے۔ قاضی صاحب طویل عرصہ تک منصب قضا پر فائز رہے۔ اس لئے قوانین کی تنفیذ میں پیش آنے والی پیچیدگیوں پر ان کی گہری نظر تھی اور ان کی تفسیر میں بالعموم فقہ حنفی کی ترجیح کے ساتھ ساتھ عملی دشواریاں دور کرنے کے لئے دوسرے آئمہ کی فقہ سے استفادہ کی روایت نہایت نمایاں ہے۔ اسی بنا پر بعض مسائل میں آپ نے فقہِ حنفی سے اختلاف بھی کیا ہے۔ مثلاً حقِ مہر کی کم از کم مقدار کا تعین ﴿۷﴾ اور حدیثِ قلتین ﴿۸﴾

تفسیر مظہری میں صوفیانہ طرز پر آیات کی تاویل بھی ذکر کی گئی ہے۔ ایسی صورت میں آپ عموماً حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ اس طرح اس تفسیر کا شمار مجددی فکر کی نمائندہ تفاسیر میں ہوتا ہے۔ سورۃ الجمعۃ کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴿۹﴾ اور سورۃ الضحیٰ کی آیت وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۰﴾ کے تحت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبہ پر روشنی ڈالی ہے۔ قاضی صاحب نے مقامِ مجدد کو صوفیانہ رنگ میں بیان کیا اسی وجہ سے ڈاکٹر محمود الحسن نے یہ سمجھا کہ ان باتوں کی توجیہ و تاویل مشکل ہے۔ (عارف، محمود الحسن تذکرہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۵ء، ص: ۵۰۴) لیکن اگر ان مقامات کو کتب تصوف کی روشنی میں سمجھا جائے تو کوئی التباس نہیں رہتا۔

اکثر تفاسیر میں جو اسرائیلی روایات داخل ہوگئی ہیں ان کی بھی قاضی صاحب نے خوب خبر لی ہے۔ اس کی مثال ہاروت و ماروت اور عوج بن عنق کے قصہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ﴿۱۰(ا)﴾

بعض مقامات پر قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے اقوال ذکر کرتے ہیں جو ان کے خیال میں کسی نے نقل نہیں کیے۔ اس کی ایک مثال عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کی تفسیر ہے۔ مفسرین کے اقوال نقل کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں یہ کل اقوال میرے نزدیک غیر پسندیدہ ہیں۔''

''میرے نزدیک یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ؑ کو تمام اسمائے الٰہیہ تعلیم فرما دیئے۔''

پھر لکھتے ہیں:

''اگر کوئی کہے کہ مفسرین میں سے کسی نے بھی اس آیت کے یہ معنی بیان نہیں کیے تو یہ محض تمہاری رائے اور قیاس ہے۔'' بعد ازاں آپ نے اس اعتراض کا جواب بھی دیا ہے۔ الاسماء کی یہ تفسیر ابنِ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عربی ﴿۱۱﴾ اور ابو الفضل رشید الدین المیبدی ﴿۱۲﴾ پہلے ہی کر چکے ہیں۔ لیکن اس سے بہر صورت آپ کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔

اس وقت تفسیر مظہری کا شمار برصغیر کی اہم ترین تفاسیر میں ہوتا ہے۔ اس تفسیر نے اردو تفاسیر پر بڑے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ بالخصوص اردو کی درج ذیل تفاسیر پر تفسیر مظہری کی گہری چھاپ ہے۔

۱۔ خلاصۃ التفاسیر (شاہ فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ)

۲۔ تفسیر معارف القرآن (مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

۳۔ تفسیر ضیاء القرآن (پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ)

اس تفسیر کا اردو ترجمہ ۱۲ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ مترجم مولانا عبد الدائم الجلالی ہیں۔ اس ترجمہ کے بعض اردو الفاظ اب متروک ہو چکے ہیں۔ جامعہ غوثیہ بھیرہ کے استاد ملک بوستان بھی آج کل اس کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کا فارسی ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

قاضی ثناء اللہؒ کی شخصیت و سوانح پر ڈاکٹر محمود الحسن نے تحقیقی مقالہ بعنوان "تذکرہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی" لکھا جو کئی فنی خامیوں کے باوجود اس موضوع پر نقش اول ہونے کی حیثیت سے گرانقدر کام ہے۔ یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے۔

ذیل میں آیات کی ایک مختصر فہرست دی جا رہی ہے جن آیات کے تفسیری نکات و افکار قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے مجدد علیہ الرحمۃ سے استفادہ کر کے نقل کئے ہیں۔

﴿۱﴾ الٓمٓ

﴿۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

﴿۳﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ

﴿۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

﴿۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ

﴿۶﴾ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ

﴿۷﴾ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا

﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

﴿۹﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ

﴿۱۰﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

﴿۱۱﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ

﴿۱۲﴾ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ

﴿۱۳﴾ وَاٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

﴿۱۴﴾ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۵﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ

﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ

﴿۱۷﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

﴿۱۸﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

﴿۱۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ

﴿۲۰﴾ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

﴿۲۱﴾ وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ

﴿۲۲﴾ وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

﴿۲۳﴾ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا

﴿۲۴﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

﴿۲۵﴾ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا

﴿۲۶﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا

﴿۲۷﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

﴿۲۸﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ

﴿۲۹﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

﴿۳۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

﴿۳۱﴾ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

الٓمّٓ ﴿۱۳﴾

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حروف مقطعات کے بارے میں مختلف آرا کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان کا علم نبی کریم ﷺ اور آپ کے اتباع کاملین کو بھی تھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس امت مرحومہ میں سے کہ جس کا حال معلوم نہیں کہ اس کا اول بہتر ہے کہ اخیر اور ثانیہ اس کا اخیر کثرت کے اعتبار سے بڑا عریض اور عمیق ہے۔ اور نہایت اچھا ہے۔ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے جو اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی مقطعات اور اس کے اسرار کی تاویل ظاہر کی ہے لیکن ان کا بیان و تفسیر عام لوگوں کے لئے ناممکن ہے تو اس سے بھی حروف مقطعات کا اسرار الٰہی میں سے ایک سر ہونا اور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ان کے علم کے ساتھ، صرف خدا ہی کا مخصوص ہونا باطل اور غلط ٹھہرتا ہے۔ واللہ اعلم" ﴿۱۴﴾

ꕥ

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ فراخ رحمت والا خوب جاننے والا ہے۔"

امام ربانی حقیقت الصلوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس وسعت سے مراد ذاتی وسعت بلا کیفیت ہے اور اس کی کنہ مدرک نہیں ہو سکتی۔" ﴿۱۶﴾

ꕥ

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: "سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔"

آیت میں ذکر سے کیا مراد ہے، لا الٰہ الا اللہ، کثرت نوافل یا تلاوت کلام پاک، قاضی صاحب مختلف نظریات بیان کرنے کے بعد، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس قول کو ترجیح دی، کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن مجید کی تلاوت سب سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ ایک تو قرآن مجید کی فضیلت خود زیادہ ہے اور دوسرے قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت حقیقیہ بلا واسطہ ہے، گویا یہ ایک رسی ہے کہ ایک کنارہ اس کا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ایک ہماری طرف ہے۔ سو جو اس میں فنا ہو گیا اس سے زیادہ اسے کوئی نعمت نہیں ملی، اور نیز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے کثرت نوافل کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔ لیکن یہ تلاوت قرآن مجید اور مشغولی نوافل بعد فنا نفس کے اختیار کرنے کو فرماتے ہیں اور قبل از فنا نفس ذکر اثبات و نفی پر اقتصار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (یعنی قرآن کو مس نہیں کر سکتے مگر پاک لوگ) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ رذائل نفس سے اب تک پاک و صاف نہیں ہوئے ان کو قرآن کی تلاوت سے زیادہ، ذکر کرنا مناسب ہے۔" ﴿۱۸﴾

ꕥ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ سے مدد طلب کیا کرو۔"

"حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبادت گذاروں کے درجات کی انتہا اور بازگشت نماز کی حقیقت ہے اور نماز کی کثرت سے درجات میں ترقی ہوتی ہے۔" ﴿۲۰﴾

ꕥ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: "اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انہیں نہ کہا کرو کہ وہ مردہ ہیں"

انبیا کے اجسام زمین کے لئے حرام قرار دے دئے گئے ہیں۔ شہداءؓ کی حیات بھی درحقیقت انبیاء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علیہم السلام کے اسی فیض کی بدولت ہے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ نبوت کے کمالات وراثۃً چلے آتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ جن کو کمالات نبوت وراثۃً مرحمت ہوتے ہیں انہیں اصطلاح شرح میں صدیق اور مقرب کہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وجودِ وہبی عطا ہوتا ہے۔'' ﴿۲۲﴾

وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: ''اور تم میں اللہ کا رسول بھی تشریف فرما ہے۔''

قاضی صاحب کے نزدیک اس آیت میں قیامت تک رسول اللہ ﷺ کے جانشینوں کی طرف اشارہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ بیت کو پکڑے رہنے کا اس لئے مشورہ دیا کہ اہل بیت ہی ولایت کے سلسلہ میں راہنمائی کے قطب ہیں۔ اگلوں اور پچھلوں میں سے کوئی بھی ان کے وسیلہ کے بغیر درجہ ولایت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اول درجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔ پھر آپ کے صاحبزادگان ہیں۔ حسن عسکری تک یہ سلسلہ آتا ہے۔ اور آخری نمبر غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ ان کے بعد دوسرے اولیاء اور علماء امت کا درجہ ہے جو بطور وراثت اہل بیت کے حکم میں داخل ہیں کیونکہ سب کے سب اہل بیت ہی کے تابع ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ علماء انبیا کے وارث ہیں۔'' ﴿۲۴﴾

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۲۵﴾

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنالیا ہے۔''

''یہ جملۂ معترضہ ہے۔ وسط کلام میں اس کا ذکر اتباع ملت ابراہیمی کے وجوب کو موکد طور پر ظاہر کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ کیونکہ جو شخص اتنے بڑے اونچے مرتبہ پر فائز ہو جائے کہ اللہ اس کو اپنا خلیل بنا لے یقیناً اس کا اتباع لازم ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خلیل و ندیم اور ہم نشین ہوتا ہے جس کے سامنے آدمی اپنے محب اور حبیب کے راز ظاہر کرتا ہے۔'' ﴿۲۶﴾

بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام خلت پر بحث کرتے ہوئے قاضی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ نے اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے ان تفصیلی کمالات کو طلب کرنے کے لئے ہی دعا کی تھی۔ اللھم صلّ علیٰ سیدنا محمدٍ وّعلیٰ ال محمد کما صلیت علیٰ ابراھیمَ وعلیٰ ال ابراھیم. اللہ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور ہزار برس کے بعد یہ مقام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمایا۔ حضرت والا کا مقام، مقام خلت قرار پایا اور تفصیلی خلت سے موصوف ہوئے اور یہ تفصیلی خلت آپ سے پہلے کسی کو میسر نہ ہوئی اس کی وجہ خواہ یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے اتباع خصوصی کی وجہ سے بعض

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جلیل القدر صحابہ اور آئمہ اہل بیت مقام خلت سے اونچے ہو کر درجۂ محبوبیت پر پہنچ گئے تھے کیونکہ اللہ نے اپنے رسول کی زبان سے کہلوا دیا تھا کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یا یوں کہا جائے بعض لوگوں کو خصوصی عنایت کی وجہ سے سرفراز کرنا اللہ کا سراسر فضل ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے سرفراز فرماتا ہے۔''

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مقام خلت پر فائز تھے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کی ترقی ختم ہو گئی۔ یہ تو وقفۂ راہ ہے منزل نہیں ہے۔ مقام خلت سے آگے بڑھ کر آپ کی رفتار مقام محبوبیت کی جانب تھی اگرچہ بالتبع اور بالواسطہ تھی۔'' ﴿۲۷﴾

ص

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُو اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔''

''رسول اللہ ﷺ کے لئے مرتبۂ وسیلہ تو براہِ راست (بغیر کسی دوسرے ذریعے کے) مخصوص ہے۔ لیکن حضور ﷺ کی وساطت سے دوسرے اولیاء امت اور کاملین کے لئے بھی وہاں تک رسائی ممکن ہے۔ (احادیث میں حضور ﷺ کی وساطت سے مرتبہ وسیلہ تک کسی دوسرے کی رسائی کی نفی نہیں کی گئی صرف حضور ﷺ کی ذاتی خصوصیت کو ظاہر کیا گیا ہے) اس مقام کی زیادہ تفصیل کے لئے مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دیکھیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ وسیلہ کا اطلاق تمام مراتب قرب پر عموماً کیا گیا ہو۔ (قرب الٰہی کا ہر درجہ وسیلہ ہو) اور رسول اللہ ﷺ نے جس وسیلہ کی اپنے لئے مخصوص طور پر طلب فرمائی وہ تمام مراتب قرب میں چوٹی کا درجہ ہو۔ واللہ اعلم

فائدہ: رغبت اور محبت، وسیلہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ جوہری نے صحاح میں یہی صراحت کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مراتبِ قرب کی ترقی بغیر محبت کے ناممکن ہے۔ اسی کی تائید حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ (نظری) سیر مرتبۂ لاتعین (اطلاق) میں جو قرب کا سب سے بڑا درجہ ہے، اس سے اونچا کوئی درجہ نہیں اور اسی مرتبہ کو بطور کنایہ رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد میں ظاہر فرمایا ہے کہ میرے لئے اللہ کی معیت میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جس میں میرے ساتھ کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں ہوتی (یعنی میں تنہا ہی اس وقت اس چوٹی کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہوں) یہ سیر صرف محبت سے وابستہ ہے۔ (یعنی اس سیر کا مدار صرف محبت پر ہے۔ اور ترقی محبت ہی سے یہ مرتبۂ سیر حاصل ہوتا ہے) اور محبت اتباعِ سنت کا ثمرہ ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ پس سنت کی پوری پیروی اور ظاہری و باطنی اتباع سے ہی حضور ﷺ کی وساطت سے یہ مرتبۂ محبت حسبِ مشیتِ الٰہیہ حاصل ہوتا ہے۔'' ﴿۲۹﴾

ص

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰکِرِیْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: ''کیا ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزاروں کو نہیں جانتا۔''

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ خیر و شر کی استعداد وجود سے پہلے ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے فرمایا تھا کہ تعینات اہلِ ایمان کے مبادی اللہ کے اسم ہادی کا پرتو ہیں اور تعینات کفار کے مبادی اللہ کے اسم مضل کا پرتو (یعنی توفیق ایمان ہو یا ضلالت آفرینی دونوں اللہ کی صفات کے پرتو ہیں جس پر اللہ کے اسم ہادی کا پرتو پڑ گیا تو وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جس پر اللہ کے اسم مضل کا پرتو پڑ گیا وہ گمراہ ہو گیا) پس جس چیز سے اور جس غرض کے لئے جس کو پیدا کیا گیا ہے اس سے تجاوز ناممکن ہے۔'' ﴿۳۱﴾

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَه ﴿۳۲﴾

ترجمہ: ''اللہ (اس دل کو) بہتر جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت کو رکھتا ہے۔''

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تعین نبوت کا مبدأ محض صفتِ الٰہی ہے۔ جس میں پرتو اور ظل کی کوئی آمیزش ہی نہیں ہے۔ باقی انسانوں کے (مومن، کافر، نیک اور بد ہونے کے) مبادی اللہ کے اسماء صفات کے پرتو ہیں (یعنی نبوت کا سرچشمہ براہِ راست اور بالذات صفاتِ خداوندی ہیں اور دوسری مخلوقات کا مبدأ التعین اور سرچشمہ براہِ راست صفات نہیں بلکہ صفات کے پرتو اور ظلال ہیں۔)'' ﴿۳۳﴾

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَه مِنْ طِيْنٍ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: ''ابلیس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے کیچڑ سے۔''

خاکی اور ناری عناصر کے متعلق تفصیلی بحث کرنے کے بعد قاضی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عالم امر کی وجہ سے نفس کی انتہائے ترقی صفات کے پرتو تک ہوتی ہے۔ (صفات تک نہیں پہنچ پاتی) ہاں مرتبہ انفس کی ترقی بعض صفات تک ہو جاتی ہے۔ اور لطائف عالم خلق سے جو کمال نفس کو ملتا ہے اس کی ترقی ظاہر صفات تک ہو جاتی ہے۔ ہوا، پانی اور آگ ان تینوں عناصر کی ترقی کا منتہاء باطن صفات ہے (ظاہر صفات اور باطن صفات کا فرق یہ ہے کہ ظاہر صفات میں اس بات کا عرفان نہیں ہوتا کہ ان صفات کا قیام کسی ذات سے ہے یا نہیں اور باطن صفات میں ذات کے ساتھ صفات کا قیام ملحوظ ہوتا ہے) اور مرتبۂ ذات تک ترقی صرف عنصر خاک کے ساتھ مخصوص ہے جیسے آفتاب کی شعاعیں لطیف ترین چیز میں نمایاں نہیں ہوتی، اندر گھس کر پار نکل جاتی ہیں اور کثیف جسم پر پڑتی ہیں تو نمایاں ہوتی ہیں۔'' ﴿۳۵﴾

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: ''اور ان کی آنکھیں غم کے باعث سفید ہو گئیں اور وہ اپنے غم کو ضبط کئے ہوئے تھے۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ صوفی کے دل میں غیر اللہ کی محبت نہیں سماتی، آپ کے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت کیسے سما گئی؟ اس سوال کا جواب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

روشنی میں دیتے ہوئے قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تنزیہی معنی کا دنیوی لباس تو یہی (سبحان اللہ وغیرہ) حروف و الفاظ ہیں۔ آخرت میں ان کا پیرایۂ ظہور جنت کے پھل و درخت ہیں (دنیا میں ان کلمات کے ساتھ اور آخرت میں جنت کے ساتھ) محبت کا تعلق گویا تنزیہی معنی سے وابستگی کی شکل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' میں کہتا ہوں کہ ہر شخص کی جنت یہ ہے کہ اللہ کے اسماء وصفات میں سے جو اسم بھی اس شخص کے تعین اور تشخص کا مبداء ہے۔ اس کا ظہور ہو جائے اور یہ ظہور اس شخص کے لئے درختوں، نہروں شاندار مکانوں اور حور و غلمان کی شکل میں ہوگا۔ اور چونکہ اللہ کے اسماء وصفات میں تفاوت ہے کوئی صفت جامع ہے کوئی غیر جامع، کسی کا قرب ذات سے زیادہ ہے کسی کا کم۔ پس جیسی صفت کسی کا مبداءِ تعین ہوگی ویسی جنت اس کے لئے ہوگی۔ جنتوں کے تفاوت اور اونچ نیچ کا فرق اسماء وصفات کے تفاوت کی وجہ سے ہوگا۔ جنت کے بعض درخت بلوری اور آبگینی اجسام کی شکل و کیفیت کے بھی ہو جائیں گے۔ پس ایسے ہی درخت اس حالت میں ذات بے کیف کے دیدار کے ذرائع بن جائیں گے اور رویت ذات بے کیف ہو جائے گی۔ پھر ان درختوں کی بلوریت ختم ہو جائے گی تو وہ آئینۂ ذات بھی نہیں رہیں گے اور اس حالت میں رویت نہ ہوگی۔ چکا چوند کی یہ حالت اور درختوں کی بلوریت و عدم بلوریت ہمیشہ ہمیشہ ہوتی رہے گی۔

ایک شبہ:

تمام ممکنات اپنی ذات کے لحاظ سے معدوم ہیں، ناقص ہیں، شر ہی شر ہیں، حسنِ ذاتی سے محروم ہیں۔ ان میں جو حسن و جمال آیا ہے اور جس خیر و کمال کا ظہور ہو رہا ہے۔ وہ واجب تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ اسی کا فیض ہے پھر دنیوی و اخروی چیزوں میں کیا فرق ہے۔ اور کیوں دنیوی چیزوں سے دل کی وابستگی جرم ہے اور اخروی چیزوں سے دل کا لگاؤ قابلِ ستائش ہے۔

ازالہ:

ہم کہتے ہیں کہ تمام ممکنات اللہ کے اسماء وصفات کا مظہر ہیں اور اللہ کی صفات بھی بجائے خود اور بذاتِ خود ممکن ہیں۔ کیونکہ ذات کی محتاج ہیں اور ہر محتاج کا ممکن ہونا ظاہر ہے۔ لیکن ذاتِ خداوندی کے لئے ان کا ثبوت لازم ہے۔ (کیونکہ ذات صفات سے خالی نہیں ہو سکتی اور بغیر صفات کے ذات کا نہ تحقق ہو سکتا ہے نہ تعقل) پس یہ واجب بالغیر ہو گئیں لیکن صفاتِ الٰہی پر امکان اور وجوب بالغیر کا اطلاق اس لئے نہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کیا جاتا کہ ان کے حدوث کا وہم نہ ہو جائے اور ذات سے منفک ہو سکنے کا خیال نہ پیدا ہو جائے ورنہ واقعہ میں صفاتِ خداوندی ممکن ہیں اور چونکہ ذات سے ان کا انفکاک محال ہے اس لئے واجب بالغیر بھی ہیں، اہلِ معرفت کے لیے ان صفات کا انکشاف ہوتا ہے تو ان کے دو رخ نظر آتے ہیں۔ ایک رخ ان کے امکان ذاتی کا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان میں عدم کا احتمال ہوتا ہے اور دوسرا رخ وجوب بالغیر کا ہے جو سراسر وجود ہی وجود ہے۔ وجود کا رخ تو سرتاپا حسن و جمال اور خیر و کمال ہے اور عدم کا رخ بھی اگرچہ امکان ذاتی کی وجہ سے قبیح، شر، ناقص، اور ہر کمال سے بے بہرہ ہے مگر وجود کے ساتھ ہر وقت ہم آغوش رہنے اور غیر منفک ہونے کی وجہ سے فی الجملہ حسن سے خالی نہیں ہے خواہ یہ حسن و جمال وہمی ہی ہو۔ پس صوفی کی نظر میں صفات الٰہیہ کی جلوہ پاشی اور پرتو اندازی دو شکلوں میں دکھائی دیتی ہے۔ دنیوی چیزوں میں تو اس کو صفات کا عدمی رخ (یعنی ذاتی امکان) پرتو انداز نظر آتا ہے اور آخرت کی چیزوں میں ان کا وجودی رخ (یعنی وجوب بالغیر کا رخ) عکس ریز دکھائی دیتا ہے۔ اسی وجہ سے دنیوی اشیاء سے وابستگی اللہ کے نزدیک بری ہے۔ اور اخروی چیزوں سے دل کی آویختگی اللہ کو پسند ہے، ان سے محبت اللہ سے محبت ہے جو اللہ کی محبت میں کامل ہیں وہی دارِ آخرت سے کامل محبت رکھتے ہیں۔

دنیوی اور اخروی اشیاء میں یہی فرق ہے اور ایک سے محبت کے عدم جواز اور دوسری سے محبت کے وجوب کی یہی علت ہے۔

تمہید مذکور کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے مکتوب ۱۰۰ جلد سوم میں بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا وجود اور آپ کا حسن و جمال اگرچہ اسی دار دنیا میں پیدا ہوا لیکن دوسری مخلوق کی طرح نہ تھا بلکہ درحقیقت وہ موجودات آخرت کی جنس سے تھا۔ دنیوی اشیاء کا مربی تو صفات کا عدمی (ذاتی) رخ ہوتا ہے اور جنت اور اس کی موجودات کی تربیت صفات کا وجودی رخ کرتا ہے۔ پس جس طرح اہلِ کمال کی قلبی وابستگی آخرت کی چیزوں سے درست ہے۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی شیفتگی بھی نامناسب نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ صحیح انکشاف اور واضح بصیرت ہے، نظر اور کشف نے ہی آپ کو حسنِ یوسف علیہ السلام کی اس تنقیح تک پہنچایا ہے۔ اگر اس تحقیق کو درست مان لیا جائے تو دو شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

پہلا شبہ:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور جگہ صراحت کی ہے کی انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ باقی ممکنات ظلال اسماء و صفات (اسماء و صفات کے عکس اور پرتو) کے جولان گاہ اور مقاماتِ ظہور ہیں۔ نفسِ اسماء و صفات کے مظہر و جلوہ گاہ نہیں ہیں (یعنی انبیاء ملائکہ کے علاوہ دوسری مخلوق پر براہِ راست صفات و اسماء کا پرتو نہیں پڑتا بلکہ ظلال صفات کا عکس پڑتا ہے) اور (جس طرح انبیاء و ملائکہ کے مبدا و تعینات اسماء و صفات ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اسی طرح ظلال صفات دوسری مخلوق کے تعین کا مبدأ ہیں، نفس صفات اس کے لئے مبدءِ تعین نہیں۔ لیکن اس جگہ فرمایا کہ تمام ممکنات (مجردہ ہوں یا مادیہ، انبیاء ہوں یا اولیاء، خواص ہوں یا عوام) کے مبادی تعین اصل اسماء اور نفس صفات ہیں۔ یہ بیان میں تضاد اور اختلاف کیوں ہے اور کیسے ممکن ہے کہ دنیوی اشیاء بھی جلوہ گاہِ صفات ہوں اور اخروی اشیاء بھی پرتو گاہِ اسماء لیکن اول الذکر کی طرف صفات کا عدمی اور امکانی رخ ہو اور موخر الذکر کی مظہریت صفات کے وجودی رخ کی ممنون کرم۔

ازالہ:

انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ باقی ممکنات اگر ظلال صفات کی جولان گاہ اور مظاہر ہوں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نفسِ صفات کے مظاہر اور جلوہ گاہ نہ ہوں کیونکہ ظل کا ظل اصل کا ظل ہوتا ہے۔ پس یہ ممکنات ظلال صفات کے ظل ہیں تو نفسِ صفات کے بھی ظل ہوں گے (اول ظلیت براہِ راست ہوگی اور دوسری ظلیت بالواسطہ) پس اسماء وصفات انبیاء اور ملائکہ پر جلوہ انداز ہوں گے۔ بالواسطہ اور باقی ممکنات پر ان کی جلوہ پاشی ظلال کی وساطت سے ہوگی۔ اس کے بعد دنیوی اشیاء پر صفات کی جو جلوہ پاشی بواسطہ ظلال ہو رہی ہے۔ اس جلوہ پاشی میں صفات کا عدمی رخ (یعنی ذاتی امکان) ملحوظ ہے۔ اور اخروی اشیاء پر جلوہ ریزی میں ان کا وجودی اور اضافی (یعنی ذات خداوندی کے لئے ثبوت وجوبی کا) رخ معتبر ہے۔

دوسرا شبہ:

کلام سابق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تمام مخلوق خواہ انبیاء ہوں یا عوام، علاوہ حضرت یوسف علیہ السلام کے جلوہ گاہِ صفات اور جولان گاہِ اسماء ہیں لیکن صفات کا عدمی رخ ملحوظ ہے (یعنی صفات کے ذاتی امکانی عدمی رخ کی جلوہ گاہ تمام مخلوق ہے) اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی صفاتِ خداوندی کا مظہر ہیں۔ مگر اس میں صفات کا اضافی وجودی رخ ملحوظ ہے۔ (یعنی صفات کے وجودی اور نسبت الی الذات کا پرتو حضرت یوسف علیہ السلام پر پڑا تھا۔ اسی لئے آپ آخرت کی چیزوں کے ہم جنس ہو گئے تھے) اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کی تمام انبیاء بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت لازم آتی ہے۔

ازالہ:

آخرت کی جنس سے تو تمام ہی انبیاء تھے۔ حسنِ آخرت تو سب ہی کے اندر پوشیدہ تھا کہیں یوسفی لقب پا کر ظاہر ہو گیا کہیں ظاہر نہیں ہوا۔ لقب کا مفہوم کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ حق بات یہ ہے کہ تمام انبیاء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

صفات کے وجودی رخ کے اعتبار سے مظہرِ صفات ہیں۔ ان پر صفات کی نور پاشی ذاتی اعتبار سے نہیں بلکہ نسبت الا اللہی کے اعتبار سے ہے۔ رہا حسنِ آخرت کا، علاوہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اوروں سے عدم ظہور تو اس کی وجہ اللہ ہی کے علم میں ہے۔ ہم واقف نہیں۔ بہر حال یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ انبیاء کا مظہر صفت ہونا دوسرے انسانوں کے مظہرِ صفات ہونے سے الگ نوعیت کا ہے۔ عدمی رخ کے اعتبار سے نہیں (بلکہ) صفات کے وجودی رخ کے لحاظ سے ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کے متعلق لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کرنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبدءِ تعین اللہ کا علم اجمالی ہے۔ صفتِ علم اجمالی تمام صفات سے زیادہ ذات سے قرب رکھتی ہے۔ علمِ حضوری اور عالم و معلوم تو متحد الذات ہی ہوتے ہیں۔ باقی صفات قدرت، ارادہ، کلام، سمع و بصر کا درجہ علم کے برابر نہیں۔ ان صفات کی تفصیلات سے بھی علمِ اجمالی کا مرتبہ بلند اور ذات سے قریب ترین ہے۔ علم کا وہ حسن ذاتی ہے جو دوسری صفات کو حاصل نہیں۔ علم بہ نسبت دوسری صفات کے ذاتِ خداوندی کو زیادہ پسند ہے۔ علم کا حسن و جمال بے کیف ہے۔ علم کا حسن و جمال اتنا لطیف ہے کہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں جب یہ جلوہ پاش ہوا تو بصارت کے ضعف اور نارسائی کی وجہ سے حسنِ محمدی کو بھی اسی طرح آنکھیں نہیں پا سکتیں اور نہیں دیکھ سکتیں جیسے ذاتِ خداوندی کو دیکھنے اور پانے سے اس دنیا میں عاجز ہیں۔ آخرت میں آپ کا جمال باکمال نمودار ہوگا اور آنکھوں کو نظر آئے گا۔

یہ تسلیم ہے کہ یوسف علیہ السلام کو ۲/۳ حسن عطا کیا گیا تھا لیکن وہ اس دنیا میں تھا اور آخرت میں تو حسنِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوگا (کسی پیغمبر کو حسن حاصل نہ ہوگا) دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے میرے بھائی یوسف علیہ السلام زیادہ شگفتہ رنگ کے تھے اور میں زیادہ ملیح ہوں، اہلِ نظر کو صباحت و ملاحت کے درمیان ایسا فرق نظر آتا ہے جو چاند اور سورج یا چاندی اور سونے کے درمیان ہے۔ حسنِ یوسف علیہ السلام پر فریفتہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور دوسرے انسان تھے اور حسنِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والا یعقوب کا رب ہے۔ مٹی کس طرح خالقِ کائنات کی ہمسری کر سکتی ہے۔ اس ساری تقریر سے واضح ہو گیا کہ فنا قلب کے بعد صوفی کو اللہ کے سوا کسی مخلوق سے دل بستگی نہیں رہتی۔ اسکے دل میں ماسوی اللہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انبیاء کی محبت سے بھی صوفی کا دل خالی ہو جاتا ہے۔ انبیاء کی محبت تو بعینہٖ اللہ کی محبت ہے۔ متفق علیہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ مجھ سے اس کو محبت اپنے باپ، اولاد اور تمام لوگوں (کی محبت) سے زیادہ نہ ہو۔ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے آئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس میں تین چیزیں ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی ان خصائل کی وجہ سے پائے گا (تین میں سے ایک یہ ہے کہ) جس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے ماسوا سے زیادہ محبت ہو وہ حلاوتِ ایمان پائے گا۔)

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا تھا "میرے دل کے اندر اللہ کی محبت اتنی بھر گئی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی اس میں گنجائش ہی نہیں ہے۔ آپ کا یہ کلام حالتِ سکر کا ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی حالت میں غلبہ سکر ہی کے زیرِ اثر فرمایا تھا میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اللہ سے محبت اس لئے کرتا ہوں کہ اس نے محمد ﷺ کو پیدا کیا ہے۔ یہ کلام بھی حالت جذب کا ہے اگر چہ اس میں کچھ نہ کچھ اصلیت ضرور ہے۔'' ﴿۳۷﴾

ꕥ

وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ﴿۳۸﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے انہیں دنیا میں ہر طرح کی بھلائی مرحمت فرمائی۔''

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' حسنۃ سے مراد خلّت (خاص دوستی) ہے۔ ہر شخص اپنے خلیل کو ان اسرار سے واقف کرتا ہے جو محب یا محبوب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اور اپنی آل کیلئے اسی طرح کی رحمت نازل ہونے کی درخواست کی تھی جو حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر نازل کی گئی تھی۔ آپ نے دعا کی تھی: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى ۔۔۔ بٰرِكْ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ

بعد ازاں مفسر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ خالص محبوبیت کے مرتبہ پر فائز تھے۔ خلت کا درجہ محبوبیت کے درجہ سے نیچا ہے۔ مقام خلت، محبوبیت خالصہ کے راستے میں واقع ہے اس لئے حضور ﷺ مقام خلت پر نہیں ٹھہرے نہ ٹھہرنے کی اجازت تھی لیکن آپ کی خواہش تھی کہ مقام خلت میں بھی کچھ استقرار کر سکیں لیکن اس استقرار کی اجازت نہ مل سکی۔ اس لئے اللہ نے حضور ﷺ کے متبعین میں سے ایک ہزار سال بعد ایک شخص کو مقام خلت میں استقرار عطا فرمایا تابع کا کمال متبوع کے کمال کا جزو ہوتا ہے۔ اور جز کل میں داخل ہوتا ہے۔ پس حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال یعنی مقام خلت میں استقرار رسول اللہ ﷺ کے کمال محبوبیت کا ہی ایک حصہ تھا اور حضور ﷺ کے اتباع ہی سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مرتبہ حاصل ہوا تھا۔ کسی گورنر' کمانڈر یا شاہی ملازم کا کسی قلعہ کو سر کرنا یا کسی شہر پر قبضہ کر لینا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اس فاتح کا تعلق مرکز سلطانی سے ہوتا ہے اور ملازم کی فتح یابی اور قبضہ سلطانِ معظم کی کامیابی اور فتح ہوتی ہے۔ پس حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو مقامِ خلت پر فائز کرنا اور استقرار عطا کرنا حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کو ہی مقامِ خلت پر فائز کرنا ہے۔'' ﴿۳۹﴾

ꕥ

حیاتِ خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام ﴿۴۰﴾ کی حیات میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب زندہ نہیں ہیں۔ امام بخاری سے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کی حیات کے متعلق پوچھا گیا انہوں نے کہا وہ کیسے زندہ ہو سکتے ہیں۔ جب کہ نبی ﷺ نے اپنے وصال سے تھوڑا عرصہ پہلے فرمایا جو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لوگ اب روئے زمین پر زندہ ہیں ایک سو سال کے بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔ اگر آپ زندہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے۔ اور آپ کے ساتھ جہاد کرتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت آدم ؑ کے صلبی بیٹے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا اور حیات دوام حاصل ہوتی تو قرآن اللہ ﷻ کی اتنی بڑی نشانی کا ذکر ضرور کرتا۔

جو حیات کے قائل ہیں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور صحابہ کرام ؓ جمع ہوئے اس وقت ایک شخص آیا جس کی رنگ دار داڑھی تھی وہ گورے رنگ کا ایک جسیم آدمی تھا وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا اور رونے لگا اور صحابہ کرام ؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا "ہر مصیبت سے اللہ کی تعزیت ہے۔ ہر فوت ہونے والی چیز کا خلیفہ ہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو آزمائش میں دیکھتا ہے اور دیکھو مصیبت زدہ شخص وہ ہے جس پر جبر کیا جائے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت علی ؓ نے کہا یہ خضر ؑ تھے۔

لیکن اس طرح کی روایات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت خضر ؑ اب بھی زندہ ہیں۔ احادیث صحیحہ اور دلائل عقلیہ سے ان علماء کی تائید ہوتی ہے۔ جو حضرت خضر ؑ کی وفات کے قائل ہیں۔ اس سلسلہ میں ابن حجر عسقلانی نے "الزھر النضر فی حال الخضر" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں حضرت خضر ؑ کے نسب، نبوت، عمر اور مختلف لوگوں سے ملاقات کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ تمام دلائل کا جائزہ لینے کے بعد رسالہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

"قوی دلیلوں کے لحاظ سے جس شے کی طرف دل کا رجحان ہے وہ عوام جو ان کو زندہ سمجھتے ہیں ان کے خلاف ہے۔ لیکن کبھی یہ شبہ بھی لاحق ہوتا ہے کہ ان کے زندہ ہونے پر دلالت کرنے والی روایات نقل کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ اگرچہ ان کی اسناد کمزور ہیں۔ مگر مجموعہ تواتر معنوی کو پہنچ جاتا ہے۔ ان کے باقی نہ ہونے پر سب سے قوی دلیل ان کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہونا ہے۔ اور بغیر کسی شرعی دلیل کے پہلے زمانے کے لوگوں میں سے صرف انہی کا اتنی لمبی عمر پانا۔" (۴۱)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی حیات خضر کے متعلق مختلف روایات نقل کرنے کے بعد قصہ موسیٰ و خضر علیہم السلام کے آخر میں حتمی نتیجہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"اس مسئلہ کا واحد حل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے ہو سکتا ہے۔ حضرت مجدد صاحب سے جب حضرت خضر ؑ کے زندہ یا مردہ ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے اللہ کی طرف توجہ کی اور بارگاہ اقدس سے اس کا جواب ملنے کی دعا کی، چنانچہ عالم مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ خضر ؑ سامنے آ گئے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب نے حضرت خضر ؑ سے خود ان کی حالت دریافت کی۔ حضرت خضر ؑ نے فرمایا، میں اور الیاس ؑ دونوں زندہ ہیں۔ لیکن اللہ نے ہماری روحوں کو ایسی طاقت عطا فرمائی ہے کہ ہم جسم کا لباس پہن کر بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتاتے اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں، اگر اللہ چاہتا ہے۔ (بعض لوگوں کو) علم لدنی بھی تعلیم دیتے اور نسبت عطا کرتے ہیں۔ ہم کو اللہ تعالیٰ نے قطب مدار کا مددگار بنایا ہے، قطب مدار کو اللہ نے مدار عالم بنایا ہے۔ انہی کی برکت سے یہ عالم قائم ہے۔ ہم ان کی مدد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کرتے ہیں۔اس زمانے میں ان کا مسکن ملک یمن ہے وہ فقہ شافعی کے پیرو ہیں۔ہم بھی قطب مدار کے ساتھ شافعی فقہ کے موافق نماز پڑھتے ہیں۔﴿۴۲﴾

وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: ''اور اے موسیٰ! میں نے اپنی جناب سے تجھ پر محبت کا پرتو ڈالا۔''

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کلیم کا مبدأ تعین خالص محبیت اور (عشق) ہے۔اسی لئے آپ اہلِ محبت اور عشاق کے سالار ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کا مبدأ تعین خالص محبوبیت ہے اس لئے آپ محبوبوں کے سرگروہ قرار پائے۔

صوفی بنظر کشف دیکھتا ہے کہ محبت کا ایک دائرہ ہے اس دائرہ کا ایک محیط ہے اور ایک مرکز۔پھر اس مرکز کا بھی ایک محیط اور ایک وسطی نقطہ۔پس دائرۂ محبت کے محیط کا نام خلت ہے۔حضرت خلیل اللہ کا مبدءِ تعین یہی خلت ہے اور دائرۂ محبت کا مرکز خالص محبت ہے اور یہی محبت کلیم اللہ کا مبدءِ تعین ہے اور جس طرح مرکز محیط سے افضل، اعلیٰ اور وسیع تر ہوتا ہے۔اسی طرح مقامِ محبت کو مقامِ خلت پر فضیلت حاصل ہے۔مرکز (محبت) کی نسبت محیط (خلت) سے ایسی ہے جیسے چاند کی نسبت اس کے ہالہ سے۔

پھر مرکز کی بھی دو حیثیات ہیں۔ایک مرکز کا کنارہ اور محیط، دوسرا مرکز کا وسطی نقطہ۔پس مقام محبیت مرکز کا محیط ہے اور یہی کلیم اللہ کا مبدءِ تعین ہے۔اور مرکز کا وسطی نقطہ مقامِ محبوبیت ہے جو حبیب اللہ ﷺ کا مبدءِ تعین ہے۔آپ خالص بے آمیزش محبوبیت کے مرکز دائرہ تھے۔محیط دائرہ محبوبیت یعنی مخلوط محبوبیت۔آپ نے اپنی امت کے بعض افراد کے لیے چھوڑ دی (حضرت مفسر نے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو مخلوط محبوبیت کا حامل قرار دیا بلکہ حصر کے ساتھ فرمایا کہ) جس فرد امت کے لیے مخلوط محبوبیت چھوڑی گئی وہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی شخصیت گرامی تھی۔''﴿۴۴﴾

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ مِنْ م بَعْدِکَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: ''ارشاد ہوا کہ ہم نے تو تمہاری قوم کو تمہارے چلے آنے کے بعد آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے۔''

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبوت بہر حال ولایت سے افضل ہے۔ولایت خواہ کسی نبی کی ہو یا غیر نبی کی بہر صورت اس کا مرتبہ ذات نبوت سے نچلا ہے۔کیونکہ ولایت نام ہے تجلیات صفاتی کا اور نبوت عکس ہے تجلیاتِ ذاتی کا۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نبوت ہو یا ولایت، ہر ایک کے دو رخ ہیں، عروج و نزول، بالائی رخ کی طرف اٹھنا اور زیریں رخ کی جانب اترنا۔نبی ہو یا ولی مرتبہ عروج میں اسکی توجہ خالص اللہ کی طرف ہوتی ہے۔تاکہ خود اس کو کمال ذاتی اور ترقیٔ مرتبہ حاصل

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہو۔" ﴿۴۶﴾

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: "اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق ہو، اس میں ایک چراغ ہو۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کشفِ الہامی پر مبنی آیت زیرِ تفسیر کی دو اور تاویلیں بھی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

یعنی آسمان و زمین کو موجود ظاہر کرنے والا اور پردۂ عدم سے میدان خارجی میں لانے والا ہے اور یہ وجود خارجی مثل ظل اور سایہ کے ہے۔

مثلُ نورِہ

نور سے مراد ہے وجود۔ عظمت نور کو ظاہر کرنے کے لیے اپنی ذات کی طرف نور کی نسبت کی۔ جیسے بَیْت اللّٰه (خانہ خدا) اور نَاقَة اللّٰه (اللہ کی براہِ راست پیدا کی ہوئی متبرک اونٹنی) کہا جاتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ ماہیات ممکنات پر وجود خداوندی پرتو انداز اور سایہ فگن ہوتا ہے جیسے چاند اور سورج کے مقابل جو خطۂ زمین آجاتا ہے اس پر چاند اور سورج کا نور عکس ریز ہوتا ہے۔

كَمِشْكٰوةٍ

یعنی جیسے مشکوٰۃ (طاقچہ، چراغ دان) کی روشنی، مضاف محذوف ہے۔

فِيْهَا مِصْبَاحٌ

یعنی مشکوٰۃ کے اندر چراغ روشن ہے۔ اور چراغ کی روشنی سے مشکوٰۃ پرنور ہو رہا ہے۔ اسی طرح اللہ کی صفات و اسماء کے چراغ سے تمام ممکنات کی حقیقتیں نور وجود حاصل کر رہی ہیں۔

اَلمصباحُ فی زُجاجَةٍ

یعنی چراغ کی نور پاشی بدرجہ کمال ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا انبیا اور اولیا کو چھوڑ کر باقی تمام ممکنات کے مبادی تعین اللہ کی صفات نہیں بلکہ صفات کا پرتو اور ظل مبدأ التعین ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ اللہ اپنی صفات کمال کو بھی جانتا ہے۔ اور ان صفات کے نقائض کو بھی یعنی وہ اپنی صفات ثبوتیہ کا بھی علم رکھتا ہے اور صفاتِ سلبیہ تنزیہیہ کا بھی۔ جیسے موت نقیض حیات ہے، جہالت نقیض ۔۔۔۔ علم ہے اور عجز قدرت کی نقیض ہے۔ بہرا ہونا سننے کی نقیض ہے، نابینا ہونا بینا ہونے کی نقیض، مجبور ہونا بااختیار ہونے کی اور تعطل تکوین کی نقیض ہے۔" ﴿۴۸﴾

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا صفات ضرور ذات سے زائد ہیں اور خارج یعنی نفس الامر میں ان کا وجود ہے۔ نصوص قرآنی اور صراحتِ احادیث سے یہی ثابت ہے۔ لیکن ذات فی نفسہا ترتب آثار میں صفات کی محتاج نہیں ہے۔ (یعنی تنہا ذات بغیر صفات کے اظہارِ آثار کے لئے کافی ہے) اگر ہم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ساری صفات کا عدم فرض کرلیں تب بھی آثار کا ظہور ذات سے ضرور ہوگا۔ مثلاً اگر سننے اور دیکھنے کی صفت ذات میں نہ مانی جائے تب بھی تنہا ذات ان آثار کے اظہار کے لئے کافی ہے جو شنوائی اور بینائی کی صفات پر مرتب ہوتے ہیں۔ شنوائی کے آثار اگر (بغیر صفتِ سمع کے) تنہا ذات سے ظاہر ہوں تو اس وقت اس کو شانِ سمع کہا جائے گا۔ اسی طرح بصارت کے آثار بغیر صفتِ بصارت کے ذات سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اس کو شانِ بصارت کہا جائے گا۔ پس یہی شؤنِ ذات صفات کے اصول ہیں اور صفات ظلال کے اصول ہیں۔ شان کہو یا اعتبار، بہر حال یہ اس روغن کے مشابہ ہے جو زیتون کے مبارک درخت کے اندر ہوتا ہے۔ ﴿۴۹﴾

اِنَّاعَرَضْنَاالاَمَانَةَعَلَى السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَاوَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلاً ﴿۵۰﴾

ترجمہ: ''ہم نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی کہ وہ اس کی ذمہ داری اٹھائیں تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے اور اس کو انسان نے اٹھالیا۔ بے شک وہ ظلوم بھی ہے اور جہول بھی۔''

قاضی ثناء اللہ پانی پتی امانت کے حاملین کے سلسلہ میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''میں (قاضی ثناء اللہ پانی پتی) نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہ استفادہ کیا ہے کہ امانت تجلیاتِ ذاتیہ کو قبول کرنے کی وہ استعداد ہے جو اللہ نے ماہیت انسانیہ میں ودیعت کر رکھی ہے۔ ایمان اور نیک اعمال کے بعد اس کا الحاق اور شمار ملائکہ میں ہو سکتا ہے۔ اور تجلیاتِ صفاتیہ کو قبول کرنے کی اس میں استعداد ہو سکتی ہے لیکن ذاتی تجلی کی برداشت تو صرف اسی میں ہو سکتی ہے جس کا مزاج خاکی ہو۔ اسی استعداد نے آدم علیہ السلام کو مستحق خلافت بنایا اور یہی استعداد مراد ہے اس علم سے جس کا اظہار آیت انّی اَعلَمُ مالا تَعلمُون میں کیا ہے۔ یعنی اللہ نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ کہ تجلیٔ ذاتی کو وہی برداشت کر سکتا ہے جس کا مزاج خاکی ہو۔ اسی کی طرف اشارہ ہے لفظ ظلوم وجہول سے یعنی انسان کو سبعی قوت بھی دی گئی ہے اور بہیمی قوت بھی۔ سبعی قوت کا تقاضا ہے بلند چوٹیوں پر چڑھنا۔ بلند سے بلند مراتب معرفت کی طرف ترقی کرتے چلے جانا اور بہیمی قوت انسان کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وصلِ محبوب کے لئے سخت ریاضتیں اور مشقتیں برداشت کر سکے، ظلوم وجہول ہونا انسان کی صفتِ محمودہ ہے۔ اور مستحق خلافت بنا دینے کی علت ہے سبعی اور بہیمی قوتیں ارضی مزاج رکھتی ہیں۔

موجوداتِ ارضی اپنی مزاجی کثافت کی وجہ سے نورِ آفتاب کو جذب کر کے اپنے اندر روک لیتے ہیں اور لطیف اجرام میں جذبِ نور کر کے روک رکھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ مادۂ ارض اپنی کثافت کی وجہ سے تجلیٔ ذات کو برداشت کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ مادۂ نوری اس قابلیت سے محروم ہے۔ ملائکۂ مقربین کے مقاماتِ قرب محدود ہیں۔ اگرچہ ملائکہ کے قرب وولایت (اتصال) کا مرتبہ انبیاء کے مقامِ قرب وولایت سے بالا ہے۔ کیونکہ ملائکہ کا مرتبۂ ولایت اور انبیاء کا مرتبۂ ولایت دونوں صفات سے مستفاد ہیں۔ مگر انبیاء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے مرتبہ میں ظہور کی حیثیت معتبر ہے یعنی ذات کے ساتھ صفات کا قیام ملحوظ نہیں اور ملائکہ کے مرتبہ ولایت میں بطون کی حیثیت معتبر ہے۔ یعنی ذات کے ساتھ صفات کا قیام ملحوظ ہوتا ہے۔

لیکن تجلیٔ ذاتی جو نبوت کا کمال ہے ملائکہ کو میسر نہیں اس لئے نبوت انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور انبیاء کے خواص ملائکہ کے خواص سے افضل ہیں۔ اور جنت صرف انسانوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ملائکہ کا جنت میں ہر دروازہ سے داخلہ انسانوں کے احترام کے لئے ہوگا۔ ﴿۵۱﴾

ق

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۵۲﴾

قرب الٰہی کے مختلف مفاہیم کا ذکر کرنے کے بعد حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ سبحانہٗ وراء الوراء ہے۔ پھر وراء الوراء ہے پھر وراء الوراء ہے اس کی جہت میں قرب ہے دوری نہیں ہے۔ یعنی ظلال صفات کا ممکن سے قرب اتنا زیادہ ہے کہ ممکن کا اپنی ذات سے بھی اتنا قرب نہیں ہے۔ اور صفاتِ خداوندی کا ممکن سے قرب اتنا زائد ہے کہ نہ اتنا قرب ممکن کا اپنی ذات سے ہے نہ ظلال کا ممکن کی ذات سے۔ اور اللہ کا قرب ممکن سے اتنا زیادہ ہے کہ اتنا قرب نہ ممکن کا اپنی ذات سے ہے، نہ ظلال صفات کا نہ صفات کا''۔ ﴿۵۳﴾

ق

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: ''اور آگے رہنے والوں کا گروہ وہ اس دن بھی آگے ہونگے۔''

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، صحابہ سب کے سب کمالاتِ نبوت میں ڈوبے ہوئے تھے اور تابعین میں سے اکثر حضرات اور تبع تابعین میں بعض اشخاص بھی کمالاتِ نبوت میں مستغرق تھے لیکن اس کے بعد (۱۰۰۰ھ تک) انوارِ نبوت ہلکے اور مدھم ہوتے رہے اور کمالاتِ ولایت کا ظہور ہونے لگا اور وہ انوارِ ولایت جو صفاتی اور ظلی تجلیات سے مستفاد تھے (سکر، خطح اور خوارق و کرامات کی صورت میں) نمودار ہونے لگے۔ پھر ۱۰۰۰ھ کے بعد بعض افرادِ امت کو نبی کی سرشت پر پیدا کیا گیا اور اللہ نے کمالاتِ نبوت سے ان کو سرفراز فرمایا (یہ لوگ کمالاتِ نبوت میں دورِ اول کے مشابہ ہوگئے) اسی وجہ سے امت کا آخری دور، دورِ اول کی طرح ہوگیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کی مثال ایسے ہے جیسے بارش، معلوم نہیں ہوتا کہ بارش کا ابتدائی حصہ زیادہ بہتر ہے یا آخری۔ رواہ الترمذی عن انس

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اپنے دادا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بشارت ہو بشارت ہو میری امت بارش کی طرح ہے کہ معلوم نہیں کہ اس کا اول زیادہ بہتر ہوتا ہے یا آخری حصہ یا میری امت باغ کی طرح ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میری امت کا بہترین حصہ ابتدائی اور آخری ہے۔ درمیانی حصہ میں گدلا پن ہے۔ رواہ الحکیم الترمذی ﴿۵۵﴾

ق

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: ''اس کو نہیں چھوتے مگر وہی جو پاک لوگ ہیں۔''

اس آیت میں کلبی کے قول کے مطابق **مطھرون** سے مراد موحد ہیں۔ موحد کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا:

''میں کہتا ہوں صوفیہ کی اصطلاح میں موحد اس شخص کو کہتے ہیں جس کا مقصود سوائے اللہ کے اور کوئی نہ ہو۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود ہے کیونکہ مقصود حاصل کرنے کے لئے آدمی ہر ذلت، مشقت اور فردتنی کو برداشت کرتا ہے اور تعبد کا یہی معنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تک کسی کی خواہشات اس دین کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لایا ہوں اس وقت تک وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ رواہ النووی فی الاربعین'' ﴿۵۷﴾

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب عیسیٰ فرزند مریم علیہ السلام نے فرمایا۔ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے آئی ہے۔ اور مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا جو میرے بعد تشریف لائے گا، اس کا نام احمد ہوگا۔ پس جب وہ احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔''

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کو دو قسم کی ولایت حاصل تھی، اول ولائت محمدیہ یعنی محبوبیت جو محبت کے ساتھ مخلوط ہے، دوسری ولایت احمدیہ جو خالص محبوبیت کا مقام ہے۔ اس بنا پر احمد کو محمودیت سے مشتق مانا جائے تو اولیٰ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کے دعویٰ میں دوسرے انبیا کی تصدیق کی کیونکہ حق کی مطابقت و موافقت حق کے ساتھ ہوتی ہے اور تمام انبیا ایک دوسرے کی رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔ تورات پہلی کتاب تھی جس کے مطابق انبیاء حکم دیا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی تصدیق کی اور خاتم المرسلین سید الانبیا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بھی بشارت دی۔ آپ کی آمد کی بشارت تمام انبیاء، تورات اور ساری آسمانی کتابوں نے دی ﴿۵۹﴾

وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: ''اور بے شک یہ تو پرہیزگاروں کے لئے ایک نصیحت ہے۔''

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ للمتقین میں لام تخصیص کا ہے۔ یعنی صرف متقیوں کے لئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن فنائے نفس کے بعد موجب ترقی درجات ہے۔

یعنی مقربین کمالاتِ نبوت کی وجہ سے دوامی تجلی ذات میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن ان تینوں قرون کے بعد جن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کیونکہ تقویٰ کا کامل تصور فنا نفس سے پہلے ممکن نہیں اور قرآن صرف اہل تقویٰ کے لئے تذکرہ ہے۔ (اس سے نتیجہ نکلا کہ قرآن فنا نفس کے بعد ہی موجب ترقی ہے) فنا نفس سے پہلے تلاوت اگرچہ نیک کام ہے مگر رذائل نفس سے اجتناب رکھنے والے اہل قربت کے لئے نیکی نہیں ہے۔ ﴿۶۱﴾

ꕥ

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۶۲﴾

ترجمہ: ''اور جب اللہ کا خاص بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر ہجوم کر کے آجاتے ہیں۔''

نبوت و ولایت کی افضلیت پر بحث کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نکتۂ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کو بجائے رسول یا نبی کے عبداللہ کہنے کی وجہ اس جگہ محض تواضع ہے۔ کیونکہ یہ کلام اگرچہ خدا کا ہے مگر ایسے موقعوں پر واقع ہے کہ گویا رسول اللہ ﷺ نے اپنے متعلق فرمایا۔ پھر لفظ عبداللہ میں قیام (نماز) کی وجہ بھی در پردہ بتادی گئی (کہ عبدیت کا تقاضا نماز ہے، نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہونے کی وجہ ہی عبدیت ہے) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، عبدیت کمال (بشری) کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ ﴿۶۳﴾

ꕥ

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۶۴﴾

ترجمہ: ''کئی چہرے اس روز تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کے (انوارِ جمال) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت رچی بسی ہوئی تھی باوجودیکہ اہل قرب کے دل غیر اللہ کی محبت سے خالی ہوتے ہیں، اس کا کیا راز تھا؟ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات جلد سوئم کے مکتوب ۱۰ میں اس کی تنقیح فرمائی ہے۔ فرمایا ہے:

ہر شخص کے تعین کا مبدأ اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام ہوتا ہے۔ (کسی کا مبدأ اسم رحمان ہے کسی کا اسم صمد کسی کا قہار۔ غرض وجود مطلق نے کسی وصفِ خاص کے ساتھ ظہور کیا اور تعینی جامہ پہنا تو مخلوق ظاہر ہوئی۔ پس ہر شخص کا تعین اور تشخص اللہ کے کسی نہ کسی اسم وصفی کا مظہر ہے) اب اس شخص کی جنت اسی اسم وصفی کے ظہور کا نام ہے جو اس شخص کے تعین کا مبدأ ہے اور اس اسم وصفی کا ظہور اور جلوہ پاشی درختوں، دریاؤں، اعلیٰ مکانوں اور حور و غلمان کی شکل میں ہوتی ہے۔ اس انکشافِ حقیقت کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ جنت پاکیزہ مٹی والی اور شیریں ہوگی یعنی اس کے دریا شیریں ہوں گے اور اس کے پودے یہی کلمات ہیں یعنی سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اللہ اکبر۔ اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ درخت اور دریا (جو اسم وصفی کے مظہر ہیں اور جن کا نام جنت ہے) کبھی بلور کی طرح شفاف ہو جائیں گے اور ان کے ذریعہ سے بے کیف رویتِ الٰہی کی نعمت حاصل ہوگی پھر کچھ وقت کے بعد ان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کی شفافیت جاتی رہے گی اور اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئیں گے اور خود ان سے مومن دل بہلائے گا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا (کبھی جنت بذات خود مومن کے دل کا بہلاوا ہوگی اور کبھی رویت خداوندی کا آئینہ)

اس سے آگے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس طرح دنیا میں صوفی کو کبھی اسماؤ صفات کے پردوں سے چھن کر تجلیٔ ذاتی حاصل ہوتی ہے اور کبھی یہ پردے بھی اٹھ جاتے ہیں اور تڑپتی بجلی کی طرح جلوۂ ذات ضوفگن ہو جاتا ہے اسی طرح آخرت میں دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا۔ ہر جنتی کا ذاتِ خداوندی سے تعلق اس اسم وصفی کے اعتبار سے ہوگا (کبھی جنت کی نعمتیں دیدارِ الٰہی کا آئینہ ہوں گی اور کبھی لوٹ کر اپنی اصلی حالت پر آ جائیں گی) رویتِ الٰہی کی جنت میں جلوہ پاشی اس تڑپتی بجلی کی طرح ہوگی جو تھوڑی دیر کے لئے چمکتی ہے اور پھر چھپ جاتی ہے لیکن اس کی نورانیت اور برکت جنت کی نعمتوں اور درختوں کی شکل میں باقی رہے گی۔ میں (قاضی ثناء اللہ پانی پتی) کہتا ہوں شیخ نے جو رویت کی یہ تشریح کی ہے وہ عام مومنوں کے لئے ہوگی، خواص کے لئے تو دنیا میں تجلیٔ ذات کی ضوافگنی دوامی ہوتی ہے، آخرت میں دیدار بھی دوامی ہوگا۔'' ﴿۶۵﴾

ꕥ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ﴿۶۶﴾

ترجمہ: ''بے شک انسان پر زمانے میں ایسا وقت گزرا ہے جب کہ یہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔''

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بے شک اے میرے رب انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ قابلِ ذکر چیز نہ تھا، نہ اس کی ذات تھی، نہ نشان، نہ شہود نہ وجود، پھر اس دور کے بعد اگر تو چاہتا ہے تو وہ تیری ہی حیات سے زندہ اور تیری ہی بقا سے باقی اور تیرے ہی اخلاق سے موصوف بالخلق ہو جاتا ہے۔ بلکہ تیری مہربانی اور قدرت سے وہ عین فنا کی حالت میں بھی باقی بن جاتا ہے اور عین بقا کی حالت میں تجھ سے جدا نہیں ہوتا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا قول ''پھر اگر تو چاہتا ہے تو وہ ہو جاتا ہے'' گویا حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ کی تفسیر ہے مِنَ الدَّهْرِ میں مِنْ ابتدائیہ ہے اور اَلدَّهْرِ کا شمار اللہ کے ناموں میں سے کیا جاتا ہے۔ صاحب قاموس نے یہی لکھا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوھریرہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے مجھے ابنِ آدم دکھ دیتا ہے دہر کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ میں ہی دہر ہوں میرے ہی ہاتھوں میں امر ہے، رات دن کی الٹ پلٹ میں ہی کرتا ہوں۔'' ﴿۶۷﴾

ꕥ

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۶۸﴾

ترجمہ: ''یہ آپ کے رب کی طرف سے بدلہ، بڑا کافی انعام ہے۔''

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تمام صحابہؓ اور بکثرت تابعین اور کچھ تبع تابعین یعنی مقربین کمالاتِ نبوت کی وجہ سے دوامی تجلیٔ ذات میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن ان تینوں قرون کے بعد جن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے خیر ہونے کی شہادت احادیث میں آ چکی ہے اس دولتِ عظمیٰ کی روشنی بجھ چکی اور اس کے نشانات بھی مٹ گئے پھر ہجرت سے ہزار سال بعد اللہ نے بعض بزرگوں کو پیدا کیا اور ان کو اولین کی طرح کمالات عطا فرمائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا تھا کہ میری امت بارش کی طرح ہے جس میں نہیں جانا جا سکتا کہ اس کا اول حصہ بہتر ہے یا آخر۔ ترمذی بروایت حضرت انس ؓ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اس امت کے اول و آخر کو یکساں قرار دیا کہ معلوم نہیں اس کا اول دور بہتر ہے یا آخر دور۔'' ﴿۶۹﴾

ꕥ

وَاَمَّامَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوٰى ﴿۷۰﴾

ترجمہ: ''اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہے اور اپنے نفس کو ہر بری خواہش سے روکتا رہے۔ یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔''

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ اجل حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبند فرماتے تھے کہ اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ مخالفتِ نفس ہے مراد یہ ہے کہ احکامِ شریعت کی پوری نگہداشت کے ساتھ ساتھ نفس کی مخالفت کی جائے۔ واللہ اعلم'' ﴿۷۱﴾

''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بندہ جب تک خواہش نفس اور شیطان کا مطیع ہے۔ یہ نعمتِ عظمیٰ یعنی بالکل خواہش نفس سے آزاد ہو جانا خالص ولایت سے وابستہ ہے اور کامل ترین فنا و بقا پر موقوف ہے۔ (ہر شخص کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا) میں کہتا ہوں کہ اس مرتبہ پر پہنچ کر صوفی تقدیرِ الٰہی کو پسند کرتا ہے خواہ اس کی طبیعت کے خلاف ہی ہو۔ کسی آئے ہوئے دکھ کو دور کرنے کی دعا وہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ اس کو دعا کرنے کا حکم ہے اور وہ طلبِ عافیت پر مامور ہے اس لئے دعا نہیں کرتا کہ وہ تکلیف سے تنگدل اور مراد نہ ملنے سے کبیدہ خاطر ہو جاتا ہو۔ اس مرتبہ میں وہ ویسا ہی اللہ کا بندہ اپنے اختیار سے ہو جاتا ہے۔ جس طرح وہ تکوینی اور اضطراری طور پر اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔ اس وقت شیطان کو اس کے پاس پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا، شاذ و نادر صورت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ انسان تک شیطان کا رستہ عموماً خواہشِ نفس کے ذریعے ہی سے پہنچتا ہے۔ جو شخص گرم مزاج ہو شیطان اس کی نظر میں قتل اور ظلم کو اچھا فعل بنا کر پیش کرتا ہے اور جو شخص ٹھنڈے مزاج اور کمزور دل والا ہو اس کو شیطان بتاتا ہے کہ جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنا، حق کے معاملہ میں غیرت کو چھوڑ دینا اور منافقت کرنا اچھا ہے، وغیرہ۔'' ﴿۷۲﴾

ꕥ

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمہ: ''اور تمہیں کیا خبر کہ عِلِّیُّوْن کیا ہے؟ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے اسے (حفاظت کے لئے) مقربین دیکھتے رہتے ہیں۔''

مقربین کی روحوں کے مقام کے تعین میں مختلف روایات نقل کرنے کے بعد حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کافروں کی روحیں سجین میں ہوں گی۔ ان مباحث کے بعد ارواحِ انبیاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نے فائز کیا تھا۔ آپ نے ان تمام امور کا خود ذکر کیا ہے لیکن یہ تذکرہ (غرور اور جھوٹا دعویٰ نہیں بلکہ) تحدیثِ نعمت ہے۔ اگر کوئی شخص ان بزرگانِ انسانیت کے اس قسم کے اقوال کو خلافِ شرع قرار دیتا ہے تو وہ آیت کریمہ کا منکر ہے۔ ہاں تحدیثِ نعمت کے طور پر اس طرح کی باتیں زبان سے نکالنے کی شرط یہ ہے کہ ان کا قائل نفسانی صفات (اور آلائشوں) سے یکسر پاک ہو ورنہ ایسی رندانہ جرأت قطعاً جائز نہیں۔ انسان کہیں شیطانی ورطۂ ہلاکت میں گر نہ جائے اور ابلیس کی طرح اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ کہہ کر تباہ نہ ہو جائے۔'' ﴿۷۹﴾

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ: ''کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔''

ازالۂ بار کے بارے میں صوفیا کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہی مرتبہ جس کو اللہ نے ازالۂ بار سے تعبیر فرمایا ہے، صوفیہ کے نزدیک ایمان حقیقی ہے اور صوفی جو کہتا ہے کہ صوفیہ سے تکالیفِ شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں اس قول کی مراد بھی یہی ہے (کہ تکالیفِ شرعیہ تکالیف نہیں رہتیں بلکہ مرغوب، محبوب اور راحت آفریں ہو جاتی ہیں) یہ اونچا مرتبہ یعنی شرحِ صدر اور ازالۂ بار کا درجہ رسول اللہ ﷺ کو ظاہری طور پر اور علی الاعلان حاصل ہوا تھا۔ مگر اولیائے امت کو آپ کے وسیلہ سے باطنی طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی عالمِ امثال میں اس مرتبہ کا ظہور ہوتا ہے مگر یہ بات نفس اور نفسانیات کی مکمل فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے، نفس کی نام و نمود مٹ جانے کے بعد ہی صوفیہ کو شرحِ صدر اور ایمانِ حقیقی کی بشارت دی جاتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا ہے اور دوسرے مشائخ کرام کے ملفوظات سے بھی ہم نے یہی استفادہ کیا ہے۔'' ﴿۸۱﴾

تفسیر مجددی
(تعارف، منہج و اسلوب)

شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۰۱-۱۲۵۳ھ) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ عالم، مفسر، شیخ طریقت اور خوش فکر شاعر تھے۔ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ آپ کی بعض تصانیف درج ذیل ہیں:

تفسیر رؤفی، درالمعارف، جواہرِ علویہ، دیوانِ رافت، مثنوی اسرارِ غیب، مراتب الوصول، سلوک العارفین، معراج نامہ، مثنوی یوسف زلیخا، رسالہ صادقہ مصدوقہ، شرابِ رحیق، ارکانِ اسلام، مراتبِ وصول، ان کے علاوہ شاعری کے مختلف دیوان سنٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تفسیر مجددی دو جلدوں میں ہے لیکن حیدری پریس بمبئی سے ۱۸۷۶ء میں تین جلدوں میں شائع ہوئی۔ یہ ۱۲۳۹ھ میں لکھنا شروع کی اور ۱۲۴۸ھ میں مکمل ہوئی۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے بقول اردو زبان کی یہ پہلی مکمل تفسیر ہے جو سب سے پہلے زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ﴿۸۲﴾

تفسیر لکھتے وقت جو امور آپ کے پیشِ نظر تھے ان کو بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''سمجھ لیجئے کہ اس تفسیر میں جو معانی مسطور ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کتبِ تفاسیر سے یا بعضے جا، مناسب مقام کے احادیثِ صحیحہ سے یا کہیں کہیں مسائلِ موافق آیۂ شریفہ کے کتبِ فقہ معتبرہ سے مذکور ہوں گے، کہیں دخل اپنے ذہن فہم کا نہ ہوگا مگر اتنا کہ عبارتِ عربی اور فارسی کو زبانِ ریختہ میں بیان کرنا اور جس مقام پر کلام نظم لانا وہ البتہ اپنی ہی طبع ناقص سے موزوں بنانا ہوگا۔ کوئی شعر ہندی کے شاعر کا کہیں نہ لایا جائے گا اور مقامِ تصوف میں کتب معتبرہ صوفیہ سے نقل کیا جائے گا اور بعضے جا اپنی فہمیدگی کے موافق بیان ہوگا اور جس جس کتاب سے معانی منقول ہوں گے وہاں اس کتاب کا نام، اگر مشکل مقام ہوگا تو لکھا جائے گا اور اگر سہل ہوگا تو ترک کیا جائے گا۔''

مصنف نے جن کتبِ معتبرہ کا ذکر کیا ان میں تفسیر کبیر، معالم التنزیل، کشاف، بیضاوی، عزیزی، حسینی، احمدی، زادالمسیر شامل ہیں۔ کتبِ حدیث میں صحاحِ ستہ کے علاوہ مسند احمد، شعب الایمان، بیہقی، مستدرک حاکم کے حوالے تفسیر مجددی میں ملتے ہیں۔ کتبِ تصوف میں ابنِ عربی، مثنوی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے حوالے ہیں۔ فقہی معاملات میں مصنف آئمۂ اربعہ کے اقوال نقل کرنے کے بعد فقہ حنفی کے فقہی مسائل کی ترجیح کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔ مصنف نے اسرائیلی روایات پر اعتماد کر کے تفسیر کی اہمیت کم کر دی ہے۔

اس تفسیر کا لسانی جائزہ پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر سلیم حامد رضوی لکھتے ہیں:

''شاہ صاحب کا طرزِ تحریر سادہ بھی ہے اور عام فہم بھی، البتہ لفظوں کی تقدیم و تاخیر کسی قدر عبارت کو الجھا دیتی ہے لیکن یہ عیب اس دور کے اچھے لکھنے والوں میں بھی پایا جاتا ہے۔'' ﴿۸۳﴾

اہلِ مطبع بمبئی نے اس تفسیر میں تحریف کی ہے۔

تفسیر مجددی میں حضرت مجدد الف ثانی کے تفسیر رجحانات درج ذیل آیات سے مترشح ہیں:

﴿۱﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

﴿۲﴾ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِم

﴿۳﴾ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ

﴿۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ

﴿۵﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ

﴿۶﴾ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۷﴾ فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

﴿۸﴾ لايمسه الا المطهرون

﴿۹﴾ فبايعهن واستغفر لهن الله ان الله غفور رحيم

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ﴿۸۴﴾

ترجمہ: ''وہ پرہیزگار صدق عقیدے سے غیب کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔''

شاہ رؤف احمد نے ایمان بالغیب کی دو اقسام بتائی ہیں: ایک ایمان جو عام مومن رکھتے ہیں اور دوسرا جو خواص رکھتے ہیں۔ اسے ایمانِ شہودی کہتے ہیں۔ اس ایمان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور نقشبندی اس شہود کی تعبیر ساتھ حضورِ قلب کے کرتے ہیں کہ دل میں ایک نگرانی اور توجہ پیدا ہوتی ہے طرف حق تعالیٰ کے اور اسی کو اکثر نے بلکہ سب نے کمال کہا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کمال یہ نہیں ہے۔ شہود اور مشاہدہ اور توجہ اور حضور دال ہے اوپر ناتمامیت مقام کے اور باقی رہنے مسافت کے۔ بعد قطع کرنے مسافت کے کمال اتصال میں نہ شہود رہتا ہے نہ مشاہدہ، نہ توجہ رہتی ہے نہ حضور۔'' ﴿۸۵﴾



خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴿۸۶﴾

ترجمہ: ''حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔''

شاہ رؤف احمد ''قلب'' کے متعلق صوفیانہ افکار کی وضاحت کرتے ہوئے اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

یہ لطیفہ عالمِ امر سے ہے کہ وجود اس کا اوپر مادے کے موقوف نہیں ہے چنانچہ فرمایا ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۷﴾

ترجمہ: ''اس کا حکم، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ اس کو فرماتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔''

اور لطائف عالم امر کے پانچ ہیں بنا بر تحقیق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک لطیفہ قلب ہے، دوسرا لطیفہ روح ہے کہ مقام اس کا زیرِ پستان راست بفاصلہ دو انگشت کے ہے، تیسرا لطیفہ سر ہے، مقام اس کا برابر پستان چپ کے طرف بفاصلہ دو انگشت ہے۔ چوتھا لطیفہ خفی ہے کہ اس کی جگہ برابر پستان راست کے بفاصلہ دو انگشت سینے کے طرف ہے۔ پانچواں لطیفہ اخفی ہے، موضع اس کا عین وسطِ سینہ ہے۔ اور ان لطائف خمسہ کی اصل عالم امر کے بالائے عرش ہے۔ وجود آدمی میں ایک تعلق ان مقاموں میں دیکھتے ہیں۔ پس یہ قلب صنوبریہ بدن انسان میں ہے مثل تمام بدن کے عالم خلق سے ہے کہ اس کا وجود مادے پر موقوف ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قلب صنوبری آشیانہ قلب حقیقی ہے اور جہاں لفظ قلب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کا وارد ہے اس سے یہی لطیفہ مراد ہے کہ مورد انوارِ الٰہی اور محل الہام ربانی ہے اور دلیل سے استدلال کرنا اور مدلول پر لانا اسی لطیفہ کا کام ہے اور جب اس لطیفے پر مہر لگا دی گئی تو استدلال، الہام، ذوق اور کشف کی راہ مسدود ہو گئی۔" ﴿۸۸﴾

اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: "اور دروازہ سے سر جھکائے ہوئے داخل ہونا اور کہتے جانا ہمیں بخش دے، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔"

اس آیت کے تحت مصنف نے لکھا ہے کہ اہلِ بیت کی مثال کشتیٔ نوح اور بابِ حطہ ﴿۹۰﴾ کی ہے۔ اسی لئے ولایت کے تمام سلسلے آئمۂ اہل بیت پر منتہی ہوتے ہیں۔ اس بحث کا اختتام اس اقتباس پر کرتے ہیں:

"حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آخر جلد ثالث کے مکتوب میں لکھا ہے کہ راہ وصول الی اللہ دو ہیں، ایک تو راہِ نبوت ہے کہ اس میں واسطہ درکار نہیں، ایک راہِ ولایت ہے کہ اس میں وسائط ضرور ہیں۔ اس راہ میں سب کے رہنما امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ مالک مرکز دائرہ ولایت کے حضرت امیر ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسنین ؓ بھی اس منصب میں شریک ہیں۔ کوئی کسی امت میں راہ ولایت سے منزلِ مقصود تک نہیں پہنچا ہے بغیر ان کی عنایت کے۔ قبل اس نشأۃ عنصری سے بھی آپ کی روح مدد کرتی تھی۔ انبیا ماتقدم کے امت کو اور بعد ان کے حضرات اربعہ کے یہی منصب تا دوازدہ آئمہ چلا آیا۔ بعد اس کے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت ہوا۔ پس بغیر ان آئمہ اطہار کے کوئی تا قیامت بمرتبۂ ولایت نہیں پہنچے گا۔" ﴿۹۱﴾

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: "اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور ہم نے ان کے پیچھے پے در پے پیغمبر بھیجے۔"

اس آیت کریمہ کے تحت مصنف نے وضاحت کی ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مختلف پیغمبر آتے رہے لیکن امتِ محمدیہ کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی مثل ہیں۔ بعد ازاں مصنف نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ہزار سالہ مجدد کیوں ہیں؟

"پس یہ رسلِ بنی اسرائیل مانند علماء ربانین اور مجددان دین متین کے اس آیت کے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاسِ كُلِّ مِائَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا ﴿۹۳﴾

سمجھ لیجئے کہ ایک مجدد بر سر ہر صدی پیدا ہوتا ہے اور ایک بعد ہزار برس کے جیسا کہ صد پر ہزار کو تفوق ہے باعتبار اعداد کے ویسا ہی مراتب قرب الٰہی میں اور درجات ایصال فیض نا متناہی میں، بلندی اور فوقیت ہے مجدد الف کو مجدد مائۃ کے اوپر۔ یہی طور زمانہ ارسال انبیا سے چلا آتا تھا کہ بعد ہزار برس کے پیغمبر اولوالعزم پیدا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہوتا تھا۔ صاحب احکامِ جدیدہ اور کتاب پسندیدہ اور درمیان میں انبیاؑ متبع اس کی شریعت کے ہوتے تھے اس کے دین کی ترویج کے واسطے۔ جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے کہ خاتم النبیین ہیں' نبوت ختم ہوگئی۔ نبوت اور نزول وحی حق تعالیٰ نے علما اس بتحلیہ شریعت متجلی اور باطن بانوارِ حقیقت متجلی پیدا کر کے مروج ظاہر شریعتِ نبویہ کے اور باطن طریقۂ مصطفویہ کے فرمائے اور بعد ہزار کے قائم مقام پیغمبر اولوالعزم کے مجدد الف ثانی کو ظہور میں لایا اور جمیع درجات ولایت اور کمالات کے سے بہرہ ور کر کے باحیائے دینِ متین اور بایصال فیض احسان و یقین مشرف فرمایا۔" ﴿۹۴﴾

ꕥ

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ ﴿۹۵﴾

ترجمہ: "پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔"

"حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے پچیسویں مکتوب میں جلد ثانی کے لکھا ہے کہ ذکر عبارت ہے دور کرنے، غفلت کے سے ہے۔ پس جو موافق شریعت غرہ کیا جائے' داخلِ ذکر ہے۔ اگرچہ بیع اور شری ہو۔ پس تمام حرکات وسکنات میں رعایت شرع کی چاہئے اور جب تمام اوامر ونواہی بجالائے غفلت آمر اور ناہی سے نہ ہو اور دوام ذکر الٰہی حاصل ہو۔" ﴿۹۶﴾

ꕥ

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ﴿۹۷﴾

ترجمہ: "اور نہیں جانتا حقیقت اس کی جو کچھ متشابہ ہے مگر خداوند عزوجل اور ثابت قدم یعنی مضبوط لوگ بیچ علم کے کہ مسلمان عالم باعمل ہیں کہتے ہیں ایمان لائے ہیں ساتھ متشابہ کے سب محکمات اور متشابہات نزدیک پروردگار ہمارے کے سے ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات کی دوسری جلد کے اٹھارویں مکتوب میں لکھا ہے کہ علم شریعت کی ایک صورت ہے ایک حقیقت۔ صورت اس کی نصیب علما ظواہر پر ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کہ تعلق ساتھ محکمات کتاب اور سنت کے رکھتی ہے۔ حقیقت اور اس کی نصیب علما راسخین ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ متعلق ساتھ متشابہات کتاب اور سنت کے ہے۔ اور محکمات اگرچہ امہات الکتاب ہیں لیکن نتائج اور ثمرات ان کے متشابہات ہیں کہ مقاصد کتاب ہیں۔ امہات سوا وسائل کے نہیں، لب کتاب متشابہات ہیں اور محکمات کتاب قشر ہیں اس لب کے۔ متشابہات ہیں کہ ساتھ رمز اشارہ کے بیان اصل کرتے ہیں اور حقیقت شریعت کو دریافت کرتے ہیں۔ ان بزرگوں نے شریعت کو مثل ایک شخص کے تصور کیا ہے کہ قشر اور لب اس کا صورت اور حقیقت سے ہو۔ علم شرائع اور احکام کو صورت شریعت کی جانا اور علم حقائق اور اسرار کو حقیقت شریعت کے پہچان ہے اور بعضے بصورت شریعت گرفتار ہیں اور حقیقت شریعت سے انکار کرتے ہیں اور سر اور مقتدا اپنا سوا ہدایہ، بزدوی کے نہیں جانتے بلکہ شریعت کو صورت میں حصر قصر سمجھتے ہیں اور قشر گمان کرتے ہیں اور لب اور وراس کے تصور کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی حقیقت اس حقیقت کی سے آگاہی نہیں پائی اور متشابہات سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نصیب ان کے نہیں ہوا پس علماء راسخین ہی وارث انبیا ہیں بیچ حقیقت کے۔

جعلنا الله سبحانه من محبيهم و مقتفي آثارهم ﴿۹۸﴾

فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴿۹۹﴾

ترجمہ: ''بیچ اس گھر کے یا حرم کے نشانیاں ہیں ظاہر ایک ان میں سے مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی داخل ہوتا ہے اس گھر میں ہوتا ہے امن میں''

''شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مقام ابراہیم مقام خلت ہے اور یہی تحقیق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کی ہے۔ جو کوئی اس مقام میں داخل ہوا تمام فتنوں سے نجات پائی اور ایمن ہوا اور سب سے بڑا فتنہ فراق یار کا ہے سو اس سے وہ بے غم ہوا۔ اس طرح سے کہ پہلے سے سالک پر انوار اور استتار دونوں تھے گاہے تجلی برقی ہوتی تھی گاہے نہ ہوتی تھی۔ اب واسطے تسلی کے تجلی دائمی نصیب ہوئی اور منسب یارانہ کاملا'' ﴿۱۰۰﴾

لا يمسه الا المطهرون ﴿سورۃ الواقعہ﴾

''حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جلد ثالث کے مکتوب چہارم میں لکھا ہے کہ مساس نہ کرے اسرار مکنونہ قرآنی کو مگر وہ جماعت کہ لوث تعلقات بشریت سے پاک ہو اور رمز دوسری اس میں یہ کہے کہ قرآن کو نہ چاہئے کہ پڑھیں مگر وہ گروہ کہ نفوس ان کے ہوا و ہوس سے مزکی ہوں اور شرک جلی اور خفی اور آلہ آفاقی اور انفسی سے مطہر ہوں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ مناسب حال مبتدی سلوک ذکر ہے اور نفی ماسوائے مذکور یہاں تک کہ کچھ ماسوائے سے علم اس کے نرہے اور کچھ چیز غیر حق سبحانہ سے مراد اس کی نہ ہو اگر بتکلیف اشیاء کو یاد دلاویں یا اس کو نہ آوے اور مقصود اس کا نہ ہو جو یہ حالت پیدا ہو تو شرک سے پاک آلہ آفاقی اور انفسی سے آزاد ہوا۔ اس وقت سزاوار ہے کہ بجائے ذکر تلاوت قرآن کرے۔''

﴿جلد دوم ص:۳۳۳﴾

فبايعهن واستغفر لهن الله ان الله غفور رحيم ﴿سورۃ الممتحنہ﴾

''پس عہد قبول کر ان سے اور بخشش مانگ واسطے ان کے اللہ سے تحقیق اللہ بخشنے والا ان لوگوں کا ہے ۔''

''امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جلد ثالث کے اکتالسویں مکتوب میں لکھا ہے کہ جو بری باتیں عورتوں میں بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہیں اس واسطے عورتوں کی بیعت کے وقت کئی شرطیں جو بیعت تجال کے وقت نہیں درمیان لائے اور اس وقت ان بری باتوں سے نہی فرمائی شرط اول یہ کہ کسی چیز کو ساتھ اللہ کے شریک نہ کریں نہ وجوب وجود میں نہ استحقاق عبادت میں اور جس کے عمل میں ریا ہے وہ بھی شرک سے خالی نہیں۔ اور موحد و مخلص نہیں کہ حدیث شریف میں ہے پیغمبر رسول ﷺ نے فرمایا۔ **اتقوا الشرک الا صغر**

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قالوا وما الشرک الا صغر قال علیة الصلوٰۃ والسلام الریاء۔اور بیزاری کفر سے شرط اسلام ہے۔ اور بیزاری شائبہ شرک سے توحید اور مدد چاہنے بتوں سے اور طاغوت سے دفع امراض اور استقام میں کہ جملہ اہل اسلام میں شائع ہوا ہے عین شرک اور ضلالت ہے اور اپنی حاجتیں طلب کرنی سنگ تراشیدہ وناتراشیدہ سے نفس کفر ہے۔اور انکار واجب الوجود ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے شکایت حال بعضے اہل ضلال میں فرمایا ہے کہ یریدون ان یتحاکمو ا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویریدون الشیطان ان یضلھم ضلالا بعیداً ۔اکثر جاہل عورتیں جہل کے سبب اس استمداد ممنوع میں مبتلاء ہیں اور طلب دفع بلیاہ ان اسماء بے مسمیٰ سے کرتے ہیں اور ادائے مراسم شرک اور اہل شرک میں گرفتار ہیں۔خصوصاً یہ باتیں سیتلا کے وقت اکثر اس فرقے سے وجود میں آتے ہیں۔کم کوئی عورت ہوگی کہ اس شرک سے بچی ہو۔الا ماعصمہا اللہ تعالیٰ"

﴿جلد دوم ص:۳۵۷﴾

تفسیر رُوح المعانی
(تعارُف، منہج واسلوب)

تفسیر روح المعانی کے مصنف سید محمود آفندی رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ بغداد کے علاقہ آلوس میں ۱۲۱۷ھ کو پیدا ہوئے۔اپنے والد کے علاوہ شیخ خالد نقشبندی رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ اور شیخ علی سویدی رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ جیسے فحول علماً سے علم حاصل کیا۔۱۳ برس کی عمر میں ہی درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔آپ کی تصانیف کی تعداد بیس بتائی جاتی ہے۔آپ کی وفات جمعہ کے دن ۲۵ ذی القعدہ ۱۲۷۰ھ کو ہوئی اور کرخ میں شیخ معروف کرخی رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

"رُوحُ المَعانِی فِیْ تَفْسِیْرِ القُرآنِ العَظِیْم وَالسَّبعِ المَثَانِی" کا آغاز آپ نے ۱۶ شعبان المعظم ۱۲۵۲ھ کو چونتیس برس کی عمر میں کیا اور تقریباً پندرہ سال کے عرصہ میں ۴ ربیع الآخر ۱۲۶۷ھ کو اسے مکمل کیا۔یہ تفسیر روایتاً ودرایتاً اسلاف کی آرا کا مجموعہ ہے۔محمد عبدالرحیم لکھتے ہیں:

"فَھُوَ جَامِعٌ لخلاصَۃ مَا سَبقَہ مِنَ التَفَاسِیْر ،فَتَرَاہُ ینقل لَکَ عَن تَفْسِیْرِ ابن عطیہ ، وتفسیر ابی حیان،وَتفسیر الکَشَاف،وَتَفْسِیْرِ ابی السَّعُود،وَتَفْسِیر البَیْضَاوِی،وتَفْسِیر الفَخر الرَّازِی، وَغَیْرِھَا مِن کُتُب التَّفْسِیْر المُعْتَبرَۃ"﴿۱۰۱﴾

علامہ آلوسی رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ نے مفسرین کی آرا کو جوں کا توں قبول نہیں کیا بلکہ ان پر جرح بھی کی ہے اور ان کے نکتہ نظر سے اختلاف بھی کیا ہے۔محمد عبدالرحیم اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"کما تراہ یتعقب الفَخْرُ الرَّازِی فِیْ کَثِیْر مِن المسَائِلِ، وَیرد عَلَیْہِ علی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الخصوص فِی بَعض المَسَائل الفقهية، انتصَار أمنه لمذهب أبی حَنِيفَة ﴿۱۰۲﴾

حنفی المسلک ہونے کے باوجود بعض مقامات پر فقہ حنفی کے مسائل سے اختلاف بھی کیا ہے۔ مثلاً وَالْمُطَلّٰقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس میں شافعیہ کا مسلک قوی معلوم ہوتا ہے۔

اسرائیلیات کی مصنف نے جابجا کھل کر تردید کی ہے اور عصمتِ انبیاً علیہم السلام کا کھل کر دفاع کیا ہے۔ علامہ آلوسی رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ صوفیانہ ذوق کے حامل تھے۔ اس لئے آیات کی تفسیر بیان کرنے کے بعد ان کی صوفیانہ توجیہات بیان کرتے ہیں۔

ان کے بعد درج ذیل مفسرین نے تفسیر روح المعانی سے بہت استفادہ کیا اور کثرت سے اپنی تفاسیر میں ان کے حوالے دیئے ہیں:

مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۲۷ھ): بیان القرآن

ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ الزحیلی: التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج

غلام رسول سعیدی: تبیان القرآن

چند آیات درج ذیل ہیں جن کی تفسیر میں علامہ آلوسی نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تحقیقات سے استفادہ کیا۔

﴿۱﴾ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الامْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ

﴿۲﴾ هُوَالَّذِیْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفاً وَّطَمَعاً

﴿۳﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

﴿۴﴾ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالارْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰه

﴿۵﴾ وَاِذَالْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ

وَمَنْ يُّدَبِّرُ الامْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: ''تمام امور (کائنات) کی کون تدبیر کرتا ہے تو وہ بول پڑیں گے (کہ) اللہ۔''

بعض غالی صوفیہ کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

''کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور قطب کے درمیان اعتباری فرق ہے۔ کیونکہ قطب قرب نوافل و فرائض پر بدرجۂ کمال فائز ہوتا ہے۔ پس غیریت ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قطب ہی مدبر ہے۔ ایسے ہی ہے جیسے یہ کہنا کہ اللہ ہی مدبر ہے۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ مذہب وحدت الوجود کے قائلین کا ہے۔ اور اکثر متکلمین اور بعض صوفیہ مثلاً امام ربانی (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کا انکار کیا ہے۔ پہلے قول پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ مشرکین نے اس کے جواب میں کیوں نہ کہا کہ ملائکہ یا عیسیٰ علیہ السلام مدبر ہیں۔ ان معنوں میں کہ یہ اللہ کے حکم سے کام سرانجام دیتے ہیں۔ اس صورت میں مشرکین کے نزدیک یہ ہستیاں ان لوگوں کے اقطاب کی مانند ہوتیں۔ اس کا جواب یہ دیا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

گیا ہے کہ سوال اس ذات کے متعلق ہے جس پر امور منتہیٰ ہوتے ہیں۔ پس ان کے لئے جواب مذکور کے سوا اور کوئی جواب ممکن نہیں تھا۔'' ﴿۱۰۴﴾

ꕥ

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفاً وَّطَمَعاً ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: ''وہی ہے جو تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے۔''

اس آیت کی صوفیانہ تعبیر بیان کرتے ہوئے علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

''امام ربانی قدس سرہٗ نے مکتوبات میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ نقشبندی اہلِ طریقت میں سے کاملین کے لئے تجلیٔ ذاتی دائمی ہے، برقی نہیں اور آپ نے اس میں کبار صوفیہ کرام مثلاً شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ وغیرہ کے قول کے خلاف طویل گفتگو فرمائی ہے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ امام ربانی نے جس تجلیٔ ذاتی کا تذکرہ فرمایا وہ وہ نہیں ہے جسے صوفیہ کرام نے برقی کہا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور صوفیہ کرام کے کلام کو غور سے دیکھنے والے سے یہ بات مخفی نہیں۔'' ﴿۱۰۶﴾

ꕥ

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: ''وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت، اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔''

''نقشبندی اہل طریقت جنہیں ذکر قلبی حاصل ہوتا ہے اور ذکر قلبی اس طرح راسخ ہو کہ کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے، مذکورہ آیت کے عموم میں شامل ہیں۔ اور یہ کیفیت مذکورہ آیت کے حقیقی مصداق کے علاوہ کسی اور اہلِ طریقت میں ثابت ہو، جیسے کہ یہ کیفیت اہلِ طریقت نقشبندیہ کے لئے ثابت ہے، تو یہ نہایات میں ثابت ہوگی بدایت میں نہیں۔ مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ میں ان کے مرتبہ و منزلت اور مکمل احوال کی شرح (کا مطالعہ) فائدہ سے خالی نہیں۔'' ﴿۱۰۸﴾

ꕥ

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ: ''فرما دیجئے! اللہ کے سوا غیب نہیں جانتا جو کوئی آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے لئے کوئی چیز غیب نہیں۔ ہر شے اس کے سامنے ظاہر ہے۔ ان لوگوں کا رد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی روشنی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ سے کرتے ہیں:

''انہ جل و علا لا یعلم الغیب کہنا جائز نہیں کیونکہ نگاہ قدرت سے کوئی شے پوشیدہ اور مخفی نہیں۔ اس تاویل سے کہ اس کے لیے کوئی شے غیب نہیں کہ کہا جائے کہ وہ اس کو جانتا ہے، جائز نہیں۔ شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جو امام ربانی کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے اپنے مکتوبات میں ایسے شخص کو بہت برا کہا ہے جو مذکورہ بالا تاویل سے کہتا ہے کہ اللہ غیب نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کی ہر اس شخص کے بارے میں عادت ہے جو شریعتِ بیضاء کے آداب سے متصف نہیں ہوتا۔'' ﴿۱۱۰﴾

''آپ سن چکے ہیں کہ جو مذکورہ بالا تاویل سے کہے کہ اللہ غیب نہیں جانتا، امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اسے بہت برا کہا ہے۔ کیونکہ اس شخص کا یہ قول نصوص قرآنیہ وغیرھا سے متصادم ہے اور اس میں جو بے ادبی ہے، وہ ظاہر ہے۔'' ﴿۱۱۱﴾

وَاِذَالمَوءٗ دَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ: ''جب زندہ درگور کی گئی (لڑکی) سے پوچھا جائے گا وہ کس گناہ میں قتل کی گئی۔''

اس آیت کریمہ کے تحت علامہ آلوسی نے اطفالِ مشرکین کی مغفرت کے متعلق مختلف مذاہب کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱۔ جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہوں گے۔

۲۔ جن کے لئے سعادت لکھی گئی ہے وہ آگ میں داخل ہو کر تعمیلِ حکم کرے گا اور اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ جس کے لئے شقاوت لکھی گئی ہے وہ داخل ہونے سے انکار کرے گا اور اسے گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا جیسے بعض روایات میں آیا ہے۔ اس لئے ان میں سے کسی معین بچے کے حق میں جنت کا فیصلہ کیا جائے گا نہ دوزخ کا اور اسی پر حضور ﷺ کا ارشاد اللّٰہ اعلَم بِمَا کَانُو عَامِلِیْن محمول ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کے اختیارات میں اس کو بہترین جواب کہا گیا ہے اور امام جلال الدین سیوطی نے اسے صحیح اور معتمد قرار دیا ہے۔

۳۔ تیسرا مذہب وہ ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی نے ذکر کیا ہے اور جسے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے پسند فرمایا ہے کہ:

اِنَّھُم یُحشرُونَ ثُمَّ یصیرون تُرَاباً کَالوُحُوش

ترجمہ: ''مشرکین کے بچوں کو زندہ کیا جائے گا پھر وہ جانوروں کی طرح مٹی ہو جائیں گے۔'' ﴿۱۱۳﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حواشی

﴿۱﴾ محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور ۱۳۹۹ھ، ج ۳، ص: ۵۹

﴿۱(ا)﴾ تذکرہ مجدد الف ثانی، ص: ۲۵

﴿۲﴾ صفدر، محمد سرفراز خاں، مقام ابی حنیفہ، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ ۱۹۹۳ء، ص ۱۶۷

﴿۳﴾ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ ۱۱۶۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ مزار آزاد پور (دہلی) میں ہے۔

﴿۴﴾ حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۱ھ۔۱۱۹۵ھ) سلسلۂ نقشبندیہ کے اعظم بزرگوں میں سے ہیں۔ نسباً حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ خواجہ عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ نے فیض حاصل کیا۔

﴿۵﴾ شیخ محمد محسن بن یحییٰ، الیانع الجنی، جید پریس، دہلی ۱۳۴۹ھ، ص ۹۹

﴿۶﴾ قدوائی، ڈاکٹر سالم، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، ادارۂ معارف اسلامی، لاہور ۱۹۹۳ء، ص ۱۰۸

﴿۷﴾ اس سلسلہ میں آپ اپنی رائے یوں بیان کرتے ہیں: ''میں کہتا ہوں کہ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ دس درہم کی تعیین کرنے والی کوئی حدیث صحیح نہیں اور بالفرض اگر صحیح بھی ہو تب بھی اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں۔'' (تفسیر مظہری ج ۳، ص ۳۰)

﴿۸﴾ آپ لکھتے ہیں:

''امام شافعی اور امام احمد نے قلتین والی حدیث کو اپنے قول کے ثبوت میں پیش کیا ہے حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔''

(تفسیر مظہری ج ۸، ص ۴۶۳)

﴿۹﴾ تفسیر مظہری ج ۱۱، ص ۴۵۹

﴿۱۰﴾ تفسیر مظہری ج ۱۲، ص ۴۴۷

﴿۱۰(ا)﴾ ہاروت ماروت کے قصہ میں مفسرین نے جو اسرائیلی روایات نقل کی ہیں ان کے بارہ میں لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں یہ قصہ اخبار احاد بلکہ ضعیفہ شاذہ سے ہے اور قرآن پاک اس پر کسی طرح دلالت نہیں کرتا اور اس قصہ میں بعض روایات تو ایسی بے سروپا ہیں کہ عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہیں مثلاً ربیعہ بن انس ؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو مسخ کر کے ستارہ بنا دیا تھا۔ اور وہ اسم اعظم سیکھ کر آسمان پر چڑھ گئی اور ہاروت ماروت باوجود اس کے کہ زہرہ کے معلم تھے اور ارتکاب معصیت میں اس کے برابر تھے بلکہ بوجہ سکر زہرہ سے معصیت میں کم تھے لیکن وہ آسمان پر نہ چڑھ سکے۔ (تفسیر مظہری، ج ۱، ص: ۱۸۷)

﴿۱۱﴾ اس آیت کی تفسیر میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''اَیَ الا سْمَاء الا لٰھِیَۃ''

(ابن عربی، محی الدین، الفتوحات المکیۃ، المکتبۃ العربیۃ ۱۹۷۴ء، ج ۳، ص ۳۶۵)

﴿۱۲﴾ اس آیت کے ضمن میں المیبدی لکھتے ہیں:

آدم را آموخت ہم اسماءِ خالق ہم اسماءِ مخلوقات

(المیبدی، ابوالفضل رشید الدین، کشف الاسرار وعدۃ الابرار، مؤسسۃ انتشارات امیر کبیر، تہران، ج ۱ ص ۱۳۷)

﴿۱۳﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۱

﴿۱۴﴾ قاضی، ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ترجمہ مولانا سید عبدالدائم الجلالی، ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی ۱۹۸۰ء، ج ۱، ص: ۲۰

﴿۱۵﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۵

﴿۱۶﴾ تفسیر مظہری، ج ۱، ص: ۲۰۲

﴿۱۷﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۲

﴿۱۸﴾ تفسیر مظہری، ج ۱، ص: ۲۶۰

﴿۱۹﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۳

﴿۲۰﴾ تفسیر مظہری، ج ۱، ص: ۲۶۱

﴿۲۱﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۴

﴿۲۲﴾ تفسیر مظہری، ج: ۱، ص: ۲۶۳

﴿۲۳﴾ سورۃ آل عمران، آیت: ۱۰۱

﴿۲۴﴾ تفسیر مظہری، ج: ۲، ص: ۳۱۵۔۳۱۶

﴿۲۵﴾ سورۃ النساء، آیت: ۱۲۵

﴿۲۶﴾ تفسیر مظہری، ج: ۳، ص: ۲۸۸

﴿۲۷﴾ تفسیر مظہری، ج: ۳، ص: ۲۹۰۔۲۹۱

﴿۲۸﴾ سورۃ المائدۃ، آیت: ۳۵

﴿۲۹﴾ تفسیر مظہری، ج: ۳، ص: ۴۵۹۔۴۶۰

﴿۳۰﴾ سورۃ الانعام، آیت: ۵۳

﴿۳۱﴾ تفسیر مظہری، ج: ۴، ص: ۱۴۷۔۱۴۸

﴿۳۲﴾ سورۃ الانعام آیت: ۱۲۴

﴿۳۳﴾ تفسیر مظہری، ج: ۴، ص: ۲۱۱۔۲۱۲

﴿۳۴﴾ سورۃ الاعراف، آیت: ۱۲

﴿۳۵﴾ تفسیر مظہری، ج: ۴، ص: ۲۷۷

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۳۶﴾ سورۃ یوسف، آیت: ۸۴

﴿۳۷﴾ تفسیر مظہری، ج: ۶، ص: ۱۹۱ تا ۱۹۶

﴿۳۸﴾ سورۃ النحل، آیت: ۱۲۲

﴿۳۹﴾ تفسیر مظہری، ج: ۶، ص: ۴۵۷

﴿۴۰﴾ حضرت خضر علیہ السلام پر درج ذیل کتب لکھی گئی ہیں:

جزئی اخبار الخضر علیہ السلام:	ابی الحسین احمد احمد بن جعفر المنادی البغدادی	(م ۳۳۶ھ)
جزئی اخبار الخضر علیہ السلام:	عبدالمغیث بن زہیر الحربی الحنبلی البغدادی	(م ۵۸۳ھ)
عجالۃ المنتظر فی شرح حال الخضر علیہ السلام:	عبدالرحمن بن علی بن الجوزی	(م ۵۹۷ھ)
مجلد فی موج الخضر علیہ السلام:	عبدالرحمن بن علی بن الجوزی	(م ۵۹۷ھ)
ارشاد اہل الاخلاص لحیاۃ الخضر والالیاس:	محمد بن ابی الخیر احمد القزوینی	(م ۶۲۰ھ)
رسالۃ فی الخضر علیہ السلام، ہل مات ام ہو حی:	ابن تیمیۃ	(م ۷۲۸ھ)
جزئی الوفاۃ الخضر علیہ السلام:	محمد بن علی	(م ۷۶۳ھ)
جزئی الوفاۃ الخضر علیہ السلام:	عبداللہ بن اسعد یافعی	(م ۷۶۸ھ)
الروض النضر فی انباء الخضر علیہ السلام:	ابی الفضل العراقی	(م ۸۰۶ھ)
جزئی الخضر علیہ السلام:	قاضی علیم الدین البساطی	(م ۸۴۲ھ)
الزہر النضر فی حال الخضر علیہ السلام:	ابن حجر العسقلانی	(م ۸۵۲ھ)
القول المختصر علی المقالات الفارغۃ بدعوی حیاۃ الخضر:	حسین بن عبدالرحمن الاہدل	(م ۸۵۵ھ)
رسالۃ فی الخضر علیہ السلام حیاتہ:	محمد بن محمد امام الکاملیۃ	(م ۸۷۴ھ)
الروض النضر فی حال الخضر:	محمد بن محمد الخیضری	(م ۸۹۴ھ)
وجہ النضر فی نبوۃ الخضر علیہ السلام:	جلال الدین السیوطی	(م ۹۱۱ھ)
الروض النضر فی الکلام علی الخضر علیہ السلام:	محمد بن السلطان بایزید	(م ۹۱۸ھ)
کشف الخدر عن امر الخضر علیہ السلام:	ملا علی القاری	(م ۱۰۱۴ھ)
الروض النضر فی الکلام علی الخضر علیہ السلام:	مرعی بن یوسف	(م ۱۰۳۳ھ)
القول المقبول فی الخضر، ہل نبی ام ملک ام رسول:	احمد بن محمد الغلیمی	(م ۱۰۳۴ھ)
القول الدال علی حیاۃ الخضر ووجود الابدال:	نوح بن مصطفیٰ حنفی	(م ۱۰۷۰ھ)
کشف الخدر عن حال الخضر علیہ السلام:	محمد بن مصطفیٰ	(م ۱۱۷۶ھ)

﴿۴۱﴾ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الزہر النضر فی حال الخضر، تحقیق مقبول احمد، مجمع البحوث الاسلامیۃ، نئی دہلی ۱۹۸۸ء، ص: ۱۶۲

﴿۴۲﴾ تفسیر مظہری، ج ۷، ص ۲۶۱

﴿۴۳﴾ سورۃ طٰہٰ، آیت: ۳۹

﴿۴۴﴾ تفسیر مظہری، ج: ۷، ص: ۳۸۲_۳۸۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۴۵﴾ سورۃ طٰہٰ، آیت:۸۵

﴿۴۶﴾ تفسیر مظہری، ج:۷،ص:۴۱۰

﴿۴۷﴾ سورۃ النور، آیت:۳۵

﴿۴۸﴾ تفسیر مظہری، ج:۸،ص:۳۷۳

﴿۴۹﴾ تفسیر مظہری، ج:۸،ص:۳۷۶

﴿۵۰﴾ سورۃ الاحزاب، آیت:۷۲

﴿۵۱﴾ تفسیر مظہری، ج:۹،ص:۴۴۰_۴۴۱

﴿۵۲﴾ سورۃ ق، آیت:۶

﴿۵۳﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۱،ص:۷۰

﴿۵۴﴾ سورۃ الواقعہ، آیت:۱۰

﴿۵۵﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۱،ص:۲۴۸_۲۴۹

﴿۵۶﴾ سورۃ الواقعہ آیت:۷۹

﴿۵۷﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۱،ص:۲۷۷

﴿۵۸﴾ سورۃ الصف، آیت:۶

﴿۵۹﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۱،ص:۴۵۱

﴿۶۰﴾ سورۃ الحاقۃ، آیت:۴۸

﴿۶۱﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۸۷_۹۷

﴿۶۲﴾ سورۃ الجن، آیت:۱۹

﴿۶۳﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۱۳۵

﴿۶۴﴾ سورۃ القیامہ، آیت:۲۲_۲۳

﴿۶۵﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۲۱۷_۲۱۸

﴿۶۶﴾ سورۃ الدہر، آیت:۱

﴿۶۷﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۲۲۶_۲۲۷

﴿۶۸﴾ سورۃ النبا آیت:۶۳

﴿۶۹﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۲۷۶

﴿۷۰﴾ سورۃ النازعات، آیت:۴۰_۴۱

﴿۷۱﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۲۹۶

﴿۷۲﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۲۹۷_۲۹۸

﴿۷۳﴾ سورۃ المطففین، آیت:۱۹،۲۰،۲۱

﴿۷۴﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۳۴۳

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۷۵﴾ سورۃ الاعلیٰ، آیت:۱۴۔۱۵

﴿۷۶﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۳۸۳

﴿۷۷﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۳۸۵

﴿۷۸﴾ سورۃ الضحیٰ آیت:۱۱

﴿۷۹﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۴۴۷۔۴۴۸

﴿۸۰﴾ سورۃ الانشراح، آیت:۱

﴿۸۱﴾ تفسیر مظہری، ج:۱۲،ص:۴۵۲

﴿۸۲﴾ محمد ایوب قادری، ڈاکٹر، اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص:۴۵۴

﴿۸۳﴾ اردو نثر کے ارتقا میں علماً کا کردار، ص ۴۵۷

﴿۸۴﴾ سورۃ البقرۃ آیت ۲

﴿۸۵﴾ رؤف احمد شاہ، تفسیر مجددی، ناشر محمد صالح، ۱۸۵۶، ج ۱ ص ۵۹

﴿۸۶﴾ سورۃ البقرۃ آیت ۶

﴿۸۷﴾ سورۃ یٰسٓ آیت ۸۲

﴿۸۸﴾ تفسیر مجددی، ج ۱ ص ۱۵

﴿۸۹﴾ سورۃ البقرہ آیت ۵۷

﴿۹۰﴾ اس کے لئے مصنف نے مصنف ابن ابی شیبہ سے حضرت علی کرم اللہ وجھہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

انما مثلنا فی هذه الامة کسفینة نوح و کباب حطه فی بنی اسرائیل

اور اس روایت کو صحیح لکھا ہے (ص ۱۱۳)

روایت کے لئے ملاحظہ فرمایئے: مصنف ابن ابی شیبہ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۹۸۶ء، ج ۱۲ ص ۷۷ مطبوعہ نسخہ کے مصحح الشیخ مختار احمد الندوی لفظ ''حطہ'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ اصل میں ''خطہ'' ہے۔

﴿۹۱﴾ تفسیر مجددی، ج ۱ ص ۱۱۳

﴿۹۲﴾ سورۃ البقرہ آیت ۸۶

﴿۹۳﴾ اس حدیث کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

البانی، ناصر الدین، صحیح سنن ابی داؤد، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۸۹ء، ج ۳، ص ۸۰۹

حدیثِ مجدد کو علامہ سیوطی، زین العراقی، ابن حجر، امام حاکم اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔ الدر المنثور (ج ۱، ص ۳۲۱)، مناقب الشافعی (ج ۱، ص ۵۵)، حلیۃ الاولیاء (ج ۹، ص ۹۷) میں یہ روایت الفاظ کے تغیر کے ساتھ بھی نقل کی گئی ہے۔

﴿۹۴﴾ تفسیر مجددی، ج ۱ ص ۱۵۳۔۱۵۴

﴿۹۵﴾ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۱

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۹۶﴾ تفسیر مجددی، ج ا ص ۱۹۷
﴿۹۷﴾ سورۃ آل عمران آیت ۶
﴿۹۸﴾ تفسیر مجددی، ج ا ص ۳۵۷
﴿۹۹﴾ سورۃ آل عمران آیت ۹۶
﴿۱۰۰﴾ تفسیر مجددی، ج ا ص ۳۹۱
﴿۱۰۱﴾ محمد عبدالرحیم، مقدمہ تفسیر روح المعانی، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۷ء، ج ا، ص ۵
﴿۱۰۲﴾ محمد عبدالرحیم، مقدمہ تفسیر روح المعانی، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۷ء، ج ا، ص ۵
﴿۱۰۳﴾ سورۃ یونس، آیت: ۳۱
﴿۱۰۴﴾ آلوسی، سید محمود، روح المعانی، انتشارات جہاں، تہران، ج ۱۱، ص: ۹۹
﴿۱۰۵﴾ سورۃ الرعد، آیت: ۱۲
﴿۱۰۶﴾ روح المعانی، ج ۱۳، ص: ۱۲۳
﴿۱۰۷﴾ سورۃ النور، آیت: ۳۷
﴿۱۰۸﴾ روح المعانی، ج ۱۸، ص: ۱۶۸
﴿۱۰۹﴾ سورۃ النحل، آیت: ۶۵
﴿۱۱۰﴾ روح المعانی، ج ۲۰، ص: ۱۰
﴿۱۱۱﴾ روح المعانی، ج ۲۰، ص: ۱۱
﴿۱۱۲﴾ سورۃ التکویر، آیت: ۸-۹
﴿۱۱۳﴾ روح المعانی، ج ۳۰، ص: ۵۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

باب پنجم

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی خدمات

عہد مجدد تک فقہی ارتقاء کا اجمالی جائزہ
اصول فقہ، مسائل فقہ افکار مجدد کی روشنی میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عہد مجدد تک فقہی ارتقاء کا اجمالی جائزہ

فقہ:

فقہ ﴿۱﴾ کا لغوی معنی شق، فتح اور فہم و تدبر ہے۔
اصولیین کی اصطلاح میں فقہ کی تعریف درج ذیل ہے:
"اَلعِلم ﴿۲﴾ بِالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن أدلتھا التفصیلیۃ بالاستدلال"
یعنی "تفصیلی دلیلوں سے، استدلال کے ذریعہ، شرعی فرعی احکام کا علم"
فقہا نے یہ تعریف یوں بیان کی ہے:
"أن الفقہ یطلق علی مجموعۃ الاحکام و المسائل الشرعیۃ العملیۃ"
یعنی "احکام اور مسائلِ شرعیہ عملیہ کے مجموعہ کو فقہ کہتے ہیں۔"

موضوعاتِ فقہ کی تقسیم:

ڈاکٹر احمد مصطفیٰ الزرقاء نے احکام فقہ کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ عبادات:
وہ احکام جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی عبادات سے ہو مثلاً صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، وغیرہ۔

۲۔ احوالِ شخصیہ:
عائلی زندگی کے متعلق احکام مثلاً نکاح، طلاق، نسب، نفقہ

۳۔ معاملات:
وہ احکام جن کا تعلق لوگوں کے اموال اور حقوق سے ہو۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۴۔ سیاسیاتِ شرعیہ:

وہ احکام جن کا تعلق رعایا اور حکمران کے حقوق و فرائض سے ہو۔ اس شعبہ کو ''الاحکام السلطانیہ'' کا نام بھی دیا گیا ہے۔

۵۔ عقوبات:

وہ احکام جن کا تعلق مجرمین کی سزا اور داخلی نظم و نسق سے ہو۔

۶۔ سیَر:

وہ احکام جن کا تعلق اسلامی ریاست کے دیگر ریاستوں سے تعلقات سے ہو اور جو صلح و جنگ کے نظام و قوانین پر مشتمل ہو۔ بین الاقوامی زبان میں اسے INERNATIONAL LAW کہا جاتا ہے۔

۷۔ آداب:

وہ احکام جن کا تعلق اخلاق، محاسن اور رذائل سے ہو۔ ﴿۳﴾

فقہ اسلامی کا تدریجی ارتقا

ارتقاء کے اعتبار سے فقہِ اسلامی کو درج ذیل چھ ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ (۱۰ھ تک):

عہد رسالت مآب ﷺ میں اسلام کا دائرہ محدود ہونے کی بنا پر عموماً اصولی اور دستوری چیزیں سمجھائی گئیں۔ لیکن ان میں اتنی وسعت اور لچک تھی کہ عند الضرورت مسائل اخذ کئے جا سکیں۔

۲۔ عہدِ خلفائے راشدین ؓ (۴۱ھ تک):

فقہاء صحابہ ؓ کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت عمر، علی، زید بن ثابت، عائشہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، معاذ بن جبل، عبداللہ بن مسعود ؓ۔

اس عہد میں صحابہ ؓ کے درمیان بعض فقہی معاملات میں اختلافات بھی رونما ہوئے۔

۳۔ صغار صحابہ ؓ اور کبار تابعین ؒ کا عہد (۱۵۰ھ تک):

اس دور تک اسلام کی سرحدیں عراق، ایران، مصر، شام، اندلس، افریقہ، ترکستان، ایشیا اور سندھ تک پھیل چکی تھیں۔ نئے تمدن، نئی تہذیب و ثقافت سے واسطہ پڑنے کی بنا پر نئے مسائل اور مشکلیں ظہور پذیر ہوئیں۔ اس وجہ سے قیاس و استحسان کا بکثرت استعمال ہوا۔ اس عہد میں اگرچہ فقہی مکاتب فکر منظر عام پر نہ آئے لیکن فقہ کی تدوین کا یہی تاسیسی دور ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۴۔ آئمہ مجتہدین کا عہد (۳۵۰ھ تک):

فقہ کی باقاعدہ تدوین اسی دور میں ہوئی۔ اس دور کے مشہور فقہا درج ذیل ہیں:

زید بن علی رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۲۲ھ)
امام جعفر صادق رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۴۸ھ)
نعمان بن ثابت (امام اعظم) رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۵۰ھ)
امام عبدالرحمن اوزاعی رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۵۷ھ)
سفیان ثوری رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۶۱ھ)
امام مالک رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۷۹ھ)
امام شافعی رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۲۰۴ھ)
امام احمد بن حنبل رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۲۴۱ھ)
ابوجعفر محمد بن جریر طبری رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۳۱۰ھ)
ابوسلمان داؤد ظاہری رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۳۲۴ھ)

ائمہ اربعہ، امامیہ اور زیدیہ کے علاوہ باقی ائمہ کے نظریات فروغ نہ پا سکے۔

۵۔ جامد تقلید کا عہد (۳۵۰ھ سے عصرِ حاضر تک):

اس عہد میں فقہی اجتہادات منقح ہو کر ایک واضح شکل میں سامنے آ گئے جس سے اجتہاد مطلق کی ضرورت عملاً بہت محدود اور رفتہ رفتہ ختم ہو گئی۔ اس دور میں بالفعل یہ کیفیت ہو گئی کہ جس علاقہ میں جس اسلوبِ اجتہاد نے رواج پایا، وہاں عوام الناس اور علماء کے لئے اس اسلوبِ اجتہاد کی پابندی کو پہلے مناسب اور پھر ضروری قرار دے دیا گیا۔ ہر مسلک کی فقہی کتابیں اور ان کی شروح اس دور میں لکھی گئیں۔

تقلید کے اس دور میں فروعی مسائل میں تشدد اور غلو کے حیرت انگیز مظاہرے دیکھنے میں آئے۔ اس کی ایک مثال علامہ رشید رضا مصریؒ نے لکھی ہے:

''بعض حنفی افغانیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے جماعت میں اپنے برابر والے سے سنا کہ وہ فاتحہ پڑھ رہا ہے تو اس نے فاتحہ پڑھنے والے کے سینے پر اس زور سے دونوں ہاتھ مارے کہ وہ پیٹھ کے بل گر پڑا اور قریب تھا کہ مر جاتا۔ اور یہ خبر بھی ملی ہے کہ ایسے ہی ایک شخص نے تشہد میں انگلی اٹھائی تو اس کی انگلی توڑ دی گئی۔'' ﴿۴﴾

محمد بن موسیٰ الجلی کہتے ہیں:

لَو کَانَ لِی اَمرٌ لَاَخذت الْجِزیَۃ مِنَ الشَّافعیۃ ﴿۵﴾

یعنی اگر مجھے اختیار ہو تو شافعیوں سے جزیہ وصول کروں۔ یہ بھی کہا گیا کہ شوافع سے رشتۂ مناکحت جائز نہیں۔

وَقَالَ الامَام السُّفکردری لَا یَنبَغِی لِلْحَنفِی ان یزوج بِنتہ من شَافعی المَذھَب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وَلٰکِن یَتَزوج مِنھُم..... ﴿۶﴾

فروعی مسائل میں اختلافات کے اسباب ونقصانات کا اندازہ مولانا محمد اسحاق اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ان اقتباسات سے لگایا جا سکتا ہے۔

مولانا محمد اسحاق لکھتے ہیں:

''ہمارا خطیب امت کو ان باتوں میں الجھا کر لے ڈوبا، جن سے اسلام کو تو کوئی نفع نہیں پہنچا، آپس میں محاذ آرائیوں کی وجہ سے ہماری حکومتیں برباد ہوگئیں، کافروں کا غلبہ ہوگیا، لیکن ہمارے جھگڑے ختم نہ ہوئے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ علم ودیانت کی کمی اور اغراض واہواء کی زیادتی کے شکار فتویٰ فروش ملاؤں نے مسلمانوں کو کہیں نہ چھوڑا۔

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا
مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب ﴿۷﴾

مولانا ابوالکلام آزادؒ مثال سے وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خراساں میں حنفیوں اور شافعیوں میں باہمی جنگ وجدال کا بازار گرم تھا۔ طوس کے حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آ کر ہلاکو خان کو دعوت دی اور شہر کے دروازے کھول دیئے۔ پھر جب تاتاریوں کی تلوار چمک گئی تو اس نے نہ حنفیوں کو چھوڑا نہ شافعیوں کو۔'' ﴿۸﴾

فروعی مسائل میں اختلاف کے اسباب

فروعی مسائل کے اسباب پر شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ﴿۹﴾ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ﴿۱۰﴾ نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ ابن رشدؒ کے الفاظ میں اختلافات کے درج ذیل چھ اسباب ہیں:

۱۔ الفاظ میں ان چار وجوہ کی گنجائش ہونا: (i) یہ کہ لفظ عام ہو اور اس سے مراد خاص ہو۔ (ii) لفظ خاص ہو اور اس سے مراد عام ہو۔ (iii) لفظ عام ہو، مراد بھی عام ہو۔ (iv) لفظ خاص ہو مراد بھی خاص، یا اس کے لئے دلیل خطاب ہو یا نہ ہو۔

۲۔ الفاظ میں اشتراک کا پایا جانا اور یہ یا تو مفرد لفظ میں ہوتا ہے جیسے ''القرء'' جو طہر اور حیض دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ''امر'' کا لفظ، کیا وہ وجوب پر محمول کیا جائے گا یا استحباب پر اور ''نہی'' کے لفظ سے تحریم مراد ہوگی یا کراہیت؟ یا یہ اشتراک مرکب لفظ میں ہوتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے:

اِلاَّ الَّذِیْنَ تَابُوْا ﴿۱۱﴾

تو اس میں احتمال ہے کہ یہ صرف فاسق کی طرف لوٹے اور یہ بھی احتمال ہے کہ فاسق اور گواہ دونوں کی طرف لوٹے تو اس صورت میں توبہ فسق کو ختم کر دے گی اور قاذف کی شہادت کو جائز کر دے گی۔

۳۔ اعراب کا اختلاف

۴۔ لفظ کے بارے میں یہ گنجائش کہ اس سے مراد حقیقت لی جائے یا مجاز کی قسموں میں سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کسی قسم کا مجاز مراد لیا جائے۔ مجاز کی قسمیں یہ ہیں:

حذف، زیادت، تقدیم و تاخیر، یا حقیقت و استعارہ میں سے کسی ایک کے مراد لئے جانے کی گنجائش۔

۵۔ لفظ کبھی مطلق استعمال ہوتا ہے اور کبھی مقید، غلام آزاد کرنے کے بارے میں کہیں تو مطلق ''رقبۃ'' ہے اور کہیں ''رقبۃ مؤمنۃ'' آیا ہے۔

۶۔ الفاظ کی ان چھ قسموں میں جن سے شریعت کے احکام اخذ کئے جاتے ہیں، دو چیزوں کا آپس میں تعارض، اور اسی طرح افعال میں اور اقرارات میں تعارض یا قیاسات کا آپس میں تعارض یا وہ تعارض جو ان تینوں قسم کے تعارضات سے مرکب ہو (قول کا فعل سے، یا اقرار یا قیاس سے معارضہ، فعل کا اقرار اور قیاس سے معارضہ، اور اقرار کا قیاس سے معارضہ) ﴿۱۲﴾

۶۔ فکری بیداری کا عہدِ نو:

عصر حاضر میں جامد تقلید سے انحراف شروع ہوا ہے۔ براہِ راست قرآن وسنت سے تحقیق اور ایک امام کے مقلدین میں دیگر ائمہ کے اقوال پر فتویٰ دینے کا رجحان نشوونما پا رہا ہے۔ عربی میں ''الفقہ علی المذھب الاربعۃ''، ''الموسوعۃ الفقھیہ''، ''فقہ السنۃ'' (سید سابق) اور اردو میں ''فقہ السنۃ'' (محمد عاصم الحداد) اس فکر کی ترجمان کتب ہیں۔ علاوہ ازیں مصر، شام، کویت، اور سعودی عرب میں فقہی مسائل پر غور کرنے کے لئے کمیٹیاں بنی ہیں جو مختلف مکاتب فکر کے علماء پر مشتمل ہیں۔ وہاں مسائل پر غور وخوض کرنے کے وقت تمام ائمہ سلف کی آراء سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

برصغیر میں اس فکر کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فروغ ملا۔ مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ، مولانا مودودیؒ، مولانا امین احسن اصلاحیؒ، علامہ احمد شاکرؒ نے اس سلسلہ میں گراں قدر کام کیا۔ اس وقت عالم عرب میں علامہ البانی، اور پاکستان کے علماء میں علامہ غلام رسول سعیدی، علامہ تقی عثمانی، علامہ محمد اسحاق اس سلسلہ میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اکیسویں صدی عیسوی، فقہی ارتقاء میں ایک نمایاں تبدیلی کی حامل ہوگی۔ اس دور کا کام سطحیت سے بلند اور بہت گہری تحقیق وفکر کا نتیجہ ہوگا۔

فروعی مسائل میں راہِ اعتدال

جدید فکری بیداری کے اس عہد میں جامد تقلید کے دور کا طرفین کی طرف سے ناروا تشدد ختم ہوتا جارہا ہے۔ علماء اور عوام نے اس کے نقصانات کو محسوس کیا۔ علماء نے اس موضوع پر علمی کام بھی کیا ﴿۱۳﴾ اور عوام الناس کو ان مسائل کی حقیقت سے آگاہ بھی کیا۔ یہ اختلافات عہد صحابہؓ میں بھی موجود تھے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لیکن جنگ و جدال، فتنہ و فساد اور بغض و کینہ کی کیفیت نہ تھی۔ صحابہؓ کے اس اختلاف کے بارے میں مشہور مالکی عالم الشاطبیؒ نے قاسم بن محمدؒ کا نہایت حکیمانہ قول نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''لَقَدْ نَفَعَ اللّٰہ بِاِخْتِلافِ اَصْحَاب النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْمَالِھِمْ، لا یَعْمَلُ الْعَامِلُ بِعَمَلِ رَّجُلٍ مِّنْھُمْ اِلا رَای اَنَّہٗ فِیْ سَعَۃٍ وَّ رَاٰی اَنَّ خَیْراً مِّنْہ قَدْ عَمِلَہٗ'' ﴿۱۴﴾

یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اختلاف سے امت مسلمہ کو فائدہ پہنچایا عمل کرنے والا ان میں سے کسی کے عمل کے مطابق عمل کرتا ہے تو اپنے لئے گنجائش محسوس کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھ سے بہتر شخصیت نے یہ عمل کیا تھا۔''

فروعی مسائل میں حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اعتدال کی راہ اپنائی۔ اس کی تفصیلات باب دوم میں گزر چکی ہیں۔ حنفی المسلک ہونے کے باوجود تمام ائمہ کی جلالتِ شان کے قائل تھے اور ان سے محبت کا دم بھرتے تھے۔ صاحبزادگان کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''باوجودیکہ میں مذہبِ حنفی کا پابند ہوں لیکن مجھے امام شافعی سے گویا ذاتی محبت ہے۔ ان کو بزرگ سمجھتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نفلی اعمال میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔'' ﴿۱۵﴾

علمِ فتاویٰ

علمِ فتاویٰ ﴿۱۶﴾ کا شمار بھی فقہ کے فروع میں ہوتا ہے۔ فتاویٰ سے عموماً شریعت اسلامی کے وہ فروعی مسائل مراد ہوتے ہیں۔ جن کے بارے میں کسی فقہی مکتبِ فکر کے بانی یا اس کے ساتھیوں سے کچھ منقول نہیں ہوتا۔ طاش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں:

''وَھُوَ علم تروی فِیْہ الاحکام الصَّادرَۃ عَن الفُقَھَا ء فِی الوَقَائع الجزئیۃ یَسْھَل الامر عَلَی القَاصِرین مِنْ بَعْدھم'' ﴿۱۷﴾

یعنی علم فتاویٰ میں جزئی واقعات کے بارے میں فقہاء سے صادر ہونے والے فروعی احکامات بیان کئے جاتے ہیں۔ اسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ بعد میں آنے والے قوتِ استنباط سے محروم لوگ سہولت کے ساتھ ان سے استفادہ کر سکیں۔

قرآن کریم میں جن فتاویٰ کا ذکر آیا ہے ان کے سوالات کبھی تو ''یَسْتَفْتُوْنَکَ'' ﴿۱۸﴾ کے صیغے سے شروع ہوتے ہیں اور کبھی ''یَسْئَلُوْنَکَ'' ﴿۱۹﴾ سے۔ جو فتاویٰ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں صحابہؓ کو دیئے، وہ حدیث کی کتابوں میں منتشر صورت میں موجود ہیں۔ ابن قیم نے ایسے چھ سو سے زائد فتاویٰ جمع کئے ہیں۔ ﴿۲۰﴾ عہد رسالت میں اور اس کے بعد بہت سے صحابہؓ نے اپنے اجتہاد سے دینی مسائل کے بارے میں مختلف فتاویٰ صادر فرمائے۔ علامہ ابن حزم نے ایسے ۱۴۲ صحابہؓ اور ۲۰ صحابیاتؓ کا ذکر کیا ہے جن سے فتاویٰ منقول ہیں۔

مطبوعہ کتابوں میں ''نوازل ابی اللیث السمرقندی'' ﴿۲۱﴾ سب سے قدیم فتویٰ کی کتاب

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہے۔﴿۲۲﴾ علمائے احناف وشوافع کے بہت سے مجموعہ ہائے فتاویٰ چھپ چکے ہیں۔ حنبلی علماء کے فتاویٰ کی کتابیں زیادہ دستیاب نہیں۔

کتب فتاویٰ اپنی تاریخی اہمیت بھی رکھتی ہیں۔ یہ مختلف ادوار میں مسلمانوں کے سماجی، سیاسی، تمدنی اور فکری حالات کے عکاس ہیں۔ ہر علاقے کے رسم و رواج کی تصویر بھی ان سے سامنے آتی ہے۔ فتاویٰ کے سلاطین پر اثرات، ہر دور کے علماء کی فہم وبصیرت اور دیگر بہت سے پہلو ان کتب کے مطالعہ سے سامنے آتے ہیں۔﴿۲۳﴾

کتبِ فقہ، ارتقائی منزل؛ عہد شیخ احمد سرھندی رحمۃ اللہ علیہ تک

فقہی مسائل پر لکھی گئی پہلی کتاب ابو عبداللہ مکحول بن عبداللہ الشامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳ھ) ﴿۲۴﴾ کی ''کتاب المسائل فی الفقہ'' ہے۔ لیکن یہ کتاب تا حال طبع نہیں ہو سکی۔ ہم تک پہنچنے والی مطبوعہ کتاب جسے فقہ کی پہلی کتاب کہا جا سکتا ہے۔ وہ مسلک زیدیہ کے امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲ھ) ﴿۲۵﴾ کی ''المجموع الفقہی (مسند زید)'' ﴿۲۶﴾ ہے۔ دسویں صدی ہجری تک کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے:

نوٹ: یہ فہرست حاجی خلیفہ کہ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون (طبعۃ جدیدہ منقحہ) مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۹۹۴ء کی پانچویں اور چھٹی جلد سے مرتب کی گئی ہے۔

دوسری صدی ہجری

الشامی، مکحول بن عبداللہ	۱۱۳ھ	کتاب المسائل فی الفقہ
زید بن علی	(زیدی) ۱۲۲ھ	المجموع الفقہی
الاوزاعی، عبدالرحمن بن عمرو	۱۵۷ھ	کتاب السنن، کتاب المسائل
ابن ابی ذئب، محمد بن عبدالرحمن	۱۵۹ھ	کتاب السنن
ابو سعید ابراہیم بن طہمان	۱۶۳ھ	سنن افقہ
الزیدی، الحسن بن صالح	(امامیہ) ۱۶۸ھ	کتاب الجامع
ابن ابی الزناد، عبدالرحمن	۱۷۴ھ	کتاب رأی الفقہاء السبعۃ من اھل المدینۃ وما اختلفوا فیہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ابن سعد الفہمی	(حنفی)	۱۷۵ھ	کتاب المسایل فی الفقہ
ابن المبارک، عبداللہ بن مبارک		۱۸۱ھ	کتاب السنن، رقاع الفتاویٰ
ابو یوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم	(حنفی)	۱۸۲ھ	مبسوط
الشیبانی، محمد بن الحسن	(حنفی)	۱۸۹ھ	الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، المبسوط
العتقی، عبدالرحمٰن بن قاسم	(مالکی)	۱۹۱ھ	المدونہ
ابن عایہ، ابوالبشر اسماعیل بن ابراہیم	(حنفی)	۱۹۳ھ	کتاب الصلوٰۃ، کتاب الطہارۃ، کتاب المناسک
ابن فضیل الکوفی، محمد الفضیل	(امامیہ)	۱۹۵ھ	کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصیام، کتاب الطہارۃ
ابن الارزق، اسحاق بن یوسف		۱۹۵ھ	کتاب الصلوٰۃ، کتاب المناسک

تیسری صدی ہجری

امام شافعی، محمد بن ادریس		۲۰۴ھ	کتاب الام، المبسوط
البغدادی، یونس بن عبدالرحمٰن		۲۰۸ھ	کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصیام
السابری، صفوان بن یحییٰ		۲۱۰ھ	کتاب الوضوء والصلوٰۃ، کتاب البیع والشراء
ابوبکر ابراہیم بن رستم	(حنفی)	۲۱۱ھ	النوادر فی الفقہ
اسماعیل بن حماد	(حنفی)	۲۱۲ھ	کتاب الجامع
الماجشون، عبدالملک	(مالکی)	۲۱۲ھ	کتاب کبیر فی الفقہ
البلخی، عصام بن یوسف		۲۱۵ھ	مختصر فی الفقہ
المریسی، بشر بن غیاث	(حنفی)	۲۱۸ھ	کتاب الحج
البلخی، احمد بن عبداللہ	(حنفی)	۲۱۹ھ	الفتاویٰ
الکوفی، الفضل بن دکین		۲۱۹ھ	کتاب المسائل فی الفقہ
ابن ابان، عیسیٰ بن ابان،	(حنفی)	۲۲۰ھ	کتاب الجامع فی الفقہ
الناشری، عباس بن ہشام	(امامیہ)	۲۲۰ھ	کتاب الحج، کتاب الصلوٰۃ
الطحاوی، احمد بن محمد	(حنفی)	۲۲۹ھ	شرح الجامع الصغیر والکبیر للشیبانی، المختصر، نوادر الفقہ
البویطی، ابویعقوب بن یوسف	(شافعی)	۲۳۱ھ	مختصر
النیسابوری، احمد بن حرب		۲۳۴ھ	مناسک الحج
ابن ابی شیبہ، الحافظ ابوبکر عبداللہ		۲۳۵ھ	کتاب السنن
ابن راھویہ	(حنفی)	۲۳۸ھ	کتاب السنن
الخوارزمی، ابوالفضل داؤد بن رشید	(حنفی)	۲۳۹ھ	کتاب النوادر
ابن ابی شیبۃ، عثمان بن محمد		۲۳۹ھ	کتاب السنن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سحنون المالکی، عبدالسلام		۲۴۰ھ	المدونۃ علیٰ مذھب مالک
الزمیلی، حرملۃ بن یحییٰ	(شافعی)	۲۴۳ھ	المبسوط، مختصر
الضریر البصری		۲۴۵ھ	کتاب السنن
ابوثور، ابراھیم بن خالد	(شافعی)	۲۴۶ھ	کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصیام، الطہارۃ، کتاب المناسک
العیالی، احمد بن محمد	(شافعی)	۲۶۰ھ	کتاب المعاقل والدیات
ابن افضال، احمد بن الحسن	(شافعی)	۲۶۱ھ	کتاب الصلوٰۃ، کتاب الوضوء
الظاہری، داؤد بن علی		۲۷۰ھ	کتاب فی علم الفقہ
ابواللیث سمرقندی	(حنفی)	۲۷۳ھ	خزانۃ الفقہ، الفتاویٰ، نوادر الفقہ، النوازی
ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم		۲۷۶ھ	جامع الفقہ
الرازی، محمد بن ادریس		۲۷۷ھ	کتاب الجامع
ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد	(شافعی)	۲۸۱ھ	کتاب فقہ النبی
البصری، اسماعیل بن اسحاق	(مالکی)	۲۸۲ھ	کتاب الفقہ وماروی فیھا من الآثار
الثقفی، ابواسحاق ابراھیم بن محمد	(امامیہ)	۲۸۳ھ	الجامع الصغیر والکبیر فی الفقہ
الحربی، ابواسحاق ابراھیم بن اسحاق		۲۸۵ھ	مناسک الحج، کتاب التعیم
الاشبیلی، احمد بن الرحمن	(مالکی)	۲۹۳ھ	الاقتصاد
المعمری، الحسن بن علی		۲۹۵ھ	کتاب السنن
البلخی، خلف بن ایوب	(حنفی)		الاختیارات
الخزاز، ابواسحاق ابراھیم بن سلیمان	(شافعی)		کتاب الدعا، کتاب المناسک

چوتھی صدی ہجری

القمی، ہمعد بن ابراھیم	(شافعی)	۳۰۱ھ	کتاب الوضوء والصلوٰۃ
الضریر التمیمی، منصور بن اسماعیل	(شافعی)	۳۰۶ھ	کتاب الواجب، المسافر، ہدایۃ
الطبری، محمد بن جریر		۳۱۰ھ	کتاب البسیط، کتاب الخفیف فی الفقہ لطیف
ابن بنتمیع البغوی		۳۱۳ھ	کتاب لاسنن فی الفقہ علی مذاہب الفقہا
ازبیری، الزبیر بن احمد	(شافعی)	۳۱۷ھ	کتاب الکافی، الجامع
ابواسحاق ابراھیم بن حماد	(مالکی)	۳۲۰ھ	کتاب الجنائز
ابن زیاد، عبداللہ بن محمد	(شافعی)	۳۲۴ھ	الزیادات علی مختصر المزنی
البلعمی، محمد بن عبیداللہ		۳۲۵ھ	ملتقط الفتاویٰ
الخاملی، الحسین بن اسماعیل		۳۳۰ھ	کتاب السنن
الدوری، محمد بن مخلد		۳۳۱ھ	کتاب السنن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الانباری، اسماعیل بن یعقوب	(حنفی)	۳۳۱ھ	شرح الکافی للصدر الشہید
البغدادی، عمر بن محمد	(مالکی)	۳۳۱ھ	کتاب الحاوی
الحاکم الشہید، محمد بن محمد	(حنفی)	۳۳۴ھ	الغرر فی الفقہ
ابن القاص الطبری، احمد بن ابی احمد	(شافعی)	۳۳۵ھ	المفتاح، شرح مختصر المزنی، الفتاویٰ
الصغار، احمد بن عصمۃ	(حنفی)	۳۳۶ھ	الملتقط فی الفتاویٰ
الطبری، احمد بن محمد	(حنفی)	۳۴۰ھ	شرح الجامع الصغیر، شرح جامع الکبیر
ابونصر احمد بن علی	(شافعی)	۳۴۰ھ	شرح مختصر المزنی
القمی، محمد بن الحسن	(امامیہ)	۳۴۳ھ	کتاب الجامع
ابن ابی ھریرۃ، الحسن بن الحسین	(شافعی)	۳۴۵ھ	شرح مختصر، المسائل
اسماعیل بن سعید الکسائی	(حنفی)	۳۴۶ھ	کتاب البیان
الخصیبی ابوبکر، عبداللہ بن محمد		۳۴۸ھ	المجالسۃ فی فقہ الشافعیۃ
الحسن بن قاسم	(شافعی)	۳۵۰ھ	الایضاح، التہذیب
الصغانی، ابوالحسن حیدرۃ بن عمر		۳۵۸ھ	شرح الجامع الصغیر مختصر فی الفقہ علی مذہب داؤد
المرازی، احمد بن عامر	(شافعی)	۳۶۲ھ	شرح المختصر المزنی
ابن سنسن الشیعی		۳۶۸ھ	مناسک الحج
الجصاص، احمد بن علی	(حنفی)	۳۷۰ھ	شرح الجامع الصغیر، شرح جامع الکبیر، شرح المناسک للشیبانی
ابن مغرج، محمد بن احمد	(مالکی)	۳۸۰ھ	فقہ الحسن، فقہ الزہری
ابن ابی زید القیروانی	(مالکی)	۳۸۶ھ	رسالۃ فی الفقہ، المختصر
الاصیلی، ابومحمد عبداللہ	(مالکی)	۳۹۲ھ	کتاب الدلائل علی امہات المسائل فی اختلاف مالک وابی حنیفہ والشافعی
جعل البصری، الحسین بن علی		۳۹۹ھ	تحریم المتعہ، شرح مختصر الکرخی، کتاب جواز الصلوٰۃ بالفارسیۃ
الجوزجانی، موسیٰ بن سلیمان	(حنفی)		نوادر الفتاویٰ

پانچویں صدی ہجری

البراذعی، خلف بن ابوالقاسم محمد بن الازدی	(مالکی)	۴۰۰ھ	تمہید المسائل المدونۃ فی الفقہ المالکیۃ
ابن المکرمی، احمد بن عبدالملک	(مالکی)	۴۰۱ھ	کتاب الاستیعاب
اسماعیل بن الحسین	(حنفی)	۴۰۲ھ	الشامل، مجرد
الغضائری، الحسین بن عبداللہ	(امامیہ)	۴۱۱ھ	النوادر فی الفقہ، مناسک الحج

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

المحاملی، احمد بن محمد	(شافعی) ۴۱۵ھ	المقنع
الاقلیشی، خلف بن مسلمۃ	(مالکی) ۴۲۰ھ	الاستغناء
ابن الطوق التغلبی، القاضی ابومحمد عبدالوہاب	(مالکی) ۴۲۲ھ	شرح المدونۃ
الہندیجی، الحسن بن عبداللہ	(شافعی) ۴۲۵ھ	الذخیرۃ، کتاب الجامع
القدوری، احمد بن محمد	(حنفی) ۴۲۸ھ	المختصر، شرح مختصر الکرخی
النسفی، ابوعلی الحسن بن خضر	(حنفی) ۴۲۸ھ	فتاویٰ القاضی الحسین
الدبوسی، عبداللہ بن عمر	(حنفی) ۴۳۲ھ	خزانۃ الہدیٰ
الکلوذانی، محفوظ بن احمد	(حنفی) ۴۳۲ھ	ہدایۃ
السنجی، ابوعلی، الحسین بن شعیب	(شافعی) ۴۳۳ھ	المجموع، المذہب الکبیر
الشریف مرتضی، علی بن ابواحمد	(امامیہ) ۴۳۶ھ	الذریعۃ، المصباح
الجوینی، عبداللہ یوسف	(شافعی) ۴۳۸ھ	التذکرۃ، المحیط
البریلی، خلف بن عبداللہ	(مالکی) ۴۴۳ھ	مختصر المدونۃ
الناطفی، احمد بن محمد	(حنفی) ۴۴۶ھ	الروضہ، الواقعات، الہدایہ
المروزی، جعفر بن محمد	(شافعی) ۴۴۷ھ	ذخیرۃ
الطبری، طاہر بن عبداللہ	(شافعی) ۴۵۰ھ	التعلیقۃ الکبریٰ
الیمانی، عمر بن اسحاق	(شافعی) ۴۵۵ھ	الجامع فی الفقہ، مذہب فی الفقہ
الآمدی، محمد بن بنان	(شافعی) ۴۵۵ھ	الابانۃ
الحلوائی، شمس الائمہ، عبدالعزیز	(حنفی) ۴۵۶ھ	رزین مجموع فی الفقہ
ابن حزم ظاہری، علی بن محمد	۴۵۶ھ	المحلی
البیہقی، احمد بن الحسین	(شافعی) ۴۵۸ھ	المبسوط
الخافی، جعفر بن محمد	۴۶۰ھ	القریب
الغورانی، عبدالرحمن بن محمد	(شافعی) ۴۶۱ھ	الابانۃ، کتاب العمدۃ
الباجی، علی بن محمد	(مالکی) ۴۶۲ھ	تبصرۃ
ابن الصباغ، عبدالسید بن محمد	(شافعی) ۴۷۷ھ	فتاویٰ، الکامل فی الخلاف بین الشافعیۃ والحنفیۃ
القطع، احمد بن محمد	(حنفی) ۴۷۷ھ	شرح مختصر القدوری
الخزاعی، احمد بن الحسین	(امامیہ) ۴۸۰ھ	الروضۃ فی فقہ الشیعۃ
الاسبیجابی، احمد بن منصور	(حنفی) ۴۸۰ھ	شرح جامع الصغیر، شرح جامع الکبیر، شرح الکافی للصدر الشہید، الفتاویٰ
الجرجانی، احمد بن محمد	(شافعی) ۴۸۲ھ	البلغہ، التحریر، الشافی
السرخسی، محمد بن احمد	(حنفی) ۴۸۳ھ	المبسوط
القیروانی، محمد بن سعد	(مالکی) ۴۸۶ھ	کتاب فی المالکیۃ
السعدی الدمشقی، عبدالواحد	(حنفی) ۴۸۶ھ	الایضاح، تبصرۃ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

البغدادی، روزق اللہ	(حنفی) ۴۸۸ھ	شرح الارشاد ابن ابی عصرون، عبداللہ بن ابی السری
الارغیانی، سہل بن احمد	(شافعی) ۴۹۹ھ	الفتاویٰ

چھٹی صدی ہجری

الرازی، احمد بن محمد	(حنفی) ۵۰۰ھ	حل المشکلات مختصر القدوری
ابوشجاع الاصبہانی	(شافعی) ۵۰۰ھ	مختصر
الرویانی، عبدالواحد	(شافعی) ۵۰۲ھ	بحر الذہب
صدر الاسلام، البخاری	(حنفی) ۵۰۴ھ	الفتاویٰ البخاریۃ، الفوائد فی الفقہ
الفضلی، عثمان بن ابراہیم	(حنفی) ۵۰۸ھ	فتاوی الفضلی
النوبی، سلیمان بن ناصر	(شافعی) ۵۱۲ھ	کتاب الطہارات، شرح المغنی لابن سریج
ابن عقیل، علی بن عقیل	(حنفی) ۵۱۳ھ	الارشاد
البغوی الفراء، الحسین بن مسعود	(شافعی) ۵۱۶ھ	التہذیب، الکفایۃ
ابوالفتح، ابراہیم بن مسلم	(شافعی) ۵۱۸ھ	ذخائر الآثار فی الفقہ
الملامشی، الحسین بن علی	(حنفی) ۵۲۲ھ	الزیادات، الفتاویٰ
الیابری، عبداللہ بن محمد	(مالکی) ۵۲۳ھ	سیف الاسلام علی مذہب مالک الامام
ابن الولی، شیخ محمود بن ولی	(حنفی) ۵۲۵ھ	کتاب الفتاویٰ
الفائش الیمنی، زید بن الحسن	(شافعی) ۵۲۸ھ	التہذیب
الکلوذانی، محمد بن محفوظ	(حنفی) ۵۳۳ھ	الفرید فی فقہ الحنابلۃ
الصدر الشہید، عمر بن برہان	(حنفی) ۵۳۶ھ	فتاوی الصغری، فتاوی الکبری
ابن العقریش، احمد بن محمد	(شافعی) ۵۳۶ھ	جمع الجوامع
الہری، اسماعیل بن محمد	(شافعی) ۵۳۶ھ	المستدرک
قاضی ظہیر الدین	(حنفی) ۵۴۰ھ	الامالی فی الفقہ الفتاویٰ
افتخار الدین، البخاری	(حنفی) ۵۴۲ھ	خزانۃ الفتاویٰ، خلاصۃ الفتاویٰ
الجوزقانی، الحسن بن ابراہیم	(حنفی) ۵۴۳ھ	التکلیف
السرخسی، محمد بن محمد	(حنفی) ۵۴۴ھ	المحیط
الحلوانی، عبدالرحمن بن محمد	(حنفی) ۵۴۶ھ	الہدایۃ
ابن جمیع، مجلی بن جمیع	(شافعی) ۵۵۰ھ	الذخائر
ظہیر البلخی، احمد بن علی	(حنفی) ۵۵۳ھ	شرح الجامع الصغیر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ابوحکیم، ابراہیم بن دینار	(حنفی) ۵۵۶ھ	الشرح علی الہدایۃ للملوذانی
السمرقندی، محمد بن یوسف	(حنفی) ۵۵۶ھ	لافقۃ النافع، مصابیح السبل
الحرانی، علی بن عمر	(حنفی) ۵۵۶ھ	المذہب فی المذہب للحنابلہ
ابن البزری، عمر بن محمد	(شافعی) ۵۶۰ھ	الفتاویٰ
الکرمانی، ابوبکر محمد	(حنفی) ۵۶۵ھ	جواہر الفتاویٰ، حیرۃ الفتاویٰ
الکرابیسی، اسعد بن محمد	(حنفی) ۵۷۵ھ	تلقیح المعقود فی الفروق
ابن زہرۃ الحلبیؒ،	(امامیہ) ۵۸۰ھ	التجرید فی فقہ الامامیۃ
النجم الحفی، الحسین بن محمد	(حنفی) ۵۸۰ھ	شرح الجامع الصغیر، الفتاویٰ
العتابی، احمد بن محمد	(حنفی) ۵۸۶ھ	فتاویٰ عتابیہ، شرح زیادۃ الزیادات
الدیناری، عبدالکریم بن یوسف	(حنفی) ۵۹۰ھ	فتاویٰ الدیناری
قاضی خان، الحسن بن منصور	(حنفی) ۵۹۲ھ	الامالی فی الفقہ، شرح جامع الصغیر، شرح جامع الکبیر، الفتاویٰ
الغزنوی، جمال الدین	(حنفی) ۵۹۳ھ	المنتف فی الفتاویٰ
المرغینانی، علی بن ابوبکر	(حنفی) ۵۹۳ھ	ہدایۃ لشرح البدایۃ، بدایۃ المبتدی
ابواسحاق ا، ابراہیم بن منصور	(شافعی) ۵۹۶ھ	اشرح علی المہذب

ساتویں صدی ہجری

الاصبہانی، اسد بن محمود	(شافعی) ۶۶۰ھ	تتمہ التتمہ
التمرتاشی، احمد بن ابی ثابت	(حنفی) ۶۰۱ھ	شرح الجامع الصغیر، فتاوی التمرتاشی، کتاب التراویح
حماتی المصری، اسد بن الخطیر	(حنفی) ۶۰۶ھ	النہایۃ شرح الہدایۃ للمحفوظ
المروزی، محمود بن عبداللہ	(حنفی) ۶۰۶ھ	الفتاویٰ
المنصور الیمنی، سید عبداللہ بن حمزہ	(شافعی) ۶۱۴ھ	کتاب التہذیب
ابن مازہ، امام محمد بن الصدر	(حنفی) ۶۱۶ھ	ذخیرۃ الفتاویٰ، المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، وجیز فی الفتاویٰ
ابن شاس الجلال، عبداللہ بن نجم	(مالکی) ۶۱۶ھ	الجواہر الثمینۃ علی مذہب عالم المدینۃ
التمریزی، مظفر بن محمد	(شافعی) ۶۲۱ھ	سبط الفوائد
الطبرسی، ابومنصور احمد	(امامیہ) ۶۲۲ھ	الکافی
الرافعی، عبدالکریم بن محمد	(شافعی) ۶۲۳ھ	المحرر
العلیابادی، محمد بن عثمان	(حنفی) ۶۲۸ھ	کامل الفتاویٰ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

العلیمی، احمد بن مقبل	(شافعی) ۶۳۰ھ	الایضاح
الغطیس، یوسف بن احمد	(حنفی) ۶۳۴ھ	الفتاوی الصغریٰ، الفتاوی الکبریٰ
ابن ابی الدم، ابو اسحاق ابراہیم بن عبداللہ	(شافعی) ۶۴۲ھ	الفتاویٰ
ابن الصلاح، عثمان بن عبدالرحمٰن	(شافعی) ۶۴۳ھ	الفتاویٰ
الدزماری، احمد بن کشاشب	(شافعی) ۶۴۳ھ	کتاب الفروق
ابن التلمسانی، عبداللہ بن محمد	(شافعی) ۶۴۴ھ	المجموع
ابوشجاع الترکی	(حنفی) ۶۵۲ھ	الحاوی
العقیلی، احمد بن محمد	(حنفی) ۶۵۷ھ	شرح الجامع الصغیر
الزاہدی، مختار بن محمود	(حنفی) ۶۵۷ھ	زبدۃ الفتاویٰ
ابن عبدالسلام، عبدالعزیز	(شافعی) ۶۶۰ھ	الفتاویٰ الموصلیۃ، الفتاویٰ المصریۃ
ابن المراۃ، ابو اسحاق ابراہیم بن یوسف	(مالکی) ۶۶۱ھ	اجماع الفقہاء
فضل اللہ صوفی، محمد بن رسول	(حنفی) ۶۶۶ھ	فتاوی الصوفیۃ
الاذرعی، سلیمان	(حنفی) ۶۷۷ھ	الوجیز الجامع لمسائل الجامع، مناسک الحج
الدشناوی، احمد بن عبدالرحمٰن	(شافعی) ۶۷۷ھ	شرح تنبیہ ابی اسحاق الشیرازی، مناسک الحج
ابن ابی البدر	(حنفی) ۶۸۱ھ	المہم فی شرح مختصر الخرقی
الجماعیلی، عبدالرحمٰن	(حنفی) ۶۸۲ھ	تسہیل المطلب فی تحصیل المذہب
الترمذی، جعفر بن یحییٰ	(شافعی) ۶۸۲ھ	شرح الوسائل للغزالی
مجدالدین الموصلی	(حنفی) ۶۸۳ھ	الاختیار شرح المختار
القرافی، احمد بن ابی العلاء	۶۸۴ھ	الذخیرۃ
البصری، عبدالرحمٰن بن عمر	(حنفی) ۶۸۴ھ	الحاوی
ابن المحدث، ابو اسحاق جمال الدین	(حنفی) ۶۹۵ھ	شرح مختصر القدوری
الطبری، احمد بن عبداللہ	(شافعی) ۶۹۴ھ	تحریر التنبیہ لکل طالب نبیہ فی مختصر التنبیہ لابی اسحاق الشیرازی
الاذرعی، محمد بن سلیمان	(حنفی) ۶۹۹ھ	فتاوی الاذرعی
المرغینانی، عبدالرحیم	(حنفی)	الہدایۃ

آٹھویں صدی ہجری

الکاشغری، محمد بن محمد	(حنفی) ۷۰۵ھ	سنیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی
الطوسی، ضیاءالدین	(شافعی) ۷۰۶ھ	مصباح الحاوی ومفتاح الفتاویٰ
ابن عطاء الاسکندرانی	۷۰۹ھ	مختصر تہذیب المدونۃ للبرادعی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حافظ الدین النسفی، عبداللہ بن احمد	(حنفی) ۷۱۰ھ	المستوفی، الوافی
السروجی، احمد بن ابراہیم	(حنفی) ۷۱۰ھ	الغایۃ فی شرح الہدایۃ، افتاوی السروجیۃ، مناسک الحج
المارونی، عبداللہ بن علی	(حنفی) ۷۱۹ھ	کتاب الفروق
الیمنی، احمد بن علی	(شافعی) ۷۲۱ھ	شرح وسیط للغزالی، ہدایۃ المبتدی و تذکرۃ المنتہی فی شرح تنبیہ اسحاق الشیرازی
ابن تیمیۃ، احمد بن شہاب الدین	(حنفی) ۷۲۸ھ	شرح العمدۃ لموفق الدین، مناسک الحج
ابن ادریس الزیدی، محمد بن ادریس	(زیدی) ۷۲۹ھ	شفاء علۃ الصاوی فی فقہ الہادی
ابن الفرکاح، ابراہیم بن تاج الدین	(شافعی) ۶۲۹ھ	تعلیقہ الفوائد من تنبیہ ابی اسحاق، حل القناع فی حل السماع، رسالۃ فی مسئلۃ الخلع بالمفقر ویحتاج الیہ المعتمر والحاج فی المناسک
المنطقی، ابراہیم	(حنفی) ۷۳۲ھ	التقریر فی شرح الجامع الکبیر
البخاریدی، احمد بن الحسن	(حنفی) ۷۳۲ھ	شرح الہدایۃ
الجعبری، ابراہیم بن عمر	(شافعی) ۷۳۲ھ	مناسک الحج، شرح تعجیز الوجیز
ابن الترکشی، احمد بن ابراہیم	(حنفی) ۷۳۴ھ	شرح الہدایۃ
الباز ریہبۃ اللہ	(شافعی) ۷۳۸ھ	تیسیر الفتاوی، الزبد
ابن ترکمانی، احمد بن عثمان	(حنفی) ۷۴۴ھ	شرح الہدایۃ
ابن عبدالحق، ابراہیم بن علی احمد	(حنفی) ۷۴۴ھ	المنطقی، شرح الہدایۃ
ابن قدامۃ، محمد بن احمد	(حنفی) ۷۴۴ھ	المغنی
السکسکی، محمد بن عبدالرحمن	(شافعی) ۷۴۸ھ	فتاوی
ابن مکتوم، احمد بن عبدالقادر	(حنفی) ۷۴۹ھ	شرح الہدایۃ
المویدالزیدی، سید یحییٰ بن حمزہ	(زیدی) ۷۴۹ھ	الختیارات فی فقہ الزیدیۃ، الحاوی
النشائی، احمد بن عزالدین	(شافعی) ۷۵۸ھ	منتہی الجوامع
الطرطوسی، ابراہیم بن علی	(حنفی) ۷۵۸ھ	رسالۃ فی جواز الجمعۃ فی موضعین، الفتاوی الطرطوسیۃ، مخطوطات الاحرام، مناسک الحج
ابن علاء، عالم بن علاء	(حنفی) ۷۷۲ھ	شرح الہدایۃ، زاد المسافر فی الفتاوی مشہور بتارتارخانیہ
المقدسی، ابراہیم بن محمد	(شافعی) ۷۷۸ھ	التقریب
الحبشی، عبدالرحمن بن عمر	(شافعی) ۷۸۰ھ	الفتاوی الحسنیۃ
الجزری، محمد بن جمال	(امامیہ) ۷۸۲ھ	کتاب البیان
الزرکشی، محمد بن بہادر	۷۹۴ھ	الفتاوی
ابن رجب الحنبلی، عبدالرحمن بن شہاب	۷۹۵ھ	تقریر القواعد وتحریر الفوائد

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الغزی، علی بن عثمان	(حنفی) ۷۹۹ھ	الجوہر والدرر

نویں صدی ہجری

الحدادی، ابوبکر بن علی	(حنفی) ۸۰۰ھ	اسراج الوہاج الموضح لکل طالب محتاج فی شرح مختصر القدوری
ابن فہد الشیبی	۸۰۶ھ	خلاصۃ التنقیح
ابن المحدث، ابراہیم بن عبدالرزاق	(حنفی) ۸۰۷ھ	شرح مختصر القدوری
الدہروطی، احمد بن محمد	(شافعی) ۸۱۹ھ	عمدۃ المفید وتذکرۃ المستفید
القلقشندی، احمد بن علی	(شافعی) ۸۲۱ھ	شرح جامع المختصرات للدلجی
الغزی، احمد بن عبداللہ	(شافعی) ۸۲۲ھ	شرح جمع الجوامع
ابن خطیب عذراء	(شافعی) ۸۲۵ھ	منہاج الطالبین
العراقی ولی الدین	(شافعی) ۸۲۶ھ	تنقیح اللباب
البزازی، محمد بن محمد	(حنفی) ۸۲۷ھ	فتاوی البزازیہ
المہدی الزیدی، محمد بن المطہر	(زیدی) ۸۲۸ھ	المنہاج الجلی فی فقہ زید بن علی
الحصنی، ابوبکر بن محمد	(شافعی) ۸۳۹ھ	شرح الہدایۃ للمرغینانی، تلخیص المہمات للأسنوی
ابن فہد الحلی، احمد بن شمس الدین	(امامیہ) ۸۴۱ھ	الدر النضید، الہدایۃ فی فقہ الصلوٰۃ
الرملی، احمد بن امین الدین	(شافعی) ۸۴۴	شرح الحاوی، صفوۃ الزبد
الکرکی، برہان الدین ابراہیم	(شافعی) ۸۵۳ھ	الفتاوی الفیضیہ
ابن طیٔ العاملی	(امامیہ) ۸۵۵ھ	المسائل الفقہیہ
الحمیدی، قرۃ امرہ الحمیدی	(حنفی) ۸۶۰ھ	کنز الدقائق، جامع الفتاوی
البرہانی، داؤد بن سلیمان	(مالکی) ۸۶۳ھ	شرح رسالۃ ابن ابی زید القیروانی
العینی، عبدالرحیم بن محمود	(حنفی) ۸۶۴ھ	شرح کنز الدقائق
المناوی، یحییٰ بن محمد	(شافعی) ۸۷۱ھ	فتاوی الحداوی
الشمنی، احمد بن کمال الدین	(حنفی) ۸۷۲ھ	کمال الدرایۃ فی شرح النقایۃ
امام الکاملیۃ، محمد بن عبدالرحمن	(شافعی) ۸۷۴ھ	مختصر
الناشری، محمد بن الطیب	(شافعی) ۸۷۴ھ	ایضاح الفتاوی
الثعالبی، عبدالرحمن بن محمد	(مالکی) ۸۷۵ھ	جامع المہمات
قطلو بغا، القاسم بن قطلو بغا	(حنفی) ۸۷۹ھ	فتاوی القاسمیۃ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ابن المفلح، ابراہیم بن محمد	(حنفی) ۸۸۴ھ	المبدع شرح المقنع لابن قدامۃ
فرہبری، محمد بن یوسف	(حنفی) ۸۸۶ھ	زبدۃ الفتاویٰ
البتاعی، ابراہیم بن عمر	(شافعی) ۸۸۵ھ	شرح جمع الجوامع للسبکی
الیامی، محمد بن احمد	(شافعی) ۸۸۵ھ	فتح المنعم
البجائی، سلیمان بن یوسف	(مالکی) ۸۸۷ھ	شرح المدونۃ

دسویں صدی ہجری

القباقصی، ابراہیم بن محمد	(شافعی) ۹۰۱ھ	شرح جمع الجوامع للسبکی
ابومخرمۃ الیمنی	(شافعی) ۹۰۳ھ	الفتاویٰ
ابن الصیرفی، احمد بن صدقۃ	(شافعی) ۹۰۵ھ	عین الرشاد فی الارشاد
ابن العسکری، احمد ابن العسکری	(حنفی) ۹۱۲ھ	جامع المقنع والتنقیح
الوانشریسی، احمد بن یحییٰ	۹۱۴ھ	المعیار العرب الجامع المغرب فی فتاوی افریقیۃ والاندلس والمغرب
مفید التفتازانی، احمد بن یحییٰ	(حنفی) ۹۱۶ھ	حاشیۃ علی شرح الوایۃ
قورقود العثمانی، محمد بن السلطان بایزید	۹۱۸ھ	دلیل الطالب
الکانفری، مصطفیٰ بن محمد	(حنفی) ۹۱۹ھ	الرسالۃ الوضویۃ فی المسائل الشرعیۃ المصطفویۃ
ابن الشحنۃ، عبدالبر	(حنفی) ۹۲۱ھ	شرح کنز الدقائق
الطرابلسی، ابراہیم بن موسیٰ	(حنفی) ۹۲۲ھ	مختصر مجمع البحرین لابن الساعاتی
ابن ابی شریف البرہانی	(شافعی) ۹۲۳ھ	شرح الحاوی للقزوینی
القرمانی، سلیمان بن علی	(حنفی) ۹۲۴ھ	شرح مجمع البحرین لابن الساعاتی، رسالۃ سمت القبلہ
المزجد، احمد بن تقی	(شافعی) ۹۳۰ھ	تجرید الزوائد وتقریب الفوائد
ابن عبدالسلام، احمد بن محمد	(شافعی) ۹۳۱ھ	الخواطر الفکریۃ فی الفتاوی البکریۃ
الاماسی، موسیٰ بن موسیٰ	(حنفی) ۹۳۸ھ	مخزن الفقہ فی مسائل مہمۃ
ابن کمال، احمد بن سلیمان	(حنفی) ۹۴۰ھ	شرح الہدایۃ
جوی زادہ، محمد محی الدین	۹۵۴ھ	مجموعۃ الفتاویٰ
الحلبی، ابراہیم بن محمد	(حنفی) ۹۵۶ھ	تلخیص فتح القدیر، غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی
الزمزمی، عبدالعزیز بن علی	(شافعی) ۹۶۳ھ	الفتاوی الزمزمیۃ
المتوکل الزیدی، یحییٰ بن شمس الدین	(زیدی) ۹۶۵ھ	الاحکام، الاثمار مختصر الازہار
الاختری، مصطفیٰ بن شمس الدین احمد	(حنفی) ۹۶۸ھ	ام الفتاویٰ
ابن نجیم المصری، زین الدین	(حنفی) ۹۷۰ھ	البحر الرائق

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الحمیدی، ابراہیم بن عبداللہ	(حنفی) ۹۷۳ھ	حاشیۃ علی شرح الوقایۃ
ابن حجر الہیتمی، احمد بن محمد	(شافعی) ۹۷۴ھ	الفتوی الفقہیۃ
ابن حجۃ الشیبی، علی بن محمد	۹۷۵ھ	فتاوی الارشاد، فتاوی الشرائع
امام زادہ البرسوی، احمد بن محمد	(حنفی) ۹۷۷ھ	اختصار شرح کنز الدقائق، حاشیۃ ولی شرح الوقایۃ، حاشیۃ علی کنز الدقائق
حامد بن علی،	(حنفی) ۹۸۵ھ	الفتاوی الحامدیۃ
قاضی زادہ، احمد بن بدر الدین	(حنفی) ۹۸۸ھ	حاشیۃ علی شرح الوقایۃ، نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار فی تکملہ فتح القدیر

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی فقہ سے دلچسپی

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ سے گہری دلچسپی تھی۔ ان کتب کا نہ صرف خود مطالعہ کرتے بلکہ مریدین کو بھی مطالعہ کی تلقین کرتے۔ علم فقہ کے مقابلے میں بعض دیگر علوم کو ہیچ سمجھتے۔ ایک مکتوب میں اپنے پیر و مرشد سے اپنی خواہش بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علماء اور طلبہ علوم کے گرد بیٹھے ہوں اور تلویح ﴿۲۷﴾ کے مقدمات اربعہ کی کسی طالب سے تکرار کر رہا ہو۔ نیز ہدایہ ﴿۲۸﴾ کا تکرار بھی شروع کر رکھا ہو۔'' ﴿۲۹﴾

ایک مکتوب میں کتب فقہ کی کتب تصوف پر فوقیت کا ذکر کر کے ان کے مطالعہ کی اہمیت کا احساس دلاتے ہیں۔ شیخ نظام تھانیسری کو لکھتے ہیں:

''جس طرح آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر و مطالعہ ہوتا ہے۔ اسی طرح کتب فقہ کا بھی ذکر و مطالعہ ہو۔ فارسی زبان میں فقہ کی بے شمار کتابیں موجود ہیں، جیسے مجموعۂ خانی، عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی، بلکہ اگر آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر و مطالعہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ تصوف کا احوال سے تعلق ہے وہ قال میں نہیں آ سکتا۔ لیکن کتب فقہ کے زیر مطالعہ نہ ہونے سے ضرور نقصان کا احتمال ہے۔'' ﴿۳۰﴾

شیخ احمد نامی کسی شخص نے اسلام قبول کیا، اس کے لئے نصیحت کرتے ہوئے عبدالکریم سنامی کو لکھتے ہیں:

''مشارٌ الیہ (شیخ احمد) نومسلم ہے۔ اس لئے اس کو عقائد کلامیہ جو فارسی کتابوں میں مذکور ہیں، سکھائیں اور احکام فقہیہ کی بھی تعلیم دیں۔ تاکہ فرض، واجب، سنت، مستحب، حلال، حرام، مکروہ و مشتبہ کو پہچان لے اور اس کے موافق اپنی زندگی بسر کرے۔ گلستاں و بوستاں کا پڑھنا بے کاری میں داخل ہے۔'' ﴿۳۱﴾

درج ذیل مکاتیب میں بھی آپ نے علم فقہ کی اہمیت اور مطالعہ کی ترغیب دلائی ہے:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دفتر اول مکتوب: ۲۶۶
دفتر دوم مکتوب: ۶۱
دفتر سوم مکتوب: ۱۷

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ﴿۳۲﴾
شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی روشنی میں

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ حنفی المسلک تھے، اس لئے اپنی تصانیف میں جابجا حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں توصیفی کلمات لکھتے ہیں۔ ان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حاسدوں کے بے جا تعصب اور فاسد نظر پر افسوس، ہزار افسوس۔ امام اعظم فقہ کے بانی ہیں۔ تین چوتھائی فقہ ان کے لئے مسلم ہے جبکہ باقی آئمہ ایک چوتھائی میں سارے شریک ہیں۔ فقہ میں صاحب خانہ امام ابوحنیفہ ہیں اور باقی سب ان کے عیال ہیں۔ دوسرے آئمۂ مجتہدین کو وافر علم اور کمال تقویٰ کے باوجود امام ابوحنیفہ کے سامنے بچوں کی طرح دیکھتا ہوں۔'' ﴿۳۳﴾

فقہ حنفی کی عظمت کو اپنے کشف کی بناء پر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

بغیر تکلف کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کشف کی نظر سے اس مذہب حنفی کی نورانیت بہت بڑے دریا کی طرح دکھائی دیتی ہے اور باقی مذاہب حوضوں اور نہروں کی مانند نظر آتے ہیں اور ظاہر کی نظر سے دیکھیں تب بھی یہی کچھ دکھائی دیتا ہے کہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم ﴿۳۴﴾ متبعین امام ابوحنیفہ پر مشتمل ہے۔'' ﴿۳۵﴾

امام اعظم کے طریق اجتہاد پر بحث کرتے ہوئے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''مذہب حنفی کے اصول وفروع میں باقی تمام مذاہب سے ممتاز ہے۔ اور استنباط مسائل میں اس کا طریق کار ہی نرالا ہے۔''

عجیب معاملہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت کی پیروی میں سب آئمہ سے آگے ہیں اور اسی لئے مرسل احادیث کو وہ مستند احادیث کی طرح لائق متابعت جانتے ہیں اور اپنی رائے سے بہرصورت مقدم رکھتے ہیں۔'' ﴿۳۶﴾

دیگر آئمہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ اس ضمن میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''امام شافعی فرماتے ہیں کہ تمام فقہاء ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ منقول ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب امام اعظم کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے تو اپنے اجتہاد کو ترک کر دیا کرتے تھے اور اپنی رائے سے عمل نہیں کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ان (امام ابوحنیفہ) کے سامنے شرم آتی ہے کہ ایسا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عمل کروں جوان کے رائے کے خلاف ہو۔ وہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیتے اور فجر کی نماز میں قنوت بھی نہیں پڑھتے تھے۔ یقیناً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتِ شان کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔'' ﴿۳۷﴾

بعض لوگوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا تو ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے آپ نے لکھا:

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مخالفین صاحبِ رائے ﴿۳۸﴾ جانتے ہیں اور ایسے لفظوں سے یاد کرتے ہیں جو بے ادبی پر مبنی ہیں۔ حالانکہ وہ سب آپ کے کمالات کے علمی اور تقویٰ و ورع سے مالا مال ہونے کے معترف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو توفیق بخشے کہ وہ دین کے سردار اور مسلمانوں کے رئیس کو ایذا نہ پہنچائیں۔ اگر ان کا عقیدہ ہے کہ وہ بزرگ اپنی رائے سے حکم دیتے ہیں اور کتاب و سنت کی پیروی نہیں کرتے تو اس طرح مسلمانوں کا سوادِ اعظم ان کے زعم فاسد کی رو سے گمراہ اور بدعتی قرار پاتا ہے بلکہ وہ لوگ دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو جاتے ہیں مگر وہ جاہل جو خود اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا زندیق ایسا عقیدہ رکھے گا جو نصف دین کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ بعض نیم ملا چند حدیثیں یاد کر کے شرعی احکام کو ان میں منحصر ٹھہرا لیتے ہیں اور جو چیز ان کی معلومات سے باہر ہے ان کی نفی کرتے ہیں اور ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے اس کا انکار کرتے ہیں۔'' ﴿۳۹﴾

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و عمل، زہد و تقویٰ اور دیگر کمالات علمیہ و عملیہ نے آپ کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''حضرت امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی مانند ہے جنہوں نے ورع و تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی بدولت اجتہاد و استنباط میں وہ بلند مقام حاصل کیا ہے کہ دوسرے حضرات کی فہم اس کے سمجھنے سے عاجز و قاصر ہے۔'' ﴿۴۰﴾

دیگر بہت سے مقامات پر حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات، حالات و احوال، عظمتِ شان، تفقہ و دین داری پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ چند مقامات درج ذیل ہیں:

دفتر اول	مکتوب ۳۸، ۲۱۳، ۲۸۲، ۲۸۴
دفتر دوم	مکتوب ۵۵
دفتر سوم	مکتوب ۱۷، ۶۴، ۱۲۲، ۳
مبدا و معاد	ص: ۱۶۷

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تقلید کی شرعی حیثیت
(حضرت مجدد کے افکار کی روشنی میں)

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ تقلید کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''التَّقْلِيْد العَمَل بقَول من لَيْسَ قَوْله احدى الحجَج بلاَ حجَّة مِنْهَا'' ﴿۴۱﴾

تقلید کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا قول ماخذ شریعت نہیں ہے اس کے قول پر دلیل کا مطالبہ کئے بغیر عمل کر لینا۔ تقلید کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ تقلید عام یا تقلید غیر شخصی:

تقلید کیلئے کسی امام و مجتہد کو معین نہ کیا جائے بلکہ ایک مسئلہ میں ایک عالم کا مسلک اختیار کیا گیا ہے تو دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے عالم کی رائے قبول کر لی جائے۔

۲۔ تقلید شخصی:

تقلید کے لئے کسی ایک مجتہد عالم کو اختیار کیا جائے اور ہر ایک مسئلہ میں اس کا قول اختیار کیا جائے۔

تقلید کی ان دونوں قسموں کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ایک شخص براہِ راست قرآن و سنت سے احکام مستنبط کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو وہ جس مجتہد کو قرآن وسنت کے علوم کا ماہر سمجھتا ہے اس کی فہم وبصیرت اور اس کے تفقہ پر اعتماد کر کے اس کی تشریحات کے مطابق عمل کرتا ہے۔

چوتھی صدی کے بعد تقلید آئمہ اربعہ میں محصور ہوگئی۔ تقلید کی ابتداء، اسباب، حیثیت، اور اب سے آئمہ اربعہ میں محدود کرنا جیسے مباحث کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

''چوتھی صدی کے بعد سے کچھ تو علماء کے اختلافات اور بحث ومناظرہ کی وجہ سے، کچھ ان کے دینی واخلاقی معیار کے پست ہو جانے کی وجہ سے، کچھ علمی انحطاط اور پست ہمتی اور کم محنتی کی وجہ سے اس کی ضرورت پیش آئی اور اسی میں عافیت سمجھی گئی کہ پیشرو آئمہ مجتہدین اور مذاہب مدونہ کی تقلید اختیار کی جائے اور معاصرین کی بجائے متقدمین کے فتوئ پر عمل کیا جائے، لیکن عرصہ تک اس میں وہ تعیین والتزام اور تقلید شخصی کی وہ پابندی پیدا نہیں ہوئی جو بعد کی صدیوں میں نظر آتی ہے۔ رفتہ رفتہ تعیین والتزام اور تقلید شخصی کو اختیار کیا گیا لیکن اس کی حیثیت بھی تشریعی نہیں، بلکہ انتظامی تھی، انتشار اور اتباع ہوئی سے بچانے کے لئے، نیز عملی سہولت کی بناء پر ایک مذہب کی تقلید عملاً رائج ہوگئی اور ایسا ہونا ایک قدرتی امر اور واقعات کے عین مطابق تھا، خصوصاً تاتاری یورش کے بعد عالمِ اسلام پر جو عالمگیر فکری انحطاط اور علمی زوال طاری ہوا۔ اور ایسی بلند شخصیتوں کا عام فقدان ہوا جو اجتہاد کی صلاحیت رکھتی ہوں اور فرقوں اور فتنوں کی گرم بازاری ہوئی تو اسی میں عافیت سمجھی گئی کہ جن مذاہب کا کتاب وسنت کے مطابق ہونا ثابت ہے اور جو بحث ومباحثہ کے منازل طے کر چکے ہیں، اور ان کی تدوین مکمل ہو چکی ہے، ان پر عمل کیا جائے، یہ خصوصیات مذاہب اربعہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

میں پورے طور پر پائی جاتی ہیں اس لئے عام طور پر انہی کو اختیار کیا گیا۔'' ﴿۴۲﴾

عہد اکبر میں فقہی مسائل میں اختلافات کی حقیقت نہ جاننے والے نام نہاد علماء نے ان اختلافات کو اسلام میں عیوب و نقائص بتایا۔ اسی وجہ سے فقہی مسائل کا مذاق اڑایا جاتا۔ ان حالات میں عوام الناس کے سامنے فقہی مسائل کو زیر بحث لانا مناسب نہ تھا، اسی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذہب حنفی کی تقلید کی اور مریدین کو اس پر کاربند رہنے کا حکم دیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ مذہب مقامات نبوت کا حامل ہے اور امت کی ایک کثیر تعداد اس سے وابستہ ہے۔ علاوہ ازیں مشائخ نقشبند اکثر حنفی گذرے ہیں۔ آپ خطا کی صورت میں بھی مجتہد کی تقلید کو لازم قرار دیتے ہیں۔ شیخ صوفی کو ایک خط میں ارباب کشف اور مجتہدین کی خطاء کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''اہل کشف کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں جائز نہیں اور مجتہد کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں بھی جائز اور درست ہے بلکہ واجب و لازم ہے۔'' ﴿۴۳﴾

ملا مقصود تبریزی کو لکھتے ہیں:

''اور مجتہد پر کیا اعتراض کہ اس کی غلطی بھی ایک ثواب کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اگر چہ وہ خطا کر جائے پھر بھی اس کی تقلید نجات کا سبب ہے۔'' ﴿۴۴﴾

ایک اور مقام پر مقلد کو نصیحت فرماتے ہیں:

''جس طرح کتاب و سنت کے مطابق اعتقاد رکھنا ضروری ہے اسی طرح کتاب و سنت پر اس طریقہ کے مطابق جو آئمہ مجتہدین نے ان سے استنباط فرمایا ہے اور ان سے حلال و حرام، فرض و واجب اور سنت و مستحب اور مکروہ و مشتبہ احکام پر عمل کرنا اور ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور مقلد کو اس امر کی اجازت نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف از خود ہی کتاب و سنت سے احکام اخذ کرتا پھرے اور ان پر عمل کرے۔ عمل میں اپنے مجتہد کے مذہب میں جس کا تابع ہے قول مختار کو اختیار کرے اور رخصت سے بچتے ہوئے عزیمت پر عمل کرے۔'' ﴿۴۵﴾

عامی کے لئے نجات کا انحصار تقلید پر ہے۔ معارف لدنیہ میں لکھتے ہیں:

''تقلید کے شایان شان تو علوم شرعیہ ہی ہیں۔ نجات ابدی حنفی اور شافعی رحمہما اللہ کی تقلید میں ہی منحصر ہے۔'' ﴿۴۶﴾

آپ کے نزدیک اولیاء اللہ اور صوفیہ باوجود اپنی عظمت و بزرگی کے تقلید کے مکلف ہیں۔ صاحبزادگان کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''ولایت خاصہ کے مالک اور عام مؤمن مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ کشف اور الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی اور وہ تقلید سے باہر نہیں نکل سکتے۔ ذوالنون مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، اور شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں زید، عمرو، بکر اور خالد کے ساتھ جو کہ مومنین سے ہیں برابر ہیں۔'' ﴿۴۷﴾

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کرنا ایک قسم کا الحاد ہے۔﴿۴۸﴾

دفتر اول کے مکتوب ۳۱۲ میں آپ نے وضاحت کی ہے کہ مقلد کسی بھی صورت میں امام کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتا۔

واضح رہے کہ امام کا کوئی قول نصوص صریحہ کے خلاف ہو اس صورت میں امام کے قول کو چھوڑنا ہی اس امام کا مذہب ہوگا ﴿۴۹﴾۔ علماء کرام اور مشائخ نقشبندیہ اسی کے قائل ہیں۔ اس سلسلہ میں سلسلۂ مجددیہ کے نامور سپوت حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

ظاہر ہے کہ امت کے افراد پر پیغمبر کا اتباع واجب ہے لیکن ائمہ میں سے کسی کا اتباع واجب نہیں اور اہل امت کو اختیار ہے کہ وہ جس مجتہد کا مذہب چاہیں اختیار کریں اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنے سے حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب سے خارج ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہے تو وہ لائے۔ البتہ ان مشہور مذاہب میں سے ایک مسلک سے دوسرے مسلک میں منتقل ہونا تفصیل کا محتاج ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موضوع پر رسالہ ''جزیل المواہب فی انتقال المذاہب'' تالیف کیا جسکا خلاصہ یہ ہے:

''ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا جائز ہے۔ امام رافعی نے اس کی تائید کی ہے۔ اور امام نووی نے بھی اس کا اتباع کیا ہے۔ اور روضۃ ﴿۵۰﴾ میں لکھتے ہیں کہ مذاہب کی تدوین کے بعد یہ جائز ہے کہ مقلد ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہو جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ مقلد پر لازم ہے کہ دونوں مذہب کے مجتہدوں کے مطابق طلب علم کرے، اور جب اسے یقین ہو جائے کہ دوسرا گروہ زیادہ عالم ہے تو وہ جائز ہے، بلکہ واجب ہے۔ اگر اسے اختیار بھی دے دیں تو جائز ہے۔ انتہی

مقلد کی بھی کئی حالتیں ہیں۔ عقل کا تحصر بھی چار چیزوں سے خالی نہیں کیونکہ مقلد عامی ہے یا عالم، ان دونوں کے انتقال مذہب کی وجہ دینی ہے یا دنیاوی، اس لئے اگر جاہل ہے اور فقہ سے واقف نہیں اور اپنے مذہب کے بارے میں سوائے نام کچھ نہیں جانتا اور صرف مال و جاہ کے لئے مذہب بدلتا ہے تو یہ اس کی گھٹیا حرکت ہے۔ نیز اس کی تبدیلیٔ مذہب محض خلل ہے۔ اگر وہ عالم اور فقیہ ہے اور دنیا کے لئے مذہب تبدیل کرتا ہے تو یہ زیادہ سخت ہے۔ گویا کہ وہ مذہب کے ساتھ مذاق کرتا ہے، صرف دنیا کی غرض کے لیے، یہ ناجائز ہے۔

اگر اپنے مذہب میں وہ فقیہ ہے اور انتقالِ مذہب کا سبب دینی ہے اور دوسرے مذہب کو اس کے نزدیک قوی دلائل کے ساتھ ترجیح ہے تو اس پر انتقالِ مذہب واجب اور ایک روایت کے مطابق جائز ہے۔ اور اگر وہ فقہ سے واقف نہیں ہے اور اپنے مذہب میں تفقہ کے باوجود جاہل رہا اور دوسرے مذہب کو اپنے لئے زیادہ آسان اور جلد سمجھ میں آجانے والا خیال کیا اور دوسرے مذہب میں فقہ کی حیثیت حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے تو ایسے شخص کے لئے بھی انتقال مذہب واجب ہے۔ کیونکہ مذہب میں تفقہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جہالت سے بہتر ہے۔ کیونکہ کسی ایک مذہب میں مرتبہ تفقہ حاصل کرنا تمام مذاہب کے جہل سے بہتر ا ہے۔ غالبًا جاہل کی عبادت صحیح نہیں ہوتی۔ اور اگر انتقال کا کوئی دینی یا دنیاوی مقصد نہیں ہے بلکہ محض عمل کی وجہ سے ہے تو عام کے لئے بھی جائز ہے۔ لیکن فقیہ کے لئے ممنوع ہے۔ کیونکہ اس نے ایک مدت میں اس مذہب کا فقہ حاصل کیا ہے اور اگر اس نے دوسرے مذہب کو اختیار کیا تو اس مذہب کا فقہ حاصل کرنے کے لئے اسے پھر ایک عمر درکار ہے اور عمل جو اصل مقصد ہے، نہیں ہو سکے گا۔ پس اس کا مذہب تبدیل نہ کرنا ہی سب سے بہتر ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی غیر، حنفی مذہب میں آئے تو جائز ہے، اور حنفی کسی دوسرے مذہب میں جائے تو یہ ناجائز ہے، کہ محض تعصب ہے۔ اس کی کوئی سبیل نہیں، کیونکہ حقیقت میں تو سب امام برابر ہیں اور اگر حنفی مذہب یا کسی دوسرے مذہب کی تقدیم کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث وارد ہوتی تو اس مذہب کی تقلید امت کے ہر فرد پر واجب ہوتی اور دوسرے مذہب کی تقلید ناجائز ہوتی۔ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔

صاحب جامع الفتاویٰ ﴿۵۱﴾ نے، جو کہ حنفی المذہب ہیں، کہا ہے کہ مرد یا عورت کا مذہب شافعی سے مذہب حنفی میں جانا جائز ہے۔ لیکن یہ انتقال تمام مسائل میں ہونا چاہئے نہ کہ صرف چند مسائل میں، ماضی اور حال کے بہت سے بزرگوں نے مسلک تبدیل کیا ہے اگر یہ ناجائز ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ ﴿۵۲﴾

جو کوئی اس کے خلاف کہے، اس کا قول بے دلیل، ناقابل قبول اور نامعقول ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلامتی ہو۔'' ﴿۵۳﴾

خود شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک فقیہ اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر دوسرے امام کے قول پر بھی، بوقتِ ضرورت، فتویٰ دے سکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

شافعیہ بعض مسائل میں جن میں امام نے تنگی پیدا کی ہے، حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں میں آسانی مہیا کرتے ہیں مثلاً مصارف زکوٰۃ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے زکوٰۃ کو مصارف زکوٰۃ کی تمام اقسام پر تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے ایک مؤلفۃ القلوب بھی ہیں جو اس وقت مفقود ہیں، علماء شافعیہ نے حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ دیا ہے کہ ان اقسام میں اگر کسی ایک کو بھی زکوٰۃ دے دی جائے تو کافی ہے۔'' ﴿۵۴﴾

اسی مکتوب میں چند سطور پہلے لکھتے ہیں:

''فتویٰ آسان اور سہل قول پر دیا جائے اگرچہ اپنے مذہب کے موافق نہ ہو، خواہ کسی مجتہد کے قول پر ہو۔''

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جس تبدیلی مذہب کو الحاد کی قسم سے قرار دیا ہے وہ عوام الناس کے لئے ہے تاکہ وہ شریعت کو بازیچہ اطفال نہ بنالیں اور مسائلِ شریعت کو خواہشاتِ نفسانی کے تابع نہ کرلیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فقہ اسلامی کے ماخذ

فقہ اسلامی کے بنیادی ماخذ چار ہیں جنہیں ادلہ اربعہ کہا جاتا ہے۔ان کے بارے میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''شرعی احکام ادلہ اربعہ سے وابستہ ہیں۔احکام شریعت کے اثبات میں اصل چیز کتاب وسنت ہے اور مجتہدین کا قیاس اور امت کا اجماع بھی احکام کا مثبت ہے۔ان چار شرعی دلائل کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شرعیہ کی مثبت نہیں ہوسکتی۔﴿۵۵﴾

قرآن، سنت اور قیاس

قرآن وسنت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''جو آدمی قرآن وسنت سے آنکھیں بند کر کے جھگڑنا شروع کر دے وہ بحث سے خارج ہے شیخ سعدی نے فرمایا ہے:

آنکس کہ بقرآن وخبر زو نہ رہی
آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی

یعنی جس شخص سے بحث کے وقت تو قرآن وحدیث کے دلائل سے چھٹکارا نہیں پا سکتا اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس کو بالکل جواب نہ دے﴿۵۶﴾

قرآن کریم، سنت اور قیاس کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کے احکام کی تیسری قسم وہ ہے کہ انسانی طاقت ان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔جب تک اللہ ﷻ کی طرف سے ان کی اطلاع نہ ہو،ان احکام کو سمجھا نہیں جا سکتا اور اس اطلاع کا حصول پیغمبر ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور پیغمبر ﷺ کے علاوہ اور کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی۔یہ احکام چونکہ قرآن مجید سے ماخوذ ہیں لیکن ان کا اظہار نبی کے ذریعہ سے ہوتا ہے تو مجبوراً ان کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔کیونکہ ان کا اظہار سنت کی طرف سے ہوا ہے بلکہ اسی طرح جیسے کہ احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔کیونکہ ان کا مظہر قیاس ہے پس سنت اور قیاس دونوں مظہر احکام ہیں اگرچہ ان دونوں میں بہت فرق ہے کہ ان میں سے ایک (قیاس) کا اعتماد تو رائے پر ہے جس میں غلطی کا امکان ہے اور دوسرے سنت کو خدا تعالیٰ کی تائید حاصل ہے جس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ آخری قسم اصل (قرآن مجید) کے ساتھ کمال مشابہت رکھتی ہے۔گویا کہ احکام کی مثبت یہی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام احکام کی مثبت وہی کتاب عزیز (قرآن مجید) ہے۔﴿۵۷﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اجماع اور اجتہاد

جاننا چاہئے کہ صحابہ کرام ؓ کتاب وسنت کے مبلغ ہیں اور اجماع بھی انہی کے زمانہ سے وابستہ ہے ﴿۵۸﴾ زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد احکام اجتہادیہ ظنی ہیں جو مفید عمل تو ہیں لیکن مثبت اعتقاد نہیں ہیں کہ ان کا منکر کافر قرار پائے ہاں اگر مجتہدین کا اجماع کسی حکم پر منعقد ہو جائے تو وہ مثبت اعتقاد بھی ہو جاتا ہے۔ ﴿۵۹﴾ باقی رہا قیاس اور اجتہاد فقہی یہ بالکل بدعت نہیں بلکہ وہ نصوص کے معنی کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی نئی چیز یا زائد چیز کو ثابت نہیں کرتا۔ ﴿۶۰﴾

دیگر مآخذ

فقہ اسلامی کے جن ثانوی مآخذ کا حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا درج ذیل ہیں:

۱۔ الہام:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر صوفیہ کے حوالے سے الہام کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

''ہاں! شرعی احکام ادلۂ اربعہ سے وابستہ ہیں کہ الہام کو ان میں کوئی دخل نہیں ہے لیکن امور دینیہ احکام شرعیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں کہ جن میں پانچواں اصل الہام ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ تیسرا اصل الہام ہے۔ کتاب وسنت کے بعد یہ اصل قیامت تک قائم ہے پس دوسروں کو ان بزرگوں سے کیا نسبت؟ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ بعض اوقات میں عبادت کرتے ہیں اور وہ عبادت ناپسندیدہ ہوتی ہے اور یہ بزرگوار بعض حالات میں عبادت چھوڑ دیتے ہیں اور وہ چھوڑنا پسندیدہ ہوتا ہے۔ تو حق ﷻ کے نزدیک ان کا ترک دوسروں کے فعل سے بہتر ہے اور عوام اس کے برخلاف حکم کرتے ہیں اس کو عابد سمجھتے ہیں اور اس کو مکار اور فریبی۔''

سوال: جب دین کتاب وسنت سے مکمل ہو چکا تو مکمل ہونے کے بعد الہام کی کیا ضرورت پڑی اور کیا نقصان رہ گیا تھا جو کہ الہام سے پورا ہوا؟

جواب: الہام دین کے مخفی کمالات کا مظہر ہے، نہ کہ کمالاتِ زائدہ کا مثبت۔ جیسا کہ اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام دقائق واسرار کا مظہر ہے کہ اکثر لوگوں کا فہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہر چند کہ اجتہاد اور الہام میں فرق واضح ہے کہ اس (اجتہاد) کا دارومدار رائے پر ہے اور اس (الہام) کا دارومدار اللہ ﷻ کی ذات پر ہے۔ پس الہام میں ایک قسم کی اصلیت پیدا ہوگئی جو اجتہاد میں نہیں تھی۔ الہام کی مثال نبی کے اعلام کی طرح ہے جو کہ سنت کا ماخذ ہے۔ اگرچہ الہام ظنی ہے اور اعلام قطعی۔'' ﴿۶۱﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اسی مکتوب میں دوسرے مقام پر آپ لکھتے ہیں:

''الہام حلت وحرمت کا مثبت نہیں ہے اور اہلِ باطن کا کشف فرض وسنت کا اثبات نہیں کر سکتا۔ ولایت خاصۃ کے مالک اور عام مومن مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ کشف اور الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی۔''

اصولیین نے الہام کے عدم حجت پر تفصیلی بحث کی ہے۔﴿ ۶۲ ﴾ حضرت مجدد کا نکتہ نظر اصولیین کے عین مطابق ہے۔ اسی لیے آپ کے نزدیک وحی قطعی اور الہام ظنی ہے۔﴿ ۶۳ ﴾

قرآن وسنت کی نصوص کو الہام پر ترجیح دیتے ہوئے ملا طاہر بدخشی کو لکھتے ہیں:

''غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ صرف کتاب وسنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں۔ علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصلوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصولوں کے سوا اور جو کچھ بھی ہو، خواہ صوفیہ کے علوم ومعارف اور ان کے کشف والہام اگر ان اصولوں کے مطابق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہاں وجد وحال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تول لیں، نیم جو سے بھی نہیں خریدتے۔ کشوف والہام کو جب تک کتاب وسنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم دام کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔''﴿ ۶۴ ﴾

ا۔ تعامل:

مطلقاً تعامل استحسان کی دلیل نہیں جو تعامل معتبر ہے، وہ ہے۔ جو ابتدائی دور سے آ رہا ہو یا پھر تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہو۔ جیسا کہ فتاویٰ غیاثیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ شیخ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم مشائخ بلخ کے استحسان کو قبول نہیں کرتے بلکہ ہم متقدمین اصحاب کے اقوال کو قبول کریں گے کیونکہ ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ جواز پر وہ وہ تعامل دلالت کرے گا۔ جو کہ اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر مسلسل چلا آ رہا ہو تا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی تقریر پر دلیل ہو کہ آنحضرت ﷺ کی شریعت ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر لوگوں کا فعل حجت نہیں ہوگا۔ ماسوا اسی صورت کے تمام آدمی اس پر عمل کریں تا کہ یہ اجماع ہو جائے اور اجماع حجت ہے۔ کیا تم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اگر کچھ لوگ شراب کی تجارت یا سود کے رواج کو تعامل بنالیں تو ان کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

اور اس میں شک نہیں ہے کہ تمام لوگوں کے تعامل اور تمام شہروں اور بستیوں کے عمل کا علم حاصل کرنا بشری طاقت سے باہر ہے۔ باقی رہا ابتدائی دور کا تعامل جو کہ حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو اس عمل پر برقرار رکھنا ہے وہ درحقیقت آپ ہی کی سنت ہے۔''﴿ ۶۵ ﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۲۔ عرف:

قول یا عمل میں جمہور کی عبادت کا نام عرف ہے۔جن مسائل میں کوئی صریح حکم نہ ہو ان کا فیصلہ لوگوں کی عادات کے مطابق ہوتا ہے لیکن عرف کا دائرہ ان ہی حدود تک وسیع رہے گا جن میں شارع نے انسان کو آزادی دی ہے اور جہاں شارع نے پہلے ہی سے تحدید کر دی ہو وہاں عرف و عادات کا اعتبار نہ ہوگا۔

حضرت مجدد الف ثانی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ نے ایک مسئلہ کے ذریعے شریعت اسلامی کے اس اصول کی وضاحت کی ہے۔آپ کی بیان کردہ تفصیلات درج ذیل ہیں:

جان لیں کہ اس باب میں ہم بھی تردد اور شک رکھتے ہیں عرب کے لوگ پیش چاک پیراہن پہنتے ہیں اور اسے سنت جانتے ہیں اور فقہ حنفی کی بعض معتبر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پیش چاک پیراہن مردوں کو نہیں پہننا چاہئے کہ یہ عورتوں کا لباس ہے۔امام احمد و ابوداؤد حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ

لعن الرَجل یَلبس لبس المرء ۃ و المرأۃ تلبس لبس الرَجل

ترجمہ:''اس مرد پر لعنت ہوتی ہے جو عورت جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت ہوتی ہے جو مرد کا لباس پہنے۔''

مطالب المومنین میں ہے:''اور عورت مردوں سے مشابہت پیدا نہ کرے اور نہ ہی مرد عورتوں سے مشابہت کرے کیونکہ دونوں گروہوں پر لعنت ہوئی ہے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک اہل دین اور اہل علم کا لباس نہیں لہٰذا اسلامی حکومت میں رہنے والے کافروں کے لئے یہ لباس تجویز کیا گیا ہے۔

جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے:''تو ذمی شخص وہ لباس نہ پہنے جو اہل علم اور اہل دین کے ساتھ خاص ہے بلکہ موٹے کھدر کی قمیص پہنے جس کا چاک سینے پر ہو جیسا عورتوں کا ہوتا ہے۔''

نیز بعض علماء کے قول کے مطابق پیش چاک قمیص نہیں ہے بلکہ درع ہے ان کے نزدیک قمیص یہ ہے کہ جس کا چاک کندھوں کی طرف رکھا گیا ہو۔جامع الرموز میں عورت کے کفن کے بیان میں ہے (اور ہدایہ میں ہے قمیص کا بدل درع ہے) اور ان دونوں میں فرق یہ بتایا گیا ہے کی درع کا چاک سینے کی طرف ہوتا ہے اور قمیص کا چاک کندھے کی طرف۔بعض نے دونوں کو ایک قرار دیا ہے۔

فقیر کے نزدیک یہ بات درست دکھائی دیتی ہے کہ جب مردوں کو عورتوں کے مشابہ لباس پہننے سے منع کیا گیا ہے تو ہم دیکھیں گے کہ جس علاقے کی عورتیں پیراہن پیش چاک پہنتی ہیں اس علاقے کے مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کی مشابہت ترک کرتے ہوئے گول چاک والا پیراہن پہنیں اور جس علاقے کی عورتیں گول چاک والا پیراہن پہنتی ہیں وہاں مرد ضرورت کی بناء پر پیراہن پیش چاک استعمال کریں۔عرب کی عورتیں گول چاک ولا پیراہن پہنتی ہیں،اس لئے وہاں کے مرد پیش چاک کا پیرہن پہنتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہیں اور ماوراء النہر اور ہندوستان کی عورتوں کا لباس پیش چاک پیراہن ہے اس لئے مرد گول حلقے والا پیراہن استعمال کرتے ہیں۔

میاں شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میں مکے میں تھا تو شیخ نظام نارنولی کے ایک مرید کو دیکھا کہ وہ گول حلقے والا پیراہن پہن کر کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا اور عربوں کا ایک گروہ اس کرتے پر تعجب کر رہا تھا کہ اس نے عورتوں کا کرتہ پہنا ہوا ہے تو اعتبار عرف و عادت کا ہے۔ اہل عرب کا عمل بھی درست ہے اور ہندوستان اور ماوَرَاء النہر والوں کا عمل بھی درست ہے۔ ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے۔

اگر پیش چاک پیراہن کی سنیت علمائے حنفیہ کے نزدیک ثابت ہوتی تو اس لباس کو ذمی لوگوں کے لئے جائز قرار نہ دیتے، اور اہل دین اور اہل علم سے خاص رکھتے۔ چونکہ اس لباس میں عورتیں پیش چاک پہنتی ہیں اس لئے یہاں کے مردوں کا لباس عورتوں کے لباس کے تابع کر دیا گیا۔ ﴿۶۶﴾

آپ کے نزدیک زمان و مکاں کی تبدیلی سے عرف بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ ﴿۶۷﴾

تشریع کے قرآنی اصول

انسانی طبیعت و مزاج کے پیش نظر، قرآن کے اوامر و نواہی میں جن اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عدم حرج
۲۔ قلت تکلیف
۳۔ تدریج
۴۔ نسخ

ان میں سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جن اصولوں کے حوالہ سے کچھ لکھا ہے وہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

عدم حرج اور قلت تکلیف

حرج درحقیقت تنگی کو کہتے ہیں وہ مشقتیں جو عادتاً روزانہ کے کام میں ہوتی ہیں حرج میں داخل نہ ہوں گی ورنہ مطلقاً حرج سے گلو خلاصی تو ممکن ہی نہیں۔ عدم حرج کا لازمی نتیجہ قلت تکلیف ہے۔ امت محمد یہ ﷺ پر اللہ ﷻ کا یہ خصوصی انعام ہے کہ اسے غیر معتاد مشقت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

عدم حرج اور قلت تکلیف کے بارہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے افکار درج ذیل ہیں:

مولانا بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کو ان امور کی وضاحت کرتے ہوئے، دین میں آسانی کے پہلو پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

روشنی ڈالتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''یہ بات بھی علم میں ہونی چاہیے کہ اللہ ﷻ نے بندوں کو ان کی طاقت اور استطاعت کے مطابق مکلف بنایا ہے اور ان کے ضعف خلقت کے باعث تکلیف میں ان کے لئے آسانی رکھی ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا:

یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاً ﴿۶۸﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تم سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''

اور اللہ ﷻ کی طرف سے آسانی کیوں نہ ہو حالانکہ وہ ذات سبحانہ حکیم، رؤف اور رحیم ذات ہے۔ اس کی حکمت، نرمی اور رحمت کے یہ لائق نہیں کہ بندے کو اس امر کی تکلیف دے جو اس کی استطاعت سے باہر ہو چنانچہ اللہ نے کسی انسان کو بہت بڑی چٹان اٹھانے کی تکلیف نہیں دی جس کے اٹھانے پر بندہ قادر نہیں بلکہ ایسے امور کی تکلیف دی ہے جو بندے کے لئے بہت آسان ہیں جیسے:-

نمازیں؛ جو قیام، رکوع، سجود اور آسان قرأت پر مشتمل ہیں اور یہ سب نہایت ہی آسان کام ہیں۔ اسی طرح روزوں میں بھی سہولت ہے اور زکوٰۃ کی بھی یہی نوعیت ہے، چنانچہ چالیسواں حصہ زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے، سارا یا نصف مال دینا لازم نہیں تاکہ بندوں کو گراں اور بھاری محسوس نہ ہو۔

یہ بھی اللہ کی کمال کرم نوازی ہے کہ ہر مامور بہ کا اس کے ادا نہ ہونے کی صورت میں بدل اور عوض مقرر کر دیا۔ چنانچہ وضوء کے بدلے تیمم جائز قرار دے دیا گیا اسی طرح یہ حکم بھی دیا کہ جو کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے پر قادر نہ ہو، بیٹھ کر نماز پڑھے اور جو بیٹھنے پر بھی قادر نہ ہو لیٹ کر نماز پڑھ لے اور جو رکوع و سجود پر قدر نہ رکھتا ہو اشارے سے نماز ادا کرے۔ وغیرذٰلک۔ جیسا کہ نظر انصاف و اعتبار سے احکام شرعیہ کو دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں تو ایسا شخص دیکھے گا کہ تمام تکلیفات شرعیہ میں نہایت آسانی اور سہولت ہے۔ تکلیفات شرعیہ کے آسان ہونے کی گواہی اس سے ملتی ہے کہ عوام زیادہ تکلیفات شرعیہ کی آرزو کرتے ہیں چنانچہ بعض یہ آرزو کرتے ہیں کہ فرض روزے ایک ماہ سے زیادہ ہونے چاہئیں۔ اور بعض فرض نمازوں میں زیادہ ہونے کے آرزومند ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اور اس تمنا کی وجہ صرف یہی ہے کہ احکام شرعیہ میں نہایت آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ﴿۶۹﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشرکوں کی نجاست سے مراد ان کا خبث باطن اور بد اعتقادی ہے نہ کہ ان کا نجس العین ہونا۔ وہ علماء جو مشرکوں کی نجاست کو نجس العین سمجھتے ہیں ان کا رد کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''مشرک لوگ نجاست سے پرہیز نہیں کرتے تو یہ بات آج اکثر اہل اسلام میں موجود ہے اور یہ چیز آدمی کی نجاست کا سبب ہو تو معاملہ تنگ ہو جائے گا اور اسلام میں تنگی نہیں۔'' ﴿۷۰﴾

اسی مکتوب میں چند سطور بعد آپ لکھتے ہیں:

''اور پھر یہ بھی ہے کہ دین میں تنگی نہیں ہے اور یہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ ان پر نجاست کا حکم لگانا اور ان کو نجس العین سمجھنا مسلمانوں پر کتنی تنگی ڈالتا ہے اور ان کو کسی قدر محنت میں مبتلا کرتا ہے۔''

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''وہ لوگ جو کافروں کے کھانے' پانی کے حرام ہونے کے قائل ہیں، یہ عادۃً محال ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کے ارتکاب سے محفوظ رکھ سکیں۔ خصوصاً ہندوستان کے علاقہ میں کہ یہ مصیبت بہت زیادہ ہے، اس مسئلہ میں جو ''عموم بلوی'' ﴿۷۱﴾ رکھتا ہے بہتر یہ ہے کہ فتویٰ آسان اور سہل قول پر دیا جائے اگرچہ اپنے مذہب کے موافق نہ ہو خواہ کسی مجتہد کے قول پر ہو۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴿۷۲﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ تنگی مقصود نہیں۔''

یہ بھی فرمایا:

یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ﴿۷۳﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تم سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''

مخلوق کو تنگ کرنا اور ان کو ناراض کرنا حرام ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے برخلاف ہے۔ شافعیہ بعض مسائل جن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تنگی پیدا کی ہے، حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو آسانی مہیا کرتے ہیں۔'' ﴿۷۴﴾

نسخ:

نسخ کے دو مطلب ہیں:

۱۔ پہلا حکم بالکل ختم کر دیا جائے۔

۲۔ حالات کے لحاظ سے پہلے حکم میں کسی قسم کی ترمیم کر دی جائے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نسخ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''پس نسخ ان احکام میں ہوتا ہے جو کہ بحسب لغت صحیفہ منزلہ سے ثابت ہوں اور وہ احکام جو اجتہاد اور اعلام سے ثابت ہو اور سنت و اجتہاد کی طرف منسوب ہوں ان میں نسخ نہیں ہوتا۔ نسخ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ حکم ثانی تمام لوگوں کے لیے عام ہو تا کہ اس حکم کو رفع کرے جو ایک گروہ کی نسبت دیا گیا تھا۔ پس ایک پیغمبر کا اجتہاد اور اس کی سنت دوسرے پیغمبر کے اجتہاد اور سنت کی ناسخ نہیں ہوتی کیونکہ وہ کسی دوسری قوم کے لئے ہوتا ہے اور یہ کسی اور قوم کے لئے۔ ہاں اگر یہ اختلاف سب لوگوں کے لئے یا کسی ایک قوم کے لئے ہو تو اس صورت میں واقعی نسخ ہوگا، جیسا کہ اس شریعت میں ہے جو کہ تمام لوگوں کے لئے ہے۔ حکم ثانی حکم اول کے لئے ناسخ ہوگا۔ پس ہمارے پیغمبر ﷺ کی پچھلی سنت ان کی پہلی سنت کی ناسخ ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ بعد نزول اس شریعت کی اتباع کریں گے کہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔'' ﴿۷۵﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نص کی الفاظ پر دلالت:

نص کی الفاظ پر دلالت کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں۔ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے۔ بلکہ تمام پہلی شریعتوں کا بھی جامع ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ اس شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں جو عبارۃ النص ﴿۷۶﴾، اشارۃ النص ﴿۷۷﴾، دلالۃ النص ﴿۷۸﴾، اور اقتضاء النص ﴿۷۹﴾ سے معلوم ہوئے ہیں۔'' ﴿۸۰﴾

سنت کی اقسام

سنت کی دو اقسام ہیں:

سنت ہدیٰ: انہیں سنت موکدہ بھی کہتے ہیں جیسے جماعت، اذان، اقامت

سنت عادیہ: اسے سنت غیر موکدہ بھی کہا جاتا ہے جیسے عصاء کا پکڑنا، عمامہ باندھنا۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سنن کے احکامات کی درج ذیل تفصیل بیان کی ہے:

سنن ہدیٰ میں وہ سنن موکدہ جو شعائر کا درجہ رکھتی ہیں ان کے تارکین پر عتاب ہوگا حتیٰ کہ اگر کسی شہر کے مکین اذان، جماعت کے ترک پر مصر ہوں تو حاکم وقت ان کو طاقت کے ذریعے ان سنن کی دعوت دے کیونکہ ایسی سنن شعائر اسلام ہونے کی وجہ سے بمنزلہ واجب ہیں وہ سنن جو شعائر اسلام کے درجہ پر فائز نہیں تو ان کا حکم یہ نہیں ہوگا۔

سنن پر عمل مستحسن ہے کیونکہ جو عمل رسالت مآب ﷺ نے کیا ہے خواہ بطور عبادت یا بطور عادت۔اس پر عمل خیر ہی خیر ہے بلکہ از راہِ محبت کرنے سے امتی کے درجات میں بلندی اور حضور ﷺ کا قرب نصیب ہوتا ہے مگر اس پر عمل پیرا نہ ہونے والے انسان پر ملامت نہیں کی جاسکتی کیونکہ جب نبی اکرم ﷺ نے ان بیان سنن کا امت کو پابند نہیں کیا تو اب دوسرے کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس میں سختی کرے۔ ﴿۸۱﴾

ان کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کا عمل دو طرح پر ہے۔ایک عبادت کے طریق پر دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کیوں کہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔اس کا ہونا نہ ہونا عرف و عادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر کیوں کہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے برخلاف ہے اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے البتہ عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔'' ﴿۸۲﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فرائض کی نوافل پر فضیلت:

''اس وقت کے اکثر آدمی نوافل کی ترویج اور فرائض کی تخریب میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ نفلی عبادات کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں اور فرائض کو توجہ کے لائق نہیں سمجھتے اور انہیں حقیر و بے اعتبار جانتے ہیں۔ تمام دولت وقت یا بے وقت مستحق، غیر مستحق کو دے دیتے ہیں۔ لیکن ایک دمڑی بھی ان کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں دینا جو کہ صحیح مصرف ہے، بڑا مشکل ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ زکوٰۃ میں ایک دمڑی دینا نفلی صدقہ میں ایک لاکھ روپے دینے سے بہتر ہے۔'' ﴿۸۳﴾

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''اور شک نہیں کہ نفل فرض کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی ہی نسبت ہوتی، بلکہ نفل کی سنت کے مقابلہ میں یہی نسبت ہے، اگرچہ سنت و فرض کے درمیان بھی قطرہ اور دریا کی نسبت ہے۔'' ﴿۸۴﴾

مباحات کا دائرہ وسیع ہے

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے بندوں پر اپنی مہربانی سے مباحات کا دائرہ بڑا وسیع کیا ہے، وہ بڑا ہی کوئی بدنصیب ہوگا جو کہ سینہ کی تنگی کی وجہ سے اس دائرہ کو تنگ سمجھے اور وسیع دائرہ سے باہر قدم رکھے اور حدود شریعت سے تجاوز کرے اور مشتبہ و حرام میں مبتلا ہو جائے۔'' ﴿۸۵﴾

اگر کوئی امر سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو؟

اگر کوئی کام بعض علماء کے نزدیک سنت اور دوسروں کے نزدیک بدعت ہو تو اس کے بارے میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

''اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ کان ترک السنۃ راجحاً علیٰ فعل البدعۃ'' ﴿۸۶﴾

یعنی اس صورت میں سنت کو ترک کیا جائے گا۔

احمد رضا قادری سنت و مکروہ میں تعارض کی صورت میں ترک ہی کو اولیٰ سمجھتے ہیں۔ ﴿۸۷﴾

درج بالا صورتوں کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنا نکتہ نظر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''علماء کے ہاں یہ مسلم ہے کہ احتمال کے لئے منافع کثیرہ کو چھوڑنا چاہئے۔اسی کے قریب وہ کلام ہے کہ اگر کوئی معاملہ سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو عملِ سنت سے ترکِ بدعت بہتر ہے۔کیونکہ بدعت کے کرنے میں احتمالِ ضرر ہے اور سنت میں توقع منافع ہوتی ہے، پس ضرر کے احتمال کو نفع کی امید پر ترجیح دے کر بدعت کو ترک کر دینا چاہئے۔'' ﴿۸۸﴾

جواز وعدم جواز میں تعارض کا حل:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے دستورِ فقہی کی وضاحت کرتے ہوئے خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آپ پوری عزیمت سے فقہاء کبار کے مختار اور مفتیٰ بہ قول پر عمل کرتے تھے اور ایسا عمل جس میں کچھ جواز اور کچھ کراہت کا پہلو فقہاء بیان کرتے تو آپ کراہت کے پہلو ترجیح دے کر اس پر عمل نہ کرتے اور فرماتے کہ اگر جواز عدم جواز اور حِل وحرمت کا اختلاف ہو جائے تو جانب عدم جواز اور جانب حرمت کو ترجیح دینی چاہئے۔'' ﴿۸۹﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں لکھتے ہیں:

''اگر کسی مسئلہ میں فقہاء کے درمیان جواز وعدم جواز اور حلال وحرام کا تعارض واقع ہو جائے تو عدم جواز کے پہلو کو ترجیح دی جائے۔'' ﴿۹۰﴾

مکروہ تحریمی:

جو مکروہ مباح کے مقابلے میں آتا ہے وہ مکروہ تحریمی ہے۔ ﴿۹۱﴾

مطلق اور مقید:

علمائے حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو ہی اپنے اطلاق پر رکھنے کے قائل ہیں۔اور مقید پر عمل نہیں کرتے لیکن روایات میں انہوں نے مطلق کو مقید پر عمل کرنا جائز بلکہ لازم قرار دیا ہے۔ ﴿۹۲﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مسئلہ تکفیر مسلم

تکفیر مسلم بدترین گناہ ہے۔علماء نے ہمیشہ اس سلسلہ میں نہایت درجہ احتیاط کی ہے۔اور حزم و احتیاط کا حکم دیا۔احادیث صحیحیہ میں ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والے پر کفر لوٹ پڑتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا قَالَ الرَّجل لا خِیْہِ یَا کَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِھَا اَحَدھُمَا﴿۹۳﴾

یعنی''جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے تو بے شک ان دونوں میں سے ایک ضرور اس کلمہ کفر کا حق دار ہو جاتا ہے۔''

یہی وہ خطرہ ہے جس کی وجہ سے علماء کرام اور فقہاء عظام نے تکفیر مسلم کے معاملہ میں پھونک پھونک کر قدم رکھا۔امام تقی الدین سبکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

''اے بھائی!اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق عطا فرمائے۔مسلمان کو کافر کہنے پر اقدام بڑی دشوار چیز ہے۔جس شخص کے دل میں ایمان ہوگا وہ بد مذہبوں کے کافر کہنے کو بھی خطرناک جانے گا باوجود اس چیز کے کہ وہ لا اِلٰہَ اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کے قائل ہیں۔یقیناً کافر کہنا بڑا ہولناک اور بڑے خطرے کی چیز ہے۔''﴿۹۴﴾

اسی احتیاط وللّٰہیت کی بناء پر حضرت شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بھی کافر قرار نہیں دیتے۔اس سلسلہ میں آپ رقمطراز ہیں:

''مومن گناہوں کے ارتکاب سے اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہوں ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور کفر کے دائرہ میں داخل نہیں ہوتا۔منقول ہے کہ ایک روز علماء کبار کے ایک بڑے مجمع میں حضرت امام ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص آیا اور اس نے محفل میں یہ مسئلہ پیش کیا کہ کیا فرماتے ہیں علماء کبار ایک ایسے فاسق مومن کے حق میں جس نے ناحق اپنے باپ کو قتل کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر کے اس کے سر کا کاسہ بنا کر اس میں شراب ڈال کر پی لی اور شراب نوشی کے بعد اپنی ماں سے زنا کیا۔کیا وہ شخص مومن ہے یا کافر؟اس علماء کے زمرہ میں ہر ایک نے اس کے حق مین بڑھ چڑھ کر غلو سے کام لیا اور اسے ایمان سے خارج بتایا۔امام ابوحنیفہ نے اسی دوران میں فرمایا کہ وہ شخص مومن ہے اور ان کبائر کے ارتکاب سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوا۔امام صاحب کی یہ بات دوسرے علماء کو نہایت ناگوار گذری اور اس پر انہوں طعن وتشنیع کی،زبان کو دراز کیا۔بالآخر مباحثہ کے بعد امام صاحب کی بات کو سب نے قبول کیا اور اس کے درست ہونے کا اعتراف کیا۔''﴿۹۵﴾

حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے نزدیک جب تک کوئی ضروریات دین کا انکار نہ کرے گا وہ کافر نہ ہوگا۔اس سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ تصریح فرماتے ہیں:

''چونکہ بدعتی فرقے اہل قبلہ ہیں ان کو کافر کہنے کی جرأت نہیں کرنی چاہئے،جب تک کہ وہ ضروریات دینیہ کا انکار نہ کریں۔اور احکام شرعیہ میں سے متواترات کا رد نہ کریں اور جو چیز یقینی طور پر دین

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

میں آئی ہے اس کو رد نہ کریں۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی میں ننانوے وجہ کفر کی ظاہر ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس کی وجہ تصحیح کرنی چاہئے اور کفر کا حکم نہ کرنا چاہئے۔'' ﴿۹۶﴾

واضح رہے کہ ضروریات دین سے مراد وہ امور ہیں جن کو ان کی شہرت کی وجہ سے عوام خواص سب ہی دین کی ضروری باتیں سمجھتے ہیں جیسے توحید، رسالت، پانچ نمازیں وغیرہ، ان کی دو اقسام ہیں:

۱۔ وہ امور جن کا ضروریات دین میں سے ہونا خواص اور علماء کی صحبت میں بیٹھنے والے عوام کو معلوم ہو۔ ایسے امور کا انکار خواص کریں یا عوام، بہر حال یہ کفر ہے۔

۲۔ وہ امور جن کا ضروریات دین میں سے ہونا بعض عوام پر مخفی ہوتا، اگر عوام میں سے کوئی ان کا انکار کر دے تو اسے کافر نہیں کہیں گے۔ لیکن علماء کے بتانے پر بھی وہ بضد رہے تو کافر ہے۔ ﴿۹۷﴾

اگر کوئی شیخین کی فضیلت کا انکار کرے تو علماء اسے کافر قرار نہیں دیتے۔ فتاوی عالم گیری میں ہے:

''الرافض اذا کان یسب الشیخین ؓ و یلعنهما و العیاذ بالله فهو کافر و ان کا ن یفضلا علیا کرم الله تعاله و جهه علی ابی بکر ؓ لا یکون کافر الامبتدع'' ﴿۹۸﴾

لیکن حضرت ابو بکر ؓ کی صحابیت کا انکار کفر ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

''من انکر صحبة ابی بکر الصدیق ؓ کفر بخلاف انکار صحبة غیره'' ﴿۹۹﴾

یعنی اگر حضرت علی ؓ کو حضرت ابو بکر ؓ پر فضیلت دیں تو بدعتی ہیں کافر نہیں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول حضرت ابو بکر ؓ کی صحابیت کا انکار کفر ہے؛ کیونکہ یہ نص سے ثابت ہے لیکن دوسروں کی صحابیت کا انکار کفر نہیں۔ اس ضمن میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے درج ذیل ہے:

''لیکن احوط یہی ہے کہ حضرت عثمان ؓ کے منکر بلکہ شیخین کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ کریں اور مبتدع اور ضال جانیں کیونکہ اس کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے اور اس اجماع کے قطعی ہونے میں بہت قیل و قال ہے۔ ایسا منکر یزید بد بخت کا ساتھی اور بھائی ہے کہ اسی احتیاط کے باعث علماء نے اس کے لعن کرنے میں توقف کیا ہے۔'' ﴿۱۰۰﴾

دوسری جگہ یزید پر لعنت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''بعض علمائے اہل سنت نے اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے، اس پر راضی ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ رجوع اور توجہ کے احتمال کی رعایت کے باعث کیا ہے۔'' ﴿۱۰۱﴾

یزید بد بخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف اہل سنت کے مقررہ اصل کے باعث ہے۔ کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لئے اگر چہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے۔'' ﴿۱۰۲﴾

اگر کسی مسلمان سے کوئی ایسا لفظ صادر ہو گیا جو بظاہر علوم شرعیہ کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا تو اس کی طرف تھوڑی سی توجہ کر کے اس کے ظاہری معنی سے پھیر کر مطابق شریعت کے کرنا چاہئے۔ اشاعت فاحشہ اور فاسق کی رسوائی کرنا جب کہ شریعت میں حرام ہے تو مسلمان کو رسوا کرنا، فقط اشتباہ کی وجہ سے کیونکر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

مناسب ہوگا؟ اور شہر بشہر اس کی منادی کرنا کون سی دین داری ہے؟ طریق مسلمانی ومہربانی کا یہ ہے کہ اس کلمہ کو جس کا ظاہر مخالف علومِ شرعیہ ہے، اگر کسی سے صادر ہوا تو دیکھنا چاہئے کہ وہ شخص کیسا ہے۔ اگر ملحد و زندیق ہے تو اس کا رد کرنا چاہئے اور اس کی اصلاح کی کوشش نہیں کرنی چاہئے اور اگر اس کلمہ کا قائل مسلمان ہو کہ خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو تو اس بات کی اصلاح میں کوشش کرنی چاہیے اور اس کے لئے صحیح محمل نکالنا چاہئے یا اس قائل سے اس کا حل طلب کرنا چاہیے۔ اگر وہ شخص اس کے حل کرنے سے عاجز ہو جائے تو اس کو نصیحت کرنا چاہیے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر نرمی سے کرنا بہتر ہے کہ قبول کرنے کے نزدیک ہے اگر مقصود تسلیم کرانا ہو اور اگر صرف رسوا کرنا مطلوب ہو تو دوسری بات ہے۔'' ﴿۱۰۳﴾

بدعت

بدعت ﴿۱۰۴﴾ لغت میں ایسی نئی چیز کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو۔ اصطلاح شریعت میں اس محدث فی الدین کو کہتے ہیں کہ جس کا وجود شرعی زمانہ رسالت مآب ﷺ میں نہ ہو۔ شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم کے بعد دین میں کسی بدعت کی گنجائش نہیں۔ ہر کام کے لیے کسوٹی اسوۂ حسنہ ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے کہ سنت میں میانہ روی اختیار کرنا بدعت میں کوشش کرنے سے بہتر ہے ﴿۱۰۵﴾ جس کو سنت سے جس قدر محبت ہوگی وہ بدعت سے اتنا ہی متنفر ہوگا۔

فطرت انسانی کو مسخ کر کے صفائی قلب سے محروم کرنے والی شئے بدعت ہے اسی وجہ سے سلف صالحین اس سے اجتناب کرتے۔ بدعت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کے مقابل انسان کسی نہ کسی سنت کی حلاوت سے محروم ہو جاتا ہے۔ بدعت درحقیقت شرک فی النبوۃ ہے۔ اس سے ہر ممکن اجتناب ضروری ہے۔

بعض علماء نے بدعت کی تقسیم کی ہے۔ انکے مطابق امور انتظامیہ، تعلیم وتدریس کے متعلقہ امور اور مباحات متجددہ بدعت حسنہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بخاری ومسلم کی حدیث **من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد** میں **فی امرنا ھذا** کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ بدعت کا تعلق امور دینیہ سے ہے نہ کہ امور دنیوی سے، لہٰذا اقترابات میں تو بدعت کا قاعدہ جاری ہوگا۔ اس میں کسی قرینۂ شرعی کے بغیر مطلق کو مقید اور عام کو خاص نہیں کر سکتے کیونکہ **مالیس منہ** میں ما عموم پر دلالت کرتا ہے، لیکن اختراعات، ملبوسات، ماکولات وغیرہ میں بدعت کا قاعدہ جاری نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جب بدعت کی مثالیں دیں تو اقترابات (ذکر بالجہر، عبادت کے لئے اپنی طرف سے تقرر ایام وتعین صورت، زبان سے نماز کی نیت، نوافل کی جماعت وغیرہ) کا ذکر کیا اور جب آپ سے میر نعمان نے یہ پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں لباس فرجی، شال اور شلوار نہیں تھی، آپ اس سے منع کیوں نہیں کرتے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لیکن ذکر بالجہر سے منع کرتے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سنت ہدی اور عادیہ کا فرق بیان کر کے وضاحت کی ۔اس سے ظاہر ہوتا کہ حضرت مجدد بدعت کی اس تقسیم کے بھی قائل نہیں جو علماء نے کی ہے۔ بدعت کے حوالہ سے آپ کے افکار و نظریات درج ذیل ہیں:

احادیث کے حوالہ سے بدعت کی مذمت کرتے ہوئے حضرت مجدد لکھتے ہیں:

من احدث في امرنا هٰذا ماليس منه فهو رد

جس نے ہمارے اس دین میں وہ چیز نکالی جو اس میں نہ ہو تو وہ شے مردود ہے۔ جو شے مردود ہو اس میں حسن کہاں سے آ سکتا ہے حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

امابعد فان خير الحديث كتاب الله و خير الهدى هدى محمد و شر الامور محدثاتها و كل بدعة ضلالة

بعد حمد وصلاۃ، پس بے شک بہتر بات کتاب اللہ ہے اور سب سے بہتر سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور چیزوں میں سب سے بدتر نئی باتیں ہیں۔ اور ہر نئی چیز گمراہی ہے۔

دوسری جگہ آپ نے فرمایا:

اوصيكم بتقوى الله و السمع و الطاعة و ان كان عبد احبشيا فانه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكو بها و عضو عليها بالنواجذ واياكم و محدثات الامور فان كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة

''اے لوگو میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، اپنے اولی الامر کی بات سننے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین کرتا ہوں اگر چہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ دیکھے گا۔ تو تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھامو اور اسے اپنی ڈاڑھوں سے پختگی سے پکڑو اور نئے نئے امور سے بچنا۔ پس بے شک ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی و ضلالت ہے۔

تو جب دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت ضلالت و گمراہی تو بدعت میں اچھائی ہونے کے کیا معنی؟ نیز احادیث سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے، یہ ہے کہ ہر بدعت رافع سنت ہے لہذا ہر بدعت سئیہ ہی ہوگی۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّکَ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ

''کوئی قوم بدعت جاری نہیں کرتی مگر اس کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے تو سنت کو مضبوطی سے تھامنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِیْ دِيْنِهِمْ اِلَّانَزَعَ اللّٰهِ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلَيْهِمْ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

''کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی مگر اللہ اس کی مثل ان کی سنتوں میں سے چھین لیتا ہے پھر قیامت تک وہ سنت انہیں واپس عطا نہیں کرتا۔''

جاننا چاہیے کہ بعض بدعات جنہیں علماء اور مشائخ بدعتِ حسنہ کہتے ہیں جب ان کا خوب مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہیں۔ ﴿۱۰۶﴾

تکمیل دین کے بعد دین میں کسی نئے امر کی قطعاً ضرورت نہیں۔ آپ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان محدثات کو امور مستحسنہ جانتے ہیں اور ان بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور تتمیم ڈھونڈتے ہیں اور ان امور کو بجالانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سیدھے رستے کی ہدایت دے۔ دین تو ان محدثات سے پہلے ہی کامل ہو چکا ہے اور نعمت خداوندی تمام ہو چکی اور حق تعالیٰ کی رضامندی اس سے حاصل ہو چکی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً

پس ان بدعات سے دین کا کمال طلب کرنا درحقیقت قرآن پاک کی اس آیہ کریمہ کے مضمون کا انکار کرنا ہے۔'' ﴿۱۰۷﴾

سنت کی اہمیت اور بدعت کے نقصانات بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''سعادت مند وہ ہے جو اس غربت میں متروکہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور مروجہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کرے۔ اب وہ وقت ہے کہ حضرت خیر البشر ﷺ کی بعثت پر ہزار سال گذر چکے ہیں اور قیامت کی علامتوں نے پرتو ڈالا ہوا ہے۔ سنت عہدِ نبوت کے بُعد کے باعث پوشیدہ ہوگئی ہے اور بدعت جھوٹ کے ظاہر ہونے کے باعث جلوہ گر ہوگئی ہے۔ اب ایک ایسے بہادر جوان مرد کی ضرورت ہے جو سنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کو گرانے کا باعث ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی، اس نے اسلام کو گرانے میں مدد دی۔ پورے ارادہ اور کامل ہمت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ سنتوں میں سے کوئی سنت جاری ہو جائے اور بدعتوں میں سے کوئی بدعت دور ہو جائے خصوصاً ان دنوں میں کہ اسلام ضعیف ہو رہا ہے۔ اسلام کے مراسم تبھی قائم رہ سکتے جب سنتوں کو جاری کیا جائے اور بدعتوں کو دور کیا جائے۔'' ﴿۱۰۸﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بدعت کی اقسام

بعض علماء بدعت کو حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس تقسیم کے قائل علماء کبار درج ذیل ہیں:
امام شافعی، العز بن عبد السلام، نووی، ابو شامۃ، زرقانی، ابن عابدین شامی، ابن الجوزی، ابن حزم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

لیکن علماء کا ایک گروہ اس تقسیم کو بنظر استحسان نہیں دیکھتا ان میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شاطبی، طرطوشی، الشمنی، عینی، البیہقی، ابن حجر العسقلانی، الہیثمی، ابن رجب اور ابن تیمیہ شامل ہیں۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے مکتوبات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بدعت کی سخت مذمت کہ ہے۔ علامہ مراد کمی، شیخ محمد مظہر دہلوی، سعید احمد نقشبندی اور ڈاکٹر مسعود احمد کے نزدیک امام ربانی بدعت حسنہ کو سنت میں داخل سمجھتے تھے۔ حیرت ہے کہ ان محققین نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اقوال پر غور نہیں کیا مکتوبات کی داخلی شہادتوں کی رو سے ان محققین کا یہ نقطۂ نظر درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس ضمن میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل ارشادات قابل غور ہیں:

''حق تعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حسن کہنے کی جرأت نہ کریں اور نہ کسی بدعت پر عمل کرنیکا فتویٰ دیں خواہ وہ بدعت ان کی نظروں میں صبح کی سفیدی کی طرح روشن ہو۔ کیونکہ سنت کے ماسوا میں شیطان کے مکر کو بڑا دخل ہے۔ گذشتہ زمانے میں چونکہ اسلام قوی تھا، اس لئے بدعت کے ظلمات کو اٹھا سکتا تھا۔ اور ہوسکتا ہے کہ بعض بدعتوں کے ظلمات نور اسلام کی چمک میں نورانی معلوم ہوتے ہوں اور حسن کو حکم پالیتے ہوں اگرچہ ان میں درحقیقت کسی قسم کا نور اور حسن نہ ہوگا۔ مگر اس وقت کی اسلام ضعیف ہے، بدعتوں کے ظلمات کو نہیں اٹھا سکتا۔ اس وقت متقدمین و متاخرین کے فتویٰ کو جاری نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ہر وقت کے احکام جدا ہیں۔'' ﴿۱۰۹﴾

''گذشتہ لوگوں نے شاید بدعت میں کچھ حسن دیکھا ہوگا جو انہوں نے بعض پہلوؤں کو مستحسن اور پسندیدہ سمجھا۔ لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا اور بدعت کے کسی فرد کو حسین نہیں جانتا۔''

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ متقدمین کی اس تقسیم سے اتفاق نہیں کرتے کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے۔ ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''علماء کہتے ہیں کہ بدعت دو قسم پر ہے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو اور وہ سنت کو رفع نہ کرے۔ یہ فقیر ان بدعتوں میں کسی کے بدعت میں حسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا۔'' ﴿۱۱۰﴾

اس اقتباس میں آپ نے واضح کر دیا ہے کہ بدعت کی تقسیم درست نہیں۔ اگر مان بھی لیں کہ آپ بدعت حسنہ کو سنت میں داخل سمجھتے ہیں تو پھر اسے بدعت حسنہ کہنے کا تکلف کیوں کیا جائے اسے سنت ہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کیوں نہ کہ دیا جائے ۔ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب بدعت کے بارہ میں حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے حکیمانہ مدبرانہ طرزِ عمل کا سبب اس دور کا تاریخی پس منظر گردانتے ہیں ۔ ﴿۱۱۱﴾ اگر اس موقف کو بھی درست تسلیم کرلیا تو عہد حاضر کے سیاسی و مذہبی پس منظر میں ہمیں کیا کرنا چاہئے ۔ اس دور میں بدعت کے حوالہ سے حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے خیالات کی ترویج کے بغیر چارہ نہیں ۔ آپ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ امام مہدی مدینہ طیبہ کے ایک عالم کو قتل کرنے کا حکم دیں جس نے بدعت حسنہ کو دین میں شامل کرلیا ہوگا ۔ ﴿۱۱۲﴾ اس کے بعد بدعت کے حوالہ سے حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے موقف کو سمجھنے میں کوئی الجھن باقی نہیں رہتی ۔ بدعت کی بحث کے آخر میں ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے ہمیں جو نصیحت کی ہے اس پر ضرور عمل کرنا چاہئے ۔ وہ لکھتے ہیں:

''بہرحال حضرت مجدد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ کے خیال میں زوال وانحطاطِ ملتِ اسلامیہ کے زمانے میں صرف سنت پر عمل کیا جائے کیونکہ مرض دور کئے بغیر غذا کا استعمال نقصان دہ ہوتا ہے ۔'' ﴿۱۱۳﴾

ماءِ مستعمل

وہ پانی جو ازالۂ حدث یا حصول قربت کے لئے استعمال کیا جائے ، ماءِ مستعمل کہلاتا ہے ۔ یہ پانی طاہر ہے ، مطہر نہیں ، یعنی اسے برتن اور کپڑے دھونے کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے ، وضو اور غسل کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا ۔ اعضاء وضوء پر بہائے ہوئے پانی کو بطور تبرک استعمال کرنے کے لئے حضرت مجدد نے ایک حیلہ اس طرح بیان کیا:

''وہ پانی جس سے ازالۂ حدث کیا گیا ہو یا بہ نیتِ عبادت وثواب وضوء کے لئے استعمال کیا گیا ہو ، لوگوں کے لئے اس کا پینا جائز قرار نہ دیں ۔ کیونکہ یہ پانی سیدنا حضرت امام اعظم رَحمۃ اللہ تعالیٰ عَلَیہ کے نزدیک نجاستِ غلیظہ کا حکم رکھتا ہے ۔ ہاں وضوء سے بچے ہوئے پانی کو انہوں نے شفاء کہا ہے ۔ اگر عقیدت کے طور پر کوئی طلب کرے تو وضو سے بچے ہوئے پانی میں سے دیں ۔

اس فقیر کو ایک دفعہ دہلی میں یہ آزمائش پیش آگئی ۔ بعض دوستوں کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ فقیر کے وضوء کا مستعمل پانی پئیں ۔ ورنہ ضررِ عظیم لاحق ہوگا ۔ ہر چند اس سے باز رہنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا ۔ کتبِ فقہ کی طرف رجوع کیا تو خلاصی کی ایک صورت نکل آئی کہ اگر تین بار اعضاء دھو لینے کے بعد چوتھی بار بغیر نیتِ عبادت اعضاء پر پانی پھیر دیں تو وہ مستعمل نہ ہوگا ۔ اس حیلہ سے بے نیتِ قربت اعضاء پر پانی چلا کر اسے پینے کے لئے دیا ۔'' ﴿۱۱۴﴾

]

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وضوء

وضوء کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''ہر عضو کو تین مرتبہ تمام و کمال دھونا چاہئے تاکہ وضوء بروجہ سنت ادا ہو، سر کا مسح بالاستیعاب کرنا چاہئے۔ کانوں اور گردن کے مسح میں احتیاط کرنی چاہئے۔ بائیں ہاتھ کی خنصر (چھنگلی) سے پاؤں کی انگلیوں کے نیچے کی طرف سے خلال کرنا چاہئے۔ اس کی رعائت رکھیں اور مستحب کے بجا لانے کو تھوڑا نہ جانیں۔'' ﴿۱۱۵﴾

کسی بھی فعل کو اس طور سے انجام دینا چاہئے کہ تمام آئمہ کے اقوال پر عمل ہو جائے۔ اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:۔

''رخصت سے بچتے ہوئے عزیمت پر عمل کرے اور حتی الامکان اقوالِ مجتہدین کے جمع کرنے میں پوری کوشش کرے۔ تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وضوء میں ترتیب اور پے در پے دھونے کو لازم قرار دیتے ہیں تو پے در پے اور ترتیب کا خیال رکھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعضاء دھوتے وقت ان کو ملنا فرض جانتے ہیں تو چاہئے کہ اعضاء مل کر دھوئے جائیں۔ اسی طرح یہ آئمہ عورت کو چھونے اور ذکر کو ہاتھ لگانے کو وضوء ٹوٹنے کا سبب قرار دیتے ہیں تو چاہئے کہ عورت کو چھونے اور ذکر کو ہاتھ لگانے کی صورت میں نیا وضوء کرے۔ ﴿۱۱۶﴾

نماز عشاء کا وقت

رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اسے نوافل تہجد کی ادائیگی کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت بُرا ہے۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نماز عشاء نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ ہے۔ ظاہراً اس سے فقہائے احناف نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنے کو مباح رکھا ہے اور اس سے آگے مکروہ کہا ہے۔ لہٰذا جو مکروہ مباح کے مقابلہ میں آتا ہے وہ مکروہ تحریمی ہے۔ فقہاء شافعیہ نزدیک تو نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ سردیوں میں عشاء میں تیسرے حصے رات تک تاخیر مستحب ہے۔ ﴿۱۱۷﴾

نماز کی ادائیگی کا مستحب وقت

نماز اول وقت میں ادا کریں۔ تجاہل و تکاسل سے تاخیر کو بالکل راہ نہ دیں۔ مقبول بندہ وہی ہے جو خدا کا حکم ملتے ہی اس کی تعمیل کرے کیونکہ حکم کی تعمیل میں تاخیر کرنا سرکش اور سوء ادبی ہے۔ ﴿۱۱۸﴾

شیخ محمد چتری کو لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''موسم سرما کی عشاء کے سوا باقی تمام نمازیں اول وقت میں ادا کریں۔'' ﴿۱۱۹﴾

اذان

اذان کے کلمات کی ترتیب توقیفی ہے کیونکہ اولاً یہ حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ ؓ کو خواب میں فرشتے کی تعلیم کے ذریعے حاصل ہوئی، ثانیاً امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب ؓ کو خواب میں ایسے ہی الفاظ کا سکھایا جانا مزید توثیق کا باعث بنا۔ نبی کریم ﷺ کا اس پر مداومت کرنا اور یہ فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے۔ اس سے اسکو فعلاً وحی کا درجہ حاصل ہو گیا رابعاً قرآن مجید کے اشارات سے یہ بمنزلہ وحی ہو گئی۔ ﴿۱۲۰﴾

اذان کا لغوی معنی اعلام ہے یعنی کسی چیز کے بارہ میں لوگوں کو آگاہ کرنا، خبردار کرنا۔ اصطلاحِ شریعت میں اذان کا معنی مخصوص کلمات کے ساتھ فرض نماز کے وقت کے بارے میں اعلان کرنا۔ اذان ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی۔ ﴿۱۲۱﴾ یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے۔ اذان کے ذریعہ اللہ کی تعظیم و تکریم، کلمۂ شہادت اور شعائرِ اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ دینِ اسلام کا خلاصہ ہے۔ اس میں غور و فکر کرنے سے اسلام کے نظامِ عبادت کی عظمت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ کلماتِ اذان میں پوشیدہ حکمتوں کے متعلق حضرت مجدد لکھتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ اذان میں سات کلمے ہیں:-

۱۔ اللہ اکبر

یعنی اللہ تعالیٰ اس سے بلند تر ہے کہ اسے کسی عبادت کرنے والے کی عبادت کی چاہت ہو۔ یہ کلمہ اس عظیم الشان معنی کی تاکید کے لئے چار دفعہ تکرار کے ساتھ آیا۔

۲۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ﷻ اپنی صفتِ کبریائی اور لوگوں کی عبادت سے بے نیاز ہونے کے باوجود عبادت کا مستحق صرف وہی ہے۔

۳۔ اشھد ان محمداً رسول اللہ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ اللہ ﷻ کے آخری رسول اور اس کی جانب سے طریقِ عبادت کے مبلغ اور بتانے والے ہیں، تو اس واجب تعالیٰ کی ذات کے لائق صرف وہی عبادت ہوگی جو آنحضرت ﷺ کی جہتِ تبلیغ و رسالت سے ماخوذ ہو۔

۴۔ حی علی الصلوٰۃ

۵۔ حی علی الفلاح

یہ دونوں کلمے نمازی کو فلاح اور نجات سے ہمکنار کرنے والی نماز کی طرف بلانے والے ہیں۔

۶۔ اللہ اکبر

یعنی اللہ ﷻ اس سے برتر ہے کہ کسی کی عبادت اس کی جناب قدس کے لائق ہو۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۷۔ لا الہ الا اللہ

یعنی لامحالہ صرف اللہ ﷻ مستحق عبادت ہے اگر چہ کسی سے ایسی عبادت نہیں ہوسکتی جو اس کی شان کے لائق ہو۔

شانِ نماز کی بزرگی ان کلمات سے معلوم کرنی چاہئے جو نماز سے آگاہ کرنے کے لئے معین کئے گئے ہیں۔'' ﴿۱۲۲﴾

نوٹ: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت بلال ؓ اذان میں ''ش'' کی بجائے ''س'' ادا کرتے۔ حضرت مجدد رحمہ اللہ نے مبداء ومعاد کے صفحہ ۲۰۹ پر یہ روایت لکھی:

''سِیْنُ بِلَالٍ عِنْدَ اللّٰہِ شِیْنٌ'' (بلال ؓ کا ''س'' خدا تعالیٰ کے نزدیک ''ش'' ہے۔)

حضرت مجدد مزید لکھتے ہیں: ''چونکہ حضرت بلال ؓ عجمی تھے، اس لئے وہ اذان میں سین مہملہ کے ساتھ اسھد کہا کرتے تھے اور خدائے عزوجل کے نزدیک ان کا اسھد کہنا اشھد ہی تھا۔''

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت مجدد نے جس روایت سے استدلال کیا ہے وہ موضوع ہے۔ وہ فصیح اللسان تھے۔ اور ''شین'' کو ''شین'' ہی ادا کرتے تھے۔

اس حوالہ سے عبدالقادر عطا لکھتے ہیں۔ ''وقال ابن کثیر . انه لیس له اصل ولا یصح الزرکشی، محمد بن عبداللہ، التذکرہ فی الاحادیث المشتہرہ، تحقیق عبدالقادر عطا، دارالکتب علمیہ، بیروت ۱۹۸۶ء، ص: ۲۰۸

نماز کے لئے زبان سے نیت

تمام نیک اعمال میں نیت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے نماز شروع کرنے سے پہلے دل میں یہ قصد و ارادہ کر لینا چاہئے کہ میں فلاں نماز کی اتنی رکعت پڑھ رہا ہوں اور مقصود ارشاد الٰہی کی تعمیل اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے اس کے لئے زبان سے الفاظ کا ادا کرنا ضروری نہیں۔ امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

النیة :هی القصد ، فیحضر المصلی فی ذهنه ذات الصلوٰة ﴿۱۲۳﴾

نیت کے شرعی اور اصطلاحی مفہوم کو ابن حجر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

و الشرع خصصه بالارادة المتوجهة نحو الفعل لابتغاء رضاء الله و امتثال حکمه ﴿۱۲۴﴾

یعنی شریعت نے نیت کے لفظ کو کسی کام کے ایسے ارادہ اور توجہ سے خاص کر دیا ہے جو اللہ ﷻ کی رضا کے حصول اور اس کے تعمیل کے لئے ہو۔

متقدمین و متاخرین کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ نماز کی نیت کو زبان سے ادا کرنا خلاف سنت ہے۔ ابن قیم لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

كان صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلوٰة قال: الله اكبر ولم يقل شيئاً قبلها ولا تلفظ بالنية البتة﴿۱۲۵﴾

نبی کریم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور اس سے پہلے ہرگز کچھ نہ کہتے اور نہ ہی نیت کے الفاظ ادا فرماتے۔

ائمہ اربعہ﴿۱۲۶﴾، ابن تیمیہ﴿۱۲۷﴾، امام نووی ﴿۱۲۸﴾، ابن ہمام ﴿۱۲۹﴾، شیخ عبدالحق ﴿۱۳۰﴾، ملا علی قاری ﴿۱۳۱﴾، عبدالحی لکھنوی ﴿۱۳۲﴾، انور شاہ کشمیری ﴿۱۳۳﴾، ناصر الدین البانی ﴿۱۳۴﴾ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابرین نے بھی زبان سے نیت کو خلاف سنت جانا۔

سنت سے حد درجہ لگاؤ کی بنا پر حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زبان سے نیت کی سخت مخالفت کی۔ زبان سے نیت کے عدم جواز اور مفسدات پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''علماء نے جو نیت کے بارہ میں کہا ہے کہ دل سے نیت کے باوجود زبان سے نیت کرنا بھی مستحسن ہے، حالانکہ زبان سے نیت کرنا حضور ﷺ سے نہ صحیح روایت سے ثابت ہے اور نہ ضعیف روایت سے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے ثابت ہے کہ وہ زبان سے نیت کرتے تھے بلکہ دستور یہ تھا کہ جب اقامت ہوتی تھی تو ساتھ ہی وہ تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔ تو زبان سے نیت کرنا بھی بدعت ہے اور علماء نے اس بدعت کو بھی بدعت حسنہ کہا ہے اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت سنت تو کجا فرض کے خاتمہ کو بھی باعث ہے کیونکہ زبان سے نیت کے جائز ہونے کی صورت میں اکثر لوگ زبان سے نیت پر کفایت کر بیٹھیں گے اور دل کی غفلت کی کوئی پروا نہ کریں گے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرائض میں سے ایک فرض نیت قلبی چھوٹ جاتی ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔'' ﴿۱۳۵﴾

تعدیلِ ارکان

نماز میں تعدیلِ ارکان جو کہ اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک فرض ہے۔ اور بعض علمائے احناف کے نزدیک سنتِ موکدہ ہے۔﴿۱۳۶﴾

مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ''بدترین چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! نماز کس طرح چراتا ہے؟'' تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''وہ نماز کے رکوع وسجود کو پورا نہیں کرتا۔ اور یہ بھی فرمایا اللہ اس بندے کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا جو اپنے رکوع وسجود کو پورا نہیں کرتا اور یہ بھی فرمایا ہے اللہ اس بندے کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا جو اپنے رکوع وسجود میں پیٹھ کو سیدھی نہ کرے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع وسجود پورے نہیں کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تو اسی حالت میں مر گیا تو دین محمد ﷺ پر نہیں مرے گا۔ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے تم میں سے کسی کی اس وقت تک نماز پوری نہیں ہو سکتی جب تک رکوع کے بعد پوری طرح کھڑا نہ ہو جائے اور اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرے اور اس کا ہر عضو اپنی جگہ قرار نہ پکڑے۔ اسی طرح آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ جب تک دونوں سجدوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے درمیاں نہ بیٹھے اور اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرے اس کی نماز پوری نہیں ہو سکتی۔

نبی کریم ﷺ ایک نماز پڑھتے ہوئے آدمی کے پاس سے گذرے، دیکھا کہ وہ قومہ، جلسہ کے ارکان واحکام پوری طرح نہیں بجالاتا۔ آپ نے فرمایا۔ ''اگر تو اسی حالت پر مر جائے تو قیامت کے دن تجھے میری امت نہ کہیں گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اگر تو اسی حالت پر مرا تو دین محمدی ﷺ پر نہ مرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا، کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ ساٹھ سال تک نماز پڑھتا ہے۔ اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ یہ وہ شخص ہے جو رکوع وسجود کو پوری طرح بجا نہیں لاتا۔ کہتے ہیں کہ زید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا ہے اور رکوع وسجود پوری طرح نہیں کرتا تو آپ نے اس آدمی کو بلایا اور کہا۔ کتنی مدت سے تو اس طرح نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے کہا چالیس سال سے تو آپ نے فرمایا تو نے اس چالیس سال میں ایک دفعہ بھی نماز نہیں پڑھی اگر تیری موت ہوگئی تو محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر نہیں ہوگی۔

منقول ہے کہ مومن جب نماز پڑھتا ہے اور اس کے رکوع وسجود اچھی طرح ادا کرتا ہے تو وہ نماز خوش ہوتی ہے اور نورانی ہوتی ہے اور اس کو فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں اور نماز اپنے پڑھنے والے کے لئے اچھی دعا کرتی ہے۔ اور اگر نماز اچھی طرح نہ پڑھے تو وہ نماز سیاہ ہوتی ہے۔ اور فرشتوں کو اس سے کراہت ہوتی ہے اور اس نماز کو آسمان پر نہیں لے کر جاتے اور نماز اپنے پڑھنے والے کے لئے بد دعا کرتی ہے۔ اور کہتی ہے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا اللہ تعالیٰ تجھے برباد کرے۔

پس نماز اچھی طرح پڑھنی چاہئے اور ارکان کی تعدیل پوری طرح کرنی چاہئے، رکوع، قومہ، سجود، جلسہ اچھی طرح بجالانا چاہئے۔ اور دوسروں کو بھی پوری طرح نماز پڑھنے کی ہدایت کرنی چاہئے اور ارکان کو تعدیل وطمانیت سے ادا کرنا چاہئے۔ کہ اکثر آدمی اس دولت سے محروم ہیں۔ اور یہ عمل متروک ہو چکا ہے۔ اس عمل کو زندہ کرنا بھی اسلام کے اہم کاموں میں سے ہے۔ ﴿۱۳۷﴾

بوقت قیام نظر کہاں رکھی جائے

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

''بحالت نماز بوقت قیام نگاہ کو سجدے کی جگہ رکھنا مسنون ہے۔'' ﴿۱۳۸﴾

فاتحہ خلف الامام

مسئلۂ فاتحہ خلف الامام ان مسائل میں سے ہے جن میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وتابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے زمانہ سے اختلاف اور بحثیں چلی آتی ہیں۔ ایسے اجتہادی مسائل میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تمام اہل حق کا مسلک یہی ہے کہ ان کے جس پہلو کو وہ راجح سمجھتے ہیں اس کو اختیار کر لیتے ہیں اور دوسرے فریق پر طعن و تشنیع نہیں کرتے۔

فاتحہ خلف الامام کے بارے میں سلف کے تین مسلک ہیں۔ ﴿۱۳۹﴾

۱۔ سری رکعتوں میں قراءت کی جائے اور جہری رکعتوں میں خاموش رہا جائے۔ یہ سعید بن مسیب، عروہ، شعبی، نافع بن جبیر، مکحول، زہری، اور بہت سے دوسرے متقدمین کا مسلک ہے۔ اسی کو امام مالک، احمد بن حنبل اور احناف میں سے امام محمد نے ایک روایت میں اختیار کیا۔

۲۔ سری اور جہری نمازوں میں ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔ حسن بصری، سعید بن جبیر، میمون بن مہران، امام شافعی، امام بخاری اور دیگر محدثین کا یہی مسلک ہے۔

۳۔ سری اور جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ بالکل نہ پڑھی جائے یہ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اور کوفہ کے دوسرے فقہا، کا مسلک ہے۔

واضح رہے کہ محققین ایسے مسائل میں تحقیق کے بعد جس راہ کو صواب سمجھتے ہیں، اختیار کر لیتے ہیں۔ اور مقلدین اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نکتہ نظر درج ذیل ہے:

خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک فرمان نقل کرتے ہیں:

''شافعیہ اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ قراءت فاتحہ کے بغیر نماز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے وہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں لیکن ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام کی قراءت کو مقتدی کی قراءت قرار دے کر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیتے۔ اور جمہور فقہائے احناف بھی اس کے قائل ہیں۔ لیکن حنفیہ سے بعض روایاتِ مرجوحہ امام کے پیچھے قراءت کے جواز کے متعلق بھی منقول ہیں۔'' ﴿۱۴۰﴾

دوسرے مقام پر ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

''و فاتحہ خلف امام ہمی خواندند و آن را مستحسن ہمی شمردند''

یعنی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور اس کو مستحسن شمار کرتے تھے۔ ﴿۱۴۱﴾

آپ مبداء و معاد میں لکھتے ہیں:

''ہمارے حضرت خواجہ (خواجہ باقی باللہ) قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑے عرصہ تک میں بھی امام کے پیچھے (نماز میں) سورۂ فاتحہ پڑھتا رہا ہوں۔ آخر کار میں نے ایک رات امام اعظم رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک روشن اور شاندار قصیدہ پڑھ رہے تھے اور اس قصیدہ سے یہ مضمون مستفاد ہوتا تھا کہ بے شمار اولیاء اللہ میرے مذہب میں ہو چکے ہیں۔ اسی وقت سے میں نے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیا۔'' (ص: ۱۶۷)

رفع سبابہ

مجددی حضرات میں مسئلہ رفع سبابہ میں علمی اختلاف رہا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تعالیٰ علیہ سے لے کر عہد حاضر تک اس موضوع پر مختلف علماء نے لکھا۔ سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیٹے محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رفع سبابہ کی نفی میں ایک رسالہ لکھا۔ بعد ازاں شاہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے جواب میں اثبات رفع سبابہ لکھا۔ اس کے بعد شاہ محمد فرخ نے نفی رفع سبابہ پر رسالہ لکھا اسی طرح شاہ گل خواجہ حسن جان، علی نواز شکارپوری اور قاضی حمید فضلی، نے اس مسئلہ کے جواز وعدم جواز پر بحث کی۔ اس سلسلہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دلائل اور ان کا جائزہ درج ذیل ہے۔

احادیث نبوی علی مصدرھا الصلوۃ والسلام، جواز اشارہ سبابہ کے باب میں بہت وارد ہوئی ہے۔ اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں۔ جیسا کہ مولانا نے رسالے میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور جب فقہ حنفی کی کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جواز اشارہ کی روایات اصول کے غیر اور ظاہر مذہب کے بھی غیر ہیں۔

اور وہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے:

''رسول اللہ ﷺ شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ اور ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ جس طرح حضور علیہ آلہ الصلوۃ والسلام کرتے تھے۔''

پھر امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

''یہی میرا قول اور ابو حنیفہؒ کا قول ہے''

روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے۔

فتاوی غرائب میں ہے کہ محیط میں لکھا ہے۔ کیا نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے؟ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اصل (مبسوط) میں اس مسئلے کا ذکر نہیں کیا۔ اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں اشارہ نہ کریں اور بعض کہتے ہیں کہ کریں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غیر روایات اصول میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ اشارہ کرتے تھے پھر امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بارے میں فرمایا۔ یہی میرا اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے۔

اور کہا گیا ہے، کہ اشارہ سنت ہے اور کہا گیا ہے کہ مستحب ہے۔ پھر فتاوی غرائب والے نے فرمایا۔ یہ وہ ہے جو علماء نے ذکر کیا۔ اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔

اور فتاوی سراجیہ میں ہے۔ اور مکروہ ہے، کہ نماز میں اشھد ان لا الہ الا اللہ'' پر انگشتِ سبابہ سے اشارہ کریں۔ یہی مختار مذہب ہے۔

اور کبریٰ میں ہے۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے۔ اور فتاوی غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں۔ یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور جامع الرموز میں ہے۔ نہ اشارہ کرے۔ اور نہ گرہ لگائے۔ اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر مذہب ہے۔ جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔ اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ وہ سنت ہے۔ خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے ایسا ہی آیا ہے۔ پھر جب تشہد شروع کرے۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو آیا دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور مشائخ کا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اس میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں یہ اشارہ نہ کرے۔ اور کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے۔ اور غیاثیہ میں ہے اور نہ اشارہ کرے انگشت سبابہ کے ساتھ تشہد کے وقت یہی مختار ہے۔

جب کہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واضح ہو چکی ہے۔ اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ اشارہ اور گرہ لگانے سے علماء روکتے ہیں۔

اور اسے اپنے اصحاب کا ظاہر مذہب بتاتے ہیں تو ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضا کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں اور اس قدر علماء اور مجتہدین کے فتوؤں کے باوجود ایک حرام اور مکروہ اور ممنوع کام کا ارتکاب کریں۔ حنفیہ میں سے اشارۂ سبابہ کا ارتکاب کرنے والا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ان علمائے مجتہدین کے لیے جواز اشارہ میں معروف احدیث کا علم تسلیم نہیں کرتا یا ان کو احادیث کا عالم جانتا ہے۔ لیکن ان بزرگوں کے لیے ان احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا اور یہ خیال کرتا ہے کہ اُن بزرگوں نے اپنے خیالات کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت کا حکم صادر فرمایا ہے یہ دونوں شقیں فاسد ہیں۔ انہیں وہی فاسد قرار دے گا جو بے وقوف ہو یا ضدی اور ترغیب الصلوٰۃ میں جو لکھا ہے کہ تشہد میں انگلی شہادت اٹھانا علمائے متقدمین کی سنت ہے لیکن متاخرین علما نے اس سے روکا ہے اس وجہ سے کہ جب رافضیوں نے اسمیں غلو کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا۔ سنت پر رافضی ہونے کی تہمت کو دور کرنے کے لیے اسے ترک کرنا معتبر کتابوں کی روایات کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول تو عدم اشارہ اور عدم عقد ہے تو عدم متقدمین کی سنت ہوئی اور وجہ ترک نفی تہمت نہ قرار پائی۔ ان اکابر کے ساتھ ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہیں ہوئی۔ حرمت یا کراہت کا انہوں نے حکم نہیں لگایا جب کہ اشارے کی سنیت اور مستحب ہونے کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

هذاما ذكر واو الصحيح ان الاشارة حرام .

یعنی یہ وہ جو علما نے بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارے کی سنیت اور استحباب کے دلائل ان بزرگوں کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے۔ غایت مافی الباب ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ معنی اکابر میں کسی عیب کو مستلزم نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حلت و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے بلکہ اس باب میں مجتہد کے ظن کا اعتبار ہے۔ مجتہدین کے دلائل کو خانۂ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور کہنا بہت جرأت ہے اور اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا اور اصحاب حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل قرار دینا اور روایات معتبرہ مفتی بہا کو درہم برہم کرنے اور شاذ کہنے کے مترادف ہے یہ اکابر احادیث کو قرب زمانۂ نبوی، زیادتی علم اور ورع و تقویٰ سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دور افتادوں سے بہتر جانتے تھے اور احادیث کی صحت و سقم اور ان کے نسخ و عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔ انہیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہوگی تب ہی انھوں نے ان احادیث علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقتضی کے موافق عمل نہیں کیا۔ ہم کم فہم اس قدر سمجھتے ہیں کہ کیفیت اشارہ و عقد کی احادیث کے راوی آپس میں بہت مختلف ہیں اور ان کے کثرت اختلاف

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نے نفس اشارہ میں ہی اضطراب پیدا کر دیا ہے چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ آپ نے بغیر گرہ کے فرمایا ہے اور جو عقد کے متعلق کہتے ہیں تو ان میں سے بھی بعض روایت کرتے ہیں کہ ترپن کا عقد تھا اور بعض دوسرے روایت کرتے ہیں کہ تنیس کا عقد تھا اور بعض نے حضر (چھنگلیا) اور اس کے ساتھ والی انگلی کے بند کرنے اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ بنا کر اشارہ سبابہ کی روایت کی اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو بند کر کے اشارہ کرتے تھے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ انگشت سبابہ کو حرکت دینے کے بغیر ہوتا تھا اور بعض روایات حرکت کے ساتھ اشارے کا اثبات کرتی ہیں نیز بعض روایات میں واقع ہوا ہے کہ تشہد پڑھنے کے وقت فرماتے تھے لیکن کس لفظ پر اشارہ فرماتے اس کا کوئی تعین نہیں اور بعض دوسری احادیث میں آیا ہے کہ اشارہ کلمہ شہادت پڑھنے کے وقت ہوتا تھا اور بعض دوسری روایات میں وقت دعا سے مقید کیا گیا ہے۔ جب کہ آپ ﷺ فرماتے تھے

اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

اور جب علمائے حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کے اضطراب و اختلاف کو دیکھا تو نماز میں ایک زائد فعل خلاف قیاس کو ثابت نہیں کیا۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون و وقار پر ہے نیز حتی الامکان انگلیوں کو جانب قبلہ کی طرف رکھنا سنت ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

نمازی کو چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے اعضاء کو قبلے کی طرف پھیر لے۔

اگر یہ کہیں کہ اختلاف اس وقت اضطراب پیدا کرتا ہے جب کہ موافقت ممکن نہ ہو اور اس مسئلہ میں موافقت ممکن ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمام روایات اوقات مختلفہ میں کیا ہو تو ہم جواب میں کہیں گے کہ بہت سی روایات میں لفظ کان واقع ہوا ہے جو غیر مناطقہ کے نزدیک حروف کلیہ میں سے ہے لہذا موافقت ممکن نہیں اور وہ جو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو۔'' تو اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام کو نہ پہنچی ہو اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہو اور اشارے کی احادیث اس قبیلہ سے نہیں وہ مشہور احادیث ہیں اور نہ انہیں جاننے کا احتمال نہیں۔

سوال

اگر کہیں کہ علمائے حنفیہ نے، جواز اشارہ کا فتویٰ دیا ہے لہذا متعارض فتاویٰ کے مطابق جس بات پر بھی عمل کر لیا جائے جائز ہے؟

جواب

ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز اور عدم جواز اور حلت و حرمت میں تعارض واقع ہو تو اس صورت میں ترجیح عدم جواز اور جانب حرمت کو ہوتی ہے۔ نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کی بحث میں فرمایا ہے کہ رفع اور عدم رفع کی احادیث متعارض ہیں۔ ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی احادیث کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ نماز کی بناء سکون اور خشوع پر ہے جو بالاجماع مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

شیخ ابن ہمام پر تعجب ہے کہ اس نے کہا کہ بہت سے مشائخ سے عدم اشارہ منقول ہے لیکن وہ روایت

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور درایت کے خلاف ہے کہ ابن ہمام نے علمائے مجتہدین کی طرف جاہل ہونے کی کس طرح نسبت کردی حالانکہ وہ قیاس سے دلیل لا رہے ہیں۔ جو شرع کا چوتھا اصل ہے اور وہ حنفیہ کے نزدیک ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے۔ حالانکہ اسی شیخ نے قلتین کی حدیث کو راویوں کے کثرت اختلاف سے حاصل ہونے والے اضطراب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ ﴿۱۴۲﴾

درج بالا مکتوب حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقہی بصیرت کا بین ثبوت ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ اصول حدیث اور اصول فقہ پر آپ کی کتنی گہری نظر تھی۔ رفع سبابہ کے انکار میں جس قدر دلائل ممکن تھے انہیں یہاں جمع کر دیا گیا ہے۔ لیکن فقہائے احناف نے اس مسئلہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اختلاف کیا ہے اور تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ احناف کا موقف رفع سبابہ کی سنیت ہے۔

اگر فتاویٰ سراجیہ، غرائب اور کبریٰ جامع الرموز، زاہدی، مضمرات دلوالجی اور خلاصہ میں رفع سبابہ کے عدم جواز کو نقل کیا گیا ہے تو دوسری طرف فقہ حنفی کی معتبر ترین کتب میں رفع سبابہ کو مستحب اور سنت کہا گیا ہے۔ ان کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ کتب درج ذیل ہیں:

بدائع الصنائع، فتح القدیر، کفایہ، عنایہ، کنز الدقائق، نہایہ، معراج الدرایہ، شرح النقایہ، ظہیریہ، ردالمحتار، البحر الرائق،

علاوہ ازیں مسند احمد، موطا امام مالک، مسند امام احمد، صحیح مسلم، مجمع الزوائد، کنز العمال، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن بیہقی، میں رفع سبابہ کی احادیث متعدد طرق سے موجود ہیں۔ ﴿۱۴۳﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان احادیث کو اضطراب کی وجہ سے قبول نہیں کیا حالانکہ وہ مضطرب نہیں۔ کسی بھی روایت کو مضطرب نہیں کہہ سکتے جب تک اس میں دو شرطیں متحقق نہ ہو جائیں:

۱۔ جن روایات میں اختلاف ہو ان میں تطبیق و توفیق ناممکن ہو۔

۲۔ روایات قوت و درجہ میں مساوی ہوں اور ایک کو دوسری پر ترجیح حاصل نہ ہو۔

اگر ایک روایت کو دوسری پر ترجیح حاصل ہو یا احسن طریقے سے توفیق، تطبیق ممکن ہو تو اس وقت روایات مضطرب نہیں کہلائیں گی بلکہ ترجیح کی صورت میں راجح روایت پر عمل ہوگا اور توفیق تطبیق کی صورت میں تمام روایات پر عمل کیا جائے گا۔ ﴿۱۴۴﴾

امام ابوحنیفہ نے ان روایات کی روشنی میں سبابہ کے سوا تمام انگلیوں کو بند کر کے سبابہ سے اشارہ کرنے کو ترجیح دی۔ اس کو ترپن کا عدد کہتے ہیں۔

اس اصول کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ لیکن کان کے بارے میں لکھا کہ وہ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے رفع سبابہ کی احادیث میں ترجیح و توفیق ممکن نہیں گویا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کان دوام و استمرار پر دلالت نہیں کرتا تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بھی رفع سبابہ بھی جائز ہوگا۔

بخاری کے شارح ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

کان لا تقتضی التکرار ﴿۱۴۵﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یعنی کان تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم عصر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی تصریح کی ہے۔ کہ کان استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔﴿۱۴۶﴾ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہی دوسرے نامور ہم عصر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ولفظة كان للرابطة لا للمواظبة﴿۱۴۷﴾

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

وكان لا تفيد الدوام على التحقيق﴿۱۴۸﴾

جب یہ ثابت ہو گیا کہ کان دوام پر دلالت نہیں کرتا تو نتیجہ یہ نکلا کہ روایات میں اضطراب نہیں بلکہ انہیں توسع پر محمول کیا جائے گا۔ اسی لئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والاخير هو المختار عندنا قال الرافعي في الاخبار وردت بها جميعا وكانه عليه السلام كان يصنع مرة هكذا اومرة هكذا﴿۱۴۹﴾

یعنی کبھی نبی کریم ﷺ نے ایک طرح سے کیا کبھی دوسرے طریقے سے۔

علاوہ ازیں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روح نبوی ﷺ کی طرف توجہ فرمائی تو آپ کے دل میں یہ بات ڈالی گئی

سنة مطلوبة تجلب الحضور الى القلب﴿۱۵۰﴾

یعنی پسندیدہ سنت ہے اس سے حضور قلب پیدا ہوتا ہے۔

اس طرح سلسلہ مجددیہ کے نامور بزرگ حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رفع سبابہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے درج ذیل تفصیلی جواب لکھا:

''آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مکتوبات میں سے ایک مکتوب میں رفع سبابہ سے منع فرمایا ہے۔ آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اتنی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور رفع سبابہ کو جائز رکھتے ہیں، حالانکہ محبت کرنے والے پر محبوب کی اتباع لازم ہے۔

مخدوما! اللہ نے کتاب وسنت کی پیروی اپنے بندوں پر فرض کی ہے چنانچہ فرماتا ہے:

''وماكان لمؤمن ولامؤمنة اذاقضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم''

(اور کسی مسلمان مرد اور عورت کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ ﷻ اور رسول حکم فرمائیں تو وہ اپنے معاملہ میں اپنا اختیار استعمال کریں)

اور حضرت رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''لايومن احدكم حتىٰ يكون هواه تبعاًلما جئت به''

(تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوتا جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو جائے)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو آنحضرت ﷺ کے نائب کامل ہیں، اپنے طریقہ کی بنیاد کتاب وسنت پر رکھی ہے۔ اور علماء نے رفع سبابہ کے حق میں صحیح احادیث وفقہ حنفیہ کی روایت پر مشتمل رسائل تصنیف کئے ہیں یہاں تک کہ حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرزند اصغر حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے اور انہیں ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملی جس سے رفع سبابہ کی نفی ہوتی ہو۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رفع سبابہ ترک کرنا اجتہاد کی بناء پر ہے۔ اور وہ سنت جو منسوخ نہ ہوئی ہو مجتہد کے اجتہاد سے زیادہ مقدم ہے۔ سنت سے انگلی اٹھائے جانے کا ثبوت مل جانے کے بعد بھی اس وجہ سے ترک کرنا کہ حضرت مجدد نے ترک کیا تھا، معقول بات نہیں ہے۔ خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترک سنت میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی مذہب رکھتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا:

اذا ثبت الحدیث فھو مذھبی و اترکو قولی بقول رسول اللہ ﷺ

(جب حدیث ثابت ہو جائے تو میرا مذہب وہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے قول کی موجودگی میں میرا قول چھوڑ دو)

اس لئے امید ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس امر اجتہادی کو ترک کرنے اور صحیح احادیث کے اخذ کرنے پر ناراض نہیں ہوں گے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے وسیع علم کے باوجود یہ معلوم نہیں کہ رفع سبابہ کا ثبوت ملتا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ آپ کے زمانہ تک ہندوستان میں وہ کتابیں اور رسائل مشہور نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کی نظر مبارک سے نہیں گذرے، آپ نے ترک کر دیا، ورنہ آپ رفع سبابہ ہرگز ترک نہ فرماتے کیوں کہ آپ اس امت کے اکابر میں سب سے زیادہ متبع سنت تھے اور اگر یہ کہا جائے کہ کشف کے ذریعے آنحضرت ﷺ کی رضامندی نہ پا کر آپ نے اسے ترک کر دیا تو ہم کہتے ہیں کہ کشف طریقت کے معاملات میں تو معتبر ہو سکتا ہے لیکن شریعت کے احکام کے لئے حجت نہیں۔ نیز اس خط میں آپ نے کشف کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ یہ جزوی مخالفت حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قاعدہ کلی یعنی اتباع سنت کی ترغیب میں ہے اور عمدہ نتائج کی حامل ہوگی۔ والسلام ﴿۱۵۱﴾

علاوہ ازیں نوافل میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رفع سبابہ منقول ہے۔ ﴿۱۵۲﴾

واضح رہے کہ یہ اختلاف خالص علمی نوعیت کا ہے۔

تشہد میں سورۃ فاتحہ پڑھنا

''امام کے پیچھے تشہد میں سورۃ فاتحہ پڑھنا غلط ہے۔ اگرچہ وہ ام الکتاب ہے۔'' ﴿۱۵۳﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نماز وتر کی ادائیگی کا وقت

یہ فقیر کبھی تو نمازِ وتر شروع رات میں ادا کر لیتا تھا اور کبھی آخر رات میں ادا کرتا تھا۔ (کارکنان قضاء وقدر) نے ایک رات مجھے دکھایا کہ نمازِ وتر کو دیر سے ادا کرنے کی صورت میں جب نمازی سو جاتا ہے اور اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ آخر رات میں وتر کی نماز ادا کرے گا تو اس کے نیک اعمال کو لکھنے والے فرشتے وتر کی نماز ادا کرنے کے وقت تک تمام رات اس کی نیکیاں لکھتے رہتے ہیں۔ پس جس قدر بھی وتر کی نماز کو تاخیر سے ادا کرے گا، بہتر ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود اس فقیر کو تو وتر کی تعجیل اور تاخیر میں بجز سید البشر ﷺ کی پیروی کے اور کوئی چیز منظور نہیں۔'' ﴿مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، مبداء و معاد، ص:۱۷۹﴾

سجدہ تعظیمی کی حرمت

سجدہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک اور سجدۂ تحیت کو بعض فقہاء نے کفر کہا لیکن اسے کفرِ صوری پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے۔

الشیخ احمد رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر صحاح ستہ، مسند احمد، مسند بزار، مستدرک حاکم، دلائل النبوۃ، وغیرہ کتب احادیث سے چالیس احادیث اکٹھی کی ہیں۔ جبکہ اس کی حرمت پر کتب فقہ سے ایک صد پچاسی نصوص جمع کی ہیں۔ ﴿۱۵۴﴾

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی سجدۂ تعظیمی کی سخت مذمت کی ہے۔ بعض فقہاء نے سلاطین کے لئے اگر جواز نقل کیا تھا تو آپ نے اس سے بھی منع فرما دیا۔ سجدۂ تعظیمی کے متعلق آپ کے افکار درج ذیل ہیں:

شیخ نظام تھانیسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لکھتے ہیں:

''بعض معتمد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کے مرید خلفاء کو سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی اظہر من الشمس ہے۔ انہیں اس سے سختی سے منع کیجئے۔ اس قسم کے افعال سے سب کو پرہیز کرنا چاہئے۔ اور ان لوگوں کو خاص کر جو مخلوق کی پیشوائی کے لئے نمایاں ہو چکے ہیں۔'' ﴿۱۵۵﴾

میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لکھتے ہیں۔

''اے بھائی! سجدہ جو کہ زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے نہایت درجہ کی ذلت اور انکساری کو متضمن ہے اور کمال درجہ کی عاجزی اور تواضع پر مشتمل ہے، لہٰذا اس قسم کی تواضع کو اللہ ﷻ کی عبادت سے مخصوص کر رکھا ہے اور اللہ ﷻ کے سوا اور کسی کے لئے جائز نہیں رکھا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

منقول ہے کہ حضرت پیغمبر ﷺ ایک دن راستہ میں جا رہے تھے۔ ایک بدوی نے آ کر معجزہ طلب کیا تا کہ ایمان لائے۔ آں سرور ﷺ نے فرمایا، اس درخت سے جا کر کہو کہ تجھے رسول خدا بلاتے ہیں۔ وہ درخت اپنی جگہ سے ہلا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس بدوی نے جب یہ حال دیکھا تو مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد کہنے لگا اے اللہ کے رسول! اگر آپ حکم دیں تو میں سجدہ کروں۔ آپ نے فرمایا' خداوند کے سوا اور کسی کو سجدہ کرنا لائق نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز سمجھتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ بعض فقہاء نے اگر چہ بادشاہ کے لئے سجدۂ تعظیمی جائز قرار دیا ہے لیکن سلاطینِ عظام کے حال کے لائق یہ ہے کہ اس امر میں اللہ کے سامنے تواضع اختیار کریں اور اس درجہ کی ذلت و انکساری اللہ ﷻ کے سوا کسی اور کے لئے جائز نہ رکھیں۔ خداوند تعالیٰ نے دنیا کو ان کے تابع فرمان بنایا ہے اور ان کا محتاج کیا ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجا لائیں اور اس طرح کے ادب میں جو کمالِ انکساری کا مظہر ہے خداوند تعالیٰ کے شریک نہ بنیں۔ اگر چہ فقہاء کی ایک جماعت نے اس صورت کو جائز قرار دیا ہے لیکن ان کی حسن تواضع یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے لئے اس کو جائز نہ سمجھیں۔'' ﴿۱۵۶﴾

خطبۂ جمعہ میں خلفائے راشدین ؓ کا ذکر

خلفائے راشدین ؓ کا ذکر پاک اگر چہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہلِ سنت کے شعائر میں سے ضرور ہے۔ ان کے ذکر مبارک کو قصداً اور سرکشی کے ساتھ وہی ترک کرے گا جس کا دل مریض اور باطن خبیث ہے۔ اگر ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا تاہم مَنْ تَشَبَّہ بِقَومٍ فَھُوَ مِنھُم کی وعید کا جواب کیا ہوگا اور تہمت کی جگہ سے کیسے خلاصی ملے گی۔ حالانکہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

''اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّھَم''

تہمت کی جگہ سے بچو۔ ﴿۱۵۷﴾

تراویح میں ختم قرآن

آپ کے نزدیک رمضان المبارک میں تراویح اور ختم قرآن سنت موکدہ ہے۔ ﴿۱۵۸﴾

واضح رہے کہ تراویح یا قیامِ رمضان سب کے نزدیک مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سنت موکدہ ہے۔ اور جمہور کے نزدیک رمضان میں ایک بار ختم قرآن کرنا مسنون ہے۔ الّا یہ کہ مقتدی اس کی طاقت نہ رکھتے ہوں۔ اس کا لحاظ ضروری ہے۔ ﴿۱۵۹﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا موقف بھی جمہور کے مطابق ہے۔ ﴿۱۶۰﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اعتکاف

''ہم ماہِ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے لئے بیٹھے۔دوستوں کو جمع کر کے ہم نے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے سوا کوئی دوسری نیت نہ کریں کیوں کہ ہمارا تبتل اور انقطاع (دنیا سے الگ تھلگ ہونا) کیا ہوسکتا ہے۔ہمیں (حضور انور ﷺ کی) ایک پیروی حاصل ہو جائے تو ہم سو گرفتاریاں قبول کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن حضور انور ﷺ کی پیروی کے وسیلے کے بغیر ہمیں ہزار تبتل اور انقطاع قبول نہیں۔''

(مجدد الف ثانی ، احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ،مبداء ومعاد، مترجم:سید زوار حسین شاہ ، ادارہ مجددیہ کراچی ۱۳۸۸ھ،ص:۱۶۷)

رکعات تہجد

نماز تہجد کی رکعات کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کی تعداد معین نہیں۔بعض آئمہ کے نزدیک ایک رکعت سے بھی تہجد کی نماز ادا ہو جاتی ہے۔نبی کریم ﷺ سے وتر سمیت سات ،نو ،گیارہ اور تیرہ رکعات تک منقول ہیں۔حضرت مجدد کے زمانہ میں لوگ ان طاق رکعات کے متعلق یہ گمان کرنے لگے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے اس لئے آخری دو گانہ بیٹھ کر ادا کیا جائے۔تہجد کی رکعات کے بارہ میں بعض لوگوں کی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے حضرت مجدد لکھتے ہیں:

''بعض مبتدعین نماز تہجد ادا کرنے میں تیرہ رکعت اس طرح تصور کرتے ہیں کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور بعد میں دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ان دو رکعت کو ایک رکعت شمار کرتے ہیں۔اور اس طرح تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں۔حالانکہ یوں نہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے جو بعض دفعہ تیرہ رکعت ادا فرمائی ہیں اور بعض اوقات گیارہ رکعت، بعض دفعہ نو رکعات تو وہ وتروں کے ساتھ ملا کر جفت کی بجائے طاق رکعت قرار دی ہیں یوں نہیں کہ دو رکعات نفل جو بیٹھ کر ادا کی ہوں ایک تصور کیا ہے۔یہ بات انہوں نے اس سے نکالی ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ملتا ہے۔'' ﴿۱۶۱﴾

آپ نے مکتوبات میں دفتر سوم کے مکتوب ۷۱ میں تہجد کی زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات لکھیں، یہ بغیر وتروں کے ہیں۔اگر وتر اول شب ادا کر لیے جائیں تو آخر شب ادا نہیں کئے جائیں گے۔

ذکر بالجہر

آئمہ اربعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا اس پر اتفاق ہے کہ ذکر آہستہ کرنا چاہئے۔علامہ حلبی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''ولابی حنیفه ان رفع الصوت بالذکر بدعة مخالف للامر فی قوله تعالیٰ ادعو ربکم.....الخ ﴿۱۶۲﴾

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے اور اللہ ﷻ کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو۔''

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وقد نص بعض علمائنا بان رفع الصوت فی المسجد ولو بالذکر حرام ﴿۱۶۳﴾

ہمارے بعض علماء نے صراحت سے یہ حکم بیان کیا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا اگرچہ ذکر کے ساتھ ہو حرام ہے۔''

ہاں اگر تعلیم کے لئے ذکر بلند آواز میں کریں تو اس کی گنجائش ہے۔ ﴿۱۶۴﴾

لیکن واضح رہے کہ جہاں شریعت نے ذکر بالجہر کا حکم دیا، وہاں ذکر بالجہر ہی کیا جائے۔ حضرت مجدد بھی جمہور علماء کے مسلک کے مطابق ذکر بالجہر کو بدعت سمجھتے ہیں۔ آپ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''میں نے حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے تا کہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں، علماء نے حضرت امیر کی خدمت میں عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا نہ کریں۔'' ﴿۱۶۵﴾

کافروں کی رسوم بجالانے والے کا حکم

''پس وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے کافروں کی رسمیں بجالاتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان پر نماز جنازہ پڑھنی چاہئے اور کفار کے ساتھ نہ ملانا چاہئے جیسے کہ آج اسی پر عمل ہو رہا ہے اور امیدوار رہنا چاہئے کہ آخر کار ایمان کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں گے۔'' ﴿۱۶۶﴾

کفن

اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمان مرجائے تو اسے کفن پہنانا فرض کفایہ ہے سنت یہ ہے کہ مرد کے کفن میں تین اور عورت کے کفن میں پانچ کپڑے ہوں۔ اگر کوئی مسلمان میدان جنگ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے تو اس کو ان ہی کپڑوں میں کفن دیا جائے جو اس وقت اس کے بدن پر ہوں۔ اس کے ہتھیار الگ کر لئے جائیں گے۔ کفن کے متعلقہ امور پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''مردوں کے لئے مسنون کفن تین کپڑے ہیں۔ دستار قدر مسنون سے زائد ہے ہم قدر مسنون پر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کفایت کرتے ہیں اور ہم عہد نامہ نہیں لکھتے۔ کیونکہ پلیدیوں کے ساتھ آلودہ ہونیکا احتمال ہے۔ اور سند صحیح سے بھی ثابت نہیں۔ علماء ماوراء النہر کا عمل بھی نہیں۔ مشائخ سے تبرک کے طور پر حاصل شدہ پیراہن کو اگر کفن میں قمیص کی جگہ استعمال میں لائیں تو اس کی گنجائش ہے۔ شہدائے کرام کے کپڑے ہی ان کے کفن ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ 'مجھے انہی کپڑوں میں دفنا دینا۔' ﴿۱۶۷﴾

قبور کو بوسہ دینا

قبر اولیاء کو بوسہ دینا جائز نہیں۔ امام غزالی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق، شاہ عبدالعزیز، علامہ عینی اور علامہ ابراہیم حلبی نے اس کو ناجائز کہا ہے۔ شرح منیہ میں بوسۂ قبر کے بارے میں ہے:

لاشک انه بدعة لاسنة فيه ولا اثر عن صحابی ولا عن اما م يعتمد عليه فيه

یعنی اس میں شک نہیں کہ (قبر پر ہاتھ رکھنا اور بوسہ قبر) بدعت ہے سنت نہیں۔ اس بارے میں کسی صحابی کا کوئی اثر مروی نہیں اور نہ ہی کسی ایسے امام سے کچھ منقول ہے جس پر اعتماد کیا جائے۔ ﴿۱۶۸﴾

مفتی رشید احمد لکھتے ہیں:

''قبر کو بوسہ دینا بنیت عبادت و تعظیم کفر ہے اور بلا نیت عبادت بوسہ دینا گناہ کبیرہ ہے۔'' ﴿۱۶۹﴾

الشیخ احمد رضا قادری نے بھی بوسہ قبر کو جائز قرار نہیں دیا۔ ﴿۱۷۰﴾

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی جمہور فقہاء کے مسلک پر عامل تھے اس مسئلہ میں آپ کے نقطۂ نظر کو صالح کولابی کی اس عبارت سے سمجھا جا سکتا ہے۔

''ابتداء میں جب آپ اپنے والدین کی زیارت کے لئے جاتے تو آپ قبر پر ہاتھ پھیر کر چہرے پر ملتے لیکن آخر میں اس کو بھی آپ نے ترک فرما دیا۔ کیونکہ فقہاء نے اس سے منع کیا ہے۔ قبروں کو بوسہ دینا یا ان کا طواف کرنا اچھا خیال نہیں کرتے۔ ﴿۱۷۱﴾

ایصالِ ثواب

عبادت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ عبادتِ بدنی (کلمہ طیبہ، دعاء، درود، روزہ)

۲۔ عبادتِ مالی (صدقہ، خیرات)

شیخ شبیر احمد عثمانی نے متعدد کتب حدیث کے حوالے سے ایصالِ ثواب کے ثبوت میں احادیث بیان کی ہیں اور اس کے بعد لکھا ہے کہ ان احادیث اور آثار کے علاوہ بکثرت احادیث اور آثار ہیں جو حد تواتر کو پہنچے ہیں اور ان سے ایصالِ ثواب ثابت ہے۔ ﴿۱۷۲﴾

اہل سنت ایصالِ ثواب کے قائل ہیں لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علیہ کے نزدیک عباداتِ مالیہ اور عباداتِ بدنیہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عباداتِ مالیہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔ جبکہ معتزلہ ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں۔

''شیخ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض رسائل میں ایصالِ ثواب کے ثبوت پر تیس دلائل قائم کئے ہیں۔'' ﴿۱۷۳﴾

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس کو نفع دیتا ہے اور صدقہ کرنے والے کو بھی اس سے نفع ہوتا ہے۔'' ﴿۱۷۴﴾

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ایصالِ ثواب ثابت ہے۔ مولانا حسن برکی کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

''اور آپ نے بھی پوچھا تھا کہ کلام اللہ کا ختم کرنا، نفل نماز پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اس کا ثواب والدین، استاد یا بھائیوں کو بخش دینا بہتر ہے یا نہ بخشنا بہتر ہے۔ جان لینا چاہئے کہ ثواب بخش دینا بہتر ہے کہ اس میں دوسروں کا بھی نفع ہے اور یہ بھی ہے کہ شاید دوسروں کے طفیل یہ عمل بھی قبول ہو جائے۔'' ﴿۱۷۵﴾

ملا عبدالکریم سنامی رحمۃ اللہ علیہ کو ایصالِ ثواب کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''واضح ہو کہ شیخ حبیب اللہ کا مکتوب مرغوب پہنچا اس نے اپنے والد مرحوم کے فوت ہو جانے کی نسبت لکھا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ فقیر کی طرف سے دعا پہنچا کر ماتم پرسی بجا لائیں اور کہیں کہ دعا و فاتحہ و استغفار سے اپنے والد کی امداد و اعانت فرمائیں۔

فَاِنَّ الْمَیِّت کَالْغَرِیْق یَنْتَظِر دَعْوَۃ تَلْحَقُہ مِن وَلَدٍ اَوْ اَبٍ اَوْ اُمٍ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ

ترجمہ: ''مردہ ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے جو دعا کا منتظر ہوتا ہے جو اس کو بیٹے یا باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔'' ﴿۱۷۶﴾

میت کے لئے یہ دعا بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''فَاِذَا لحقتہ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَمَا وَاَنَّ اللّٰہ لیدخل عَلٰی اَھْل الْقُبُور من دعَاء اَھْل الارْض امْثَال الْجِبَال مِنَ الرَّحْمَۃ وَان ھدیۃ الاحیاء اِلَی الاموَات الاسْتغفَار لَھُم'' ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ: ''جب ان کی طرف سے اسے دعاء پہنچتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بے شک اللہ ﷻ اہلِ زمین کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑوں کی مانند رحمت داخل کرتا ہے، زندوں کا مردوں کو یہ ہدیہ ہے کہ وہ ان کے لئے استغفار اور بخشش طلب کریں۔'' ﴿۱۷۸﴾

مردوں کو جو ثواب بخشا جاتا ہے وہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے بخشنا چاہئے۔ اس میں قبولیت کی زیادہ امید ہے، ملا صالح ترک رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''یہ فقیر مردوں کے بعض صدقات میں جب اپنے آپ کو نیت کے درست کرنے میں عاجز پاتا ہے تو اس سے بہتر علاج نہیں پاتا کہ صدقہ کو رسول اللہ ﷺ کی نیت سے معین کرے اور اس میت کو آپ کا طفیلی بنائے۔ امید ہے کہ آپ کے واسطے کی برکت سے قبول ہو جائے گا۔'' ﴿۱۷۹﴾

علماء اس بات کے قائل ہیں کہ ثواب تقسیم نہیں ہوتا بلکہ تمام اموات کو پورا پورا ملتا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص قبر والوں کے لئے فاتحہ پڑھے تو کیا ثواب تقسیم ہو کر پہنچے گا یا ہر کسی کو پورا پورا ملے گا تو جواب میں فرمایا کہ ایک جماعت نے قولِ ثانی کا فتویٰ دیا ہے اور یہ اللہ ﷻ کے فضلِ عمیم اور وسیع رحمت کے لائق ہے۔ ﴿۱۸۰﴾

علامہ شامی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ اس سلسلہ میں مزید رقم طراز ہیں:

''نفلی صدقہ کرنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کی نیت کرے کیونکہ ان سب کو ثواب پہنچے گا اور اس کے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔'' ﴿۱۸۱﴾

حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ بھی اس نکتہ نظر کے قائل ہیں کہ ثواب پورا پورا ملتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''اگر کسی آدمی کی روح کو صدقہ کر کے تمام مؤمنوں کو اس میں شریک کر دیں تو تمام کو پہنچ جاتا اور اس شخص کا جس کی نیت سے دیا گیا تھا اس سے کچھ اَجر کم نہیں ہوتا۔

اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ ﴿۱۸۲﴾

ترجمہ: ''تیرا رب وسیع بخشش والا ہے۔'' ﴿۱۸۳﴾

اِس سلسلہ میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سے چند سال پہلے فقیر کی عادت تھی کہ اگر (ایصال ثواب کے لئے) کھانا پکاتا تو آلِ عبا کی روحانیت مطہرہ کے لئے مخصوص کرتا تھا اور حضور ﷺ کے ساتھ (ایصالِ ثواب میں) حضرت علی، حضرت فاطمہ، اور حضراتِ امامینِ کریمین ﷺ کو ملاتا تھا۔ ایک رات یہ فقیر خواب میں دیکھتا ہے کہ آں سرور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ فقیر آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ آپ فقیر کی طرف توجہ نہیں فرماتے اور چہرہ مبارک فقیر کی جانب کی بجائے دوسری طرف رکھتے ہیں۔ اس دوران میں فقیر سے فرمایا کہ میں کھانا عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کھاتا ہوں جو شخص مجھے کھانا بھیجے، عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجے۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ توجہ شریف مبذول نہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو اس کھانے میں شریک نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد سے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بلکہ آپ کی باقی اَزواجِ مطہرات ﷺ کو تمام اہلِ بیت ﷺ کے ساتھ شریک کرتا اور تمام اہلِ بیت ﷺ سے توسل کرتا۔'' ﴿۱۸۴﴾

''شاید ایسے ہی مشاہدات کی بنا پر آپ ایصالِ ثواب میں تمام مؤمنین، مؤمنات اور ملائکہ کو شامل فرماتے۔'' ﴿۱۸۵﴾

ربٰو ﴿۱۸۶﴾

لغت میں ربٰو کا معنی زیادتی، بڑھوتری اور بلندی کے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں ربٰو کی دو قسمیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہیں۔

۱۔ ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا۔ آج کل جو سود رائج ہے اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

۲۔ ایک جنس کی چیزوں میں زیادتی کے ساتھ بیع

اسلام نے ربٰو کو حرام قرار دیا ہے۔﴿۱۸۷﴾ اسلام کا معاشی نظام سرمایہ دارانہ نظام سے اسی ربٰو کی وجہ سے ممتاز ہوتا ہے۔ ارتکازِ دولت کی موثر روک تھام کے لئے حرمتِ سود سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ پاکستان میں بھی سودی نظام کو ختم کرنے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۸۰ء میں ایک رپورٹ شائع کی جس میں مروجہ نظام کے مسائل، مشکلات اور ان کے حل کی تدابیر پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔﴿۱۸۸﴾

حضرت مجدد نے سود کے جواز کے لئے لوگوں نے جو حیلے ایجاد کئے ہیں، کتب فقہ کی روشنی ان پر کاری ضرب لگائی اور فقہائے لاہور نے احتیاج وضرورت کی بناء پر جو حلت کا فتویٰ دیا تھا اس کا بلیغ رد کیا۔ سود کے متعلق ایک فقہی مسئلہ کہ اصل زر سود میں شامل نہیں، کے جواب میں حضرت شیخ احمد سرہندی لکھتے ہیں:

''شریعت میں ہر ایسا عقد جس میں زیادتی کی شرط ہو، ربٰو اور سود ہے۔ لہٰذا اس طرح کا سودی قرضہ بھی حرام قرار پائے گا اور جو چیز بذریعہ حرام حاصل کی جائے وہ بھی حرام ہوتی ہے پس وہ دس ٹکے بھی ربٰو اور حرام ہوں گے۔

جامع الرموز اور ابراہیم شاہی کی روایات ارسال کرنے سے مقصود تمہیں یہ مسئلہ سمجھانا تھا۔ باقی رہی محتاجی کی صورت، تو میرے مخدوم! سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے جو محتاج اور غیر محتاج سب کو شامل ہے۔ محتاج کو اس حکم قطعی سے خارج اور مستثنیٰ قرار دینا حکم قطعی کو منسوخ کرنا ہے۔ قنیہ﴿۱۸۹﴾ کی روایت یہ درجہ نہیں رکھتی کہ حکم قطعی کو منسوخ کر سکے۔ حالانکہ مولانا جمال لاہوری جو اعلم علماء لاہور ہیں، فرماتے ہیں کہ قنیہ کی بہت سی روایات لائقِ اعتماد نہیں اور کتبِ معتبرہ کی روایات کے خلاف ہیں اور اگر قنیہ کی اس روایت کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسے اضطرار اور مخمصے کی حالت پر محمول کرنا چاہئے تاکہ اس حکمِ قطعی کا مخصص آیۂ کریمہ فَمَنِ اضْطُرَّ فِی مَخْمَصَةٍ﴿۱۹۰﴾ کو قرار دیا جائے کیونکہ قوت میں اس کی طرح ہے

کہ رستم را کشد ہم رخشِ رستم

رستم پہلوان کو رستم کا گھوڑا ہی قتل کر سکتا ہے۔

نیز اگر محتاج سے عام محتاج مراد لے لیا جائے تو پھر ربٰو کی حرمت کے لئے کوئی موقع اور محل باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ جو شخص بھی سود کی زیادتی دینا قبول کرے گا، آخر کسی نہ کسی ضرورت اور محتاجی کے تحت قبول کرے گا۔ کوئی بھی بلا احتیاج وضرورت اپنے نقصان کا اقدام نہیں کرتا تو اس طرح کے توہم کے باعث حکیم وحمید ذات کی طرف سے اس کی کتاب عزیز میں نازل شدہ اس حکم کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہے گا۔

اور اگر بفرضِ محال عام محتاجی ہی تسلیم کر لی جائے تو ہم کہیں گے محتاجی ضرورت میں سے ہے اور ضروری شئے کو باندازۂ ضرورت اختیار کیا جاتا ہے۔ پس سودی روپے سے کھانا پکا کر لوگوں کو کھلانا ضرورت میں داخل نہیں اور اس کے ساتھ کوئی ضرورت متعلق نہیں۔ اسی لئے ترکۂ میت میں سے میت کی ضرورت کی چیزیں مستثنیٰ ہیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور اس ضرورت کو اس کے کفن دفن میں منحصر کیا ہے اس کے ایصالِ ثواب کے لئے کھانا پکانا شرعاً احتیاج وضرورت میں داخل نہیں حالانکہ میت صدقہ وخیرات کا بہت محتاج ہوتا ہے۔

پس متنازعہ فیہ صورت میں اچھی طرح غور کریں کہ قرض لینے والے محتاج ہیں یا نہیں اور احتیاج و ضرورت کی صورت میں سودی روپے سے جو کھانا تیار ہوگا وہ کھانے والوں کے لئے حلال ہے یا نہیں؟

لاہور کے مفتیوں نے احتیاج وضرورت کو سبب قرار دے کر حلال ہونے کا حکم دیا ہے۔ احتیاج وضرورت کا دامن بڑا فراخ ہے۔ اگر فراخ کریں گے تو کوئی چیز بھی سود نہیں رہے گی اور سود کے حرام ہونے کے بارے میں نص قطعی کا حکم بے فائدہ اور عبث ہو جائے گا۔ قنیہ کی روایت بہر حال زیادہ سے زیادہ ضرورت مند کے لئے سودی قرض لینے کو جائز قرار دیتی ہے۔ دوسروں کے لئے اس کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ شاید اس طرح کے کھانا پکانے والے کو کفارہ قسم یا کفارہ ظہار یا روزے کا کفارہ ادا کرنے کی ضرورت ہو اور اس میں شک نہیں کہ وہ کفارہ ادا کرنے میں محتاج اور ضرورت مند ہے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس کفارے والا اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا تو کفارے کے طور پر روزے رکھے۔ نہ یہ کہ سود پر قرض لے اور اگر اس طرح کی اور ضرورت اور احتیاج پیش آئے تو تھوڑی سی توجہ سے تقویٰ کی برکت سے دور ہو سکتی ہے۔

مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴿۱۹۱﴾

یعنی جو شخص اللہ ﷻ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ ﷻ اس کے لئے راستہ نکال دیتا ہے اور اسے اس مقام سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اسے گمان نہیں ہوتا۔"

نذر

نذر کے اصل معنی کسی شے کو دور کرنے اور اس سے بچنے کے ہیں۔ اگر کسی شے کو تم اپنے سے ہٹا کر خدا کے لئے خاص کر دو تو یہ نذر ہے۔ یہیں سے اس میں کسی شے کو حرام کر دینے کا مفہوم ہو گیا۔ عبرانی میں اس کا یہی مفہوم ہے۔ پھر یہ لفظ اپنے اوپر کسی لذت کو حرام کر دینے کے لئے استعمال ہونے لگا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ اپنے اوپر کسی شے کو بطور قسم لازم کرنے کے مفہوم کے لئے اس میں وسعت پیدا ہو گئی۔

﴿فراہی، حمید الدین، الامعان فی اقسام القرآن، مترجم: امین احسن اصلاحی، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور ۱۹۷۵ء، ص: ۲۰﴾

نذر "منت" ہے انسان جس کام کی منت مان کر اس کو اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے۔ اس کو نذر کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں نذر ایک عبادت مقصودہ ہے اور عبادت واجبہ کی جنس سے ہے۔ نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

وليوفوا نذورهم ﴿۱۹۲﴾

"یعنی وہ اپنی نذروں کو پورا کریں۔"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں۔ نذر کا پورا کرنا کتاب، سنت اور اجماع مسلمین سے ثابت ہے۔﴿۱۹۴﴾

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔، نذر کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ عبادات جیسے نماز کی نذر

۲۔ معصیت جیسے زنا کی نذر

۳۔ مکروہ جیسے نوافل ترک کرنے کی نذر

۴۔ مباح جیسے کھانے پینے یا مباح لباس پہننے کی نذر

عبادت کی نذر کو پورا کرنا لازم ہے اور باقی اقسام کو پورا کرنا لازم نہیں۔﴿۱۹۵﴾

آجکل جس طرح ان پڑھ عوام اپنی حاجات میں اولیاء اللہ کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور حاجات پوری ہونے کے بعد مزارات پر نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور بعض لوگ اس کو لغوی نذر کہہ کر سندِ جواز پیش کرتے ہیں اس کا قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ کتب فتاویٰ میں اس نذر کو حرام کہا گیا ہے۔﴿۱۹۶﴾ اس ضمن میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

حیوانات کو جو مشائخ کی نذر کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر جا کر ان کو ذبح کرتے ہیں، فقہی روایت میں اس عمل کو شرک میں داخل کیا ہے اور اس معاملہ میں بڑا مبالغہ کیا ہے۔ اور اس ذبح کو جنوں کے ذبیحوں کی جنس سے قرار دیا ہے۔ جو کہ شریعت میں ممنوع اور شرک کے دائرہ میں داخل ہے۔ اس عمل سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ کہ اس میں شرک کی آمیزش ہے۔

نذر کی بہت سی قسمیں ہیں کیا ضروری ہے کہ کسی جانور کے ذبح کرنے کی نذر مانیں اور اس کے ذبح کا ارتکاب کریں اور جنوں کے ذبیحوں سے ملحق کریں۔ اور شیطانوں کے پجاریوں سے تشبہ پیدا کریں۔﴿۱۹۷﴾

ممنوعات شرعیہ پر مشتمل دعوت میں شرکت کا حکم

ایسی دعوتیں جن میں شریعت اسلامیہ کے احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، ان میں شرکت کے حکم کے بارے میں کتب فقہ کے حوالہ سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:۔

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر طعام مشتبہ ہو یا دعوت کا مکان اور وہاں کا فرش حلال نہ ہو یا وہاں ریشمی فرش اور چاندی کے برتن ہوں یا چھت یا دیوار پر حیوانوں کی تصویریں ہوں یا باجے یا سماع کی کوئی چیز موجود ہو یا کسی قسم کی لہو ولعب اور کھیل کود کا شغل ہو یا غیبت اور جھوٹ کی مجلس ہو تو ان سب صورتوں میں دعوت کا قبول کرنا منع ہے۔ بلکہ یہ سب امور اس کی حرمت اور کراہت کا موجب ہیں اور ایسے ہی اگر دعوت کرنے والا ظالم یا فاسق یا مبتدع یا شریر یا تکلف کرنے والا یا فخر و مباہات کا طالب ہے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور شرعۃ الاسلام ﴿۱۹۸﴾ میں ہے کہ ایسے طعام کی دعوت قبول نہ کریں جو ریاء وشہرت کے لئے تیار کیا گیا ہو۔

محیط ﴿۱۹۹﴾ میں ہے کہ جس بساط پر لہو ولعب یا سرود کا سامان ہو یا لوگ غیبت کرتے اور شراب پیتے ہوں تو وہاں نہیں بیٹھنا چاہئے۔

اگر یہ سب موانع موجود نہ ہوں تو دعوت کے قبول کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ لیکن اس زمانہ میں ان موانع کا مفقود ہونا دشوار ہے۔ ﴿۲۰۰﴾

سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال

پس سونا چاندی اور ریشمی لباس وغیرہ جنہیں شریعت مصطفویہ علیٰ مصدرھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نے حرام قرار دیا ہے، ان کے استعمال سے پرہیز لازمی ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں کو زینت وآرائش کے طور پر اگر رکھیں وقدرے گنجائش ہے لیکن ان کا استعمال قطعاً حرام ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا، خوشبو ڈالنا، سرمہ دان بنانا وغیرہ سب منع ہے۔ ﴿۲۰۱﴾

سماع ﴿۲۰۲﴾

سماع غنا کے متعلق مفصل بحث کے بعد آپ لکھتے ہیں:

''مختصر یہ کہ سماع متوسطین کے لیے نافع ہے اور فقہی حضرات میں سے بھی ایک خاص قسم کے حضرات کے لیے''

اس قسم کے لوگوں کے اوصاف کی تشریح اور تفصیل کے بعد لکھتے ہیں:

جن لوگوں کے لیے سماع نافع ہے اس کے لئے بھی چند شرطیں ہیں مثلاً ایک شرط یہ ہے یہ اپنے کامل نہ ہونے کا اعتقاد رکھے ورنہ ترقی نہیں کرسکتا بلکہ اپنی جگہ پر رکا ہوا ہے اور اگر ترقی ہو بھی تو محض عارضی۔ باقی سماع کے نافع ہونے کی شرطیں عوارف المعارف یا دیگر اکابر مستقیم الاحوال کی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن یہ دور حاضر کے لوگوں میں مفقود ہیں بلکہ اس قسم کا سماع اور رقص جو آج کل رائج ہے بلا شک وشبہ مضر ہے اور عروج ترقی کے منافی ﴿۲۰۳﴾

دفتر اول کے مکتوب ۲۶۶ میں سورۃ لقمان کی آیت من یشتری لھو الحدیث.....الخ کی روشنی میں مفسرین وفقہا کے اقوال کے حوالہ سے سماع کی حرمت پر بحث کی ہے۔ ﴿۲۰۴﴾ میر نعمان کو لکھتے ہیں:

''بہت سے لوگوں نے اپنے اضطراب وبے قراری کی تسکین، سماع ونغمہ اور وجد وتواجد سے حاصل کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے پردہ میں مطالعہ کیا۔ اسی واسطے رقص و رقاص کو دیکھنا عادت بنالی۔ حالانکہ انہوں نے بہت کچھ سنا ہوگا۔

ما جعل الله في الحرام شفاء

یعنی اللہ ﷻ نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔

ہاں! الغریق یتعلق بالحشیش وحب الشی یعمی ویصم

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ اور کسی شے کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ مارتے۔ ﴿۲۰۵﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حواشی

﴿۱﴾ لفظ فقہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

قلعہ جی، محمد رواس، معجم لغۃ الفقہاء، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ص: ۳۴۸/ قاضی عیاض، ابوالفضل، مشارق الانوار، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۷ء، ج ۲، ص: ۲۲۰/، پٹنی، محمد طاہر صدیقی، مجمع بحار الانوار، مکتبہ دارالایمان، مدینہ منورہ، ۱۹۹۴ء، ص: ۱۶۸-۱۶۹/ ابن منظور افریقی، لسان العرب، محمد بن مکرم نشر ادب الحوزہ، ایران، ج ۱۳، ص: ۵۲۲-۵۲۳/ فیروز آبادی، القاموس المحیط، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۲ ص: ۱۶۴۲/ عبدالرحیم، منتہی الرب فی لغۃ العرب، کتاب خانہ سنائی، ایران، ج ۴، ص: ۹۷۵/ الزمخشری، محمود بن عمر، اساس البلاغہ، تحقیق عبدالرحیم محمود، دارالمعرفۃ، بیروت، ص: ۳۴۶/ ابن الاثیر، محمد جزری، النہایۃ فی الغریب الحدیث والاثر، موسسۃ اسماعیلیان، قم، ج ۳، ص: ۴۶۵/ الجرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۸۳ء، ص: ۱۶۸/ عاصم، عبدالغفار، معجم مصطلحات الاصول، مرکز الامام بخاری للتراث والتحقیق، صادق آباد، ص: ۱۷/ التفتازانی، سعدالدین مسعود، التلویح علی التوضیح، اصح المطابع، کراچی، ۱۴۰۰ھ، ج ۱، ص: ۲۲/ الزحیلی، الدکتور وہبہ، اصول الفقہ الاسلامی، دار احسان، دمشق، ۱۹۹۷ء، ج ۱، ص: ۱۹/ الاصفہانی، محمود بن عبدالرحمن، بیان المختصر شرح ابن الحاجب، تحقیق ڈاکٹر محمد مظہر بقا، دارالمدنی، جدۃ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص: ۱۸/ الموسوعۃ الفقہیہ، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، کویت، ۱۹۹۳ء، ج ۱، ص: ۱۵/ طاش کبریٰ زادہ، احمد بن مصطفیٰ، مفتاح السعادۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۸۵، ج ۲، ص: ۳۷۱/ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ، کشف الظنون، ج ۲، ص ۲۵۹/ بھٹی، محمد اسحاق، برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۱-۱۵/ لکھنوی، عبدالحئ، الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند، دمشق، ۱۹۸۳ء، ص: ۱۰۲-۱۰۳/ الاسنوی، جمال الدین، شرح الاسنوی علیٰ منہاج الوصول للقاضی البیضاوی، مکتبۃ جمہوریۃ مصر، ج ۱، ص ۱۴/ السبکی، علی بن عبدالکافی، الابہاج فی شرح منہاج، مکتبۃ الکلیات الازہریۃ، قاہرہ، ج ۱، ص: ۲۸

﴿۲﴾ علم سے مراد "ادراک الحکم من دلیلہ علی سبیل الرجحان" ہے۔

﴿۳﴾ صدیقی، ساجد الرحمن، فقہ اسلامی کا تاسیسی پس منظر، شریعہ اکیڈمی، اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص: ۲۱

﴿۴﴾ ایسی ہی دیگر مثالوں کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

اثری، ارشاد الحق، اسباب اختلاف الفقہاء، ادارۃ العلوم الاثریۃ، فیصل آباد ۱۹۹۲ء، ص: ۲۱، ۳۵ تا ۴۸/ ابن قدامی، موفق الدین، المغنی، دارالکتاب العلمیۃ، بیروت ۱۹۷۲، ج ۱، ص: ۱۲-۱۴

﴿۵﴾ عبدالقادر بن محمد، الجواہر المضیۃ، تحقیق عبدالفتاح، دارالعلوم الریاض ۱۹۷۹ء، ج ۴،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ص:۳۷۶/ امام ذہبی، محمد بن احمد، میزان الاعتدال، المکتبۃ الاثریۃ، پاکستان، ج ۴، ص ۵۲

﴿۶﴾ ابن البزاز، محمد بن محمد، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ الہندیۃ، نورانی کتب خانہ، پشاور، ج ۴، ص:۱۱۲

﴿۷﴾ محمد اسحاق، مولانا، وحدتِ امت، مکتبہ کلیہ، فیصل آباد، ص:۵۵

﴿۸﴾ آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، اسلامی اکادمی، لاہور ۱۹۷۳ء، ج ۲، ص:۴۶۴، ۴۹۲

﴿۹﴾ رفع الملام عن الائمۃ الاعلام

﴿۱۰﴾ شاہ ولی اللہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، مترجم پروفیسر محفوظ الرحمن نعیمی، علما اکیڈمی، لاہور ۱۹۸۱ء

﴿۱۱﴾ سورۃ النور آیت ۴-۵

﴿۱۲﴾ ابن رشد، ابوالولید محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، تحقیق ماجد الحموی، دار ابن حزم، بیروت ۱۹۹۵ء، ج ۱، ص ۲۰-۲۱

﴿۱۳﴾ اس موضوع پر لکھی گئی چند کتب درج ذیل ہیں:

وحدتِ امت	علامہ محمد اسحاق
راہِ اعتدال	صدر الدین اصلاحی

﴿۱۴﴾ شاطبی، ابواسحاق، الموافقات فی اصول الشریعۃ، دار المعرفۃ بیروت، ج ۴، ص:۱۲۵

﴿۱۵﴾ مکتوبات حضرت شیخ احمد سرہندی، دفتر ۲، مکتوب:۵۵

﴿۱۶﴾ عربی میں فَتویٰ یا فُتویٰ اور فُتیَا، اِفتاء سے ماخوذ ہے جس کے معنی اظہار و بیان و رائے دہندگی کے ہیں۔

﴿۱۷﴾ مفتاح السعادۃ، ج ۲، ص:۵۵۷-۵۵۸

﴿۱۸﴾ سورۃ النساء آیت:۱۲۷، ۱۷۶

﴿۱۹﴾ سورۃ البقرۃ آیت:۱۸۹، ۲۱۵، ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۲/ سورۃ المائدہ آیت:۴/ سورۃ الاعراف آیت:۱۸۷/ سورۃ الانفال آیت:۱

﴿۲۰﴾ ابن قیم، ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر، اعلام الموقعین، دار الجیل، بیروت، ج ۴، ص:۲۶۶ تا ۲۱۴

﴿۲۱﴾ ابواللیث سمرقندی، فتاویٰ النوازل، شمس الاسلام، حیدرآباد دکن ۱۳۵۵ھ

﴿۲۲﴾ ردالمحتار، ج ۱، ص:۶۹

﴿۲۳﴾ فتاویٰ کے متعلق ان معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

محمد عزیر، فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی، علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن، کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۷ تا ۵۲/ طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، تاریخ فقہ میں فتاویٰ کا مقام مشمولہ فتاویٰ نوریہ، دار العلوم حنفیہ، بصیر پور ۱۹۸۸ء، ج ۲، ص ۵۰۷ تا ۵۱۴/ ظفیر الدین مفتی، مقدمہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند، دار

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الاشاعت، کراچی ۱۹۸۶ء، ج۱،ص ۴۶ تا ۹۶

﴿۲۴﴾ حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ابن العماد الحنبلی، عبدالحیٔ، شذرات الذہب، داراحیاء التراث، بیروت، ج۱،ص:۱۴۶/ تہذیب التہذیب، ج۱۰،ص ۲۵۸/ المزی، ابوالحجاج یوسف، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۹۴، ج ۲۸، ص:۴۶۴-۴۷۴/ امام بخاری، محمد بن اسماعیل، التاریخ الکبیر، دارالباز للنشر والتوزیع، مکۂ مکرمۃ، ج ۸،ص:۲۱

﴿۲۵﴾ شذرات الذہب، ج۱،ص ۱۵۸-۱۵۹/ ذہبی، محمد بن احمد، تاریخ اسلام، تحقیق الدکتور عمر عبدالسلام، دارالکتاب العربی، بیروت، ص ۸۵-۸۶/ مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۹، ص:۱۴۹-۱۵۹

﴿۲۶﴾ زید بن علی، المجموع الفقہی، مطبع المعارف العلمیۃ، مصر ۱۹۲۱ء

﴿۲۷﴾ اصول فقہ کی مشہور کتاب جس کے مصنف علامہ تفتازانی ہیں۔

﴿۲۸﴾ فقہ کی مشہور کتاب

﴿۲۹﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۸

﴿۳۰﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۲۹

﴿۳۱﴾ مکتوبات دفتر اول، مکتوب:۲۷۸

﴿۳۲﴾ امام اعظم، نعمان بن ثابت (۸۰ھ-۱۵۰ھ) کے حالات پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ چند درج ذیل ہیں:

۱۔مناقب الامام ابی حنیفہ	محمد بن ابن نیشاپوری (م:۳۵۷ھ)
۲۔مناقب الامام ابی حنیفہ	حافظ الدین الخوارزمی (م:۸۲۷ھ)
۳۔مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ	ابن الضیاء المکی (م:۸۵۴ھ)
۴۔شرح قصیدہ النعمری فی مدح الامام ابی حنیفہ	محمد امین الطبقجلی (م:۱۲۷۲ھ)
۵۔مناقب الامام ابی حنیفہ	محمد بن ابراہیم اکلشنی (م:۱۱۳۶ھ)
۶۔شقائق النعمان فی مناقب النعمان	محمد عمر زمخشری (م:۵۳۸ھ)
۷۔المطالب المنفیۃ فی الذب عن الامام ابی حنیفہ	الواعظ البغدادی (م:۱۳۳۱ھ)
۸۔ مناقب الامام ابو حنیفہ	خطیب خوارزم اسوفق بن احمد (م:۵۶۸ھ)
۹۔مواہب الرحمان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان	اسماعیل حقی المنلستری (م:۱۳۳۰ھ)
۱۰۔مناقب الامام ابی حنیفہ	مستقیم زادہ (م:۱۲۰۲ھ)
۱۱۔کشف الآثار الشریفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہ	عبداللہ بن محمد السبلمونی (م:۳۴۰ھ)
۱۲۔فضائل ابی حنیفہ	ابن ابی العوام
۱۳۔البستان فی مناقب ابی حنیفہ النعمان	ابن ابی الوفاء (م:۷۷۵ھ)
۱۴۔الدرر المنیفۃ فی الرد علی ابن ابی شیبۃ عن الامام ابی حنیفہ	ابن ابی الوفاء (م:۷۷۵ھ)
۱۵۔مناقب الامام اعظم	علی بن عبدالعزیز المرغینانی (م:۵۰۲ھ)
۱۶۔المواہب الشریفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہ	علی بن ابو القاسم زید البیہقی (م:۵۶۵ھ)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

۱۷۔الاجوبۃ المرضیۃ عن اعتراضات ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفہ قاسم بن قطلوبغا(م:۸۷۹ھ)
۱۸۔ النکت الظریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفہ زاہد الکوثری(م:۱۳۷۲ھ)
۱۹۔الخیرات الحسان احمد بن حجر مکی
۲۰۔ابو حنیفہ، آراؤہ فقہ محمد ابو زہرہ مصری
۲۱۔امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی ڈاکٹر محمد حمید اللہ
۲۲۔امام اعظم ابو حنیفہ مفتی عزیز الرحمن
۲۳۔امام اعظم اور علم حدیث محمد علی صدیقی
۲۴۔اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ قاضی حسین بن علی(م:۴۳۶ھ)
۲۵۔تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ امام سیوطی
۲۶۔مناقب الامام الاعظم ملا علی قاری
۲۷۔المناقب محمد معروف بہ ابن البزاز الکردی(م:۸۳۷ھ)
۲۸۔مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ احمد ذہبی
۲۹۔سیرۃ النعمان علامہ شبلی نعمانی
۳۰۔سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ ابو الحسن زید فاروقی
۳۱۔مقام ابی حنیفہ محمد سرفراز خاں صفدر

شیر نوروز خان نے امام ابو حنیفہ پر لکھی گئی اہم کتب اور مقالات کی فہرست مرتب کی ہے۔ جن کی تعداد ۱۱۴ ہے۔ (فکر و نظر، ج:۳۶، شمارہ:۲، اکتوبر۔دسمبر ۱۹۹۸ء، ص:۱۰۱ تا ۱۱۷)

﴿۳۳﴾ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب:۵۵

﴿۳۴﴾ ڈاکٹر مسعود احمد احناف کی دنیا میں تعداد کے بارے میں لکھتے ہیں:

''چند سال قبل ایک عرب محقق نے آئمہ اربعہ کے پیروکاروں کے اعداد و شمار جمع کئے تھے۔ اس کے مطابق حنفیوں کی تعداد ساڑھے چھیاسی کروڑ، شوافع کی ساڑھے چار کروڑ اور امام مالک کے پیروکاروں کی تعداد چار کروڑ جبکہ حنبلی چالیس لاکھ ہیں۔'' (صراط مستقیم، ص:۵۹) اس طرح احناف مسلمانوں کی کل آبادی کا دو تہائی ہیں۔ آج کل حنفی مذہب کے پیروکار افغانستان، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، عراق، ترکی، شام، ترکمانستان، تاجکستان، ازبکستان، بوسنیا، البانیہ، بلقان، میں بکثرت ہیں۔ جبکہ ایران، انڈونیشیا، برازیل، برما، سری لنکا، ملائشیا، تھائی لینڈ، سعودی عرب، فلسطین، یمن وغیرہ میں احناف قلیل تعداد میں آباد ہیں۔

﴿۳۵﴾ دفتر دوم، مکتوب:۵۵

﴿۳۶﴾ ایضاً

﴿۳۷﴾ مبداؤ معاد، ص ۱۶۷

﴿۳۸﴾ علمائے احناف کو اصحاب الرائے اس لئے نہیں کہا جاتا کہ وہ معاذ اللہ اپنی رائے کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں بلکہ وہ اس لئے اصحاب الرائے کہلاتے ہیں کہ وہ قیاس کی علت کی جستجو میں خاص اہتمام کرتے ہیں اور وہ مشکل حدیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مقام پر وہ قیاس اور رائے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سے کام لیتے ہیں۔جس میں کوئی حدیث موجود نہیں ہوتی۔

﴿۳۹﴾ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب ۵۵

﴿۴۰﴾ ایضاً

﴿۴۱﴾ عثمانی، محمد تقی، تقلید کی شرعی حیثیت، مکتبۂ دارالعلوم، کراچی ۱۴۱۳ھ، ص ۱۴-۱۵

﴿۴۲﴾ ندوی، ابوالحسن، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ج ۲، ص: ۳۳۵

﴿۴۳﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۳۱

﴿۴۴﴾ مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۲۲

﴿۴۵﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۸۶

﴿۴۶﴾ معارف لدنیہ، ص: ۱۵۶

﴿۴۷﴾ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۵۵

﴿۴۸﴾ مبداؤ معاد، ص: ۱۶۴

﴿۴۹﴾ ہر دور میں محقق علماء نے اپنے پیش رو آئمہ سے اختلاف کیا۔ ماضی قریب میں نامور فقیہ مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے امام طحاوی، ابن ہمام اور دیگر فقہاء سے اختلاف کیا۔ مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مسائل میں حنفی آئمہ سے اختلاف کیا۔ اس سلسلہ میں مولانا ارشاد الحق اثری نے فقہ حنفی اور عبدالحئ لکھنوی میں اسی سے زائد مسائل نقل کئے ہیں اور بعض اصولی مسائل بھی زیر بحث لائے ہیں۔

﴿۵۰﴾ روضۃ الطالبین عمدۃ المفتین، امام یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۷ھ) کی فقہ شافعی پر مشہور کتاب ہے۔

﴿۵۱﴾ امام ناصر الدین محمد بن یوسف (م ۵۵۶ھ) کی کتاب

﴿۵۲﴾ ایسی مثالوں کے لئے امام مناوی کی فیض القدیر جلد اول، ص: ۲۱۱-۲۱۲

﴿۵۳﴾ غلام علی، شاہ، مقامات مظہری، ترجمہ وتحقیق: محمد اقبال مجددی، اردو سائنس بورڈ، لاہور ۱۹۸۳ء، ص: ۵۰۴-۵۰۶

﴿۵۴﴾ مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۲۲

﴿۵۵﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۵۵

﴿۵۶﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۲۴

﴿۵۷﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۵۵

﴿۵۸﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۲۴

﴿۵۹﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۳۶

﴿۶۰﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۱۸۶، ۲۶۰

﴿۶۱﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۵۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۶۲﴾ البنانی، حاشیۃ البنانی علیٰ جمع الجوامع، مطبع اصح المطابع بمبئی، ج ۲، ص: ۳۸۶

﴿۶۳﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۴۱

﴿۶۴﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۱۸

﴿۶۵﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۵۴

﴿۶۶﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۳۱۲

﴿۶۷﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۳۱

﴿۶۸﴾ سورہ النساء آیت: ۲۸

﴿۶۹﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۸۹/ دفتر دوم کے مکتوب ۶۷ میں بھی اس سلسلہ کے بعض امور پر آپ نے روشنی ڈالی ہے۔

﴿۷۰﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۶۷

﴿۷۱﴾ روزمرہ زندگی میں کسی مسئلہ سے سابقہ پڑنا اور اس میں احتیاط کا دشوار ہونا

﴿۷۲﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۸۵

﴿۷۳﴾ سورۃ النساء آیت: ۲۸

﴿۷۴﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۲۲

﴿۷۵﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۵۵

﴿۷۶﴾ عبارۃ النص: عبارۃ النص سے ثابت وہ حکم ہے جو ظاہری کلام سے سمجھ میں آئے اور اصلاً یا ضمناً کلام اسی کے لئے لایا گیا ہو یعنی کلام سے وہی مقصود ہو۔

﴿۷۷﴾ اشارۃ النص: اشارۃ النص سے ثابت وہ حکم ہے جو ظاہری کلام سے سمجھ میں نہ آئے اور کلام اس کے لئے لایا بھی نہ گیا ہو لیکن کلام میں اس کی طرف اشارہ موجود ہو جو توجہ کرنے سے سمجھ میں آجائے۔

﴿۷۸﴾ دلالۃ النص: دلالۃ النص وہ حکم ہے جو معنی نص سے لغۃً ثابت ہو نہ کہ رائے سے اجتہاد ہو۔

﴿۷۹﴾ اقتضاء النص: اقتضاء النص سے ثابت وہ حکم ہے جو موجودہ کلام سے نہیں بلکہ اس میں کوئی مناسب و ناگزیر محذوف تسلیم کیا جائے اور وہ حکم سمجھ میں آئے۔

ان تعریفات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

زیدان، عبدالکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، فاران اکیڈمی لاہور، ص: ۳۵۴ تا ۳۶۵/ السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد، اصول السرخسی، دار المعرفۃ بیروت، ج ۱، ص: ۲۳۶ تا ۲۵۴/ عبداللہ بن احمد، کشف الاسرار، دار الباز للنشر والتوزیع، مکۃ المکرمۃ ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص: ۳۷۳ تا ۴۰۵/ ڈاکٹر، وہبۃ الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، دار احسان ایران، ۱۹۹۷ء، ج ۱، ص: ۳۴۸ تا ۳۵۶

﴿۸۰﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۵۵

﴿۸۱﴾ السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد، اصول السرخسی، تحقیق ابوالوفا الافغانی، دار المعرفۃ بیروت،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ج ۱، ص: ۱۱۴-۱۱۵/ ملا جیون، احمد، نور الانوار، نور محمد کتب خانہ، کراچی، ص: ۱۶۷/ ابو زہرہ، محمد، اصول الفقہ، دار الفکر العربی، بیروت، ص: ۱۱۴-۱۱۵

﴿۸۲﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۳۱

﴿۸۳﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۸۲

﴿۸۴﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۶۰

﴿۸۵﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۸۱

﴿۸۶﴾ رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱ ص: ۴۷۵

﴿۸۷﴾ قادری، احمد رضا، ملفوظات، فرید بک سٹال، لاہور، حصہ سوم، ص: ۲۶۵

﴿۸۸﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۳۱۳

﴿۸۹﴾ زبدۃ المقامات، ص: ۱۹۷

﴿۹۰﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۳۱۲

﴿۹۱﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۹۲

﴿۹۲﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۸۸

﴿۹۳﴾ فتح الباری ج ۱۲، ص: ۵۱۴

﴿۹۴﴾ شعرانی، عبد الوہاب بن احمد، الیواقیت والجواہر، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۷ء، ج ۲، ص: ۵۳۰

﴿۹۵﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۶۷

﴿۹۶﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۳۹

﴿۹۷﴾ رد المحتار، ج ۱، ص: ۴۶۶/ ابن حجر الہیتمی، احمد شہاب الدین، الفتاوی الحدیثیہ، نور محمد کتب خانہ، کراچی، ص: ۱۹۸-۱۹۹

﴿۹۸﴾ فتاویٰ عالم گیری، ج ۱، ص: ۳۶۴

اس نکتہ نظر کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو صرف شیخین ہی نہیں، جن صحابہ کی صحابیت تواتر سے ثابت ہے ان کے بارہ میں بھی یہی حکم ہوگا۔

﴿۹۹﴾ ملا علی قاری، شرح الفقہ الاکبر، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص: ۱۷

﴿۱۰۰﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۶۷

﴿۱۰۱﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۵۴

﴿۱۰۲﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۵۲

﴿۱۰۳﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۱۲۱

﴿۱۰۴﴾ بدعت کے متعلقہ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ابن اسماعیل، ابو محمد عبد الرحمٰن، کتاب الباعث علیٰ انکار البدع والحوادث، تحقیق مشہور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حسن سلیمان، دارالسرایہ، الریاض، ۱۹۹۰ء
۲۔ ابن وضاح القرطبی، محمد، البدع والنہی عنہا، تحقیق محمد احمد، دارالصفا، القاہرہ ۱۹۹۰
۳۔ محمد بشیر الدین، صواعق الٰہیہ، مطبع احمدی
۴۔ محمد حیات سندھی، رسالہ رد بدعات
۵۔ ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم (قلمی)
۶۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، دارالمعرفۃ بیروت، ۱۹۸۶ء
۷۔ صفدر، سرفراز خاں، راہِ سنت، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ ۱۹۹۵۹ء
۸۔ انبیٹھوی، خلیل احمد، البراہین القاطعہ، کتب خانہ رحیمیہ سہارن پور
﴿۱۰۵﴾ مستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص:۱۰۳
﴿۱۰۶﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۱۸۶
﴿۱۰۷﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۶۰
﴿۱۰۸﴾ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب:۲۰۳
﴿۱۰۹﴾ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب:۲۳
﴿۱۱۰﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۱۸۶
﴿۱۱۱﴾ مسعود احمد ڈاکٹر، صراطِ مستقیم، ادارہ مسعودیہ، کراچی ۱۹۹۶ء، ص:۳۷
﴿۱۱۲﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۵۵
﴿۱۱۳﴾ صراطِ مستقیم، ص:۴۱
﴿۱۱۴﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۹
﴿۱۱۵﴾ مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۲۶۶
﴿۱۱۶﴾ مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۲۸۶
﴿۱۱۷﴾ مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، دفتر اوّل، مکتوب:۹۲
﴿۱۱۸﴾ مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، دفتر اوّل، مکتوب:۱۷
﴿۱۱۹﴾ مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، دفتر اوّل، مکتوب:۳۷
﴿۱۲۰﴾ رفیع الدین، شاہ، رسالہ اذان، دارالعلوم حقانیہ، ص:۶
﴿۱۲۱﴾ ابن کثیر، حافظ عماد الدین، البدایہ والنہایہ، دارالفکر بیروت، ج۳، ص:۳۳۱
﴿۱۲۲﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۳۰۳
﴿۱۲۳﴾ نووی، یحییٰ بن شرف، روضۃ الطالبین، المکتبۃ التجارہ مکۃ المکرمۃ، ج۱، ص:۲۴۳
﴿۱۲۴﴾ فتح الباری، ج۱، ص:۱۳
﴿۱۲۵﴾ ابن قیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، زاد المعاد، تحقیق شعیب الارنؤوط، موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۹۶ء ج۱، ص:۱۹

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۲۶﴾ ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی ۲، ص: ۳۷۵

﴿۱۲۷﴾ فتاویٰ ابن تیمیہ، ج ۲۲، ص: ۲۱۷ تا ۲۵۵/ ج ۲، ص: ۳۷۵

﴿۱۲۸﴾ روضۃ الطالبین، ج ۱، ص: ۲۴۵

﴿۱۲۹﴾ فتح القدیر، ج ۱، ص: ۲۳۲

﴿۱۳۰﴾ محدث دہلوی، عبدالحق، مدارج النبوۃ، مترجم غلام معین الدین نعیمی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ج ۱، ص: ۶۱۲

﴿۱۳۱﴾ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۱، ص: ۴۰-۴۱

﴿۱۳۲﴾ لکھنوی، عبدالحی، السعایہ شرح وقایہ، سہیل اکیڈمی، لاہور، ج ۲: ص: ۱۰۰

﴿۱۳۳﴾ فیض الباری، ج ۱، ص: ۸

﴿۱۳۴﴾ البانی، محمد ناصر الدین، صفۃ صلاۃ النبی، مکتبۃ المعارف، الریاض ۱۹۹۱ء، ص: ۸۵

﴿۱۳۵﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۱۸۶

﴿۱۳۶﴾ مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب: ۸۷

﴿۱۳۷﴾ مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب: ۶۹، مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر سوم، مکتوب: ۴۱

﴿۱۳۸﴾ دہلوی، شاہ غلام علی، درالمعارف، مترجم: عبدالحکیم خان اختر، نوری بک ڈپو، لاہور ۱۹۸۳ء، ص: ۱۳۹

﴿۱۳۹﴾ ان تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

اثری، ارشاد الحق، توضیح الکلام، ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص: ۵۰ تا ۶۹/

صفدر، محمد سرفراز، احسن الکلام، مکتبہ صفدریہ، ۱۹۹۵، ص: ۶۷ تا ۱۰۹

﴿۱۴۰﴾ زبدۃ المقامات، ص: ۱۹۷

﴿۱۴۱﴾ زبدۃ المقامات، ص: ۲۰۹

﴿۱۴۲﴾ مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، دفتر اول، مکتوب: ۳۱۲

﴿۱۴۳﴾ بنوری، محمد یوسف، معارف السنن، سعید اینڈ کمپنی، کراچی، ۱۳۹۸ھ، ج ۳، ص: ۱۰۴-۱۰۵/ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص: ۱۷۱

﴿۱۴۴﴾ عبدالجلیل اثری، ابو معاذ، تحفہ اہل النظر فی مصطلح اہل الخبر، ندوۃ المحدثین، گوجرانوالہ ۱۹۹۷ء، ص: ۱۰۱

﴿۱۴۵﴾ فتح الباری، ج ۳، ص: ۳۹۸

﴿۱۴۶﴾ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، اشعۃ اللمعات، مطبع نیج کمار لکھنو، ج ۱، ص: ۱۵۶

﴿۱۴۷﴾ مرقاۃ، ج ۲، ص: ۳۰۹

﴿۱۴۸﴾ مرقاۃ، ج ۲، ص: ۲۹۲

﴿۱۴۹﴾ مرقاۃ، ج ۲، ص: ۳۳۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۵۰﴾ معارف السنن، ج ۳، ص ۱۰۲۔۱۰۳

﴿۱۵۱﴾ مقامات مظہری، ص: ۵۰۱۔۵۰۲

﴿۱۵۲﴾ حضرات القدس، ج ۱، ص: ۹۴۔۹۵

﴿۱۵۳﴾ مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر سوم، مکتوب: ۲۶

﴿۱۵۴﴾ قادری، الشیخ احمد رضا، فتاویٰ رضویہ، دار العلوم امجدیہ، کراچی، ج ۱۰، ص: ۲۱۶ تا ۲۳۰

﴿۱۵۵﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۹

﴿۱۵۶﴾ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۹۲

﴿۱۵۷﴾ مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب: ۱۵

﴿۱۵۸﴾ دفتر اول مکتوب: ۴۱

﴿۱۵۹﴾ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۱، ص: ۳۴۰

﴿۱۶۰﴾ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۱، ص: ۳۴۳

﴿۱۶۱﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۱۳۱، ۱۶۸

﴿۱۶۲﴾ کبیری، ص: ۵۶۶

﴿۱۶۳﴾ مرقاۃ، ج ۲، ص: ۴۷۰

﴿۱۶۴﴾ فتح الباری، ج ۲، ص: ۲۵۶

﴿۱۶۵﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۶۶، ۲۲۱، ۲۳۱

﴿۱۶۷﴾ مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب: ۲۶۶

﴿۱۶۸﴾ مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب: ۱۶

﴿۱۶۹﴾ عزیز الرحمٰن، مفتی، فتاویٰ دار العلوم، مکتبہ دار الاشاعت کراچی، ج ۱، ص: ۱۱

﴿۱۷۰﴾ رشید احمد مفتی، احسن الفتاویٰ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ج ۱: ص ۳۶

﴿۱۷۱﴾ فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص: ۱۶۳

﴿۱۷۲﴾ عثمانی، شیخ شبیر احمد، فتح الملہم، مکتبۃ الحجاز، کراچی، ج ۳، ص: ۲۵

﴿۱۷۳﴾ ایضاً، ص: ۳۹

﴿۱۷۴﴾ نووی، یحییٰ بن شرف، شرح مسلم، نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۳۷۵ھ، ج ۲، ص: ۴۱

﴿۱۷۵﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب: ۷۷

﴿۱۷۶﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۲۷۸

﴿۱۷۷﴾ دہلوی، شیخ احمد حسن، تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ، المجلس العلمی السلفی، لاہور، ج ۲، ص: ۸۴
یہ روایت منکر ہے۔

﴿۱۷۸﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۱۰۴

﴿۱۷۹﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب: ۲۸

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

﴿۱۸۰﴾ ردالمحتار جلد۲، ص:۲۴۴

﴿۱۸۱﴾ ردالمحتار، ج۲: ص۲۴۳

﴿۱۸۲﴾ سورۃ النجم آیت:۳۲

﴿۱۸۳﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب:۲۸

﴿۱۸۴﴾ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب:۳۶

﴿۱۸۵﴾ حضرات القدس، ص:۱۱۹

﴿۱۸۶﴾ ربٰو اور ربا دونوں طرح لکھنا درست ہے۔ اردو اور فارسی میں اس کا ترجمہ سود کیا جاتا ہے۔ رُبا ایک وسیع مفہوم کا حامل ہے جبکہ سود اس کی ایک شاخ ہے۔

﴿۱۸۷﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۸، ۲۷۹/ سورۃ آل عمران، آیت:۱۳۰/ سورۃ النساء، آیت:۱۶۰، ۱۶۱/ سورۃ الروم، آیت:۳۹

﴿۱۸۸﴾ سود پر لکھی گئی چند کتب درج ذیل ہیں:

اسلام اور سود	ڈاکٹر انور اقبال قریشی
اسلام کا نظریہ سود اور بینکاری	شیخ محمود احمد
اسلام میں ربا کی حرمت اور بلاسود سرمایہ کاری	ڈاکٹر محمود احمد غازی
انٹرسٹ کی فنی حیثیت	جعفر شاہ پھلواری
بلاسود بینکاری	ڈی۔ ایم قریشی
بلاسود بینکاری	شیخ احمد ارشاد
بلاسود بینکاری	مظفر حسین ملاٹھوی
بلاسود بینکاری	محمد اکرم خان
بلاسود بینکاری	ڈاکٹر طاہر القادری
بلاسود معیشت اور اسلامی بینکاری	ڈاکٹر طاہر القادری
بینک کا سود۔۔۔ اقتصادی اور شرعی نکتہ نظر سے	ڈاکٹر محمد علی القری
پاکستانی معیشت میں بلاسود سکیم کے نفاذ کا جائزہ	محمد اقبال
تجارتی سود	محمد فضل الرحمٰن
جواز سود	سید طفیل احمد
حرمت سود	ابوالقاسم محمد عتیق
حرمت سود۔۔۔ اشکالات کا علمی جائزہ	مولانا گوہر رحمٰن
ربا، انٹرسٹ، سود	عبدالودود خان
ربا اور بینک کا سود	الدکتور یوسف القرضاوی
ربا اور مضاربت	محمد میاں صدیقی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الربا	مولانا محمد عبیداللہ اسعدی
سود	سید ابوالاعلیٰ مودودی
سود	سید قطب شہید
سود کی متبادل اساس	شیخ محمود احمد
غیر سودی بینکاری	ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی
غیر سودی بینکاری	ایس۔اے ارشاد
مسئلہ سود	کریم بخش
مسئلہ سود	مفتی محمد شفیع
مسئلہ سود	مشتاق احمد

﴿۱۸۹﴾ قنیہ المنیہ علیٰ مذہب ابی حنیفہ، امام ابوالرجاء نجم الدین مختار بن محمود الزاہدی (م ۶۵۸ھ) کی تصنیف ہے۔

﴿۱۹۰﴾ سورۃ المائدۃ، آیت: ۳

﴿۱۹۱﴾ سورۃ الطلاق، آیت: ۲۔۳

﴿۱۹۲﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۱۰۲

﴿۱۹۳﴾ سورۃ الحج آیت: ۲۹

﴿۱۹۴﴾ ردالمحتار، ج ۳، ص: ۹۱

﴿۱۹۵﴾ عمدۃ القاری، ج ۲۳، ص: ۲۰۸

﴿۱۹۶﴾ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، ۱۹۹۵ء، ج ۴، ص: ۵۴۳

﴿۱۹۷﴾ مکتوباتِ مجدد الف ثانی، دفتر سوم، مکتوب: ۴۱

﴿۱۹۸﴾ امام محمد بن ابوبکر معروف بہ امام زادہ (م: ۵۷۳) کی تصنیف ہے۔

﴿۱۹۹﴾ امام رضی الدین محمد بن محمد سرخسی کی تصنیف ہے۔

﴿۲۰۰﴾ مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب: ۲۶۶

﴿۲۰۱﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب: ۱۶۳

﴿۲۰۲﴾ مسئلہ سماع میں فقہا و صوفیا میں اختلاف پہلے پایا جاتا ہے حضرات چشتیہ کی طرف سماع مزائر کی نسبت تہمت عظیم ہے وہ اس سے بری ہیں۔ تصوف کی ہر معتبر کتاب میں سماع کے حوالے سے تفصیلات موجود ہیں۔ عصر حاضر میں سماع کی جو صورت رائج ہے علما و صوفیا میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ سماع کے بارے میں شرائط اور مختلف نظریات کیلئے ملاحظہ فرمایئے:

احمد رضا قادری، الشیخ، رسائل رضویہ، مکتبہ حامدیہ لاہور، ۱۹۸۸، ص: ۴۶۹۔۴۹۴

ہجویری، ابوالحسن علی بن علی عثمان، کشف المحجوب، مترجم سید محمد فاروق القادری، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص: ۵۷۵۔۴۰۴

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

قشیری، عبدالکریم بن ہوازن، رسالہ قشیریہ، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ۱۹۸۸ء، ص: ۷۰۳۔۷۰۵

﴿۲۰۳﴾ مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، دفتر اول، مکتوب: ۲۸۵

﴿۲۰۴﴾ اسی آیت کے تحت باب ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۲۰۵﴾ مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، دفتر اول، مکتوب: ۲۶۱

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

باب ششم

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تفسیری و فقہی خدمات

(مطالعہ و جائزہ)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تفسیری و فقہی خدمات

(مطالعہ و جائزہ)

امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت پر توجہ مرکوز کرنا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا اہم تجدیدی کارنامہ ہے۔ جہالت کی آگ انسانی شخصیت کو جلاتی اور انسانی کردار کو خاکستر بناتی رہتی ہے۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات اور دیگر رسائل میں تعلیم کو عام کرنے اور مسلمانوں کو جہالت کے الاؤ سے نکالنے کے لیے اپنے پیروکاروں کو جو ہدایات دیں اور جو سعی مشکور فرمائی اس کے اثرات بعد کے ادوار میں بھی محسوس ہوتے رہے۔ برصغیر کے مسلم حکمرانوں نے حکومتی و سرکاری سطح پر تعلیمی نظام پر شاذ و نادر ہی توجہ دی مگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پہلو پر توجہ دے کر یہ واضح کر دیا کہ غار حراء سے پھوٹنے والی اقرأ کی روشن کرن دراصل علم و معرفت کی وہ سرمدی کرن تھی جس کے حصول کی تلقین اس طرح فرمائی گئی۔ طلب العلم فریضة علی کل مسلم یعنی طلب علم حق نہیں کہ آپ اس سے دست بردار ہو جائیں بلکہ یہ ایسا فریضہ ہے جس سے سبکدوش ہونا ہی پڑتا ہے اور اس سے دست برداری کے کوئی معنی نہیں۔ اگر آج برصغیر بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص ملت اسلامیہ میں پائے جانے والے خواندگی کے پست معیار پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا اس طرف ملت کو متوجہ کرنا کتنا اہم اور کس قدر بروقت اقدام تھا۔

زیر نظر مقالہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات کے تفسیری و فقہی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس مقالہ کے ابواب ۳ تا ۵، جن میں ان پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، کا مطالعہ و جائزہ درج ذیل ہے:

حضرت مجدد بطور مفسر قرآن

اس مقالہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری خدمات کے ضمن میں اعجاز القرآن، متشابہات، خلق قرآن، تفسیر و تاویل وغیرہ جیسے مسائل پر آپ کی آراء کے علاوہ آپ کی تصانیف سے ایسی تمام آیات اکٹھی کر دی گئی ہیں جن کے تحت آپ نے کوئی تفسیری نکتہ بیان کیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس متعلقہ آیت کی تشریح و توضیح میں جو آیات، احادیث اور آثار نقل کیے ہیں۔ ان کی ممکنہ حد تک تخریج بھی کی گئی ہے۔ ایسی آیات کی تعداد ۱۰ ہے۔ بعض مقامات پر، جیسے آیت مودۃ، اور واقعہ غرانیق کے حوالہ سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات سے دیگر محققین کے اختلافات کو دلائل سے واضح کیا گیا ہے۔ تفسیر مظہری، روح المعانی اور روحی میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بکثرت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے افکار سے استفادہ کیا گیا ہے۔ان تفاسیر سے ایسے مقامات کو بھی یکجا کیا گیا ہے جہاں ان ائمہ تفاسیر نے مجددی فکر سے استفادہ کر کے فہمِ قرآن کی راہیں ہموار کی ہیں۔مندرجہ بالا مباحث کو پیشِ نظر رکھ کر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری رجحانات کا درج ذیل خاکہ مرتب کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ تفسیر میں حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا منہج اور ان کا طریق کار بنیادی طور پر ان دو ستونوں پر قائم ہے۔

ا۔ قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعہ/قرآن کی سنت اور آثار صحابہ ؓ سے تفسیر

ب۔ اجتہاد اور رائے کے ذریعہ تفسیر

حدیث کی نقل میں امام بیضاوی، اور زمخشری کی طرح احتیاط کے پہلو کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ چونکہ مذکورہ تفاسیر آپ کے زیرِ مطالعہ تھیں۔اس لئے آپ نے نقل پر اکتفا کیا، زیادہ تحقیق وتخریج پر توجہ نہ دی اور نہ ہی اس زمانہ میں ایسا رواج تھا۔ کتب تصوف جیسے فصوص الحکم، الفتوحات المکیہ ،عوارف المعارف اور احیاء العلوم سے بھی آپ نے استفادہ کیا۔اس لئے ایسی روایات کا نقل ہونا یقینی امر تھا۔ کیونکہ صوفیہ نے اس پہلو پر کبھی توجہ نہ دی۔ضعیف یا موضوع روایات میں **ما وسعنی سمائی والارضی بل وسعنی قلب عبدی المومن ، کنت نبیا وادم بین الماء والطین** بطور مثال پیش کی جا سکتی ہیں۔

۲۔بعض اوقات آپ اپنے مدعا کے اثبات کے لیے آیت کی شان نزول بھی تحریر کرتے ہیں لیکن اسے ہر جگہ ضروری خیال نہیں کرتے۔سورۃ الانفال آیت ۶۴ اور سورۃ الممتحنہ کی آیت ۱۲ میں آپ کے اس طرز نگارش کی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۳۔قرآنی آیات کی تفسیر میں جہاں آپ نے اپنی فکر رسا سے مفاہیم بیان کئے ہیں وہاں متقدمین مفسرین کی آراء سے بھی استفادہ کیا ہے اور بعض مقامات پر امام بیضاوی جیسے بلند پایہ مفسر پر جرح بھی کی۔عموما آپ نے امام بیضاوی، زمخشری، اور رازی کے اقوال نقل کئے ہیں۔مثالوں کے لیے درج ذیل آیات کی تفسیر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

ومن یقتل متعمدا فجزاء ہ جھنم خالداً فیھا، خذوا زینتکم عند کل مسجد، ومن الناس من یشتری لھو الحدیث، الیہ یصعد الکلم الطیب، لایتکلمون الامن اذن لہ الرحمن و قال صواباً

۴۔ آپ کے ہاں الفاظ کے لغوی وفنی مباحث بیان کرنے کا رجحان بھی ملتا ہے۔لفظ اللہ کے متعلقہ لغوی مباحث، آپ نے کتب تفاسیر ولغت سے یکجا کئے ہیں۔جن میں لفظ اللہ کے مشتق یا غیر مشتق اور پھر اس لفظ کے ہمزہ کے قطعی یا وصلی ہونے کے متعلقہ مباحث نقل کئے ہیں۔اسی طرح آیت کریمہ **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** میں لفظ قد لانے کی حکمت بیان کی ہے۔

۵۔ تفسیر قرآن میں ''نظم قرآن'' کا اہتمام بھی ایک اہم فنی معاملہ ہے۔فراہی مکتبہ فکر نے اس سلسلہ میں گراں قدر کام کیا ہے۔حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بھی داخلی نظم کے قائل نظر آتے ہیں چونکہ تفسیری حوالہ سے آپ کے افکار پورے قرآن کا احاطہ نہیں کرتے۔لیکن آیت کریمہ **رحمتی وسعت کل شئی** میں ابن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

عربی رحمۃ اللہ علیہ کا رد کرتے ہوئے آپ نے سیاق وسباق پر نظر کرنے کا کہا ہے۔ اس اندازِ فکر کا اہم ترین فائدہ یہ ہے کہ قرآنی جملوں سے اپنی پسند کا مطلب نکالنے پر کاری ضرب پڑتی ہے۔

۶۔ صوفیہ کے طبقہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ شخصیت ہیں۔ آپ نے آیات قرآنی کی روشنی میں سیر وسلوک کے مسائل پر بھی بحث کی ہے۔ محققین نے تفسیرِ اشاری (صوفیانہ تفسیر) کے لئے درج ذیل چار شرائط بیان کی ہیں۔

۱. ان لا ینقض معنی الآیة

۲. وان یکون معنی صحیحافی نفسه

۳. وان یکون فی اللفظ اشعار به

وان یکون بینه وبین معنی الآیة ارتباط وتلازم

(ابن قیم، ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر، التبیان فی اقسام القرآن، تحقیق فواد احمد زمرلی، دارالکتاب العربی ۱۹۹۴ء، ص:۹۰)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اشاری تفسیر کے لیے آیات قرآنی سے جو مفاہیم اخذ کیے ہیں وہ اسلامی تعلیمات سے تضاد نہیں رکھتے چونکہ یہ افکار دینی روح سے ہم آہنگ ہیں اس لیے آپ کی صوفیانہ تعبیرات قابل قبول ہیں، بلکہ آپ نے صوفیہ کے بعض معتقدات کا رد اسی لئے کیا ہے کہ وہ تعلیمات اسلامی کے منافی تھے۔ ایسی تعبیرات کے لیے ان آیات کی تفسیر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یا ایها الذین امنو اتقو الله وابتغو الیه الوسیلة، ورضوان من الله اکبر، واعبد ربک حتی یاتیک الیقین، الله نور السموات والارض، اناعرضنا الامانة علی السموات والارض، فکان قاب قوسین اوادنی، لایمسه الاالمطهرون، قد افلح من زکها، تعرج الملائکه والروح الیه فی یوم کان مقداره

آیاتِ قرآنی کے ضمن میں آپ نے بعض نادر نکات بھی بیان فرمائے۔ جیسے اتباع رسول کے درجات، حیاتِ خضر اور بعض صوفیانہ مباحث، اس طرح آپ نے تفسیر کے ضمن میں اہم اور اچھوتا کردار ادا کیا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی آپ بہرصورت بشر تھے اور سہو خاصۂ بشریت ہے۔ علاوہ ازیں بعض اوقات فرصت نہ ملنے کی وجہ سے اسلاف کی تفاسیر سے بعض ایسی آراء نقل کردیں جو تحقیقی نکتۂ نظر سے درست نہ تھیں۔ اس لئے راقم نے ایسے تمام مقامات پر محققین علماء کی آراء نقل کردی ہیں۔ اس کی مثال واقعہ غرانیق ہے۔ علاوہ ازیں یاایها النبی اذا جاء ک المومنات کا شانِ نزول، مروان کو مدینہ سے نکالنے والی روایت آیت مودت کے بارے میں آپ کا نکتۂ نظر اس کی مثالیں ہیں۔ معوذتین کے حوالہ سے حضرت یحییٰ منیری پر آپ نے جو علمی گرفت کی تھی اس کے نقل کرنے میں بھی آپ سے تسامح ہوا۔

آپ کے تفسیری اشارات اسلام کے ہمہ گیر پیغام اور ہمہ جہت نظام کی زندہ تصویر ہیں۔ ملوکیت کے اثرات میں سے یہ بھی ایک اثر تھا کہ اصحاب اقتدار اور علماء وصوفیہ نے اپنے اپنے حلقہ ہائے کار الگ الگ کرلئے۔ علماء ومشائخ بھی آدابِ سلطانی کو ملحوظ رکھنے پر مجبور کردیئے گئے۔ وہ حکومتی معاملات سے بے تعلق

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہو گئے اور عافیت کے ساتھ فقہ وتصوف اور مدرسہ وخانقاہ سے دل بہلانے لگے۔ اس طرز عمل سے اسلام کو ہمہ گیریت گہنا گئی۔ لیکن حضرت مجدد کے تفسیری نکات پڑھتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ قاری قرآن کے جس مفہوم کو سمجھ رہا ہے وہ علمی بھی ہے اور دعوتی وتحریکی بھی۔ یہ مسلمانوں کو عالمی قیادت کے لئے تیار کرنے کا لائحہ عمل ہے۔ برصغیر میں آپ کی ان کاوشوں کے اثرات آج بھی محسوس کئے جا سکتے ہیں۔

عہد اکبر میں علماء سوء نے راسخ العقیدہ لوگوں کے بارے میں تضحیک آمیز رویہ اختیار کیا۔ علمائے حق سے نفرت کا ایسا اسلوب اختیار کیا جو بالآخر اسلام سے نفرت پر منتج ہوا۔ ایسے ملحدانہ افکار کی بنیاد فلسفہ تھی، اس زمانہ میں برصغیر میں شیعہ نے بھی بال و پر نکالے، عالم، فقیہ، محدث اور متکلم شیخ احمد سرہندی نے ان تمام نو پیدا شدہ اعتقادی افکار اور قدیم گمراہ فرقوں ـــــ مجسمہ اور معتزلہ وغیرہ کا رد بھی قرآنی آیات کی روشنی میں کیا۔

مایکون من نجویٰ ثلثة الاھو رابعھم، لاتدرکه الابصار، رحماء بینھم، وما ینطق عن الھویٰ، النار یعرضون علیھا..... جیسی آیات کی تفسیر میں ان مباحث کو بیان کیا گیا ہے۔ فلاسفہ کے بارے میں آپ کے افکار ونظریات پر دوسرے باب میں بحث کی گئی ہے۔

حضرت مجدد بطور فقیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی خدمات کے ضمن میں اصول فقہ سے متعلقہ مباحث جو آپ کے افکار کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

تقلید، فقہ اسلامی کے ماخذ (ادلہ اربعہ، الہام۔ تعامل، عرف وغیرہ) تشریع کے قرآنی اصول (عدم حرج، قلت تکلیف، نسخ) نص کی دلالت کے اعتبار سے اقسام، سنت ھدی اور عادیہ میں فرق، مباحات کے دائرہ کار کا تعین، جواز وعدم جواز میں تعارض کا حل، تکفیر مسلم، بدعت۔ جب کہ فقہ کے متعلقہ ۲۴ مسائل پر حضرت مجدد کا نکتۂ نظر اور آپ کی تحقیقات یکجا کی ہیں۔

آپ کی فقہی خدمات کا اندازہ درج ذیل نکات سے لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ آپ اپنے موقف کے اثبات کے لیے متعلقہ مسئلہ کی نوعیت کے مطابق قرآنی آیات، اور احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ مسئلہ سماع میں آپ نے قرآنی آیت **من یشتری لھو الحدیث**..... کو نقل کر کے۔ مفسرین کے مختلف اقوال سے اپنے نکتۂ نظر کی وضاحت کی ہے۔ جب کہ تعدیل ارکان اور ایصال ثواب کے مسئلہ میں بکثرت احادیث نقل کر کے اپنے موقف کو واضح کیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک قرآن وسنت، مسائلِ فقہ کے استخراج کے لئے اولیں سرچشمہ ہیں۔ نوافل کی جماعت کے مسئلہ میں آپ کا کتب فقہ سے عبارات نقل کرنا فقہائے احناف کی تحقیق پر اعتماد اور تقلید کا مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ استنباط مسائل میں آپ کے اندازِ تحقیق کا بھی آئینہ دار ہے۔

۲۔ آپ نے دیگر علماء کی طرح ایک امام کے مقلد کی حیثیت سے فقہی مسائل بیان کئے۔ آپ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

فقہ حنفی کو اپنے کشف کی بناء پر دوسرے فقہی مکاتب پر ترجیح دیتے اور اس پر سختی سے کاربند رہتے۔ آپ نے مسئلہ رفع سبابہ میں عدم رفع کو فقط اس لئے ترجیح دی کہ وہ ظاہر الروایت، میں نہیں۔ یہ مسئلہ اگر ایک طرف آپ کی تقلید میں پختگی کا آئینہ دار ہے تو دوسری طرف آپ کی فقہی بصیرت کا عکاس۔ اسی لئے علامہ محمد یوسف بنوری نے معارف السنن میں لکھا:

"ولا ریب ان الشیخ الربانی قد اتی فی مکتوبه ذلک مایمکن من قوة الاستدلال بمتانة بالغه و ذوق فقهی خالص و آثرفی الانکار منهجاً علمیاًفقهیاًبأمتن تعبیر، وهو غایة مایمکن فی الانکار(ص: ۱۰۱)

"اور بے شک مجدد الف ثانی قوت استدلال سے جتنا ممکن ہوسکا، انتہائی سنجیدگی اور خالص فقہی ذوق سے اس مسئلہ کو اپنے مکتوب میں زیر بحث لائے ہیں۔ انکار سبابہ کے لئے ایک قوی ترین تعبیر سے ایسا طریقہ اختیار کیا جو علمی بھی ہے اور فقہی بھی اور وہ انتہائی دلیل ہے جو انکار سبابہ میں ممکن ہے۔"

علم فقہ میں آپ کی بالغ نظری اور عمیق فکر کا اندازہ "باجماعت نوافل" کے مسئلہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں آپ نے نقلی وعقلی دلائل سے اس مسئلہ کے ہر پہلو پر روشنی ڈال کر نوافل کی جماعت کے عدم جواز کو ثابت کیا ہے۔

فقہ حنفی سے غایت درجہ انس کے باوجود آپ دیگر آئمہ کبار کا پورا احترام کرتے اور عملی زندگی میں مسائل شرعیہ پر اس طرح عمل کی کوشش کرتے کہ آئمہ اربعہ کے اقوال پر عمل ہو سکے۔ سورۂ فاتحہ امام شافعی کے نزدیک ہر نماز میں پڑھنا ضروری ہے، اس کے لئے آپ نے، اپنے لئے، یہ طریق اختیار کیا کہ امامت کا فریضہ خود سنبھال لیا۔ وضو، تعدیلِ ارکان اور پشمینے کے مصلّٰی پر نماز کے مسائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح آپ نے مذاہب اربعہ میں تطبیق کے اصول کو اپنایا۔ آپ نے مکتوبات میں لکھا کہ نفلی عبادات میں مَیں کبھی امام شافعی کے طرزِ عمل کو بھی اپنا لیتا ہوں۔

۳۔ اگرچہ عموماً آپ نے مسائل، فقہ حنفی کے مفتی بہ قول کے مطابق ہی تحریر کئے ہیں لیکن بعض مقامات پر احناف، شوافع اور مالکیہ کے اختلافات کا ذکر بھی کیا۔ نمازِ عشاء کا وقت، تعدیل ارکان، وضو، اور زکوٰۃ کے مسائل میں ان کی وضاحت دیکھی جاسکتی ہے۔ اگرچہ بیانِ اختلاف کا سبب، کتب فقہ کی طرح، اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنا نہیں ہے۔ اس سے بہرحال آپ کے وسعتِ مطالعہ اور مسائل پر گہری نظر کا پتہ چلتا ہے۔

۴۔ آپ نے فقہی مسائل کو تصوف کے رنگ میں رنگنے نہ دیا، جس طرح عموماً صوفیہ کا طریقہ ہے، بلکہ بنیاد قرآن وسنت اور کتب فقہ کو ہی بنایا۔ آپ اس فکر کے قائل نظر آتے ہیں کہ فقہاء کی تقلید میں جنید وبایزید جیسے کبار صوفیہ بھی عام مسلمانوں کی طرح برابر ہیں۔ آپ کے اس طرزِ فکر نے صوفیہ کے شریعت سے انحراف کی راہوں کو مسدود کر کے، تصوف کی بنیاد خالصتاً "احسانی فکر" پر رکھی، جس میں مسائل شرعیہ کی حد درجہ احتیاط سے پابندی کے علاوہ چارۂ کار نہیں۔

۵۔ سنت سے حد درجہ لگاؤ، بدعت سے نفرت کو مستلزم ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے زبان سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نماز کے لئے نیت اور نوافل کی جماعت کے حوالہ سے سخت موقف اختیار کیا، اسی وجہ سے ذکر بالجہر اور کفن میں عہد نامہ رکھنے کو ناپسند کیا، بلکہ اگر کوئی امر سنت و بدعت میں دائر ہو تو آپ ترک سنت کو ہی اولیٰ سمجھتے۔

۶۔ آپ نے تکلیفات شرعیہ کے ہر حکم کو اسی درجہ میں رکھا جس کا وہ مستحق ہے۔ نوافل و مستحبات کو فرائض پر ترجیح نہ دیتے یہاں تک کہ سنت میں بھی آپ نے سنت عادیہ اور ہدیٰ کے فرق کو ملحوظ رکھ کر مسائل بیان کئے۔ اس عمیق فکر ہی نے آپ کو دیگر صوفیہ سے ممتاز کر دیا۔

۷۔ چونکہ آپ نے فقہ کی کوئی علیحدہ کتاب نہیں لکھی بلکہ عوام الناس نے جن مسائل کے بارہ میں استفسار کیا انہی کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس لئے آپ کے بیان کردہ مسائل کا دائرہ کار انہی مسائل تک محدود ہے جن سے عوام الناس کو عموماً واسطہ پڑتا ہے۔

۸۔ علم فقہ کو آپ کے ہاں بنیادی اہمیت حاصل تھی اسی واسطے اپنے ارادت مندوں کو کتب فقہ کے مطالعہ کی تلقین کرتے اور ان کتب کے مقابلہ میں بوستان و گلستان کو غیر ضروری خیال کرتے۔ آپ کے طرز فکر سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ہر آدمی کو اپنی قومی زبان میں شائع شدہ کتب فقہ کا مطالعہ کرنا چاہئے، اور ارباب اقتدار اور صاحبان علم کو چاہئے کہ وہ کتب فقہ کو اپنی زبان میں منتقل کریں۔ اسی واسطے آپ نے متعدد بار فارسی کی بعض کتب کے مطالعہ کی نصیحت کی کیونکہ اس زمانے میں فارسی ہی واحد رابطے کی زبان تھی۔

۱۰۔ عموماً وہ مسائل جن میں معاملہ کفر و شرک تک پہنچ سکتا تھا، آپ نے انتہائی سخت لب و لہجہ اختیار کیا۔ اس کے لئے سجدۂ تعظیمی، ربا، اور نذر کے مسائل کو دیکھا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ ایسے افعال، اگرچہ وہ مستحب کے درجہ میں ہی ہوں، کے ترک کے بھی قائل نہ تھے جن کے ترک کرنے سے مخالفین اہل سنت سے تشبہ کا خطرہ ہو۔

خطبۂ جمعہ میں خلفائے راشدین کے ذکر کا مسئلہ اسی قبیل سے ہے۔ اسی طرح آپ نے برصغیر میں اسلامی فکر کی نمو کے لئے ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ اس سے یہ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ "شعائر اسلام" کی آپ کے ہاں کیا قدر و منزلت تھی۔

۱۱۔ مسائل کے بیان کے لیے عموماً جن کتب کے نام ملتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

مبسوط، حاشیہ شرح وقایہ، فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ غیاثیہ، خلاصہ، فتاویٰ شافیہ، فتویٰ غرائب، جامع الرموز، زاہدی، مضمرات، ولوالجی، ترغب الصلوٰۃ، فتح القدیر، فتاویٰ ابراہیم شاہی، قنیہ، کبیری، احیاء العلوم

۱۲۔ آپ کے ہاں متقدمین سے کسی مسئلہ میں اختلاف کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ آپ نے ایسے علماء کا نام لے کر ان کے نکتۂ نظر سے اختلاف کیا ہے۔ رفع سبابہ کے مسئلہ میں امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ سے دلائل کی بناء پر اختلاف کیا ہے اور سود کے مسئلہ میں علمائے لاہور کے بعض افکار کا رد کیا ہے۔ اس طرح آپ نے قوی دلیل کی بناء پر اپنے موقف کو ثابت کرنے کے رجحان کو تقویت دی۔

۱۳۔ آپ نے اپنی تحقیقات میں اس بات کو پیش نظر رکھا کہ مختلف کتب سے حوالہ جات نقل کرتے ہوئے فقہی ذخیرہ میں ان کا درجہ کیا ہے۔ رفع سبابہ کے مسئلہ میں ظاہر الروایت کو کتب نوادر پر ترجیح دی اور سود کے مسئلہ میں بتایا کہ قنیہ کی روایات کا درجۂ اعتبار کیا ہے۔ اس طرح ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو ہر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کتاب میں لکھی ہوئی ہر بات کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔

رفع سبابہ کے مسئلہ میں آپ کی تحقیقات سے دیگر حنفی محققین نے اختلاف کیا ہے۔ راقم نے ان کے نکتۂ نظر کو اختصار سے بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں بعض مسائل میں یہ دیکھنے کے لئے کہ فکر مجدد آئمہ کبار میں سے کس سے ہم آہنگ ہے اور اس مسئلہ کے پس منظر کے حوالہ سے چند باتیں افکار مجددی کو نقل کرنے سے لکھی ہیں۔

الغرض روح کی بالیدگی، عقائد کی صحت، خلوص کے جوش، علم کی گہرائی، اصلاح کے جذبہ اور عمل کی پختگی کے لئے جو چراغ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فروزاں کئے وہ آج بھی حامیانِ کتاب وسنت کو فوز وفلاح کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے روشن ہیں۔ سچ ہے اگر آپ کا وجود اور جدوجہد نہ ہوتی تو ہندوستانی تہذیب اور فلسفہ، حسب سابق اسلام کو نگل جاتا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ضمیمہ: نظریہ مجدد اور مجدد الف ثانی

مجدد باب تفعیل سے صیغۂ اسم فاعل ہے یعنی پرانے کو نیا کرنے والا
حدیث پاک میں ہے:

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا

یہ حدیث درج ذیل کتب میں نقل کی گئی ہے۔
صحیح سنن ابی داؤد﴿۱﴾، مستدرک علی الصحیحین﴿۲﴾، الجامع الصغیر﴿۳﴾، کنز العمال﴿۴﴾، معرفۃ السنن والآثار﴿۵﴾، فیض القدیر﴿۶﴾، تذکرۃ الموضوعات﴿۷﴾، جامع الاحادیث﴿۸﴾، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ﴿۹﴾، المقاصد الحسنۃ﴿۱۰﴾، کشف الخفاء﴿۱۱﴾، الکامل﴿۱۲﴾، مشکوٰۃ المصابیح﴿۱۳﴾، تاریخ بغداد﴿۱۴﴾، البدایہ والنہایہ﴿۱۵﴾، مختصر تاریخ دمشق﴿۱۶﴾، مناقب الامام الشافعی﴿۱۷﴾، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ﴿۱۸﴾، توالی التأسیس﴿۱۹﴾، الفتن﴿۲۰﴾، ذم الکلام﴿۲۱﴾، مناقب الشافعی﴿۲۲﴾، التذکرہ فی الاحادیث المشتہرہ﴿۲۳﴾، الدر المنتثرہ﴿۲۴﴾، اسنی المطالب﴿۲۵﴾

اس حدیث کو علامہ سیوطی، زین العراقی، ابن حجر، امام حاکم، اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔ الدر المنثور (ج:۱،ص:۳۲۱)، مناقب الشافعی (ج:۱،ص:۵۵)، حلیۃ الاولیاء (ج:۹،ص:۹۷) میں یہ روایت الفاظ کے تغیر کے ساتھ بھی نقل کی گئی ہے۔

ہر دور میں اہل اسلام میں سے ایک جماعت ایسی رہی ہے جو دین میں پیدا ہونے والے غیر دینی اجزاء کے خلاف برسر پیکار ہو کر دین کو اس کی اصلی حالت میں محفوظ رکھنے کی جدوجہد کرتی تھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ امت میں ایک گروہ حق پر قائم رہے گا انہیں ذلیل کرنے والے اور مخالف کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، وہ گروہ قیامت تک حق پر ہی قائم رہے گا۔﴿۲۶﴾

یہی تجدید کا مفہوم ہے۔ ہماری تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں مردان حق آگاہ کا ایک گروہ موجود رہا جن کی کاوشوں سے دین آلائشوں اور آمیزشوں سے پاک ہوتا رہا۔ مختلف شارحین کے اقوال کی روشنی میں تجدید دین کا مفہوم بیان کرتے ہوئے سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

''تجدید دین سے مراد ہے کتاب وسنت کا عمل جو مرور زمانہ سے ترک ہو کر مٹ چکا ہو۔ اس کو از سر نو زندہ کرنا، لوگوں کے غلو اور افراط وتفریط کو روکنا، جاہل مدعیوں کی تحریفات وتاویلات کی نفی کرنا اور خواہشات کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پیروی کرنے والوں کی تراشی ہوئی بدعات سے دین کو بچانا، حق و باطل میں تمیز کرنا اور دین کو اس کی بالکل اصلی حالت میں جیسا کہ ابتدائے اسلام میں یعنی رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام ؓ و تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں تھا، مسلمانوں میں رائج کرنا۔'' ﴿۲۷﴾

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مجدد نیا دین پیش نہیں کرتا بلکہ دین پر پڑنے والے گرد و غبار کو صاف کرنا مجدد کی ذمہ داری ہے۔ نبی اور مجدد میں یہی اہم فرق ہے کہ وہ نبی کی اطاعت و اتباع مین رہ کر اپنے کام کی تکمیل کرتا ہے۔ مولانا مودودی نبی اور مجدد میں فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نبی اپنے منصب پر امر تشریعی سے مامور ہوتا ہے۔ اس کو ماموریت کا علم ہوتا ہے، اس کے پاس وحی آتی ہے، وہ اپنی نبوت کے دعویٰ سے اپنے کام کا آغاز کرتا ہے۔ اسے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینا پڑتی ہے اور اس کی دعوت ہی کو قبول کرنے یا نہ کرنے پر لوگوں کے کافر یا مومن ہونے کا مدار ہوتا ہے۔ برعکس اس کے مجدد کو ان میں سے کوئی حیثیت بھی حاصل نہیں ہوتی، وہ اگر مامور ہوتا ہے تو امر تکوینی سے ہوا کرتا ہے نہ کہ امر تشریعی سے۔ بسا اوقات اس کو خود اپنے مجدد ہونے کی خبر نہیں ہوتی بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی زندگی کے کارنامے سے لوگوں کو اس کے مجدد ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اس پر الہام ہونا ضروری نہیں اور اگر ہوتا ہے تو لازم نہیں کہ اسے الہام کا شعور ہو۔ وہ کسی دعوے سے اپنی دعوت کا آغاز نہیں کرتا نہ ایسا کرنے کا حق رکھتا ہے کیونکہ اس پر ایمان لانے یا نہ لانے کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔'' ﴿۲۸﴾

حدیث مجدد کے حوالہ سے مجدد کی ضرورت، مجدد کی ذمہ داریاں اور نبی و مجدد میں فرق واضح ہونے کے بعد دو امور مزید تشریح طلب ہیں۔

اول: حدیث کے الفاظ ''علی راس کل مائة سنة'' سے کیا مراد ہے۔

دوم: حدیث کے لفظ ''مَن'' کی توجیہ

حدیث کے الفاظ ''علی راس کل مائة سنة'' سے عموماً علماء نے ایک صدی کا آخر اور دوسری صدی کی ابتداء مراد لی ہے۔ اسی لئے مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

''راس مائة سے باتفاق محدثین آخر صدی مراد ہے۔'' ﴿۲۹﴾

بدرالدین ابدال رسالۂ مرضیہ فی نصرة مذهب الاشعریه میں اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں:

مجدد صدی کے شروع میں اس لئے ہوتا ہے کہ عموماً اس وقت علماء امت تمام ہو جاتے ہیں اور سنن مٹ جاتی ہیں اور بدعت ظاہر ہو جاتی ہیں۔ تو اس وقت دین کی تجدید کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ سلف کے عوض خلف کو ظاہر کرتا ہے۔'' ﴿۳۰﴾

اس سلسلہ میں طیبی لکھتے ہیں۔

''الراس مجاز عن آخر السنة و تسمية راسا باعتبار انه مبدأ لسنة اخرى ﴿۳۱﴾

یعنی یہاں راس مجازاً سال کے آخر کو کہا گیا ہے۔ اس کو راس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے دوسرے سال کی ابتداء ہوتی ہے۔''

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اس امر میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ صدی کی ابتداء مولد نبی، بعثت یا ہجرت سے کی جائے۔ مناوی بعثت نبوی سے ابتداء کے قائل ہیں لیکن امام سبکی کا خیال ہے کہ ہجرت سے سال کی ابتداء کی جائے۔ ﴿۳۲﴾

لیکن محققین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس حدیث کے لفظ ''کل مائة سنة'' سے ہجری صدی مراد لینا صحیح نہیں بلکہ اس کا مطلب ''کل قرن'' ہوگا اور پھر راس کی قید کو اتفاقی ماننا پڑے گا۔ اس بناء پر اس حدیث کا مطلب ہوگا کہ اللہ ﷻ ہر قرن اور ہر دور میں اس امت میں ایسے مردان حق آگاہ پیدا کرتا رہے گا جو اس امت کے لئے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔ اس مفہوم کی گواہ ہماری تاریخ ہی ہے کہ تجدید کا کام کبھی صدی کی ابتداء میں ہوا کبھی وسط اور کبھی اواخر صدی میں۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے حجج الکرامہ میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ راس مائة سے مراد خاص صدی کا آغاز نہیں ہے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ ﷻ ہر صدی میں مجدد مبعوث کرے گا خواہ شروع میں، خواہ درمیان میں، خواہ آخر میں، اور رأس کی قید محض اتفاقی ہے اور غرض حدیث کی صرف یہ ہے کہ کوئی صدی کسی مجدد کے وجود سے خالی نہ رہے گی، اور ہر صدی کے اوائل، اواسط اور اواخر میں مجددین کا ہونا اس احتمال کے صحیح ہونے کی تائید کرتا ہے۔ ﴿۳۳﴾

اس نکتہ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مروجہ سن ہجری تو حضرت عمر ؓ کے زمانہ خلافت میں وجود میں آیا۔ عہد رسالت میں جب کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا، اس سن کا نظام ہی نہ تھا۔ اس لئے اس حدیث سے مروجہ صدی کا مفہوم اخذ کرنا درست نہ ہوگا۔ ہر قرن میں مجدد بھیجنے کی غرض و غایت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا منظور نعمانی لکھتے ہیں:

''امت مطمئن رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی آپ کا لایا ہوا دین محفوظ رہے گا۔ اور آپ ﷺ کا روشن کیا ہوا چراغ ہدایت یونہی روشن رہے گا اور اللہ ﷻ اس امت ہی میں سے ایسے بندے ہر دور میں کھڑے کرتا رہے گا جو اللہ و رسول کی اس امانت کی حفاظت کریں گے اور اس کو اس کی اصلی شکل میں پیش کرتے رہیں گے اور اس طرح آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت، انسانی نسل کی، آپ کے بعد بھی ہمیشہ ہمیشہ رہنمائی کرتی رہے گی اور اللہ ﷻ کے بندے اس کی روشنی میں سعادت کی راہ پر چلتے رہیں گے اور اس دین کی حقیقت تحریفوں اور تاویلوں کے پردوں میں اس طرح گم نہ ہو سکے گی جس طرح پہلے نبیوں کے ذریعہ آئی ہوئی ہدایتیں اس دنیا سے گم ہو گئیں۔'' ﴿۳۴﴾

مجدد کو صدی کی ابتداء، انتہاء میں محصور کرنے کا یہ بھی نتیجہ نکلا کہ تاریخ اسلام کی مسلمہ شخصیتیں جنہوں نے مختلف شعبہ جات پر اپنے کارناموں کے انمٹ نقوش چھوڑے جیسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ _____ اس لئے مجددین کی فہرست میں نہ آئے کہ ان کا تعلق صدی کے اواخر و اوائل سے نہ تھا۔ اس لئے اسلام کے عمومی مزاج کے حوالہ سے علی راس کل مائة سنة کے بارے میں دوسری رائے ہی درست معلوم ہوتی ہے۔

حدیث مجدد میں دوسری اہم بحث لفظ مَن کے حوالہ سے ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

علامہ طیبی اس لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یقع علی الواحد و الجمع''﴿۳۵﴾

یعنی لفظ مَن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اس لئے ابن کثیر اہل علم کی ہر جماعت سے مجدد کے قائل ہیں، لکھتے ہیں:

''وقد اوعنی کل قوم فی امامهم انه المراد بهذا الحدیث،و الظاهر و الله اعلم انه کعم جملة العلم من کل طائفة و کل صنف من اصناف العلماء من مفسرین و محدثین و فقهاء و نحاة و لغویین الی غیر ذلک من الاصناف''﴿۳۶﴾

ترجمہ: ہر قوم نے اپنے امام کے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ حدیث (میں جو من آیا ہے) اس سے مراد وہی ہیں (یعنی ان کے امام ہیں) اور جو بات ظاہر ہے (اور اللہ بہتر جانتا ہے) یہ من عمومیت رکھتا ہے ہر طائفہ کے اہل علم اس عموم میں آسکتے ہیں۔ اور تمام اصناف علماء سے ہر صنف خواہ وہ مفسرین ہوں محدثین ہوں یا فقہاء ہوں چاہے نحاۃ یا لغویین ہوں یا کسی اور صنف سے تعلق رکھتے ہوں۔

ملا علی قاری بھی تعدد مجدد کے قائل ہیں وہ اپنا نکتۂ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک یہ اظہر ہے کہ من یجدد سے مراد صرف ایک شخص کے نہیں بلکہ ایک جماعت مراد ہے۔ ان میں ہر ایک کسی ایک ملک میں، علوم شرعیہ کے کسی ایک فن یا کئی فنون میں جس قدر ہو سکے گا تقریر و تحریر کے ذریعہ سے دین کی تجدید کرے گا اور اس کی بقا کا باعث ہوگا اور اس کے ذریعہ سے دین مٹ جانے اور ختم ہو جانے سے محفوظ رہے گا یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے۔﴿۳۷﴾

مولانا رشید احمد گنگوہی مجدد کے سلسلہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اپنا مختار قول ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''مجدد صدی کا ایک عالم ہونا ضروری نہیں ہر وقت میں دو چار، دس، بیس، پچاس، سو کا مجموعہ ہو یا ایک ہو۔''﴿۳۸﴾

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''من سے مراد ایک شخص بھی ہو سکتا ہے، بہت سے اشخاص بھی ہو سکتے ہیں۔ اور پورے پورے ادارے اور گروہ بھی۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ تمام دنیائے اسلام کے لئے ایک ہی مجدد ہو ایک وقت میں بہت سے ملکوں میں بہت سے آدمی تجدید دین کے لئے سعی کرنے والے ہو سکتے ہیں۔''﴿۳۹﴾

علماء کی ان توضیحات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجدد فقط علماء فقہاء ہی میں نہیں بلکہ بادشاہوں، حاکموں، قراء، محدثین، زاہدین، عابدین، علمائے نحو، ارباب سیر و تواریخ، اغنیاء، جن کے مال دین کی ترویج میں استعمال ہوتے ہیں، میں بھی اللہ تعالیٰ مبعوث کرتا ہے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر مسعود احمد لکھتے ہیں:

دین اپنے معنی کے لحاظ سے بڑا وسیع ہے، کسی ایک شخص کا تمام علوم دینیہ پر حاوی ہونا اور نہ صرف حاوی ہونا بلکہ اس میں مرتبۂ تجدید حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے بعض علماء نے نہ صرف ایک سے زائد مجدد بلکہ جماعت مجددین کے احتمال کا اظہار فرمایا ہے۔﴿۴۰﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نظریۂ مجدد الف ثانی:

ہر قرن (یا ہر صدی) میں مجدد کے حوالہ سے سطور بالا میں ''حدیث مجدد'' کی روشنی میں تفصیلاً لکھا جا چکا ہے۔ لیکن الف ثانی کے مجدد کے بارے میں کسی صحیح یا ضعیف روایت میں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ خواجہ محمد احسان سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع الدرر کے حوالہ سے درج ذیل روایت اس ضمن میں نقل کی ہے:

''قال رسول الله ﷺ بعث الله رجلا على رأس كل احد عشر مائة سنة ،هو نور عظيم،اسمه اسمي، بين السلطانين الجابرين و يدخل الجنة بشفاعته رجال الوفا''﴿۴۱﴾

ترجمہ: ''گیارہویں صدی کے شروع میں اللہ ﷻ دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک ایسا شخص بھیجے گا جو میرا ہم نام ہوگا، نور عظیم ہوگا، ہزاروں انسان اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔''

لیکن اس روایت پر درج ذیل اعتراضات ہوتے ہیں۔

۱۔ جامع الدرر﴿۴۲﴾ حدیث کی کوئی معروف کتاب نہیں۔

۲۔ احادیث کی اہم بنیادی کتب اور ان کی فہارس شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں کہیں بھی یہ حدیث موجود نہیں۔

۳۔ روضۃ القیومیۃ میں بلاسند یہ روایت نقل کی گئی ہے اور روضۃ القیومیۃ محققین کے نزدیک مستند کتاب نہیں۔

حضرت زید احمد فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ﴿۴۳﴾، ڈاکٹر محمد اکرام﴿۴۴﴾ اور ڈاکٹر مسعود احمد﴿۴۵﴾ نے اس سلسلہ کی تفصیلات تحریر کی ہیں۔

ایک غیر مستند کتاب میں، غیر معروف کتاب (جامع الدرر) سے نقل کی گئی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے۔ گویا مجدد الف ثانی کے نظریہ کو حدیث سے ثابت کرنا سعی لا حاصل ہے۔

مفتی اقتدار احمد نعیمی نے الف ثانی کا مطلب دوسرے ہزار سال کی ابتداء جو گیارہویں صدی ہے، ذکر کیا ہے۔ (العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ، ج ۲، ص:۴۸۹)

مناظر احسن گیلانی نے نظریہ الف ثانی کو تاریخی حوالہ سے دیکھا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق اکبر کے ذہن میں اس بات کو راسخ کیا گیا کہ دین اسلام کی عمر ایک ہزار سال تھی جو پوری ہوگئی۔ اور اب آئندہ ''خلیفہ الزماں'' اکبر ہے اسی وجہ سے سکہ کا نام 'سکہ الفی' رکھا گیا۔ ''تاریخ الفی'' کے نام سے ایک کتاب لکھنے کا حکم بھی دیا گیا اور یہ کام چند علماء کے سپرد ہوا۔ جمیل اطہر سرہندی کے ان الفاظ سے بھی مناظر احسن گیلانی کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے:

''شہنشاہ اکبر کے زمانے میں مسلمانوں میں ایک فرقہ 'الفیہ' پیدا ہوا تھا، جس کا عقیدہ تھا کہ اسلام کی تعلیمات صرف ایک ہزار سال کے لئے تھیں اور چونکہ اسلام کو آئے ایک ہزار سال گذر چکے ہیں اس لئے اب ان کی ضرورت نہیں۔ دراصل اس فرقے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اسلام سے برگشتہ ہو کر اکبر کا دین الٰہی قبول کر لیں۔ چونکہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسلمانوں میں نئی روح پھونکی، انہیں گمراہی سے نکال کر سیدھے سچے راستے پر چلایا اور اسلام کو اتنا مضبوط کر دیا کہ وہ مزید ایک ہزار سال تک زندہ و تابندہ رہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سکتا ہے، اس لئے آپ کو مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے۔'' ﴿۴۶﴾

ممکن ہے نظریۂ الف ثانی کی ترویج میں یہ عوامل بھی کارفرما ہوں لیکن یہ معاملہ کشفی ہے۔ اور اس کو اہل کشف کے ارشادات کی روشنی میں ہی دیکھا جائے گا۔ جب تک یہ کشف والہام قرآن وحدیث سے متصادم نہ ہو، تسلیم کر لینے میں حرج نہیں گو اس پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مختلف مکتوبات میں، بطور تحدیث نعمت، اپنے مجدد الف ثانی ہونے کی تصریح کی ہے۔ اب یہ لقب آپ کے نام کا ایسا جزو بن گیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو آپ کے نام کی خبر ہی نہیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے بیٹے خواجہ محمد صادق کے نام مجدد کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اے عزیز! یہ وہ وقت ہے جب کہ پہلی امتوں میں ایسے ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتے تھے اور نئی شریعت کو زندہ کرتے تھے اور اس امت میں جو خیر الامم ہے اور اس امت کے رسول خاتم الرسل ﷺ ہیں، اس کے علماء کو انبیاء بنو اسرائیل کا درجہ دیا ہے اور علماء کے وجود کے ساتھ انبیاء کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے سرے پر اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد متعین کرتے ہیں تا کہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے اور ہر پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے بلکہ پیغمبر اولوالعزم کو مبعوث فرمایا۔ اسی طرح اس وقت ایک تام المعرفت عالم وعارف درکار ہے جو گذشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔'' ﴿۴۷﴾

آپ ایک دوسرے مکتوب میں اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ حضرت خاتم المرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت فرما جانے کے ہزار سال بعد حضور ﷺ کی امت کے جو اولیاء ظاہر ہوں گے اگر چہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے۔ تا کہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں۔'' ﴿۴۸﴾

سو سال اور ہزار سالہ مجدد میں فرق ظاہر کرتے ہوئے حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گذرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار کا مجدد اور جس قدر سو اور ہزار میں فرق ہے اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ دونوں مجددوں کے درمیان فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو فیض اس مدت میں امتوں کو پہنچتا ہے اسی کے ذریعے پہنچتا ہے خواہ اس وقت کے قطب واوتاد ہوں اور خواہ ابدال ونجباء۔'' ﴿۴۹﴾

اسی مکتوب میں اپنے مجدد الف ثانی ہونے کا اعلان ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''یہ معارف، ولایت کے احاطے سے باہر ہیں۔ اصحاب ولایت ان کے سمجھنے میں علمائے ظاہر کی طرح عاجز وقاصر ہیں۔ یہ علوم انوار نبوت علیہ السلام کی مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس ہیں جو الف ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت ووراثت کے طور پر تازہ اور ظاہر ہوئے۔ ان علوم ومعارف کا صاحب اس الف کا مجدد ہے۔''

چونکہ آپ کے ذمہ دوسرے ہزار سال کی تجدید کا کام تھا۔ اپنی اس عظیم ذمہ داری کے حوالہ سے اپنے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بیٹے خواجہ محمد معصوم کو لکھتے ہیں:

''اے فرزند من! باوجود اس معاملے کے جو میری آفرینش سے وابستہ ہے، ایک اور بہت بڑا کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے پیری مریدی کے لئے اس دنیا میں نہیں لایا گیا اور نہ میرے وجود سے ارشاد و تربیت مقصود ہے، معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ اور قدرت نے مجھ سے کچھ اور ہی کام لینا ہے۔'' ﴿۵۰﴾

یقیناً یہ کام اقامت دین اور احیائے ملت کے لئے انقلابی جدوجہد ہے۔ اسی مکتوب میں ہزار سالہ تجدید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں اپنی پیدائش کا جو مقصد سمجھتا تھا معلوم ہوا کہ وہ حاصل ہو گیا ہے اور ہزار سالہ درخواست قبول ہو گئی۔

الحمد لله الذی جعلنی صلة(۵۱) بین البحرین و مصلحا بین الفئتین اکمل الحمد علی کل حال و الصلوٰة و السلام علی خیر الانام و علی اخوانه الکرام من الانبیاء و الملائکة العظام

(اللہ ﷻ کا ہر حال میں کامل ترین شکر ہے جس نے مجھ کو دو سمندروں کا ملانے والا اور دو گروہوں کے درمیان صلح کرنے والا بنایا۔ اور حضرت خیر الانام ﷺ اور آپ کے اخوان کرام یعنی انبیاء و ملائکہ عظام پر صلوٰۃ و سلام ہو)

مفتی اقتدار احمد نعیمی نے آپ کے اس نکتہ نظر کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ہاں مجدد علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان کہ مجدد الف بھی کوئی ہوتا ہے یہ بات انتہائی قابل غور اور دلائل سے دور اور دو وجہ سے خلاف حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ احادیث مطہرات میں ہزار سالہ مجدد کا کہیں ذکر نہیں نہ ہی کسی اور امام یا فقیہ یا غوث و قطب نے اس کا ذکر فرمایا۔ صرف مجدد صاحب کا اس طرح دو قسمیں فرمانا اہل تحقیق کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ اگر بقول مجدد کوئی شخص مجدد ایں الف ہے یعنی مجدد الف ثانی تو مجدد الف اول ہونا بھی لازم ہے۔ حالانکہ اس کا وجود تک نہیں۔ نیز یہ بات اظہر ہے کہ کسی بھی مجدد نے خود کو مجدد نہ فرمایا۔ بلکہ رب تعالیٰ کی طرف اقوام کی زبان و قلب پر جاری ہو گیا۔ خود مجدد علیہ الرحمۃ نے بھی الف ثانی کا تذکرہ کیا لیکن یہ نہ کہا کہ میں مجدد الف ثانی ہوں۔ اب اس دور کے نقشبندی بزرگ صرف اسی مکتوب شریف کے سہارے پر الف ثانی کا لقب مجدد صاحب کو دینے لگے۔ اس لئے یہ لقب عقیدت میں تو صحیح ہو سکتا ہے مگر حقیقت میں صحیح نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ کوئی ہزار اول کا مجدد ہے نہ ہزار ثانی کا۔ اسی بنا پر نہ کسی کو مجدد الف اول کہا گیا اور نہ ہی مجدد الف ثانی کہنا چاہئے۔'' (العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ، ج ۲، ص: ۴۹۰)

یہ کشفی معاملہ ہے اور اس حوالہ سے اہل کشف کی بات ہی درست مانی جائے گی۔ پہلے ہزار سال میں خود نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ احمد سرہندی کے اس کشف کو مابعد کے علماء و صوفیاء نے قبول کیا اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے تجدید الف ثانی کے اثبات میں ایک رسالہ ''دلائل التجدید'' کے نام سے لکھا جس میں دلائل و براہین سے آپ کا مجدد ہونا ثابت کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

''حضرت مجدد کے مجدد الف ثانی ہونے پر علماء فقہاء وصوفیہ کی ایک کثیر جماعت متفق ہے پھر ہم اس کو کیسے رد کر سکتے ہیں، ہاں یہ عقیدہ یقیناً خلاف حدیث ہے کہ الف ثانی میں حضرت مجدد کے سوا کوئی دوسرا مجدد نہیں آئے گا سو ہمارے خیال میں یہ کسی کا عقیدہ نہیں۔ واقعات وحقائق سے حضرت مجدد کے مجدد الف ثانی ہونے کی تصدیق ہوتی ہے اور تاریخ اس کشفی حقیقت کی تائید کرتی ہے اور اس سے بہتر کس کی تائید ہوسکتی ہے۔﴿۵۲﴾

اہل تشیع کے ہاں تصورِ مجدد

شیعہ میں تصور امامت کی وجہ سے مجدد کا تصور بے معنی چیز ہے لیکن بعض اس کے قائل بھی ہیں۔ ذیل میں شہید مرتضی مطہری، جو ممتاز شیعہ محقق عالم ہیں، کا نکتۂ نظر پیش کیا جاتا ہے۔

''میں چاہتا ہوں کہ یہاں اس خیال کی مختصر طور پر تاریخ بیان کردوں کہ دین کو تجدید اور احیاء کی ضرورت ہے مگر یہ تاریخ افسوس ناک ہے۔

مجھے یاد ہے کہ سابق میں اس حدیث کا مضمون متعدد بار میری نظر سے گزرا ہے جو رسول اکرم ﷺ سے منسوب ہے اور جس میں کہا گیا ہے کہ ہر سو سال میں ایک بار ایک ایسا شخص پیدا ہوتا ہے جو دین کی تجدید کرتا ہے۔ حدیث کی عبارت یہ ہے۔:

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الاُمَّۃِ عَلیٰ رَاسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَن یُجَدِّدُ لَھَا دِینَھَا

یعنی اللہ ہر صدی کی ابتداء میں ایک ایسے شخص کو بھیجتا ہے جو اس کے دین کی تجدید کرے۔

میں نے یہ حدیث متعدد کتابوں میں دیکھی ہے حتیٰ کہ ان کتابوں میں بھی جو ہمارے علماء کی تالیف ہیں۔ لوگوں نے حساب لگایا ہے کہ پہلی صدی کے بعد دوسری صدی کے اوائل میں کون مجدد ہوا۔ اور تیسری صدی کے اوائل میں کون مجدد ہوا؟ اس طرح موجودہ زمانے تک حساب لگایا گیا ہے۔ میں اس پر نظر ڈالنا چاہتا ہوں کہ اس حدیث کی اصلیت کیا ہے۔ اور آیا اس کی کچھ بنیاد ہے بھی یا نہیں۔

مجھے پہلے یقین نہیں آتا تھا کہ رسول اکرم ﷺ نے اس قسم کی بات فرمائی ہوگی لیکن پھر بھی میں نے تحقیق کی۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ حدیث اساساً شیعہ طرق سے مروی ہی نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بعض شیعہ علماء نے اس کو موضوعِ بحث بنایا اور اس کی بناء پر مجددین کا حساب بھی لگایا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے، بیس سال سے زیادہ عرصہ ہوا، جب میں قم میں ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا، میں نے مرحوم حاجی ملا ہاشم خراسانی کی منتخب التواریخ میں یہ حدیث دیکھی تھی۔ چنانچہ میں وہاں گیا اور وہ کتاب نکالی۔ دیکھا تو انہوں نے یہ حدیث حاجی نوری کی مستدرک سے نقل کی تھی اور حاجی نوری نے اہلِ تسنن کی کسی کتاب سے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کتب شیعہ میں سے کسی میں یہ حدیث نہیں۔ اگر ہوتی تو حاجی نوری جو ایک تبحر محدث تھے، وہاں سے نقل کرتے۔ بالآخر ایک دوست کی مدد سے میں نے سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ڈھونڈ نکالی۔ یہ حدیث اہل تسنن کی بعض دوسری کتابوں مثلاً مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ حاکم نے بھی شاید ابوداؤد ہی سے نقل کی ہے۔ حدیث

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے الفاظ یہ ہیں:

اِن اللّٰہَ یَبعَثُ لِھٰذِہِ الاُمَّۃِ عَلیٰ رَاسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَن یُجَدِّدُ لَھَا دِینَھَا

سند کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ سے اس حدیث کے راوی ابو ہریرہ ہیں۔﴿۵۳﴾ باقی افراد جنہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ان کی میں تحقیق نہیں کر سکا کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں۔

سند سے قطع نظر متن کے لحاظ سے بھی اس حدیث کا مضمون تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اگر ہم تاریخ اسلام کی ورق گردانی کریں اور یہ دیکھیں کہ کیا واقعی ہر صدی کے اوائل میں احیائے فکر دینی یا اس حدیث کے الفاظ میں تجدید دین کا کارنامہ انجام پایا ہے تو ہم دیکھیں گے کہ یہ حدیث تاریخی لحاظ سے درست نہیں۔ گو بعض علمائے اہل تسنن نے اس قسم کا حساب لگایا ہے کہ قرنِ دوم میں فلاں شخص نے قرن سوم میں فلاں شخص نے اور قرن چہارم میں فلاں شخص نے دین کی تجدید کی۔ تعجب تو یہ ہے کہ بعض علمائے شیعہ نے بھی بجائے یہ سمجھنے کے کی یہ حدیث پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتی اس لئے اس کو رد کر دینا چاہئے اور یہ کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اخبار اہل بیت میں اس کا کچھ تذکرہ ہوتا۔ اس حدیث کو تسلیم کر کے اس کی بنیاد پر کچھ حساب گھڑ لیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس حدیث کا مضمون کیوں لوگوں کو اس قدر دلفریب نظر آیا کہ باوجود اس کے کہ اس کی سند اور اس کا متن دونوں ضعیف ہیں اس کی بنیاد پر یہ حساب تراش لیا کہ قرنِ دوم میں اس کا مصداق امام باقر ہیں اور قرن سوم میں امام رضا ہیں۔ اوائل قرن چہارم میں یعقوب کلینی، اوائل قرن پنجم میں سید مرتضیٰ یا شیخ مفید، اوائل قرن ششم میں شیخ طبرسی صاحب مجمع البیان، اوائل قرن ہفتم میں خواجہ نصیر الدین طوسی، اوائل قرن ہشتم میں علامہ حلی، اوائل قرن نہم میں شہید اول، اوائل قرن دہم میں محقق کرکی، اوائل قرن یازدہم میں شیخ بہائی، اوائل قرن دوازدہم میں علامہ مجلسی، اوائل قرن سیزدہم میں وحید بہبہانی اور اوائل قرن چہاردہم میں مرزا شیرازی۔

اولاً تو بہت سے نام ایسے ہیں جو کسی صدی کے اوائل سے صحیح مطابقت نہیں رکھتے مثلاً خواجہ طوسی کو اولِ قرنِ ہفتم کا مجدد شمار نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ خواجہ گو ساتویں صدی کے اوائل میں پیدا ہوئے لیکن ان کے فضل و کمال کا ظہور اور شہرہ اس صدی کے وسط میں ہوا اور اسی صدی کے دوسرے وسط میں یعنی ۶۷۲ھ میں وہ وفات پا گئے۔

ثانیاً امام صادق کو کیوں مجددین میں شمار نہیں کیا گیا؟ کیا ان کو مثلاً امام باقر سے کم تجدید دین کا موقع ملا؟ یا وجہ صرف یہ ہے کہ ان کا نام بناوٹی حساب میں ٹھیک نہیں بیٹھا؟ آئمہ اطہار علیہم السلام میں سے دو حضرات سب سے زیادہ مجدد شمار کئے جانے کے مستحق تھے۔ ایک حضرت امام حسین اور دوسرے امام صادق علیہم السلام — ان دونوں حضرات کو تجدید و احیائے دین کا خاص موقع ملا مگر چونکہ ان کے نام خود ساختہ حساب سے میل نہیں کھاتے تھے اس لئے انہیں نظر انداز کر دیا گیا۔

علاوہ ازیں بہت سے علماء کا تو مجددین میں شمار کیا گیا لیکن بہت سے دوسروں کا شمار نہیں کیا گیا۔ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ صدی کے وسط میں ہوئے حالانکہ بعض صورتوں میں ان کی خدمات زیادہ تھیں۔ مثلاً شیخ طوسی کو نظر انداز کر دیا گیا حالانکہ علمائے اسلام میں شیخ طوسی کے برابر کسی نے بھی دین کی خدمت نہیں کی۔ شاید

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہی ایک دو عالم ان کے مرتبہ کو پہنچتے ہوں۔ شیخ مرتضی انصاری کا نام بھی چھوٹ گیا۔

اس سے بھی زیادہ تعجب خیز یہ ہے کہ بعض لوگوں نے منتخب التواریخ کی طرح کا ایک اور مجددین کا سلسلہ جس میں خلفاء سلاطین شامل ہیں، بناڈالا، یہ سلسلہ بڑا ہی مضحکہ خیز ہے۔ اس کیمطابق اوائل قرن دوم میں عمر بن عبدالعزیز نے دین کی تجدید کی اور اوائل قرن سوم میں مامون الرشید نے، اوائل قرن چہارم میں مقتدر نے، اوائل قرن پنجم میں عضد الدولہ دیلمی نے، اوائل قرن ششم میں سلطان سنجر سلجوقی نے، اوائل قرن ہفتم میں ہلاکو خاں منگول نے، اوائل قرن ہشتم میں شاہ خدا بندہ نے، کہ وہ بھی منگول ہی تھا۔ اوائل قرن نہم میں امیر تیمور گورگانی نے، اوائل قرن دہم میں شاہ اسماعیل صفوی نے، اوائل قرن دوازدہم میں نادرشاہ افشار نے اور اوائل قرن سیزدہم میں فتح علی قاچار نے۔

یہ ہیں ہر صدی میں دین اسلام کے مجددین۔ یہ الگ بات ہے کہ لایرضی بہ شیعیٌ ولاسُنی اس فہرست نے نہ کوئی شیعہ خوش ہے نہ سنی، کیونکہ یہ کسی کے عقائد سے بھی میل نہیں کھاتی۔ خدا کا شکر ہے کہ چنگیز خان منگول کو اسلام کے مجددین میں شمار نہیں کیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سمجھ لیا گیا کہ اگر کسی نے حکومت اور طاقت پیدا کرلی، دولت حاصل کرلی تو دین کا احیاء ہوگیا۔ نہیں! احیائے دین اس پر موقوف نہیں۔ احیائے دین تو اس پر موقوف ہے کہ لوگ کس حد تک اس دین پر عمل کرتے ہیں اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالتے ہیں۔ یہی مطلب ہے دین کو زندہ کرنے اور دین کے زندہ ہونے کا۔ یہ کہنا غلط نہیں کہ مجدد کا نظریہ خود ایک طرح کا زہر ہے جو مسلمانوں کے ذہن میں گھول دیا گیا ہے۔

ہر ہزار سال کے بعد

اس نظریہ نے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد کا ظہور ضروری ہے ایک اور نظریہ کے لئے زمین ہموار کردی۔ اس نظریہ کے مطابق ہر ہزار سال کے بعد ایک مجدد کا ظہور ہوگا۔ بعض گمراہ فرقے اس خیال کے بھی پیرو بن گئے۔

اس خیال کی کہ ہر ہزار سال بعد ایک مجدد کا ظہور ضروری ہے، اپنی الگ تاریخ ہے اور اسکی جڑیں اس قدیم ایرانی اور ہندی فلسفہ میں پیوستہ ہیں جو قدیم طبیعیات پر مبنی تھا۔ اول تو وہ طبیعات ہی غلط تھی۔ دوسرے اس طبیعیات سے یہ نتیجہ نکالنا بھی صحیح نہیں تھا۔ شیخ اشراق نے اس نظریہ کو اسلامی فلسفہ کا جزو بنادیا۔ فلسفہ کی اصطلاح میں اس نظریہ کو 'دور وکور' کہا جاتا ہے۔ اس کے مطابق ہر چند ہزار سال بعد دنیا کی ہر چیز بدل جاتی ہے اور ہر چیز کا ایک نیا فرد پیدا ہوتا ہے۔ تمام واقعات از سرنو دوبارہ اسی طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں جیسے پہلے ہوئے تھے۔

کہتے ہیں کہ ہر پچیس ہزار دو سو سال میں واقعات عالم دہرائے جاتے رہے ہیں کیونکہ فلکِ ثوابت کی ایک گردش مکمل ہونے میں اتنا ہی وقت لگتا ہے۔ یہ تو تھا قدیم فلسفہ بعد میں بعض مسلمان خیال بافوں نے اس فلسفہ کو قرآنی آیات سے مطابقت دینے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا کہ قرآن میں آیت ہے کہ:

وان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون

یعنی تمہارے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے حساب کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

چونکہ ہر سال ۳۶۰ دن کا ہوتا ہے لہٰذا ہر الٰہی سال تین لاکھ ساٹھ ہزار سال کا ہوا۔ بالفاظ دیگر تین لاکھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ساٹھ ہزار سال میں دنیا کا ایک دور پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد نیا دور شروع ہوتا ہے اور ہر چیز نئی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی محض ایک خیال ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ مہمل بات ہے مگر ایک غلطی سے دوسری غلطی اور ایک گمراہی سے دوسری گمراہی پیدا ہوتی ہے۔ میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ یہ سب زہر ہے جو ہمارے افکار میں سرایت کر گیا ہے۔ جب تک ہم ایسے خیالات کو اپنے دماغ سے بالکل نہیں نکال دیں گے کبھی ہمارے افکار میں زندگی کی لہر نہیں دوڑے گی۔

بعد میں کچھ اور بہکانے اور گمراہ کرنے والے آئے اور انہوں نے ایک اور آیت کی غلط تفسیر کی۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیه فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة مما تعدون

یہ آیت سورۂ سجدہ میں ہے اس کے معنی ہیں اللہ ﷻ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، پھر اس کی روداد، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار سال ہے، اس کے حضور اوپر جاتی ہے۔ ان لوگوں نے اس کے معنی یہ لئے کہ ہر ہزار سال میں ایک بار اللہ ﷻ لوگوں کے معاملات کی انبیاء کے ذریعہ تدبیر یعنی تجدید کرتا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تدبیر کرنے مطلب تجدید کرنا ہے اور وہ اس طرح کہ مثلاً ہزار سال میں ایک پیغمبر آئے لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر ہزار سال میں ایک بار کوئی ایک شخص آئے گا۔

اس کے بعد اور اس کے نتیجہ میں کیسی کچھ گمراہی عالمِ تشیع میں پھیلی۔ ان ہی لغو خیالات کی وجہ سے لوگوں کی ایک خاصی تعداد دین سے بیگانہ ہو گئی۔

نہیں جناب! ہمارے یہاں ایسی کوئی چیز نہیں کہ ہر سو سال یا ہر ہزار سال میں کسی ایک شخص کا ظہور ہونا چاہئے۔ صرف ایک ایسے شخص کے بارے میں پیشین گوئی ہے لیکن وہ بھی دوسرا معاملہ ہے جس کا تعلق عالمی سطح سے ہے۔ وہ قائم آلِ محمد حضرت امام مہدی کا وجود مقدس ہے جو عالم تشیع سے مخصوص نہیں آپ پوری دنیا کے لئے ہیں۔ وہ جو بعض ذاکر یہ کہتے ہیں کہ حضرت مٹھی بھر شیعوں کو نجات دلانے کے لئے آئیں گے، کی بات دروغ محض ہے۔ شیعہ جو دنیا کی اقلیت ہیں امامِ زماں فقط انکے حامی نہیں ہیں بلکہ وہ ساری دنیا کے مصلح ہیں۔ ان کے بارے میں ہمیں کوئی حق نہیں کہ وہ اتنے سال بعد آئیں گے۔ جو لوگ کبھی اس آیت سے از روئے قاعدۂ ابجد حساب لگاتے ہیں:

ان الارض لله یورثها من یشاء اور کبھی اس آیت **ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون** سے حساب لگاتے ہیں کہ حضرت فلاں سال میں ظہور کریں گے، وہ سب جھوٹے ہیں۔ ان سے ڈریں اور ان کی تکذیب کریں کہ **کذب الوقاتون** (کہ جو وقت مقرر کرتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں) حضرت حجت کا جو کام ہے اس کے انجام دینے میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نہ ہم نہ آپ نہ کوئی دوسرا مصلح۔ ان کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے۔'' ﴿۵۴﴾

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

حواشی

﴿۱﴾ البانی، ناصرالدین، صحیح سنن ابی داؤد، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۸۹ء، ج ۳، ص ۸۰۹

﴿۲﴾ امام حاکم، ابوعبداللہ، مستدرک علی الصحیحین، دارالمعرفۃ، بیروت، ج ۴، ص ۵۲۳

﴿۳﴾ البانی، ناصرالدین، صحیح الجامع الصغیر، المکتب الاسلامی، بیروت، ج ۱، ص ۳۸۲، رقم ۱۸۲۴

﴿۴﴾ علاؤ الدین المتقی، کنز العمال، موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۸۵، ج ۱۲ ص ۱۹۳، رقم ۳۴۶۲۳

﴿۵﴾ البیہقی، ابواحمد بن الحسین، معرفۃ السنن والآثار، تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی، دارالوائی، قاہرہ، ج ۱، ص ۲۰۸، رقم ۴۲۲

﴿۶﴾ مناوی، عبدالرؤف، فیض القدیر، دارالمعرفۃ، بیروت، ج ۲، ص ۲۸۱، رقم ۱۸۴۵

﴿۷﴾ محمد طاہر پٹنی، ابن علی، تذکرۃ الموضوعات، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، ۱۳۴۳ھ، ص ۹۱

﴿۸﴾ سیوطی، جلال الدین، جامع الاحادیث، تحقیق احمد عبدالجواد، مطبعۃ محمد ہاشم الکتبی، دمشق، ج ۲، ص ۳۴۰

﴿۹﴾ البانی، ناصرالدین، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، المکتب الاسلامی، ج ۲، ص ۱۵۰، رقم ۵۹۹

﴿۱۰﴾ سخاوی، شمس الدین، المقاصد الحسنۃ، تحقیق عبداللہ محمد الصدیق، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۸۷ء، ص ۴۸۳

﴿۱۱﴾ العجلونی، شیخ محمد اسماعیل، کشف الخفاء ومزیل الالباس، تحقیق احمد القلاش، موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۸۵ء، ج ۱ ص ۲۸۲، رقم ۷۴۰

﴿۱۲﴾ ابن عدی، ابواحمد عبداللہ، الکامل فی ضعفاء الرجال، المکتبۃ الاثریہ پاکستان، ج ۱، ص ۱۲۳

﴿۱۳﴾ تبریزی، ولی الدین، مشکوۃ المصابیح، قدیمی کتب خانہ، کراچی ۱۳۶۸ھ، ص ۳۶

﴿۱۴﴾ خطیب البغدادی، ابوبکر احمد بن علی، تاریخ بغداد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج ۲، ص ۶۱

﴿۱۵﴾ ابن کثیر، ابوالفداء، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، مکتبۃ المعارف، بیروت ۱۹۶۶ء، ج ۱۰، ص ۲۵۳

﴿۱۶﴾ سکینۃ الشہابی، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، دارالفکر، دمشق ۱۹۹۰ء، ج ۲۲، ص ۳۸۲

﴿۱۷﴾ ابن کثیر، ابوالفداء، اسماعیل بن عمر، مناقب الامام الشافعی، تحقیق خلیل ابراہیم ملا خاطر، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض ۱۹۹۴ء، ص: ۱۳۵

﴿۱۸﴾ السبکی، ابونصر عبدالوہاب، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، تحقیق عبدالفتاح، داراحیاء الکتب العربیۃ، ج ۱، ص: ۱۹۹

﴿۱۹﴾ ابن حجر، توالی التاسیس ص: ۴۸ بحوالہ معرفۃ السنن والآثار ص: ۲۰۸

﴿۲۰﴾ ابوعمر الدانی، المقنع ج ۱، ص ۴۵ بحوالہ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ص: ۱۵۰

﴿۲۱﴾ الہروی، ذم الکلام، قلمی، ج ۲، ص ۱۱۱ بحوالہ ایضاً

﴿۲۲﴾ بیہقی، ابواحمد بن حسین، مناقب الشافعی، تحقیق السید احمد صقر، دارالتراث، قاہرہ،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ص:۱،ص۵۳

﴿۲۳﴾ الزرکشی، محمد بن عبداللہ، التذکرہ فی الاحادیث المشتہرۃ، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۸۶، ص:۱۸۴

﴿۲۴﴾ الدررالمنتثرہ، ص:۴۴ (بحوالہ ایضاً)

﴿۲۵﴾ اسنی المطالب، ص:۳۲۳ (بحوالہ ایضاً)

﴿۲۶﴾ لایزال ناس من أمتی ظاهرین علی الحق حتی یاتیهم امر الله وهم ظاهرون صحیح الجامع الصغیر وزیادۃ ج ۲، ص:۱۲۷۳/کنز العمال، رقم:۳۴۵۵۹، ۳۴۵۶۷، ۳۵۰۲۵

﴿۲۷﴾ زوار حسین سید، حضرت مجدد الف ثانی، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۹ء، ص:۳۴۲، ۳۴۳

﴿۲۸﴾ مودودی، ابوالاعلیٰ، تجدید واحیائے دین، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۴ء، ص:۴۵۔۴۶

﴿۲۹﴾ لکھنوی، عبدالحیٔ، مجموعۃ الفتاویٰ، ایچ۔ایم سعید کمپنی، کراچی، ج۱، ص:۱۱۶

﴿۳۰﴾ ایضاً ص:۱۱۷

﴿۳۱﴾ مبارکپوری، محمد عبدالسلام، مرعاۃ المفاتیح، مکتبۃ الرحمٰن السلفیہ، سرگودھا ۱۹۹۴ء، ج۱، ص:۳۴۰

﴿۳۲﴾ ایضاً ص:۳۴۰

﴿۳۳﴾ تذکرہ مجدد الف ثانی، ص:۱۶۔۱۷

﴿۳۴﴾ ایضاً ص:۱۹۔۲۰

﴿۳۵﴾ الطیبی، محمد بن عبداللہ، شرح الطیبی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۱۳ھ، ج۱، ص:۴۰۰

﴿۳۶﴾ کشف الخفاء، ج۱، ص:۲۸۲

﴿۳۷﴾ مرقاۃ، ج۱، ص:۳۰۲

﴿۳۸﴾ گنگوہی، رشید احمد، فتاویٰ رشیدیہ، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی، ص:۸۰

﴿۳۹﴾ تجدید واحیائے دین، ص:۴۲۔۴۳

﴿۴۰﴾ سیرت مجدد الف ثانی، ص:۳۳۳

﴿۴۱﴾ روضۃ القیومیہ، ج۱، ص:۹۶

﴿۴۲﴾ ملاحظہ فرمایئے: سیرت مجدد الف ثانی، ص:۳۳۷۔۳۳۸

﴿۴۳﴾ آپ لکھتے ہیں:

اگر جناب شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے گروہ باطن سقیم کی اباطیل کو لکھ کر حضرت مجدد کو مطعون کیا ہے۔اسی طرح جناب ابوالفیض کمال الدین محمد احسان (جو حضرت مجدد کی اولاد سے ہیں) نے خُزعبیلات (خوش کن باطل باتیں جن کی اساس کوئی نہ ہو) کا مجموعہ مرتب کر کے روضۃ القیومیہ کے نام سے موسوم کیا جس کی وجہ سے حضرت مجدد اور آپ کی اولاد مورد ملامت بنی (حضرت مجدد اور ان کے ناقدین

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ص:۲۲۸)

﴿۴۴﴾ ڈاکٹر محمد اکرام نے اپنی کتاب میں پروفیسر محمد فرمان کے حوالہ سے لکھا ہے:

''(مولفِ روضۃ القیومیہ) کے خلوص پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا لیکن اس خلوص نے غلو کر کے تصوف کی خدمت سے کہیں زیادہ اسے نقصان پہنچایا۔'' (رود کوثر، ص:۳۰۸)

﴿۴۵﴾ سیرت مجدد الف ثانی، ص:۳۳۷

﴿۴۶﴾ اطہر سرہندی، جمیل، شیخ سرہند، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۹۹ء، ص:۳۷

﴿۴۷﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۳۴

﴿۴۸﴾ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب:۲۰۹

﴿۴۹﴾ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب:۴

﴿۵۰﴾ مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب:۶

﴿۵۱﴾ حضرت مجدد کے سوانح نگاروں نے اس لفظ ''صلہ'' کو اُس روایت کی طرف اشارہ سمجھا جو کنز العمال ج ۱۲، رقم ۳۴۵۸۹ کے تحت ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

یکون رجل فی امتی یقال له صلة یدخل الجنة بشفاعة کذا و کذا

یعنی میری امت مین ایک شخص ہوگا جس کو صلہ کہا جائے گا۔ اس کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں جائیں گے۔

اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیں اگر چہ یہ صحیح نہیں کیونکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نے بلغنا ان النبی ﷺ کہہ کر روایت بیان کی ہے۔ تو یہ ''صلہ'' جوڑنے کے معنی میں نہیں بلکہ یہ نام ہے کیونکہ دلائل النبوۃ (ج ۶، ص:۳۷۹، دار الکتب العلمیہ لبنان، ۱۹۹۵ء) میں اس روایت کو اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

یکون فی امتی رجل یقال له صلة بن اَشیَم

(اس صلہ بن اشیم کے حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

اصفہانی، ابو نعیم احمد بن عبداللہ، حلیۃ الاولیاء، دار الکتب العلمیہ، لبنان، ج ۲، ص:۲۳۷ تا ۲۴۲) اور الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۲، ص:۲۶۰ میں درج ہیں۔

لہٰذا سوانح نگاروں نے اس ضعیف روایت سے حضرت مجدد کے اس مکتوب کے سلسلہ میں جو کچھ کہا درست نہیں اور حضرت مجدد نے اپنے آپ کو جو 'صلہ' (بمعنی ملانے والا) کہا اس سے مراد شریعت و طریقت کو ملانے والا یا ولایت محمدی و ابراہیم کو ملانے والا ہے۔

﴿۵۲﴾ سیرت امام ربانی، ص:۳۴۰

﴿۵۳﴾ شیعہ کے حضرت ابو ہریرہ ؓ کے بارہ میں تصورات صحیح نہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کو حدیثوں کا تاجر کہتے ہیں۔ مطہری نے یہ فقرہ اسی لئے لکھا۔

﴿۵۴﴾ مطہری، شہید مرتضی، سخن، مترجم: ایم۔ اے انصاری، جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی ۱۹۹۲ء، ص: ۱۴۶تا۸۳۱

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کتابیات

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آباد شاہ پوری، حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات، مکتبہ چراغ اسلام، لاہور ۱۹۷۷ء

آزاد، محمد حسین، دربار اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۸ء

آرنلڈ، تھامس، دی پریچنگ آف اسلام، مسعود پبلشنگ ہاؤس، ترجمہ: محمد عنایت دہلوی، کراچی ۱۹۶۴ء

آلوسی، سید محمود، روح المعانی، انتشارات جہاں، تہران

روح المعانی، دار الفکر، بیروت ۱۹۹۲ء

ابصار عالم، حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک احیائے اسلام اور سلاطین مغلیہ، حرا پبلی کیشنز، لاہور

ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، ادارۃ القرآن، پاکستان ۱۹۸۶ء

ابن اسماعیل، ابو محمد عبدالرحمٰن، کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، تحقیق: مشہور حسن سلیمان، دار السرایہ الریاض ۱۹۹۰ء

ابن الاثیر، محمد جزری، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، موسسۃ اسماعیلیان، قم

ابن بلبان، علاؤ الدین، صحیح ابن حبان، موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۹۷ء

ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم، احادیث القصاص، تحقیق: محمد الصباغ، المکتب الاسلامی، مصر

ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی، زاد المسیر، المکتب الاسلامی، بیروت

ابن حجر الہیتمی، احمد شہاب الدین، الفتاوی الحدیثیہ، نور محمد کتب خانہ کراچی

ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، المحلی، تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفار، دار الکتب العلمیہ، بیروت

جمہرۃ انساب العرب، دار المعارف، مصر ۱۹۶۲ء

ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، تحقیق: ماجد الحموی، دار ابن حزم بیروت ۱۹۹۵ء

ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الاصابہ، دار احیاء التراث

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

العربی، بیروت

ابن عدی، ابواحمد عبداللہ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مکتبۃ الاثریہ، شیخوپورہ

ابن عربی، محی الدین، الفتوحات المکیہ، المکتبۃ العربیۃ ۱۹۷۴ء

ابن عطیہ، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ابن قتیبہ، المعارف، دار المعارف، قاہرہ

ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۷۲ء

ابن قیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، زاد المعاد، تحقیق: شعیب الارنؤوط، موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۹۶ء

التبیان فی اقسام القرآن، تحقیق: فواد احمد زمرلی، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۹۹۴ء

اعلام الموقعین، دار الجیل، بیروت

ابن کثیر، ابوالفدا اسماعیل بن عمر، تفسیر القران العظیم، تحقیق مسامی بن محمد السلامۃ، دار طیبۃ، الریاض

ابن ماجہ، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، المکتبۃ العلمیہ، بیروت

ابن منظور افریقی، لسان العرب، محمد بن مکرم، نشر ادب الحوزہ، ایران

ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق، ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی

ابن وضاح القرطبی، محمد، البدع والنہی عنہا، تحقیق: محمد احمد، دار الصفاء القاہرہ ۱۹۹۰ء

ابوالحسنات، ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۱۹۸۹ء

ابواللیث سمرقندی، فتاوی النوازل، شمس الاسلام، حیدر آباد دکن ۱۳۵۵ھ

ابوالفضل، فیضی، آئین اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

ابوبکر، عبداللہ بن زبیر، مسند الحمیدی، اہل حدیث ٹرسٹ کراچی

ابوزہرہ، محمد، اصول الفقہ، دار الفکر العربیہ، بیروت

ابوسعود، محمد بن محمد، ارشاد العقل السلیم، دار احیاء التراث العربی، لبنان

ابوشہبہ، محمد بن محمد، السیرۃ النبویہ فی ضوء القرآن والسنۃ، دار القلم، دمشق

اثری، ارشاد الحق، اسباب اختلاف الفقہاء، ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد ۱۹۹۲ء

توضیح الکلام، ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد

احمد بن حنبل، امام، المسند، تحقیق: حمزہ احمد الزین، دار الحدیث، قاہرہ ۱۹۹۵ء

احمد حسن دہلوی، شیخ، تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوۃ، المجلس العلمی السلفی، لاہور

احمد حسین، خواجہ جواہر مجددیہ، اللہ والے کی قومی دکان، لاہور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

احمد رضا قادری، الشیخ، رسائل رضویہ، مکتبہ حامدیہ، لاہور ۱۹۸۸ء

فتاویٰ رضویہ، دارالعلوم امجدیہ کراچی

ملفوظات، فرید بکسٹال، لاہور

احمد قادری، سید، تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ بک ڈپو، پٹنہ

اختر شاہ جہان پوری، عبدالحکیم خاں، تجلیات امام ربانی، مکتبہ نبویہ، کراچی ۱۹۷۸ء

ادریس احمد، ڈاکٹر، سرہند میں فارسی ادب، لال کنواں، دہلی

اصلاحی، امین حسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور

اصفہانی، ابونعیم احمد بن عبداللہ، ذکر اخبار اصبہان، موسسۃ النصر، طہران

الاصفہانی، محمود بن عبدالرحمٰن، بیان المختصر شرح ابن الحاجب، تحقیق: ڈاکٹر محمد مظہر بقا، دارالمدنی، جدہ ۱۹۸۶ء

حلیۃ الاولیاء، دارالکتب العلمیہ، لبنان

اطہر سرہندی، جمیل، شیخ سرہند، ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۹۹۹ء

اقبال مجددی، محمد، احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری، محمد شمس الدین، تاجر کتب زیر مسلم مسجد، لاہور ۱۹۷۲ء

الاسنوی، جمال الدین، شرح الاسنوی علی منہاج الوصول للقاضی البیضاوی، مکتبہ جمہوریہ، مصر

البانی، ناصر الدین، صفۃ صلاۃ النبی ﷺ، مکتبۃ المعارف، الریاض ۱۹۹۱ء

سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، مکتبۃ المعارف، الریاض ۱۹۹۵ء

سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ، مکتبۃ المعارف، الریاض ۱۹۹۵ء

صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، المکتب الاسلامی، بیروت

صحیح سنن النسائی، المکتب الاسلامی، بیروت

نصب المجانیق لنسف قصۃ الغرانیق، منشورات المکتب الاسلامی، دمشق

امجدی، جلال الدین، فتاویٰ فیض الرسول، شبیر برادرز، لاہور

امرتسری، حکیم محمد موسیٰ، مقدمہ اردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی

امین الدین احمد، سید، صوفیائے نقشبند، مقبول اکیڈمی، لاہور ۱۹۹۰ء

انبیٹھوی، خلیل احمد، البراہین القاطعہ، کتب خانہ رحیمیہ سہارن پور

اسحٰق، حسین علی، المنتخبات من المکتوبات للامام الربانی، مجدد الف ثانی احمد السرہندی، مکتبہ اسحٰق،

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

استنبول ۱۹۸۱ء

این۔این۔لا، پروفیسر، عہد اسلامی میں تعلیمی ترقی، مترجمین: اخلاص حسین زبیری، سلطان فاطمہ بلخی، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی ۱۹۶۵ء

ایوان، پی۔کے گرل، مشرق کے عظیم مفکر، مترجم: یاسر جواد، تخلیقات، لاہور ۱۹۹۷ء

الباقلانی، القاضی ابوبکر، اعجاز القرآن علی ھامش الاتقان، سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۹۷۴ء

باقی باللہ، خواجہ، مکتوبات، کتب خانہ قاضی حمید الدین فضلی، ہری پور ہزارہ (قلمی نسخہ)

مکتوبات، مترجم: قاضی عالم الدین، اللہ والے کی قومی دکان، لاہور

بجنوری، سید احمد رضا، مقدمہ انوار الباری، مکتبہ حنفیہ، گوجرانوالہ ۱۹۸۸ء

بخاری، محمد بن اسماعیل، التاریخ الکبیر، دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ المکرمہ

الجامع الصحیح، تحقیق: الشیخ محمد علی، الشیخ ہشام البخاری، المکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۹۹۷ء

بدخشی، محمد امین، مناقب آدمیہ وحضرات احمدیہ، عکسی، کتب خانہ جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد (قلمی نسخہ)

مناقب الحضرات، عکسی، کتب خانہ جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد (قلمی)

بدایونی، ملا عبد القادر، منتخب التواریخ، نولکشور، لکھنو ۱۲۸۴ھ

بدر الدین سرہندی، حضرات القدس اردو کراچی، مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ

وصال احمدی، اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ

حضرات القدس، محکمہ اوقاف، پنجاب ۱۹۷۱ء

بدیوی، یوسف علی، الاحادیث القدسیہ، دار ابن کثیر، دمشق

بزار، احمد بن عمرو، البحر الزخار المعروف بہ مسند بزار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ

البزاز، محمد بن محمد، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ، نورانی کتب خانہ پشاور

بسام، محمد رشدی الزین، المعجم المفہرس لمعانی القرآن العظیم، دار الفکر المعاصر، بیروت ۱۹۹۶ء

بشیر احمد، پروفیسر، تاریخ پاک وہند، علمی کتاب خانہ، لاہور

بقاء، ڈاکٹر محمد مظہر، اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، بقاء پبلی کیشنز، کراچی ۱۹۸۶ء

بنوری، محمد یوسف، معارف السنن، سعید اینڈ کمپنی، کراچی ۱۳۹۵ھ

بھٹی، محمد اسحٰق، برصغیر پاک وہند میں علم فقہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۷۳ء

تاریخ فقہائے ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بھوپالی، نواب صدیق حسن، ابجد العلوم، المکتبۃ القدوسیہ، لاہور ۱۹۸۳ء (قلمی نسخہ)

بیضاوی، عبداللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التاویل، دار الفکر، بیروت

بنی پرشاد، ڈاکٹر، تاریخ جہانگیر، ترجمہ رحم علی الہاشمی، پروگریسو بکس، لاہور ۱۹۸۷ء

بیہقی، ابی بکر بن الحسین، دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیہ، لبنان ۱۹۹۵ء

السنن الکبریٰ مع الجوہر النقی، نشر السنۃ، ملتان

مناقب الشافعی، تحقیق: السید احمد صقر، دار التراث قاہرہ

پاشا، اسماعیل، ایضاح المکنون،، مکتبہ اسلامیہ والجعفر، تہران ۱۳۷۸ھ (قلمی نسخہ)

ہدیۃ العارفین، مکتبہ اسلامیہ والجعفر، تہران ۱۳۷۸ھ (قلمی نسخہ)

پٹنی، محمد طاہر صدیقی، مجمع بحار الانوار، مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ ۱۹۹۴ء (قلمی نسخہ)

تذکرۃ الموضوعات، ادارہ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۳ھ

پروفیسر صدیقی، بختیار حسین، برصغیر پاک و ہند کے قدیم عربی مدارس کا نظام تعلیم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۲ء

پسروری، محمد داؤد، سیرت امام ربانی، ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی ۱۴۰۹ھ

التفتازانی، سعد الدین مسعود، التلویح علی التوضیح، اصح المطابع، کراچی ۱۴۰۰ھ

تقی عثمانی، محمد تقلید کی شرعی حیثیت، مکتبہ دار العلوم، کراچی ۱۴۱۳ھ

توکلی، نور بخش، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، نور بک ڈپو، لاہور ۱۹۷۶ء

تھانوی، اشرف علی، بیان القرآن، میر محمد کتب خانہ، کراچی

نوادر النوادر، ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۹۸۵ء

جابر الجزائری، ابوبکر، ایسر التفاسیر، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ

جالندھری، رشید احمد، ڈاکٹر، برطانوی ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

جامعی، حسن علی، تعلیمات مجددیہ، ادارہ اشاعۃ التوحید والسنہ، شرقپور ۱۹۹۵ء

جاوید قاضی، ہندی مسلم تہذیب تخلیقات، لاہور ۱۹۹۵ء

الجرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۸۳ء

جعفر سبحانی، فروغ ابدیت، مترجم: نصیر حسین، امامیہ پبلشرز، لاہور

جہانگیر، محمد نور الدین، تزک جہانگیری، ترجمہ: مولوی محمد علی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱ء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الحسینی، جلال الدین، فیض الالہ فی ترجمۃ القاضی نور اللہ، تہران ۱۳۶۷ھ

الحسنبلی، ابن العماد، عبدالحی، شذرات الذہب، دار احیاء التراث، بیروت

حنیف گنگوہی، محمد، ظفر المحصلین باحوال المصنفین، دار الاشاعت، کراچی

خادم، مولانا عبدالمجید، کرامات اہل حدیث، اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ

خالد، ڈاکٹر انور محمود، اردو میں سیرت رسول، اقبال اکیڈمی، لاہور ۱۹۸۹ء

خاں، محمد آصف، آکھیا بلھے شاہ نے، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور ۱۹۹۰ء

خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی، تاریخ بغداد، دار الکتب العلمیہ، لبنان

خلیق احمد، پروفیسر، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۵۳ء

خواجہ کلاں، عبیداللہ، مبلغ الرجال، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ یونیورسٹی، علی گڑھ (قلمی نسخہ)

خواجہ، عبیداللہ احرار، انفاس نفسیہ، ترجمہ: اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ لاہور

خواجہ، علی عزیزاں، رسالہ عزیزاں، ترجمہ: اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ لاہور

خواجہ، محمد پارسا، رسالہ قدسیہ، ترجمہ: اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ لاہور

خواجہ، محمد حسن، انساب الانجاب، مشہور عالم پریس، لاہور

دوست محمد قریشی، کشف الحقیقۃ، مکتبہ اہل سنت، کوٹ ادو ۱۳۹۹ھ

دیلمی، ابوشجاع شیرویہ، مسند الفردوس، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۸۶ء

ذہبی، محمد بن احمد، میزان الاعتدال، المکتبۃ الاثریہ، پاکستان

تاریخ اسلام، تحقیق: الدکتور عمر عبدالسلام، دار الکتاب العربی، بیروت

رازی، فخر الدین، بن ضیاء الدین، مفاتیح الغیب، دار الفکر، بیروت

رحمان علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند، مطبع نولکشور، لکھنو ۱۹۱۴ء

رفیع الدین شاہ، رسالہ اذان، دار العلوم حقانیہ، اٹک

رؤف احمد شاہ، تفسیر مجددی، ناشر: محمد صالح، ۱۸۵۶ء

زبید احمد، ڈاکٹر، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، مترجم: شاہد حسین رزاقی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۷ء

زبیدی، سید مرتضی، اتحاف السادۃ المتقین، دار الفکر بیروت

زرکلی، خیر الدین، الاعلام، دار الملایین، بیروت

الزرکشی، امام بدر الدین، البرھان فی علوم القرآن، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، دار المعرفت، لبنان

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

زغلول، ابوحاجر محمد السعید بن بسیونی، موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی الشریف، دار الفکر، بیروت

زمخشری، جار اللہ محمود بن عمر، اساس البلاغۃ، تحقیق: عبدالرحیم محمود، دار المعرفۃ، بیروت

تفسیر الکشاف، مکتب الاعلام الدمی، بیروت

زوار حسین، سید، حضرت مجدد الف ثانی، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۹ء

افتتاحیہ اردو ترجمہ مبداء و معاد، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۴ء

زیدان، عبدالکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، فاران اکیڈمی، لاہور

زید بن علی، المجموع الفقہی، مطبع المعارف، مصر ۱۹۲۱ء

زید فاروقی، مقاماتِ خیر، درگاہ شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی

حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، پروگریسو بکس، لاہور

مناج المسیر، شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی ۱۹۸۳ء

ساجد الرحمٰن، صدیقی، فقہ اسلامی کا تاسیسی پس منظر، شریعۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۱۹۹۲ء

سبکی، ابونصر عبدالوہاب، طبقات الشافعیۃ الکبری، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت

السبکی، علی بن عبدالکافی، الابہاج فی شرح منہاج، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، قاہرہ

سخاوی، شمس الدین، المقاصد الحسنہ، تحقیق: عبداللہ محمد الصدیق دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۸۷ء

سراج احمد سرہندی، شروح مجموعۃ اربعہ ترمذی، مطبع نظامی، کانپور ۱۳۰۶ھ

السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد، اصول السرخسی، تحقیق: ابوالوفا الافغانی، دار العرفۃ بیروت

سعید الحق، پروفیسر، محمد بن قاسم سے اورنگزیب تک، شاہد بک ڈپو، لاہور

سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور

مقالات سعیدی، فرید بک سٹال، لاہور ۱۹۸۲ء

سلطانی، محمد کریم، قصرِ عارفاں، مکتبہ صبح نور، فیصل آباد

سلمان ندوی، سید، مقالات سلیمان، ترتیب: شاہ معین الدین احمد ندوی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۱۹۸۹ء

سلیم اللہ خاں، مولانا، کشف الباری، مکتبہ فاروقیہ، کراچی ۱۴۱۸ھ

سکنیۃ الشہابی، مختصر، تاریخ دمشق لابن عساکر، دار الفکر، بیروت ۱۹۹۰ء

سہارنپوری، محمد زکریا، مکتوبات علمیہ، مرتب: محمد شاہد سہارنپوری، سعید کمپنی، کراچی ۱۳۹۳ھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- سہروردی، عمر بن شہاب، عوارف المعارف، مترجم: سید رشید احمد، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
- سید قطب، فی ظلال القرآن، دار الشرق، بیروت
- السیمانی، ابو المظفر، حاشیہ تفسیر القران، دار الوطن، الریاض ۱۹۹۷ء
- سیوطی، جلال الدین، شرح الصدور، تحقیق: یوسف علی بدیوی، مکتبہ دار التراث، المدینہ المنورۃ
- شاطبی، ابو اسحاق، الموافقات فی اصول الشریعۃ، دار المعرفۃ، بیروت
- شافعی، امام محمد بن ادریس، الام، دار الکتب العلمیہ، بیروت
- شامی، ابن عابدین، محمد امین آفندی، رسائل ابن عابدین شامی، سہیل اکیڈمی، لاہور
- رد المحتار، المکتبۃ الماجدیہ، کوئٹہ ۱۳۹۹ھ
- شاہ اسماعیل، دہلوی، صراط مستقیم، ادارہ نشریات اسلام، لاہور
- القول الجمیل، ترجمہ: شفاء العلیل، مترجم: خرم علی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
- الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، مترجم: پروفیسر محفوظ الرحمٰن نعیمی، علماء اکیڈمی، لاہور ۱۹۸۱ء
- شرقپوری، میاں جمیل احمد، مسلک مجدد، مکتبہ شیر ربانی، شرقپور
- شعرانی، عبد الوہاب بن احمد، الیواقیت والجواہر، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۷ء
- شمس بریلوی، مقدمہ اردو ترجمہ عوارف المعارف، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۷ء
- شمس، محمد ہمایوں عباس، مکتوبات امام ربانی، ایک جائزہ، بزم قبال، جامعہ ریاض العلوم، فیصل آباد
- شوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر، مکتبۃ المعارف، ریاض
- شیخ محمد محسن بن یحییٰ، الیانع الجنی، جید پریس، دہلی ۱۳۴۹ھ
- صالح بن عبد اللہ، عبد الرحمٰن بن محمد، موسوعۃ نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دار الوسیلۃ، سعودی عرب ۱۹۹۸ء
- صدیقی، ثناء الحق، پیش لفظ شرح رباعیات، ادارہ مجددیہ کراچی ۱۹۶۷ء
- صفدر، محمد سرفراز خاں، احسن الکلام، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ ۱۹۹۵ء
- مقام ابی حنیفہ، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ ۱۹۹۳ء
- راہ راست، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ ۱۹۹۵ء
- طاش کبری زادہ، احمد بن مصطفیٰ، مفتاح السعادۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۸۵ء
- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، تاریخ فقہ میں فتاویٰ کا مقام، مشمولہ فتاویٰ نوریہ، دار العلوم حنفیہ بصیر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پور ۱۹۸۸ء

سیرت الرسول ﷺ، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور

طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، موسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان، قم

الطیبی، شرح مشکوٰۃ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۱۳ھ

ظفیر الدین، مفتی، مقدمہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند، دار الاشاعت، کراچی ۱۹۸۶ء

عاصم، عبد الغفار، معجم مصطلحات الاصول، مرکز الامام البخاری للتراث والتحقیق، صادق آباد

عالم دین، قاضی، مکتوبات امام ربانی، مترجم، مکتبہ مدنیہ، لاہور

عبد الباقی، محمد فواد، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۹۹۲ء

عبد اللہ بن احمد، کشف الاسرار، دار الباز للنشر والتوزیع، مکۃ المکرمہ

عبد الرحمٰن، سید صباح الدین، بزم تیموریہ، نفیس اکیڈمی، کراچی

ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۱۹۹۰ء

عبد الرحیم، منتہی الارب فی لغۃ العرب، کتاب خانہ سنائی، ایران

عبد الغنی، مجددی، انجاح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ، ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی

عبد القادر بن محمد، الجواہر المضیئۃ، تحقیق: عبد الفتاح، دار العلوم، الریاض ۱۹۷۹ء

عثمانی، علامہ شبیر احمد، فضل الباری شرح صحیح بخاری، ادارہ علوم شرعیہ، کراچی

حاشیہ قرآن، مکتبہ رشیدیہ، لاہور

عزیز احمد، پروفیسر، برصغیر میں اسلامی کلچر، مترجم: ڈاکٹر جمیل جالبی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۰ء

عسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، شہاب الدین ابی الفضل، الاصابہ فی تمییز الصحابۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت

الزہر النضر فی حال الخضر، تحقیق: مقبول احمد، مجمع البحوث الاسلامیہ، نئی دہلی ۱۹۸۰ء

التلخیص الحبیر، المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل

تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس، تحقیق: ڈاکٹر عبد الغفار سلیمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۸۴ء

تہذیب التہذیب، نشر السنۃ، لاہور

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- علاؤالدین، علامہ، کنز العمال، موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۹۸۵ء
- عنایت اللہ شیخ، نیازی، سید نذیر، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ، پنجاب، لاہور ۱۹۶۶ء
- عینی، بدرالدین، عمدۃ القاری، دارالفکر، بیروت
- غلام اللہ خاں، جواہر القرآن، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی
- غلام سرور، مفتی، خزینۃ الاصفیاء، مترجم: محمد ظہیر الدین، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۹۴ء
- غلام علی دہلوی، شاہ رسالہ سبع سیارہ مع ایضاح الطریقۃ، مطبع احمدی، رام پور ۱۸۹۹ء
- مکاتیب شریفہ، مکتبہ ایشیق، استنبول ۱۹۷۶ء
- درالمعارف، ترجمہ: عبدالحکیم خاں اختر، نوری بک ڈپو، لاہور ۱۹۸۳ء
- مقاماتِ مظہری، ترتیب: محمد اقبال مجددی، اردو سائنس بورڈ، لاہور ۱۹۸۳ء
- غلام مصطفیٰ، مجددی، فیض نور، مکتبہ مجددیہ، شکر گڑھ، ۱۹۹۲ء
- فاروقی، پیرزادہ اقبال احمد، صحابہ کرام مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آئینے میں، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۹۱ء
- فراہی، حمید الدین، الامعان فی اقسام القرآن، مترجم: امین احسن اصلاحی، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور ۱۹۷۵ء
- فرہاری، محمد عبدالعزیز، النبراس، مکتبہ حقانیہ، ملتان
- فرید آبادی، سید ہاشمی سمآثر لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۷۶ء
- تاریخ مسلمانان پاک و ہند، محمد بن قاسم سے اورنگ زیب تک، ادارہ معارف اسلامی، لاہور
- فضلی، قاضی حمید الدین، کتب مجدد و منور الف ثانی کا لسانی جائزہ، کتب خانہ جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد (قلمی نسخہ)
- القاسمی، جمال الدین، التاریخ العربی، لبنان ۱۹۹۴ء
- قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ترجمہ: مولانا سید عبدالدیم الجلالی، ایچ۔ایم سعید کمپنی، کراچی ۱۹۸۰ء
- قاضی عیاض، ابوالفضل، الشفاء، مترجم: سید محمد متین ہاشمی، انجمن اصلاح المسلمین، گوجرانوالہ
- قدسی، عبیداللہ، آزادی کی تحریکیں، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۸ء
- قدوائی، داکٹر سالم، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، ادارہ معارف اسلامی، لاہور ۱۹۹۳ء
- قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، انتشارات ناصر خسرو، ایران

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- قلعہ جی، محمد رواس، معجم لغۃ الفقہاء، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی
- قوتلائی، خلیل ابراہیم، الامام علی قاری واثرہ فی علم الحدیث، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت ۱۹۸۷ء
- کاندھلوی، محمد ادریس، الابواب والتراجم اردو شرح صحیح بخاری، کتب خانہ جمیلی، لاہور
- التعلیق الصبیح علی مشکوۃ المصابیح، المکتبۃ العثمانیہ، لاہور
- کرمانی، علامہ محمد بن یوسف، شرح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت
- کشمی، خواجہ محمد ہاشم، زبدۃ المقامات بیرو تفارسی کراچی، نولکشور، لکھنو ۱۳۰۷ھ
- نسمات القدس، مترجم: سید محبوب حسن واسطی، مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ ۱۴۱۰ھ
- کشمیری، انور شاہ، فیض الباری، پروگریسو بکس، لاہور
- کلابی، محمد صالح، ہدایت الطالبین، ملک فضل الدین تاجران کتب قومی، لاہور
- کلاچوی، عبدالرحیم، مکتوبات امام ربانی، مترجم، بیگم ہمایوں ٹرسٹ، لاہور ۱۹۶۷ء
- گنگوہی، رشید احمد، فتاویٰ رشیدیہ، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، کراچی
- گورایا، ڈاکٹر مشتاق احمد، تناظرات تعلیم، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد ۱۹۹۴ء
- گیلانی، مولانا مناظر احسن، پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور
- لکھنوی، عبدالحی، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق ۱۹۹۳ء
- نزہۃ الخواطر، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد ۱۹۵۵ء
- مبارک پوری، محمد عبدالسلام، مراۃ المفاتیح، مکتبۃ الرحمٰن السلفیہ، سرگودھا ۱۹۹۴ء
- مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۶ء
- اثبات النبوۃ، ادارہ مجددیہ، کراچی
- تائید اہل سنت، دار المبلغین حضرت میاں صاحب، شرق پور
- رسالہ تہلیلیہ، مترجم: رشید احمد، ادارہ مجددیہ، کراچی
- شرح رباعیات، ادارہ مجددیہ، کراچی
- مبداء ومعاد، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۴ء
- مکاشفات غیبیہ، ادارہ مجددیہ، کراچی
- معارف لدنیہ، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۵ء
- مجددی، غلام مصطفیٰ، مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا، مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۹۹۶ء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

محب اللہ، شیخ، مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت، منشورات الشریف رضی، قم

محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارج النبوۃ، مترجم: غلام معین الدین، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی

اخبار الاخیار، مترجمین: سبحان محمود، محمد فاضل، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی

اخبار الاخیار مع مکتوبات، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر

محمد احسان، خواجہ، الروضۃ القیومیہ، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۹۶ء

محمد اسحٰق، علامہ، وحدت امت، مکتبہ ملیہ، فیصل آباد ۱۹۹۹ء

محمد اسلم، دین الٰہی اور اس کا پس منظر، ندوۃ المصنفین، لاہور ۱۹۷۰ء

محمد اشرف، ڈاکٹر، ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں، فکشن ہاؤس، لاہور ۱۹۹۱ء

محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۸۹ء

اسرار و رموز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۹۱ء

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، بزم اقبال، لاہور ۱۹۸۶ء

محمد اکرام، شیخ، رودِ کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۷ء

محمد الغزالی، نظرات فی القرآن، موسسۃ الخانجی ۱۹۵۸ء

محمد امین، اضواء البیان، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ

محمد ایوب قادری، ڈاکٹر، اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

محمد بشیر الدین، صواعق الٰہیہ، مطبع احمدی

محمد حسین، حالات مشائخ نقشبندیہ، اللہ والے کی قومی دکان، لاہور

محمد رضا، شیخ، محمد رسول اللہ ﷺ، مترجم: محمد عادل قدوسی، تاج کمپنی، لاہور

محمد سعید، تشیید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الامام الربانی، حیدرآباد دکن ۱۳۲۳ھ

محمد سعید، شیخ، مکتوباتِ سعیدیہ، مکتبہ حکیم سیفی، لاہور

محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی

محمد عزیز، فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی، علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن، کراچی ۱۹۸۹ء

محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۳۹۹ھ

محمد معصوم، شیخ، مکتوباتِ معصومیہ، مترجم: سید زوار حسین، ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۷۹ء

محمد میاں، سید، علماء ہند کا شاندار ماضی، مکتبہ رشیدیہ، بیروت ۱۹۹۱ء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- محمد یعقوب، چرخی، رسالہ السیمہ، ترجمہ: اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ، لاہور
- المزی، ابوالحجاج یوسف، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۹۴ء
- مسعود احمد، ڈاکٹر، صراط مستقیم، ادارہ مسعودیہ، کراچی ۱۹۹۶ء
- سیرت مجدد الف ثانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۶ء
- مجدد الف ثانی، حالات، افکار اور خدمات، ادارہ مسعودیہ، کراچی ۱۹۹۵ء
- مسلم، امام، صحیح مسلم، تحقیق: ڈاکٹر موسیٰ شاہین، موسسۃ عز الدین ۱۹۸۷ء
- مطالی، ڈاکٹر بابر بیگ، مکتوبات مجدد الف ثانی تخریج احادیث، مقالہ پی۔ایچ۔ڈی، غیر مطبوعہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور
- مطہری، مرتضیٰ شہید، سخن، مترجم: ایم۔اے انصاری، جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی ۱۹۹۲ء
- مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، مترجم، سید صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور
- Dr. Sergio کا مکتوب بنام احمد حسن مرزا (امریکہ) محررہ ۱۱ر مارچ ۱۹۹۲ء
- مکتوب ڈاکٹر مسعود احمد بنام ہمایوں عباس
- مکتوب ڈاکٹر احمد حسن مرزا بنام ہمایوں عباس
- ملا جیون، احمد، نور الانوار، نور محمد کتب خانہ، کراچی
- ملا علی قاری، مرقات، مکتبہ امدادیہ، ملتان ۱۳۹۲ھ
- شرح الفقہ الاکبر، قدیم کتب خانہ، کراچی
- شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض، دار الفکر، بیروت
- مناوی، عبدالرؤف، فیض القدیر، دار المعرفۃ، بیروت
- منزوی، احمد، فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی، موسسہ فرہنگی، منطقہ ئی، تہران
- منظور نعمانی، محمد، تذکرہ مجدد الف ثانی، دار الاشاعت، کراچی
- الموصلی، ابو یعلی احمد بن علی، مسند ابو یعلی الموصلی، تحقیق ارشاد الحق اثری، ادارہ القبلہ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ ۱۹۸۸ء
- مودودی، تجدید احیائے دین، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۴ء
- تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۸۶ء
- مولانا آزاد، ابوالکلام، تذکرہ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور
- ترجمان القرآن، اسلامی اکادمی، لاہور ۱۹۷۳ء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

الہیثمی، علی بن احمد، تبصیر الرحمان، عالم الکتب، بیروت

نجیب آبادی، اکبر شاہ، قول حق، پروگریسو بکس، لاہور

نعمانی، شبلی، سیرت النبی ﷺ، دارالاشاعت، کراچی

نعیمی، صاحبزادہ اقتدار احمد، العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور ۱۹۹۵ء

ندوی، ابوالحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، مجلس نشریات اسلام، کراچی

تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی

نصیر گیلانی، نصیر الدین، نام ونسب، گیلانی پبلشرز، درگاہ گولڑہ شریف، گولڑہ ۱۹۸۹ء

نظام الدین، خواجہ، طبقات اکبری، مترجم: محمد ایوب قادری، اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۹۰ء

نظام الدین، خواجہ، فوائد الفواد، مترجم: شمس بریلوی، مرتبہ: امیر علاؤالدین سنجری، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۸ء

نظامی، سید مسلم، انوار الفرید، صوفیہ دارالاشاعت، پاکپتن

نقشبندی، محمد سعید، مسلک امام ربانی مکتوبات کی روشنی میں، مکتبہ حامدیہ، لاہور

نووی، یحییٰ بن شرف، روضۃ الطالبین، المکتبۃ التجاریہ، مکۃ المکرمۃ

نہرو، تلاش ہند، ادارہ تخلیقات، لاہور ۱۹۹۱ء

نیشاپوری، نظام الدین، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، دارالکتب العلمیہ، لبنان

وراق، ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب، الفہرست، اصح المطابع، کراچی ۱۹۷۱ء

ونسنک، ڈاکٹر، المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی، مکتبہ بریل، لندن ۱۹۳۶ء

وہبۃ الزحیلی، الدکتور، اصول الفقہ الاسلامی، دارالحسان، دمشق ۱۹۹۷ء

التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج والفکر المعاصر، بیروت

ہروی، خواجہ نعمت علی، تاریخ جہانی ومخزن افغانی، ترجمہ: ڈاکٹر محمد بشیر حسین، اردو سائنس بورڈ، لاہور

ہندو شاہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، مترجم: عبدالحی خواجہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

ہوتکی، مولوی نصر اللہ، شرح مکتوبات، تاج محل کمپنی، پشاور

ہیکل، محمد حسین، حیات محمد ﷺ، قاہرہ

یحییٰ منیری، شیخ شرف الدین احمد، مکتوب دوصدی، مترجم: سید محمد نعیم ندوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

یوسف نبہانی، علامہ یوسف بن اسماعیل، جامع کرامات اولیاء، دارالفکر بیروت ۱۹۹۲ء

رسائل و جرائد

ماہنامہ اخبار اردو، اسلام آباد، جلد: ۱۶ شمارہ ۲

ماہنامہ السیف الصارم، مجدد الف ثانی نمبر، لاہور

ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک، مئی ۱۹۹۸ء

ماہنامہ جہان رضا، جون جولائی ۱۹۹۷ء

ماہنامہ صدائے مجاہد، اسلام آباد، اگست ۱۹۹۵ء

سہ ماہی، فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی، جلد ۳۳، شمارہ: ۲، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء

ماہنامہ میثاق، لاہور، ستمبر ۱۹۹۸ء

ماہنامہ نور اسلام، شرقپور، مجدد الف ثانی نمبر، جنوری، فروری ۱۹۸۸ء

ENGLISH BOOKS

Fauja Singh, Sirhind through the Ages, Punjabi University, Patiala 1972.

Isiq, Huseyn Hilmi,The Religion Reformermers In Islam, Istanbul,1989.

Kamir Ahmed Khan, A Slective Biblography of Sheykh Ahmed Sirhindi, Muslim World Book, 1992.

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

Panikar,K.M., A Survey of Indian History, Bombay.

Yohana, Friedmann, The Encyclopedia of Religion, Coller Macmillan Publishers, London.


اُردو کُتب خانہ
URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT